يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشی لامع انوار فیوض سبحانی مجموعہ معارف و حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق جس میں تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ بہت سے مفید التزامات کی رعایت کی گئی ہے حماد دین و ایمان

مواہب الرحمٰن تفسیر القرآن مع جامع البیان

مصنفہ

بحر العلوم النقلیۃ والعقلیۃ حبر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل فی النوا... عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب محشی فتاوی الہندیۃ ترجمہ عالمگیریہ وعین الہدایہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپی

۱۹۳۷ء

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لیے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو کتب خانہ سے مل سکتی ہے اور معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہین قیمت بہت ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے ان مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری - ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد مین ہے ر

تفسیر سورۂ فاتحہ - مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۲۰ ر

تفسیر سورۂ یوسف - جو مصرعہ از مولوی اشرف علی ۵ ر

پنجسورہ مترجم - باترجمۂ اُردو - ۲ ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از مُلا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ہے ر

تفسیر اسرار الفاتحہ - مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف ہے ر

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی - مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج سمجھیے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت سمجھیے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط انتہائے بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر و شرط و جزا کی اصطلاح سے بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رواۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و سیاہی پایا جیسا اُسنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا - لعہ بلا جلد مجلد ہے ر

احادیث اُردو

مظاہر حق - ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمۂ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد مین ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اُسکا ترجمہ اُردو مین اسکا مرتبہ انہین اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ہے ر

تحفۃ الاخیار - ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمۂ مولوی خرم علی - ۸ ر

ترجمۂ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری دلاوی لاہوری - یہ ترجمۂ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے - اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین - للعہ ر

ایضاً جلد دوم - حسب مراتب بالا ہے ر

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات - حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا عبد الحق محدث دہلوی چار مجلد این جلد الطبع ہے ر

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمٰن بن علی یمنی معروف - ہے دلائل الخیرات - باترجمۂ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسمائے حسنی معروف - ۱ ر

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل - ذخیرہ حادیث مولفۂ مولانا غلام یحیی ۵۰ ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار - ترجمۂ اُردو در مختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلد مین ہے ر

راہ نجات - ضروری مسائل نماز روزہ وغیرہ ا ر

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ ر

حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالہ بے نمازان - ا ر

ترجمۂ فتاوی عالمگیری - اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلد مین شائع کیا ہے قیمت کامل ہے ر

کشف الحاجۃ - ترجمۂ اُردو ما لابد منہ از مولوی محمد نور الدین - ۴۰ ر

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام - ۲ ر

شرع محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری - ۳ ر

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا

اور اگر ہم اُنپر اُتارین فرشتے اور اُنسے بولین مردے اور جلا دین ہم

عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝

اُنپر ہر چیز کو اُنکے سامنے ہرگز ماننے والے نہین مگر جو چاہے اللہ پر یہ اکثر نادان ہین

وَلَوْ اَنَّنَا یعنے اگر ہم اُن لوگون کا سوال نزول آیات ومعجزات کا قبول کرکے نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ اُنکی جانب ملائکہ کو نازل فرماتے جیسے اُن لوگون نے ہمارے رسول صادق مصدوق حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہے۔ کما قال تعالیٰ او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا الآیۃ۔ یعنی کافرون نے مجادلہ کیا کہ ہم تجھے جب مانین گے کہ چنین وچنان ہو ازانجملہ یہ کہ تو ہمارے روبرو لاوے اللہ تعالیٰ کو اور ملائکہ کو یعنے وہ تیرے صدق نبوت کی گواہی دین تب ہم مانینگے اور کہا۔ لولا انزل علینا الملائکۃ او نری ربنا الآیۃ۔ یعنی رسول پر گواہی کے لیئے فرشتے کیون نہین نازل کیئے گئے یعنے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے لیئے ہمپر گواہی دیتے یا ہم لوگ خود ہی اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتے۔ وہ ایسے ہمارے باپ دادے جو صدہا برس پہلے مر چکے ہین دوبارہ زندہ ہوکر گواہی دین کہ بیشک یہ شخص رسول ہے یا آیندہ دار آخرت ہے یا قیامت مین حشر ونشر ہوگا بلکہ اُن مُردونکا زندہ ہوکر ہمسے باتین کرنا بھی ہمارے واسطے اس امر کی دلیل ہوگی کہ دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے پس حق عز وجل نے اُن جاہلون کی فرمایش کے لیئے ارشاد فرمایا۔ کہ لو اننا نزلنا الخ یعنے اگر ہم اُنکی خواہش کے موافق اُنپر ملائکہ اُتارین۔ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى كما اقترحوا۔ یا اُنسے مُردے باتین کرین جیسے کہ اُنھون نے ہٹ باندھی تھی پس موتی اگلے زمانے کے زندہ ہوکر آتے۔ وَحَشَرْنَا۔ جمعنا۔ اور جمع کردیتے ہم عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا اُنپر ہر چیز کو فوج فوج یا آنکھون کے سامنے مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا تو بھی نہ تھا کہ یہ لوگ ایمان لاوین کیونکہ علم الٰہی مین انکا کافر مرنا مقدر ہوچکا ہے پس ہدایت پر آنا انکی قدرت مین نہین بلکہ اوتعالیٰ کی طرف سے ہے بلکہ ملائکہ وموتی سے انکو استطاعت نہین ہے۔ قُبُلًا بضمتین جمع قبیل یعنے فوج فوج کرکے اور یہی مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اور حاصل آنکہ اگر اُنکے پاس تمام امتین گذری ہوئی فوج فوج کردیجاتین اور وہ رسولون کی سچائی کی گواہی دیتین تو بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے۔ اور علی بن ابی طلحہ وعوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قبلا بضمتین کے معنی مقابلہ ومعاینہ کی روایت کیئے اور یہی قتادہ وعبد الرحمن بن زید کا قول ہے۔ اور واحدی رحمہ اللہ نے اہل لغت کا اسپر اجماع ذکر کیا پس نافع وابن عامر نے جو قبلا بکسر قاف وفتح بار موحدہ بمعنی معاینہ ومقابلہ پڑھا ہے تو دونون قراءۃ کے ایک ہی معنی ہوگئے اور یہی اصل ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ احتمال ہے کہ قبلا جمع قبیل بمعنی کفیل ہو جیسے قولہ او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا۔ مین ہے حاصل آنکہ اگر محشور کردین ہم ہر شے کو جو انپر کفیل ہو کہ بعد موت کے جو حال انبیاء علیہم السلام خصوص محمد صلعم نے بیان کیا سب برحق ہے تو بھی ایمان نہ لاوین۔ بیضاوی وزمخشری وغیرہ نے قبیل کی کفیل ہی سے تفسیر کی ہے حاصل آنکہ اوتعالیٰ نے ایسے لوگون کے ایمان سے قطعی انقطاع کردیا کہ جنکے حق مین کفر انکا مقدر ہے اگر وہ جملہ آیات دیکھ لین تو بھی ایمان نہین لاسکتے ہین اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مفسر رح نے اسکو بمعنی لکن قرار دیا یعنے استثنا منقطع ہے اور بیضاوی نے زمخشری کے مانند استثنا متصل کیا بتقدیر آنکہ لیس لھم ان یومنوا فی حال الا فی حال المشیۃ۔ یعنی یہ لوگ نہین ایمان لاسکتے کسی حال مین الا در حالیکہ مشیت الٰہی مین انکا ایمان مقدر ہو۔ وقول مفسر ارجح ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ اسے لا یعلمون ذلک یعنی انمین سے بہتون کو یہ بات معلوم نہین ہے کہ پس اصل اس بارہ مین یہ ہے کہ اوتعالےٰ عز وجل کی طرف رجوع

لا دے اور اُس سے ہدایت کا اور اُسپر ثابت رہنے کا سوال کرے اور آیات وغیرہ پیدا کرنے پر اپنی قدرت پر زعم کرنا غلط اور جہالت ہے اور یہ صریح ہے کہ ہدایت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پس جسکو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے وہ کبھی ہدایت نہ پا دیگا اور یہ آیت بمانند قولہ تعالیٰ ان الذین حقت علیہم کلمت ربک لایؤمنون ولو جاءتہم کل آیۃ حتی یروا العذاب الالیم جن لوگوں پر تیرے پروردگار کا کلمہ ثابت ہو چکا وہ ایمان نہیں لاوینگے اگرچہ اُنکے پاس تمام آیات و معجزات آجاوین یہانتک کہ عذاب الیم دیکھیں یعنی عذاب موت و عذاب قبر و عذاب آخرت اُسوقت ایمان لاوینگے لیکن کچھ فائدہ نہوگا اور اسمین حضرت صلعم کو علم دیا اور تسلی فرمائی۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ط

اور اسی طرح رکھے ہین ہمنے ہر نبی کے دشمن شیطان آدمی اور جن سکھاتے ہین ایک دوسرے کو ملمع باتین فریب کی

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نکرتے تو چھوڑ دے وہ جانین اور اُنکا جھوٹھ اور تا جھکین اُسطرف دل اُنکے جو یقین نہین رکھتے آخرت کا

وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ۝

اور وہ اُسکو پسند کرین اور تا کیئے جاوین جو غلط کام کر رہے ہین۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا یعنے اے محمد صلعم ایسے ہی ہمنے اگلے انبیاؑ کے دشمن کر دیے تھے جیسے تیرے دشمن کر دیے ہین پس تو غمگین مت ہو پھر عدوًا کا بدل قرار دیا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ شیطان بمعنی سرکش و شریر و نافرمان مراد ہے جسکو عربی مین مارد کہتے ہین اور جمع اسکی مَرَدَة ہے یعنی ایسے ہی ہر نبی کے دشمن کر دیے اور وہ دشمن شیاطین الانس والجن ہین قال قتادہ رح انسانون مین سے شیطان ہین اور جنون مین سے شیطان ہین عن ابی ذر رضی اللہ عنہ فی الحدیث مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو نے شیاطین الانس والجن سے پناہ مانگی یعنے نماز مین ایسے پناہ کی دعا مانگی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آدمیون مین بھی شیطان ہین فرمایا کہ ہان اور آدمیون کے شیطان بہ نسبت اصلی شیطانون کے زیادہ ضرر پہونچاتے ہین رواہ عبد الرزاق والامام احمد و ابن مردویہ و ابن جریر و ابن ابی حاتم من طرق عنہ منقطعًا و موصولًا کما اوردہ الحافظ رح و ذکر ان المجموع یفید انہ حدیث صحیح يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وحی سے مراد وسواس ہے یعنی آپس مین ایک دوسرے کو وسواس دلاتے و بہکاتے ہین۔ اور زخرف بمعنی باطل جو اوپر سے ملمع کیا ہوا ہو اور لیپ پوت دیا گیا ہو یا نقش و نگار بیہودہ کیا گیا ہو مدارک مین ہے کہ مالک بن دینار نے فرمایا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتا ہون تو شیطان بھاگ جاتا ہے لیکن شیطان الانس بہت سخت ہین کہ میری آنکھون کے سامنے آکر مجھکو بہکاتے ہین۔ بالجملہ شیطان اپنے پردے کرنے والون کو وسواس دلاتا ہے اور وہ لوگ اسکو قبول کر لیتے اور بسبب جہالت اور بعدم نور باطن و عدم ہدایت کے نہین پہچانتے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے پھر اُسکو یقین کرکے دوسرون کو بہکاتے ہین اور یہ سب اہل حق و اہل ایمان کی ایذا رسانی کرتے ہین اور مترجم پناہ مانگتا ہے اللہ تعالیٰ سے ان شیطانون انس و جن سے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مترجم کو انکے شر و فتنہ سے محفوظ فرما دے آمین اور واضح رہے کہ بدون مشیت الٰہی کے ان شیطانون کو کوئی قدرت نہین ہے اسی واسطے فرمایا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ ای ما فعلوا الایحاء المذکور۔ اور اگر تیرا پروردگار چاہتا تو یہ لوگ آپس مین ایسے وسوسہ دلانے کو جو مذکور ہوا نہ کرتے لیکن مشیت و حکمت الٰہی مین جاری ہوا اسلیئے یہ سب کے سب ایسی گمراہی و کفر کو کرتے ہین

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ اے فدع الکفار وما یفتری الکفار من الکفر وغیرہ مما زین لہم یعنی چھوڑدے کافرون اور انکے مفتریات کفر وغیرہ کو جو انکی نظرون مین مزین کیئے گئے ہین مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ حکم قتال ہونے سے پہلے یہ حکم آیا تھا وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ یہ عطف ہو غرور اپر اور معنی صغو کے میل کرنا ای لتمیل الیہ تاکہ اسکی طرف مائل ہون اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ دل اُن لوگون کے جو آخرت پر ایمان نہین لاتے ہین یعنے زخرف وغرور کی طرف کافر لوگون کے دل مائل ہون لتصغی مین لام امر نہین ہو بلکہ لام کی ہو۔ اور مفسر رح نے جو غرور اپر عطف قرار دیا وہ باعتبار معنی کے ہو یعنی لیغروہم ولتصغی۔ یعنی زخرف القول کی وحی کرتے ہین تاکہ مغرور ہون اور تاکہ جھکین اُسکی طرف الخ وَلِيَرْضَوْهُ اور تاکہ اس زخرف القول کو گوش دل سے سنکر اپنے واسطے پسند کرین وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ابن عباس نے فرمایا اور تاکہ کماوین جو کچھ وہ کمارہے ہین یعنی کفار جو گناہ سمیٹ رہے ہین وہ بھرپیٹ خوب کماوین تاکہ آخر قیامت مین جسپر ایمان نہین رکھتے ہین پورا عذاب پاوین۔ ابوحیان رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ ان باتون مین ترتیب نہایت فصاحت کے ساتھ ہو کہ پہلے تو شیاطین کی طرف سے غرور و فریب ہوا جسکو کافرون نے گوش دل سے سنکر میل کیا پس اپنے حق مین اُسکو پسند کیا پھر اسی کے موافق بد اعمالیان کمانے لگے

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ

اب سوائے اللہ کے کسی اور کو منصف کرون اور اُسی نے تمکو یہ کتاب بھیجی واضح اور جنکو ہمنے کتاب دی وہ جانتے ہین کہ یہ

مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ

نازل ہوئی ہو تیرے رب کے پاس سے تحقیق سو تو مت ہوجیو شک لانیوالا اور تیرے رب کی بات پوری سچ ہو اور انصاف کی کوئی بدلنے والا

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

نہین اُسکے کلام کو اور وہی ہو سنتا جانتا

مشرکون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ اپنے و انکے درمیان کسی کو حکم بناوین تو نازل ہوا اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا یعنی بھلا سوا اللہ تعالے کے اور کسی کو قاضی وحاکم بناؤن کہ وہ میرے تمہارے درمیان مین حکم ہو حالانکہ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ وہی پاک پروردگار ہو جسنے تمہاری طرف قرآن نازل کیا مُفَصَّلًا اس حالت پر کہ وہ قرآن مفصل ہو یعنے اسمین حق کو باطل سے جدا کرکے بیان کیا گیا ہو۔ یہ استفہام توبیخی انکاری ہو یعنے ای مشرکو تمپر ملامت ہو کہ سوا اُسے اوتعالی کے اور کو حکم بناتے ہو۔ اگر کوئی کہے کہ پھر دنیا مین قاضی وحاکم کیون شرع مین جائز ہین اور نیز اوتعالی کے قاضی بنانے سے فیصلہ کیونکر معلوم ہوگا۔ تو جواب یہ ہو کہ جملہ وہو الذی الخ اسی وہم کا رد ہو یعنے اُسنے کتاب مفصل اُتاردی ہین باطل وحق کو جدا و تمیز کردیا پس حکم الٰہی میرے تمہارے معاملہ مین اس کتاب سے ثابت ہو۔ اور قاضی بنانے کے یہ معنی ہین کہ قرآن مجید سے سمجھکر ہر معاملہ کا حکم بتاوے نہ آنکہ اپنی رائے سے بتاوے ورنہ حکم حق نہوگا آیت مین دلیل ہو کہ قاضی ضرور ہو کہ احکام قرآن کو جانتا ہو۔ اور دلیل ہو کہ مدعی ومدعا علیہ اگر کسی عالم فقیہ سے اپنے مقدمہ مین حکم آلہی حاصل کرین تو جائز ہو بلکہ یہی صواب ہو کہ مسلمان اس زمانہ مین اسی طرح فیصلہ کرلین تاکہ اپنے معاملہ مین حکم حق حاصل کرین اور کچہریون مین نہ دین اور رنہ اٹھاوین۔ فافہم۔ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ الف لام عہد کا ہو اور مراد توریت ہو لہٰذا مفسر رح نے کہا کہ معنی آنکہ اور جن لوگون کو ہمنے دی کتاب ای توریت مانند عبد اللہ بن سلام و انکے ساتھیون کے يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ اکثر کی قراۃ منزل از انزل ہو اور ابن عامر وحفص کی قراۃ مین نزل سے بتشدید ہو فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ امترا یعنی شک مین ہونا یعنی تو شک والون مین سے

ست ہو۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم پر نزول وحی خود تھا پس انکو تو اسمین شک نہین تھا اور یہ ظاہر ہے لہٰذا مراد اس سے کافرون پر مقرر و ثابت کرنا ہے
کہ قرآن مجید حق ہے اور زمخشری وغیرہ نے یہ اختیار کیا کہ معنی یہ ہین کہ تو اس بات مین شک کرنے والا مت ہو کہ اہل کتاب جانتے ہین کہ
قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ ارجح ہے اسواسطے کہ سورہ مکیہ ہے اور عبداللہ بن سلام کا ایمان مدینہ مین واقع ہوا لہٰذا
مراد آیت سے یہ ہے کہ اہل کتاب کو قرآن حق ہونیکا علم ہے پس اگر جہال مکہ اسکو نہ مانین تو تجھکو غم نہونا چاہیے اور یہ اخبار از غیب ہے۔ فافہم۔
بالجملہ تجھکو شک نہ کرنا چاہیے اس امر مین کہ اہل کتاب تیری نبوت اور قرآن کی حقیقت کو اپنی کتابون سے بخوبی جانتے ہین وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ
کلمہ سے مراد احکام شرع و وعدہ و وعید ہین اور یہ مومنون پر فضل ہے کہ قرآن مین انکی تکمیل ہوئی ہے یعنی پورا ہوا کلمہ تیرے پروردگار کا۔ صِدْقًا
وَّعَدْلًا از راہ صدق و عدل کے۔ یہ تمیز محول از فاعل ہے یا حال ہے یعنی کوئی اسمین سے کچھ تبدیل نہین کر سکتا چنانچہ فرمایا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ
یعنی کوئی چیز ایسی نہین کہ ان احکام کو تبدیل کرے یا اُسکے وعدہ و وعید مین خلاف ہو۔ اس سے ظاہر ہوا کہ احکام شرع مین زمانہ کی گردش سے
کوئی تبدیل نہین ہو سکتی ہے اور جو شخص تبدیل کو جائز سمجھے وہ کافر گمراہ ہے جیسے اس زمانہ مین بعضے ملحد مبتدع کہتے ہین۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وعید
عذاب مین بھی خلاف نہوگا بلکہ جسکو جسطرح وعید ہوئی ہے ویسا ہی واقع ہوگا مگر اشاعرہ خلف الوعید کو بنظر کرم جائز سمجھتے ہین وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
یعنے ہر قول کا سُننے والا اور ہر فعل کا جاننے والا ہے اُسپر کچھ پوشیدہ نہین پس جو کوئی جیسا کریگا اُسکی جزا و سزا پاویگا۔ کشاف بعض نے کہا کہ قولہ۔
تمت کلمۃ ربک مین کلمہ سے مراد قرآن ہے اور حاصل آنکہ جیسے توریت وغیرہ مین لوگون نے تحریف کی ویسے قرآن مجید کی تحریف پر کوئی قادر نہوگا
پس اس سے نکلا کہ قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہیگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ لیجاوے اور تمام کے معنی یہ کہ انتہا پر پہونچا اور حضرت انس رض سے روایت ہے
کہ یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ رواہ ابن النجار و ابن مردویہ عنہ مرفوعا۔ عامر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے روز حضرت صلعم مسجد الحرام مین داخل
ہوئے اور بتون کو مارتے اور توڑتے اور باہر پھینکواتے جاتے اور زبان سے پڑھتے جاتے وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا الآیۃ۔ قولہ
صدقا وعدلا بعض مفسرین نے مانند شیخ ابن جریر اور شیخ عکبری کے اسکو تمیز قرار دیا اور ابن عطیہ نے کہا کہ یہ صواب نہین کیونکہ اسمین ابہام نہین ہے
اور مترجم کہتا ہے کہ یہ وہم ہے کیونکہ تمام ہونے مین تمامیت باعتبار تکمیل افادہ وغیرہ امور کے ہو سکتی ہے پس صدق و عدل سے مراد ہونا تمیز
کردیا گو اسی سے اسکو حال کہا یا مفعول لہ کا اعراب بیان کیا قتادہ نے کہا کہ صدق ان کلمات مین جنمین وعدہ و وعید ہے اور عدل ان کلمات مین جنمین حکم ہے اور بعض نے
کہا کہ ہر وعدہ و وعید و احکام سب صدق و عدل سے ہین نیز وعدہ و وعید و احکام و اگلی اُمتون کے اخبار اور آیندہ قیامت تک ہونیوالے امور کے اخبار وغیرہ جملہ امور
جنکی خبر قرآن مجید مین ہے سب صدق و عدل ہین اور یہ اولیٰ ہے باعتبار مفہوم کے فافہم قولہ لا مبدل لکلماتہ محمد بن کعب سے مروی ہے کہ جو کچھ امر دنیا و آخرت مین فرمایا
اسمین تبدیل نہین ہے اسمین دلیل ہے کہ جو دوزخی ہوا وہ جنتی نہین ہو سکتا اور جو جنتی ہوا ہے وہ دوزخی نہین ہو سکتا اور یہی متواتر اخبار صحیح و آیات کریمہ سے ثابت
اور یہی اہل سنت کا اعتقاد ہے فاحفظہ فانہ فی العرائس وتمت کلمۃ ربک الآیۃ اور تعالیٰ نے اپنے سابق کلمات قدیم سے خبر دی جو کلام نفسی ہین جنمین خود بخود
در ذات خود کلام فرمایا یعنی جو اہل معرفت و توحید بندون کے حق مین قبل اُنکے وجود کے اور قبل اُنکی نماز روزہ وغیرہ نیک اعمال کرنیکے بدون کسی علت و سبب کے بلکہ قبل
اُنکے وجود کے اُنکے حق مین محض فضل و کرم سے انعام و اکرام مقدر فرمایا ہے اسمین تبدیل کسی فعل و حرکت سے نہین ہو سکتی ہے اور جو اسکی مشیت ہے وہ عین صدق
و عدل ہے پس اہل توحید و عرفان کے حق مین حسن قبول اُسکی مشیت و احسان و فضل ہے اور تعالیٰ قادر مختار ہے جو چاہے کرے کسی بندہ کو جو ناچیز
مخلوق ہے دم مارنے کی مجال نہین ہے اور تمام ہونا کلمات کا یہ بھی ہے کہ لطف عنایت سے بدون بندون کی طرف سے کسی علت کے
انکو انعام و اکرام سے قدیما سرفراز کیا اور جو وعدہ فرمایا وہ ضرور واقع ہونیوالا ہے۔ اور قولہ لا مبدل لکلماتہ سے واضح ہوا کہ

اہل عنایت پر جو سابقہ رحمت ہی اسکو کوئی تبدیل نہین کرسکتا اور موارد امتحان انکو مردود نہین کرسکتے جیسے مردود کو ظاہری افعال مقبول
نہین کرسکتے ہین بعض نے قولہ صدقا وعدلا کی تفسیر مین کہا کہ صدق ہی مومنین کے لیئے کہ انکو جو دیا سب فضل ہی اور عدل ہی کافرون پر کہ
میزان عدل مین ہلاک ہوے اور پورے نہ اُترے

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ○
اور اگر تو کہا مانے اکثر لوگون کا جو دنیا مین ہین تجھکو بہکا دین اللہ کی راہ سے سب ہی چلتے ہین خیال پر اور سب اٹکل دوڑاتے ہین
إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ○ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم
تیرا رب ہو خوب جانتا جو بہکتا ہی اسکی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہی جو اسکی راہ پر ہین سو تم کھاؤ اسمین سے جسپر نام لیا اللہ کا اگر تمکو
بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ○ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ
اسکے حکم پر یقین ہی اور کیا سبب کہ تم نہ کھاؤ اسمین سے جن پر نام لیا اللہ کا اور وہ کھول چکا جو کچھ تم پر حرام کیا ہی مگر جبکہ ناچار ہو
إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ○
اسکی طرف سے اور بہت لوگ بہکاتے ہین اپنے خیال پر بغیر تحقیق تیرا رب ہی خوب جانتا ہی جو لوگ حد سے بڑھتے ہین

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ اکثر سے مراد کفار ہین کیونکہ وہی بہت ہین اور اہل ایمان تھوڑے ہین اور بعض نے کہا کہ ارض سے مراد
مکہ ہی یعنی مکہ والون مین سے اکثر لوگون کے اور وہ اسوقت کفار تھے اگر تو اطاعت کریگا تو يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ تجھکو دین الٰہی سے
بہکا دینگے یعنی ایسی باتین وہم وشبہات کی بتلا دینگے جنکے ماننے سے غضب الٰہی ہوتا ہی اور اللہ تعالیٰ مقہور کرکے اسکو ہدایت سے محروم کر دیتا ہی
اور یہ شرط ہی مقتضی وقوع نہین بلکہ امت کو تعلیم ہی کہ اہل مکہ یا کفار کے باتون پر نہ رہین اور حق سے تجاوز نہ کرین إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ مردار کے
بارہ مین مکہ کے کفار نے جھگڑا کیا اور کہا کہ جو اللہ تعالیٰ نے مار ڈالا وہ بہ نسبت لوگون کے مارے ہوے جانورون کے بدرجہ اولیٰ کھانا چاہیئے
تو فرمایا کہ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ یعنی تیرے ساتھ مجادلہ کرتے مین یہ لوگ نہین پیروی کرتے مگر اپنے وہم وگمان کی جسکی کچھ اصل نہین اور ایسے ہی
بتون کے بارہ مین انکو مستحق عبادت خیال کرتے ہین اور اسیواسطے وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ خرص در اصل اندازہ کرنے کو کہتے ہین تحقیقی
بات معلوم ہونے سے پہلے درخت کے پھل اندازہ کرنے کو خرص بولتے ہین پس حاصل آنکہ حالت انکی یہ ہی کہ تحقیقی بات کو نہین مانتے اور اپنے اندازہ پر
چلتے ہین جہان خرص جائز نہین ہی پس خارص اپنی خرص کو تحقیق کہے تو جھوٹا ہی لہذا مفسرین نے کذب سے تفسیر کی جیسا کہ بعض سلف سے
مروی ہی یعنی نہین یہ لوگ مگر آنکہ جھوٹ بولتے ہین - إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِ واضح ہو کہ اعلم صیغہ اسم تفضیل ہی اور وہ
اسم ظاہر کو نصب نہین دیتا لہذا من اس سے منصوب نہین ہوسکتا تو بعض نے کہا کہ من مفعول بہ ہی اور بعض نے کہا کہ منصوب بفعل یعلم ہی جسکی جگہ
اسم تفضیل آیا ہی اور مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ اعلم بمعنی عالم ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ ہونے والے کو سوا اسکے کوئی نہین جانتا ہی
وہی عالم ہی اور بعض نے کہا کہ اسم تفضیل کبھی کبھی اسم ظاہر کو نصب دیتا ہی اور بیضاوی رح نے کہا کہ منصوب بفعل مقدر ہی جسپر اعلم دلالت کرتا ہی اور
نیز کہا کہ اعلم یعنی اسم تفضیل اس معنی مین کہ اوسکا علم محیط وکثیر ہی اس وجہ کہ جتنے علم کا متعلق ہونا ممکن ہی اور نیز ازلی ہی اور نیز علم الٰہی
بالذات ہی نہ بالغیر حاصل آنکہ تیرا پروردگار خوب جانتا ہی ہر ایسے شخص کو جو اسکے دین سے گمراہ ہو وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ اور وہی خوب جانتا ہی
ہدایت وطاعت پر چلنے والون کو پس دونون مین سے ہر ایک کو اسکا بدلا ثواب یا عذاب دیگا فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ای ذبح علی اسمہ

سو کھایا کرو اُن میں سے جسپر اللہ تعالی کا نام ذکر کیا گیا ہو حلال جانوروں میں سے یعنی جو اللہ تعالے کے نام پر ذبح کیا گیا ہو فا در کلوا۔
جواب شرط مقدر ہے کما قال الزمخشری یا عطف بر محذوف ہے کما قال الواحدی اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ یہ شرط نہیں ہے بلکہ مومنوں کو
شرایع الٰہی پر چلنے کے لیے آمادہ کیا ہے پس یہ خطاب ہے مسلمانوں کو اور بعض نے مشرکوں کی طرف خطاب قرار دیا المعنی آنکہ جو کچھ اللہ تعالی نے
حلال کیا اسکو حلال جانو اور جو حرام کیا حرام جانو اور اسی پر عمل کرو اور مردار وغیرہ کو چھوڑ دو لیکن اول ارجح ہے وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ
اللّٰهِ عَلَيْهِ استفہام انکاری ہے یعنی کون مانع ہے تمکو اس سے کہ نہ کھاؤ اُس ذبیحہ کو جسپر اللہ تعالی کا نام مذکور ہوا بعد ازانکہ تمکو اسکے کھانے کی
اجازت دیدی وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ابن کثیر و ابو عمرو ابن عامر نے فصل بصیغہ مجہول پڑھا اور باقیوں نے بصیغہ معروف
پڑھا حفص نے حرم بر بنائے فاعل یعنی بصیغہ معروف پڑھا اور باقیوں نے بصیغہ مجہول پڑھا ہے والمعنی حال یہ ہے کہ تفصیل کیا تمہارے واسطے
جو کچھ حرام ہوا ہے **قال المفسر** یعنی قولہ حرمت علیکم المیتۃ الآیۃ میں تمپر محرمات طعام مفصل بیان کر دیے ہیں اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ سوائے
اسکے جسکی طرف تم مضطر ہوں محرمات سے تو اس حال اضطرار میں وہ بھی تمپر حلال ہے۔ المعنی کوئی مانع نہیں تمکو کھانے اس چیز سے جسپر اللہ تعالی
کا نام مذکور ہوا اور حال یہ ہے کہ جنکا کھانا حرام ہے وہ تمکو مفصل بتلا دیے اور بنام الٰہی ذبیحہ ان محرمات میں سے نہیں ہے واضح ہو کہ استثنا منقطع ہے
جیسا کہ تفتازانی نے کہا اور اعراب القرآن ابو البقاء میں ہے کہ از راہ معنی استثنا متصل ہے کیونکہ انکو اللہ تعالی کے نام پر ذبح کیے ہوئے کے
کھانے کو ترک کرنے پر توبیخ کی اور یہ متضمن ہے مطلقاً اباحت پر حاصل آنکہ جنس سے استثنا ہے لیکن بعض نے کلام کیا کہ اس صورت میں ظرف
عام مقدر سے استثنا ہوا تو مفرغ ہوا متصل نہوا پھر واضح ہو کہ اس مقام میں اشکال ہے جو امام رازی نے تفسیر کبیر میں وارد کیا باین طور کہ یہ سورہ
انعام تو مکیہ ہے پس نزول اسکا سورہ مائدہ مدینہ سے پہلے ہوا خصوص جب کہ سورہ مائدہ کی نسبت آیا ہے کہ وہ قرآن کی سورتوں میں سے پیچھے
آخر نازل ہوئی ہے اور قولہ حرمت علیکم المیتۃ الآیۃ اسی سورہ مائدہ میں ہے پس یہاں جو قولہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم سے حوالہ دیا ہے اس آیت پر جو پیچھے
نازل ہوئی کیونکر صادق ہوگا کیونکہ جسپر حوالہ ہے اسکا مقدم ہونا لازم ہے پھر امام رازی نے جواب دیا کہ جس آیت پر حوالہ ہے وہ قولہ قل لا اجد فیما اوحی
الی محرما الآیۃ ہے جو کچھ پیچھے مذکور ہے۔ اور دیگر علماء مفسرین نے یہ جواب دیا کہ علم الٰہی ہر موجود ہونے والے سب کو محیط ہے اور علم الٰہی میں موجود
تھا کہ ترتیب قرآن مجید میں جو محفوظ بحفظ الٰہی ہے سورہ انعام پر سورہ مائدہ مقدم ہوگی اگرچہ نزول میں متقدم ہو وے پس باین معنی یہ حوالہ ٹھیک ہے
مترجم کہتا ہے کہ بنا برین ثابت ہوا کہ ترتیب قرآن مجید بتوفیق الٰہی عز و جل ہے اور کیونکر نہیں کہ اللہ تعالی عز و جل نے صریح اس کتاب مجید کی حفاظت
کا وعدہ فرمایا ہے۔ فانہم وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ لیضلون میں دو قراءۃ ہیں فتح یا از باب ثلاثی مجرد اور ضم یا از باب
افعال۔ اور مراد ان سے مشرکین عرب ہیں جیسا کہ سعید بن جبیر وغیرہ سے مروی ہے المعنی البتہ بہت سے یعنی مشرکین گمراہ ہوتے یا گمراہ کرتے
ہیں اپنی خواہش نفسانی سے بدون کسی علم کے جسپر وہ اعتماد کرتے ہوں اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ اعتدا یعنی تجاوز کرنا یعنی
تیرا پروردگار جانتا ہے اُن لوگوں کو جو تجاوز کرتے ہیں حلال سے حرام کی طرف یعنی گناہ کرتے ہیں پس انکو سزا دیگا **ف فی العرائس**
قولہ تعالی وان کثیرا لیضلون باہوائہم یعنی اسی میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ضلالت و بدعت کی طرف بلاتے ہیں پھر جب وہ لوگ اپنی فضیحت
ہونے کو دیکھتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ سچے اہل ارادت بھی انہیں کے مثل ہو جاویں پس شہوتوں کا راستہ انکو بتاتے ہیں اور اسکی خوبیاں بیان کرتے
ہیں چنانچہ اللہ تعالے نے ایسے لوگوں کو بیان فرمایا بقولہ اضلوا کثیرا وضلوا عن سواء السبیل۔ اور یہ اسوجہ سے ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالے
عز و جل کی معرفت سے جاہل ہیں اور اسکے علم سے جو تمام موجود ظاہر و باطن کی ماہیت و حقیقت کو شامل ہے غافل ہیں شیخ قرشی رحمہ

اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ یہ لوگ اپنے نفس کی خواہش پر چلتے ہیں اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلعم کو چھوڑتے ہیں ۔

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ○

اور چھوڑ دو کھلا گناہ اور چھپا جو لوگ گناہ کماتے ہیں سزا پاویں گے اپنے کیے کی

وَذَرُوا اور ترک کرو اور چھوڑ دو تم لوگ ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ علانیہ و پوشیدہ گناہ بعض نے کہا کہ گناہ زنا اور بعض نے کہا کہ ہر گناہ۔ اول تو مجاہدؒ سے مروی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نیت بد وہ پوشیدہ گناہ ہے۔ اور قتادہؒ نے ظاہر یعنی علانیہ و پوشیدہ و قلیل و کثیر سے تفسیر کی۔ سدیؒ نے کہا کہ ظاہر الاثم رنڈیوں سے زنا کرنا۔ اور باطن الاثم وہ آشنائی کر کے زناکاری ہے۔ عکرمہؒ نے کہا کہ باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا یا بیٹی کی خالہ سے نکاح کرنا۔ اور صحیح یہ ہے کہ آیت کریمہ سب کو شامل ہے اور نیز دیگر گناہ ظاہر و باطن سے عام ہے پس ظاہر وہ جو اعضاء و جوارح سے ظاہر میں محسوس ہو اور باطن وہ جو ظاہر نہ ہو جیسے حسد و غرور و عجب و خود نمائی اور مسلمانوں کی بدی سوچنا وغیرہ سب داخل ہیں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اثم کیا ہے فرمایا کہ اثم وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو برا جانے کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔ رواہ ابن ابی حاتم وغیرہ بسند صحیح پھر گناہ سمیٹنے والوں کو وعید شدید فرمائی اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْسِبُوْنَ الْاِثْمَ کسب یعنی کمانا اور بندہ گناہ کو پیدا کرنے والا نہیں بلکہ کمانے والا ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے یعنی جو لوگ گناہ کماتے ہیں سَیُجْزَوْنَ بِمَا کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ اقتراف یعنی اکتساب یعنی عنقریب آخرت میں جزاء دیے جاویں گے بدلے اس چیز کے جس کو کمایا کرتے تھے۔ **تصوف فی العرائس** قولہ وذروا ظاہر الاثم الآیۃ۔ ظاہری گناہ وہ ہے جس کی مذمت ثابت از ظاہر قرآن و حدیث ہے اور باطن الاثم وہ جس کی مذمت باطن قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ **قال المترجم** بنا برین تمام عیوب نفس و ریا و خطرات شیطانی و نہایت باریک باتیں کہ جب کھلا دیں تو برا گناہ معلوم ہوتی ہیں سب کو شامل ہے اور یہی کمال تقویٰ ہے اور حدیث صحیح میں آیا کہ آدمی میں شیطان ایسی جگہ گھسا ہوا رواں ہے جہاں خون رواں ہے تو اسمیں ان باطن کے عیوب نفس و خطرات کی طرف خیال رکھے اور اپنے کو درست رکھنے کا صریح اشارہ ہے۔ فافہم۔ نیز ظاہر الاثم وہ ہے جس کے ساتھ عقول نورانی موافق ہوں اور باطن الاثم جس کے ساتھ قلوب صافیہ واقف ہوں اور نیز ظاہر الاثم وہ جو اعضا کو راہ سنت سے کج کریں اور باطن الاثم جو دلوں کو مشاہدہ سے تشویش میں ڈالیں۔ نیز ظاہر الاثم اس دنیا کی محبت ہے و باطن الاثم جاہ و مرتبہ کی خواہش ہے۔ نیز ظاہر الاثم وہ اعمال نیک جو تجھے مغرور کریں اور باطن الاثم وہ احوال جن کی لذت میں تجھ کو سکون ہو۔ بعض نے فرمایا کہ ظاہر الاثم اپنے افعال پر نظر ہے اور باطن الاثم ان افعال پر باطن میں تسکین ہے۔ سہلؒ نے کہا کہ حکم فرمایا ہے کہ اعضاء ظاہر سے نافرمانی اور دل سے اُن کی محبت چھوڑ دو۔ شبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ ظاہری گناہ تو غفلت ہے اور باطنی گناہ یہ کہ سابق التقدیر سے نظر رکھنے سے نسیان ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ باطنی گناہ وہ عقیدے سے پوشیدہ وہم ہے جو دل میں متردد ہوں اور نگاہ باطن کے اندر جو جولان

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ

اور اس میں سے مت کھاؤ جس پر نام نہیں لیا اللہ کا اور وہ گناہ ہے اور شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے کہ تم سے جھگڑا کریں

ع ۱۴ ۱۱

وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ○

اور اگر تم نے ان کا کہا مانا تو تم مشرک ہو گے

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ اور مت کھاؤ اس چیز میں سے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہے۔ واضح ہو

کہ اس بات میں اتفاق ہے کہ ما موصولہ سے جانور مراد ہیں اور جانوروں میں سے بھی وہ جانور جنکا کھانا حلال ہے پس اگر اسپر اللہ تعالیٰ کا نام
نہیں ذکر کیا گیا تو مستثنیٰ کھاؤ۔ پھر ذکر نہ کیے جانے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ خود اپنی موت سے مرگیا ذبح نہیں کیا گیا اور اگر
ذبح کیا گیا تو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا پس اسپر اللہ تعالیٰ کا نام مذکور نہوا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے واسطے ذبح کیا مگر عمداً تسمیہ یعنے
بسم اللہ نہ پڑھی یا بھول گیا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت دربارۂ مردار جانوروں کے اور جو اسکے معنی میں مانند منخنقہ وغیرہ کے ہیں
وارد ہوئی ہے۔ عطاءؒ نے کہا کہ ذبائح کی تحریم میں ہے کہ مشرکین اپنے بتوں کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے مفسر سیوطیؒ نے آیت کو اسی پر محمول
کیا یعنی یہ آیت مخصوص ہے ایسے جانوروں کے حق میں جو خود بخود مر گئے ہوں یا کسی بت وغیرہ کے نام پر ذبح ہوگئے ہوں اور یوں کہا
کہ اگر ایسا نہووے تو جو جانور کوئی مسلمان ذبح کرے اگرچہ عمداً اسپر تسمیہ نہ کہے وہ بنا بر قول شافعیؒ کے حلال ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ طریقہ دلیل خلف کا جس سے آیت کی
کی تخصیص ثابت کیجاوے عجیب ہے کیونکہ مذہب شافعیؒ میں اگر اعتبار دینے کوئی بات قرار پائی وہ مخصوص نہیں ہوسکتی بلکہ دلیل شرعی لانی چاہیئے ابو حنیفہؒ کے نزدیک
مسلمان نے اگر عمداً تسمیہ چھوڑ دیا تو ذبیحہ حلال نہیں بلکہ مردار ہوگیا اور تفصیل یہ ہے کہ ائمہ علماء رحمہم اللہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں بعد از انکہ سب کا اجماع ہوگیا کہ
جو حلال جانور ذبح نہیں سے خود بخود مرگیا وہ مردار قطعی حرام ہے اور کلام ذبیحہ میں ہے پس اگر ذبیحہ ایسا ہو کہ اسپر اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی غیر کا نام عمداً ذکر کیا تو بالاجماع حرام ہے
اور اگر کسی کا نام ذکر نہیں کیا تو ایک جماعت علماء کا قول ہے کہ جو ذبیحہ ایسا ہو کہ اسپر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ذکر کیا گیا یعنی کوئی نام نہیں لیا گیا تو وہ
مردار و حرام ہے خواہ عمداً اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا ہو یا سہو سے نہ لیا ہو اور یہی نافع مولیٰ ابن عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہ و عامر الشعبی و محمد بن سیرین
رحمہم اللہ سے مروی ہے اور ایک روایت از امام مالک۔ اور قوی روایت از امام احمدؒ اور یہی ابو ثور و داؤد ظاہری نے اختیار کیا اور یہی مختار
ابو الفتوح محمد بن محمد الطائی الشافعیؒ کا ہے اور دلیل اسکی یہی ظاہر آیت اور قولہ فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ الآیۃ۔ اور یہاں قولہ تعالیٰ
وانہ لفسق سے اور تاکید ہوگئی اور نیز احادیث صحیحین وغیرہ جنمیں حکم تسمیہ مذکور ہے نیز حجت ہیں اور وہ بہت ہیں اور حضرت عائشہ رضؓ سے
مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں ہمکو نہیں معلوم ہوتا کہ اسپر اسم اللہ تعالیٰ ذکر کیا گیا ہے یا نہیں۔ تو فرمایا کہ
اسپر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو اور کھاؤ حضرت عائشہ نے کہا کہ ان لوگوں کو کفر چھوڑے ہوئے تھوڑا زمانہ گزرا تھا۔ رواہ البخاری
قال الحافظ العماد واس سے دلالت صاف ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھ لیا تھا کہ تسمیہ کرنا ایک امر لابدی ہے اور خوف کیا کہ
شاید ذبح کرنے والوں نے بسبب اسکے کہ مسلمان ہوئے تھوڑے دن ہوئے ہیں تسمیہ چھوڑ دیا ہو پس حضرت صلعم نے کھانے کے
وقت تسمیہ کہنے کا احتیاطاً حکم دیا تاکہ اگر ترک ہوئی ہو تو اس سے عوض کے مانند ہو جاوے اور مسلمانوں کے احکام کو نیک گمان پر
جاری رکھنے کا حکم دیا واللہ اعلم۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ اسلام شرط ہے تسمیہ کچھ شرط نہیں ہے بلکہ مستحب ہے پس اگر عمداً یا بھولے سے
چھوڑ دی تو کچھ مضر نہیں ہے اور یہ امام شافعیؒ و جمہور اصحاب شافعیؒ کا مذہب ہے اور یہ حضرت ابن عباس و ابو ہریرہ و عطاء بن ابی رباح
سے مروی ہے۔ واللہ اعلم۔ اور شافعی رحمہ اللہ نے قولہ وانہ لفسق کو محمول کیا اس امر پر کہ وہ غیر اللہ تعالیٰ کے واسطے اس طرح ذبح
ہوا ہو کہ اسپر نام الٰہی ذکر نہوا ہو مانند قولہ تعالیٰ او فسقا اھل لغیر اللہ بہ الآیۃ پس فسق سے مراد وہ مذبوح ہے جو واسطے غیر اللہ تعالیٰ کے ہو
شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو قوی کہا اور ذکر کیا کہ ابن جریرؒ نے عطاءؒ سے نقل کیا کہ آیت میں ممانعت ہے ان ذبائح کے کھانے سے جو قریش اپنے
بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور ممانعت مجوس کے ذبائح سے مترجم کہتا ہے کہ یہاں سے ظاہر ہوا کہ حجت تخصیص آیت کی بنا بر
مذہب شافعیؒ کے یہ ہے جو مذکور ہوئی اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ کو خود یہ حجت معلوم نہ تھی چنانچہ مقدمہ اتقان میں بحوالہ تفسیر کبیر فخر رازی کی

تقویت اسطرح ذکر کی کہ قولہ وانہ لفسق میں واو حالیہ ہے ای لاتاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ حال کونہ فسقا ۔ اور وہ فسق نہوگا جب تک کہ اُسپر اہلال لغیر اللہ تعالیٰ نہو بدلیل قولہ او فسقا اہل لغیر اللہ بہ الآیۃ پھر فخر رازی نے دعویٰ کیا کہ یہی متعین ہے یعنی واو یہاں حالیہ ہی ہو سکتا ہے او عاطفہ نہیں ہو سکتا ورنہ عطف جملہ اسمیہ خبریہ کا جملہ فعلیہ طلبیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہے **قال المترجم** فخر رازی نے امام شافعیؒ کے استدلال پر اکتفا نہ کیا اور خود ایک طومار نکالا جیسا کہ مذکور ہوا لیکن ٹھیک نہیں ہے چنانچہ شیخ حافظ العماد نے اسکو رد کر دیا اسطرح کہ قولہ تعالیٰ وان الشیاطین لیوحون الخ سے فخر رازی کے اوپر خود نقض وارد ہوتا ہے کیونکہ یہ واو خواہ مخواہ عاطفہ ہے پس جس واو کے حالیہ ہونے کا مدعی ہے اگر صحیح ہو تو اس جملہ کا عطف جملہ ماقبل پر ممتنع ہوگا پس اگر جملہ طلبیہ پر عطف کیا جاوے تو جو اسنے امتناع وارد کیا ہے وہ خود اُسپر وارد ہوتا ہے اور اگر واو کو حالیہ نہ لیوے تو جو کچھ اُسنے دعویٰ کیا ہے وہ سرے سے باطل ہو گیا واللہ اعلم اور صلت السدوسی سے جو مرفوعاً روایت ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے خواہ نام الٰہی ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو ۔ تو یہ مرسل ہے اور شافعیہ کے نزدیک مراسیل مالک و زہری کے سوائے حجت نہیں مگر آنکہ مذہب ابن عباس بھی مروی ہے جو اسکا مقوی ہے اور حنفیہ اسمیں تاویل کرینگے ۔ اور بیہقی نے حدیث عائشہؓ مذکورہ بالا سے حجت پکڑی کہ تسمیہ شرط ہوتا تو آپ نہ فرماتے کہ تم تسمیہ کہکر کھاؤ ۔ مگر پوشیدہ نہیں کہ یہ حجت ضعیف ہے اسواسطے کہ مسلمان ذبح کرکے لانے والے پر گمان ترک تسمیہ کا خلاف ظاہر حال تھا لہذا احتیاطاً ایسا کہا جیسا کہ اشارہ اوپر مذکور ہو چکا ۔ فافہم واللہ اعلم اور ایک بڑی جماعت علماء نے کہا کہ اگر تسمیہ کہنا بھول گیا تو مضر نہیں اور اگر عمداً چھوڑ دی تو ذبیحہ حلال نہوگا اور یہی حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ عنہما و سعید بن المسیب و عطاء و طاؤس و حسن البصری و ابو مالک و عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ ۔ و جعفر بن محمد و ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن سے حکایت کیا گیا پس روایات ابن عباس اس امر پر محمول ہونگی کہ تسمیہ ذکر کیا حالت یاد میں اور نہ ذکر کیا حالت فراموشی میں تاکہ ابن عباس کے اقوال میں اختلاف لازم نہ آوے اور یہی مشہور مذہب امام مالک و احمد بن حنبل کا اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ و انکے اصحاب اور اسحاق بن راہویہ کا ہے ۔ **قال الحافظ ابن الکثیرؒ** اور امام ابو الحسن مرغینانی نے ہدایہ میں نقل کیا کہ شافعیؒ سے پہلے علماء کا اجماع تھا کہ جو کوئی عمداً تسمیہ چھوڑے اُسکا ذبیحہ حرام ہوا اسیواسطے ابو یوسف و مشائخ نے کہا کہ اگر عمداً تسمیہ چھوڑے ہوے ذبیحہ کے بیع جائز ہونے پر کوئی قاضی و حاکم حکم دیدے تو اُسکا حکم نافذ نہوگا کیونکہ محل مختلف فیہ قابل اعتبار نہیں بلکہ اجماع معتبر ہے **قال الحافظ** لیکن مرغینانی کا یہ قول غریب ہے اور ہم پہلے لکھ چکے کہ شافعیؒ سے اگلوں نے بھی خلاف کیا ہے واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ اگلوں سے جو خلاف مذکور ہوا وہ بدون انکے کلام کے ہے سوائے قول ابن عباسؓ کے پھر جب ابن عباسؓ سے متروک التسمیہ کے حرام ہونیکا مذہب نقل کیا گیا تو تناقض کر دینا خلاف اصل ہے پس دو قول ابن عباس کے بتاویل دونوں موافق ہیں تو خلاف ابن عباس باقی نہیں رہا اور علیؓ و دیگر علماء کے قول میں یہی گمان ہے یا بجملہ فقط نام ذکر کرنا مثبت خلاف نہیں ہے پھر ابن جریر رحمہ اللہ نے نقل کیا کہ جس شخص نے بھول کر تسمیہ چھوڑنے والے مسلمان کا ذبیحہ حرام کیا وہ اجماع حجت سے خارج ہے اور **حافظ ابن کثیرؒ** نے اس کلام طویل کے بیان کیا کہ ابن جریرؒ کے نزدیک ایک دو علماء کے خلاف سے اجماع میں خلل نہیں آتا وہ اسکو اجماع ہی کہتے ہیں پھر اس مذہب کی تقویت میں پیش کیا آیت کریمہ ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا الآیۃ ۔ اور نیز وہ حدیث مشہور جس میں آنحضرت صلعم نے اپنی امت سے خطا و اکراہ و نسیان مرفوع ہونے کو فرمایا ہے لیکن حنفیہؒ کے نزدیک جو امور شرعی ایسے ہیں کہ جد و ہزل سب طرح سے انکا حکم لازم ہوتا ہے مثل طلاق و عتاق وغیرہ کے انمیں خطا و نسیان وغیرہ کا غیر موثر ہونا معتبر نہیں بلکہ انکا مرفوع ہونگا پس شاید کہ مقام ذبیحہ میں اسکا اعتبار ہو

بالجملہ نسخ تو یہ کافی ہیں واللہ اعلم پھر مجاہد و عامہ اہل علم کے نزدیک یہ آیت محکم ہے اس میں سے کچھ منسوخ نہیں ہوا اور حسن بصری و عکرمہ سے ابن جریر
نے روایت کیا کہ اس سے طعام اہل کتاب مستثنیٰ ہوا اور ابن ابی حاتم نے مکحول سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو منسوخ کر کے فرمایا
الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب الآیۃ۔ پھر ابن جریرؒ نے فرمایا کہ تحریم مالم یذکر اسم اللہ علیہ اور تحلیل طعام اہل کتاب میں
کچھ تعارض نہیں اور یہی صواب ہے **قال الحافظ**۔ یہ قول ابن جریر کا صحیح ہے اور سلف میں سے جنہوں نے نسخ کا لفظ کہا ہے اسکی مراد تخصیص ہے
واللہ اعلم۔ بالجملہ معنی قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کے یہ ہیں کہ مت کھاؤ اس چیز میں سے جس پر نہیں مذکور ہوا نام اللہ تعالیٰ کا
وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ای وان الاکل منہ لخروج عما یحل۔ اور کھانا ایسی چیزوں میں سے البتہ باہر ہونا اس چیز سے جو حلال ہے وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ
لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِهِمْ ای یوسوسون الی الکفار۔ اور شیاطین جو شیطان رجیم کی ذریات ہیں وہ مع شیطان کے اپنے اولیاء کو
یعنی کافروں کو وسوسہ ڈالتے ہیں علی ہذا شیطان سے مراد حقیقی شیطان ہیں بعض نے کہا کہ وہ قسم کے ہیں لیکن مرتبہ میں ہیں بخلاف جن
کے کہ انمیں مسلمان بھی ہیں کافر بھی ہیں اور مرتبہ بھی ہیں۔ بالجملہ شیاطین حقیقی مراد ہیں اور وحی سے وسوسہ مراد ہے اور وسوسہ انکا اگرچہ عام ہے
لیکن کافروں کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ اہل ایمان انکے وسوسہ کو قبول نہیں کرتے اور رد کر دیتے ہیں بخلاف کافروں کے کہ وہ
قبول کر لیتے ہیں اور انھیں پر خبیث قابو پاتے ہیں اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے ابن عمرؓ و ابن عباسؓ و عکرمہؒ سے قصہ مختار بن ابی عبید ثقفی
میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آکر ابن عباسؓ سے کہا کہ مختار بن ابی عبید کو زعم ہے کہ آج کی رات مجھپر وحی ہوئی تو ابن عباس نے کہا کہ
اس نے سچ کہا ہے تو اس شخص نے متنفر ہو کر کہا کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ وہ سچا ہے تو ابن عباس نے فرمایا کہ وحی دو طرح کی ہے ایک وحی الٰہی بجانب
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور دوسری وحی شیطان بجانب اپنے اولیاء کے پھر پڑھا قولہ وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم یعنی شیطان
اپنے دوستوں کو گمراہی کی باتیں القا کرتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ شیاطین سے آدمیوں کے شیطان مراد ہیں اور وحی ایک تشبیہ کے طور پر ہے
یعنی ان شیاطین الانس لیلقون الی اولیائہم اور ظاہر ہے کہ دونوں کو شامل ہے ایک کو حقیقۃً اور دوسرے کو حکماً تا کہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز لازم نہ آوے
حاصل یہ کہ شیاطین اپنے ساتھ والے کفار والوں کو القا کرتے ہیں لیجادلوکم تاکہ اولیاء شیاطین مردار کھانے میں تمہاری مخالفت کو شبہات اور
تم سے جھگڑیں وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ اور اگر تم نے اس بارے میں انکی پیروی کی تو تم مشرک ہو۔ زجاج نے کہا کہ اسمیں دلیل ہے
کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز دین میں سے کسی چیز کو حلال جانا یا حلال کی ہوئی چیز دین میں سے کسی چیز کو حرام جانا وہ کافر
مشرک ہے کیونکہ سوا اسکے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کو اپنا حاکم بنایا۔ عن ابن عباس جب نازل ہوا قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ الآیۃ تو
فارس والوں نے قریش کو کہلا بھیجا کہ محمد کو قائل کرو کہ جو جانور تم اپنے ہاتھ سے چھری سے ذبح کرو وہ حلال ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے
سونے کی تار سے قتل کیا یعنی مردار وہ حرام ہے تو نازل ہوا قولہ وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم لیجادلوکم الآیۃ یعنی شیاطین فارس
کے اپنے اولیاء قریش کو وحی کرتے ہیں۔ رواہ الطبرانی۔ وعن ابن عباس فی قولہ وان الشیاطین لیوحون یعنی کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے
ذبح کیا وہ نہ کھاؤ اور جو تم نے ذبح کیا وہ کھاؤ تو نازل ہوا قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ الآیۃ۔ رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ و ابن
ابی حاتم و اسنادہ صحیح۔ و رواہ ابن جریر من طرق عدۃ اور ابن جریر نے قصہ تحریر اہل فارس کو عکرمہ سے روایت کیا اور سدی و دیگر جماعۃ تابعین
نے مشرکوں کا اعتراض مسلمانوں پر ذکر کیا جیسا کہ فارس والوں کا قریش کو سکھانا مذکور ہوا ہے مترجم کہتا ہے کہ ایسے ہی مشرکین و مسلمانوں کا
جھگڑا دنیا کے حق میں ہے فلینتظر واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ف فی المراء ت۔ قولہ تعالیٰ وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم

حق مین اور ابوجہل کے حق مین نازل ہوئی عکرمہؒ سے مروی ہو کہ عمار بن یاسرؓ اور ابوجہل کے حق مین نازل ہوئی اور مقاتلؒ نے
کہا کہ حضرت سید عالم محمد مصطفےٰ صلعم کے حق مین اور ابوجہل ملعون کے حق مین ہو **شیخ ابن کثیرؒ** نے کہا کہ بعضون نے زعم کیا کہ نزول
اسکا دو شخص معین کے حق مین ہو چنانچہ جسکو زندہ کرکے نور دیا وہ عمر بن الخطابؓ ہین یا عمار بن یاسر ہین اور جو ظلمات مین پڑا ہوا رہا
اس سے نکلا نہین وہ ابوجہل ملعون ہو۔ پھر کہا کہ صحیح یہ ہو کہ آیت عام ہو اسمین ہر مومن و کافر داخل ہو یعنے کوئی مومن ہو کسی کافر کے مساوی
نہین اور حاصل آنکہ مومن و کافر مین از راہ آخرت کے کچھ مساوات نہین ہو اور اسی کو اکثر مفسرین نے صحیح کہا ہو **قال المترجم**
اگر نزول اسکا دو شخص معین کے حق مین ثابت ہو تو بھی اعتبار اُسکے عموم معنی کا ہو جس سے ثابت ہے کہ مومن و کافر یکسان نہین
كَذٰلِكَ اسے کما زین للمومنین الایمان كذلك زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ من الکفر والمعاصی یعنی جیسے مومنون کی
نظر مین ایمان و طاعت خدا و رسول مزین کی گئی ہو ایسی ہی مزین کیے گئے کافرون کے لیے جو وہ کرتے ہین کفر و نافرمانیان و
گناہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر عمل کرنے والے پر تقدیر جاری ہو اور حدیث صحیح مین ثابت ہو کہ ہر ایک پر وہ آسان ہو جسکے
واسطے وہ پیدا کیا گیا ہو وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا یعنے جیسے ہمنے مکہ والون مین سے فاسق انمین سے بڑے بڑون کو کر دیا ایسے ہی کر دیا ہم نے
فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا ہر قریہ مین اکابر مجرمین اُسکے کمالین مین کہا کہ اکابر مجرمیہا دونون مفعول جعلنا کے ہین اور اول یہ دوم کو
مقدم کیا گیا **قال الواحدی** ای مجرمیہا اکابر۔ اور اکابر اسواسطے مجرم و فساق ہوئے کہ انمین وسعت و قوت ہونے سے مکر و کفر کی طرف
زیادہ داعی ہین۔ مروی ہو کہ ولید بن المغیرہ نے کہا کہ اگر نبوت سچ ہوتی تو مین ہوتا کیونکہ مجھ مین بزرگی و مال زیادہ ہو اور یہ شخص بڑا سرکش تکبر کا تھا
لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا یعنے تا کہ ایمان لانے سے لوگون کو روکنے مین اس قریہ مین مکر کرین قریہ گاؤن و شہر و آبادی کے معنی مین آتا ہو۔ اور
ابو عبیدہؒ نے کہا کہ مکر بمعنی فریب دھوکا و غدر و حیلہ و فجور بعض نے زیادہ کیا او رغیبت و چغلی و جھوٹی قسمین و باطل کا رواج دینا **قال الحافظ**
مراد مکر سے یہان گمراہی کی طرف باطل اقوال و افعال سے بلانا۔ ابن ابی حاتم نے بعض علماء سے روایت کی کہ قرآن مین جہان مکر کا
لفظ ہو وہ عمل ہو حاصل آنکہ ہمنے مکہ کے فاسقون کے مانند سابق امتون مین بھی ہر قریہ کے ڈھیر لوگون کو فاسق بنایا تا کہ مکر کو پورا کرین
وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ حالانکہ اپنی ہی جان کے ساتھ مکر کرتے ہین کیونکہ وبال اُسکا انھین کی جانون پر ہو پس وہ اپنی ہی جانون پر
مکر کرتے ہین وَمَا يَشْعُرُوْنَ بذلک۔ اور اس سے اُنکو شعور نہین ہوتا اسمین تاکید بلیغ ہو یعنے یہ بات اگرچہ ایسی ظاہر ہو کہ حواس و شعور سے
دریافت کرنے کی ہو مگر اُسکو بھی نہین سمجھتے **ف فی العرائس** قولہ تعالے اومن کان میتا الآیۃ یعنے جو مردہ تھا عدم مین ہمنے اسکو
نور قدم سے زندہ کیا نیز جو مجاہدات سے مردہ تھا اسکو روح مجاہدہ سے زندہ کیا نیز جو شہوات نفس مین مردہ تھا اسکو صفائے قلب
سے زندہ کیا۔ نیز جو مردہ تھا بسبب اسکے کہ مخلوق کی طرف نظر رکھتا تھا یا اپنی خلقت مین پڑا ہوا تھا پھر ہمنے اسکو حقیقت دکھلا کر
زندہ کیا۔ نیز جو مردہ تھا اسوجہ سے کہ ثواب اعمال پر نظر رکھتا تھا پھر ہمنے اسکو یہ دکھلا کر کہ انجام کار راجع بجانب خالق عزوجل ہے
زندہ کیا اور اسکے واسطے ایک نور دیدیا کہ جسکے ساتھ وہ لوگون مین چلتا پھرتا ہو یعنے اسکو نور فراست دیدیا کہ اس سے لوگون کے
قلوب سے واقف ہوتا ہو اور نیز اسکو انوار غیب سے لباس دیا کہ لوگون کے درمیان چراغ روشن ہو گیا کہ ہدایت سے اُنکو ضلالت
مین سے نکالتا ہو۔ اور نیز اسکی روح کو لباس مشاہدہ پہنایا اور اُسکی عقل کو نور آیات دکھلایا اور قلب کو نور صفات اور اسکے باطن
کو نور ذات دکھلایا اور اُسکے تمام وجود کو خلائق کے درمیان نور کر دیا کہ ہر نیک بخت جو ازل مین مقدر ہو چکا ہو اس سے راہ راست کی

ہدایت بتیا ہی **قال المترجم** حدیث صحیح مین آنحضرت صلعم کی دعا ہر تمام اعضاء و جوارح کے لیئے نور کی حتی کہ تمام وجود نور ہو جانیکی آئی ہی فالم
بالجملہ بیان بیان ہی کہ جو بندہ مومن اسطرح منور ہو وہ ہرگز مانند نہین کسی کافر کے جو اپنی طبیعت و نفس کے اندھیرے مین اور ہوا و ہوس
کی تاریک دوزخ مین متحیر پڑا پھرتا ہی اسکو راہ حق کی طرف نشان نہین ملتا کیونکہ ازل مین مقدر ہوکر ہمیشہ عجائب قہر مین سرگردان رہیگا
بیان سے سچے ایمان والون کو اللہ عزوجل کی حیات مین اسکے فضل و احسان کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور مقہور کافرون کو دیکھکر عبرت
حاصل کرنا چاہیئے **قال المترجم** معتزلہ وغیرہ کی طرح اپنے آپ کو قادر نہ سمجھے ورنہ کافر ہو جائیگا اور آیت کریمہ مین صریح ہدایت و اضلال
کی نسبت حقیقی حضرت باری تعالیٰ کی طرف ہی خصوصاً جبکہ فرمایا وکذلک جعلنا فی کل قریۃ الآیۃ کیونکہ صریح یہ ایجاد و خلق از حضرت باری تعالیٰ
عزوجل ہی **قال الشیخ** ۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت ہونا اور گمراہ ہونا اپنی عنایت ازلی اور نسبت تقدیر کی طرف مضاف فرمایا ۔ مرید صادق کو
نور عرفان حاصل ہونے سے پہلے میت کہا کیونکہ وہ تقصیر کرنے والون مین تھا اگرچہ بعد اسکے توقیر والون مین ہوگیا کیونکہ جو اکابر اہل
معرفت مین وہ تو ازل سے ابد تک ہمیشہ اسکے فضل و لطف سے ایک حال پر زندہ و عارف مین جعفر علیہ السلام سے منقول ہی کہ قولہ او من کان
میتا یعنے ہم سے مردہ تھا ۔ فاحییناہ ۔ اپنے ساتھ اسکو زندہ کیا ۔ وجعلنا لہ نورا یعنی اسکو پیشوا کر دیا کہ اور لوگ اس سے ہدایت پاتے ہین ۔
کمن مثلہ فی الظلمات ۔ یعنی مانند ایسے شخص کے جو اپنی شہوت نفس و ہوا و ہوس کو دیکھتا ہی پس اسکو قرب درگاہ کی تائید نہین ہوئی ہی احمد بن عطا
نے کہا کہ قولہ او من کان میتا یعنے اپنے نفس کی حیات سے اور اپنے قلب کی موت سے مردہ تھا ۔ فاحییناہ یعنی اسکو اسکے نفس سے
موت دیکر اور اسکے قلب کو زندہ کرکے ہمنے اسکو زندگی دی ۔ اسپر راہ توفیق آسان کر دی اور انوار قرب سے اسکی بینائی روشن کر دی
کہ وہ ہمارے سوا سے غیر کی طرف نظر نہین کرتا اور کسی اور پر التفات نہین کرتا جریری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی بندہ کو اپنے
انوار سے زندہ کیا تو وہ کبھی نہین مرتا ہی اور جب کسی کو خوار کرنے سے مار ڈالا تو وہ کبھی زندہ نہین ہوتا ہی جعفر علیہ السلام نے کہا
کہ قولہ او من کان میتا یعنے اپنی طاعت پر اعتماد کرنے سے مردہ تھا ۔ فاحییناہ ۔ اسکے واسطے نور عرفان کشادہ کیا کہ جس سے اسنے دیکھا
کہ سراپا تقصیر ہی اور تضرع و عذر کرے تیری طرف متوجہ ہوا کہ تجھے ہرگز کچھ بھی اسکے لائق عبادت نہین ہو سکتی ہی بعض نے کہا کہ مردہ تھا دیدار
افعال سے پس ہمنے دیدار قدرت سے زندہ کیا **قاسم** نے کہا کہ اولیاء کو جو مکاکر زندہ کیا جیسے اجسام کو [illegible] سے اٹھایا ۔
سہل نے کہا کہ جہالت سے مردہ تھا اسکو علم سے زندہ کیا ۔ ابن عطا نے کہا کہ یعنے ہمسے منقطع ہونے کی وجہ سے مردہ تھا
پس وصل عطا کرکے زندہ کیا اور اسکو نور بھی دیا پس یہ ولیا نہین جسکو ہمنے ملعون و مردود چھوڑ دیا ۔ استاد نے فرمایا کہ اکابر اہل عرفان
کے نزدیک ایمان یہ ہی کہ دل زندہ ہو جاوے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پس جو لوگ غافل ہین جب انکو یاد الٰہی الہام کی گئی تو وہ مردہ
تھے اب زندہ ہو گئے اسی طرح جنکو یاد ہی اگر بعد اسکے غفلت مین پڑے تو زندہ تھے اب مر گئے بالجملہ جو شخص کہ انوار قرب سے شعاع
آفتاب عرفان مین ہی اور اسکی روح کو بصیرت ہی تو اسکی برابری کہان ہو سکتی ہی ایسے شخص سے جو ظلمات و تاریکیون مین اور آفات وہم
مین پھنسا ہوا ہی **قال الشیخ** تجھے بیان مقام حقیقت کا ایک اشارہ منکشف ہوا وہ یون کہ جو شخص مقام نکرۃ التوحید مین فنا رکھتا
جبکہ اسکو انوار کبریا و عظمت ظاہر ہوئے تھے تو ایسی میت کو روح بقا و مشاہدۂ ابدیت سے زندہ کیا کیونکہ وہ میدان نکرت
کے سبب انوار معرفت کے اسرار و ارواح کے پاؤن سے انوار بقا کے پر فضا و شگفتہ کشادہ چمنستان مین چلا وہ شخص
کبھی انوار جمال سے محجوب نہوگا اور اس سے ہر مردہ دل کو زندگی حاصل ہوگی اور جو نفس کو طاعت پروردگار سے فتور و قصور کرکے پایا ہی اسکے دیا [illegible]

مقام طمانینت میں پہونچیگا اور اپنی شہوات میں مفتون نہ رہیگا۔ **قال المترجم** نکرۃ التوحید ایک مقام خاص ہے جسکا حال پہلے مذکور ہوچکا
یعنی بعد طے مراتب صفات کے اول ظہور انوار ذات جل جلالہ میں کثرت کا ماری ہوتی ہے عظمت کبریا مختص بذات پاک سے معرفت
قاصر ہے پس یہ مقام نکرت ہے اور اشارات مذکورہ مختلف مراتب عرفان پر محمول کرکے سمجھنا چاہیئے۔

وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ
اور جب پہونچے انکو ایک آیت کہیں ہم ہرگز نہ مانینگے جب تک ہمکو نہ ملے جیسا کچھ پاتے ہیں اللہ کے رسول اللہ بہتر جانتا ہے جہاں بھیجے
رِسَالَتَهٗ ۗ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ○
اپنے پیام اب پہونچے گی گنہگاروں کو ذلت اللہ کے ہان اور عذاب سخت بدلا حیلہ بنانے کا

وَإِذَا جَاءَتْهُمْ اور جب آتی ہے اہل مکہ کے پاس آيَةٌ کوئی آیت یعنی آنحضرت صلعم کی تصدیق رسالت کی قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ
کہتے ہیں کہ ہرگز ہم ایمان نہ لاوینگے محمد صلعم پر حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ یہانتک کہ دیئے جاویں ہم مثل اس چیز کے
جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دی گئی یعنی رسالت ہمکو بھی ملے اور ہمکو بھی وحی کیجاوے کیونکہ ہم مال میں زیادہ اور سن میں بڑے ہیں
بعض نے کہا کہ ولید بن المغیرہ نے کہا تھا اور بعض نے ابوجہل کا قول بیان کیا کہ شرافت میں ہم اور بنو عبد مناف مقابلہ کرتے رہے
یہانتک کہ جب جوڑی کے دو گھوڑے برابر ہوجانے کو پہونچے تو انھون نے دعویٰ کیا کہ ہم میں نبی ہے جسپر وحی ہوتی ہے پس واللہ
ہم اسپر ایمان نہ لاوینگے یہانتک کہ ہمپر بھی وحی ہو یہ قول انکا آنحضرت صلعم پر حسد تھا۔ بعض نے کہا کہ مراد انکی یہ تھی کہ ہم تابع نہونگے
ہم بھی متبوع ہونگے اور یہ مقتضا ہے کمال جہالت ہے رسل اللہ پر وقف نون ہے اور یہان تمام پاک پرد وبار جمع ہوگیا۔ بعض نے کہا
کہ ابعد وقف کے دونوں کے بیچ میں دعا قبول ہوتی ہے شاید یہ قول تجربہ سے معلوم ہوا ہو واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان
جاہلوں کا جواب دیا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اللہ جانتا ہے جہان وہ رسالت رکھتا ہے اکثروں کی قراءۃ میں رسالاتہ
جمع ہے اور ابن کثیر و حفص کی قراءۃ میں رسالت بافراد ہے اور حیث مفعول بہ ہے فعل کا جسپر اعلم اسم تفضیل دلالت کرتا ہے کیونکہ
خود اسم تفضیل بعد اسم ظاہر کے عمل نہیں کرتا اور وہ فعل مدلول یعلم ہے اور حیث یعنی موضع ہے ای یعلم الموضع الصالح لوضعہا یعنی
رسالت رکھنے کے لیے مقام صالح اللہ تعالیٰ جانتا ہے پس جو محل صالح ہو وہی رسول ہوتا ہے اور یہ لوگ اسکی اہلیت نہیں رکھتے
اور یہ تقریر اولیٰ ہے بہ نسبت قول بعض کے کہ اللہ اعلم میں تقدیر ان یجعلہ رسولاً ہے کیونکہ حیث یعنی موضع و محل وغیرہ ظرف کے
ہوسکتا ہے اور من موصولہ کے معنی میں نہیں ہوسکتا اور نیز رسالت کسی استحقاق پر نہیں ہے بلکہ محض فضل عظیم ہے کما قال لحبیبہ صلی اللہ
علیہ وسلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ بیضاوی نے کہا کہ یہ کلام مستانف ہے جس سے ان کا قول رد کردیا کہ رسالت و نبوت
کچھ نسب و مال پر نہیں ہے بلکہ وہ فضائل نفسانی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے مخصوص فرماتا ہے پس اسکو رسالت کے لیے
برگزیدہ کرتا ہے اور یہ محل صالح وہی خوب جانتا ہے۔ حاصل آنکہ اس بزرگی کے واسطے اللہ تعالیٰ علیم و حکیم عزوجل نے محمد صلعم کو
چن لیا ہے اور کسی کو یہ منصب نہیں ہوسکتی بلکہ اوروں کے واسطے یہی کمال ہے کہ اس رسول پاک کی پیروی کریں اور حال تو یہ ہے کہ
آنحضرت صلعم میں شرافت ذات و نسب و کمال مرضی اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا تھا قال اعطا اہل مکہ اور انکے بڑے بڑے
اس بات کے مقر تھے کہ آنحضرت صلعم کو ہمارے درمیان فضیلت و شرافت و نسب اعلیٰ و طہارت خاندانی و مقام بزرگی

ونشار وجود بزرگ وبلند حاصل ہی تھی کہ کافرون کے سردار ابوسفیان نے بروقت سوال ہرقل بادشاہ روم وشام کے کہا تھا
کہ وہ شخص یعنی محمد صلعم ہماری قوم مین بڑے مرتبہ کا نسب والا ہی ہرقل بولا کہ بھلا تم کبھی اسکو دروغ گوئی سے متہم کرتے تھے ابوسفیان
نے کہا کہ کبھی نہین کما فی حدیث البخاری اور واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ تعالی نے اولاد ابراہیم مین سے اسمعیل کو برگزیدہ کیا اور اولاد اسمعیل سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور
بنو ہاشم سے مجھکو برگزیدہ فرمایا۔ رواہ مسلم۔ اس سے نکلا کہ اولاد ابراہیم مین اسحاق ویعقوب کے بہ نسبت اسمعیل علیہ السلام برگزیدہ تھے
وعن ابی ہریرہ مرفوعًا فرمایا کہ اولاد آدم مین سب سے بہتر گروہ مین نبی مبعوث ہوتا آیا یہانتک کہ مین اس قرن مین ہوا جسمین ہوا
رواہ البخاری۔ عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ اللہ تعالی نے بندون کے دلون پر نظر فرمائی پس علم ازلی مین محمد صلعم کے دل کو سب
سے بہتر دیکھکر اسکو اپنی رسالت کے واسطے برگزیدہ فرمایا پھر اسکے بعد بندون کے دلون پر نظر فرمائی پس محمد صلعم کے اصحاب کے
دلون کو سب سے بہتر دیکھکر انکو اپنے رسول صلعم کے وزیر بنائے جو اللہ تعالی کے دین کے واسطے جہاد کرتے ہین پس جس بات کو
مسلمانون نے بہتر دیکھا وہ اللہ تعالی کے نزدیک بہتر ہی اور جسکو مسلمانون نے برا دیکھا وہ اللہ تعالی کے نزدیک بری ہی
رواہ احمد وغیرہ **قال المترجم** یہ اللہ تعالی کے علم قدیم کا بیان لوگون کی سمجھ کے موافق ہی اور مسلمانون سے حضرت صلعم کے اصحاب
مراد ہین جیسا کہ بیان سے خود ظاہر ہی اور معنی یہ ہین کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالی کے برگزیدہ بندے ہین انکو جو بات بھلی
نظر آئی ہی وہ اللہ تعالی کے نزدیک بھلی ہی اسی واسطے اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم حجت قطعی ہی فافہم۔ مترجم نے بضرورت تفسیر
یہ حدیث مختصر لکھدی۔ اور حاصل تفسیر آیہ کریمہ یہ ہوا کہ رسالت فضل الہی ہی اللہ تعالی نے اپنے علم سے جہان بہتر دیکھا وہان رکھی ہی لہذا
کفار مکہ پر حسد نکرین اور ایمان لاوین پھر انکو تہدید فرمائی بقولہ سَیُصِیبُ الَّذِینَ اَجْرَمُوا عنقریب پہونچیگی ان لوگون کو جنہون نے
اجرام کیا یعنی اس قول باطل وبے ادبی سے جرم کیا صَغَارٌ ذلت عِندَ اللّٰہِ اللہ تعالی کے یہان۔ یعنی ایسے کفر کی بات کہنے
والون کو اللہ تعالی کے یہان ذلت وخواری حاصل ہوگی یعنی قیامت مین خوار ہونگے بعد ازانکہ بڑے شد مند تھے یا عند اللہ
بمعنی من عند اللہ ہو یعنی اللہ تعالی کی طرف سے حاصل ہوگی خواری وَعَذَابٌ شَدِیدٌ بِمَا کَانُوا یَمْکُرُونَ باسبب اسکے جو مکر
ہی یعنی اور عذاب شدید بسبب انکے مکر کرنے کے یعنی بسبب حسد وکفر کرنے کے فی الحقیقۃ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ
یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ یعنی اللہ تعالی بندون کے باطن قلوب اسرار ارواح سے وہ باتین جانتا ہی جو انکے اندر نبوت ومعرفت
ورسالت وتوحید ومحبت کی پنہان پیدا کی ہین اور انہین ازل سے ودیعت رکھی ہین۔ انہین بندون کو آگاہ کردیا کہ اسمین خیر
وشر کو اللہ تعالی نے ازل ہی سے دلون مین ودیعت رکھدیا ہی پس خود اپنی ذات پاک کی طرف نظر فرمائی پس نور صفات
چمکا اور اسکی روشنی بلند ہوئی پھر اسکا عکس غیب الغیب پر ہوا اور اس سے روحین جو انکو لائق ہوئین پیدا فرمائین اور انمین انوار
ولایت ورسالت ونبوت کے پنہان ودیعت کیے اور تمام مخلوق سے ان ارواح کو اپنے اس فضل وکرم کے ساتھ
مخصوص فرمایا اور اسمین کسی سبب وعلت کو دخل نہین اور نہ کوئی حاجت وباعث وغرض کی مجال ہی بلکہ محض فضل وکرم ہی لیکن
ان ارواح کو مخلوق کے لیئے ہدایت قرار دیا انکی پیروی سے مخلوق اپنے خالق کی بندگی اور عرفان کی راہ پاسکتی ہین اور جسکو
اس عنایت سے مخصوص کیا اسکو کسی حاسد کا حسد اور کسی مکار کا مکر کچھ ضرر نہین ہوتا بلکہ اسکا شرف بڑھتا جاتا ہی اور

حمد و ثنا اسی پاک پروردگار کے لئے خاص ہے جسنے ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلعم کو اس کرامت سے برگزیدہ فرمایا جس سے دشمنوں کی آبرو خوار ہوئی اور دوستوں کی مددگاری ہوئی منصر آبادی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ان دلوں کو جو اسرار الٰہی و مکاشفات کے لائق ہیں پس انکو خاص انوار سے تربیت اور لطائف علوم سے مطلع فرماتا ہے ابوبکر الوراق رح نے فرمایا کہ جیسے دنیاوی بادشاہ لوگ اپنے جواہر و خزانہ کے موضع جانتے ہیں اور اچھی جگہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ خالق ذوالجلال والاکرام اپنی درگاہ سے کرامت و نبوت کا محل صالح خوب جانتا ہے اور علم اسی کا علم ہے - پھر جب اللہ تعالیٰ جوہر معرفت کسی بندہ صالح کے دل میں رکھا چاہتا ہے تو اسکو نور تجلی و ربوبیت سے وسیع و کشادہ و آراستہ و پیراستہ فرماتا ہے تاکہ اسرار و معارف محبت و علوم غیب کو برداشت کر سکے چنانچہ آگے کے کلام سے ثابت ہے -

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا

سو جسکو اللہ چاہے راہ دے کھول دے اُسکا سینہ حکم برداری کو اور جسکو چاہے راہ سے بھلادے اسکا سینہ کر دے تنگ خفہ

كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ

گویا زور سے چڑھتا ہے آسمان پر اسی طرح ڈالے گا اللہ عذاب یقین نہ لانے والوں پر اور یہ ہے راہ تیرے رب کی

مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

سیدھی ہمنے کھول دیے نشان دھیان کرنے والوں کو انکو سلامتی کا گھر اپنے رب کے ہاں اور وہ انکا مددگار ہے بدلہ انکے کیے کا

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ پس جو بندہ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اسکو ہدایت کرنا تو يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ کھول دیتا ہے اُسکا سینہ اسلام کے واسطے باین طور کہ اُسکے دل میں نور ڈال دیتا ہے پس اسلام کے واسطے کشادہ ہوجاتا ہے اور اسکو قبول کر لیتا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے پوری حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کی روایت سے یوں ہے کہ آنحضرت صلعم سے یہ آیت پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ نور سینہ میں ڈالا جاتا ہے پس اسلام کے واسطے سینہ کشادہ ہوجاتا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکی کچھ نشانیاں بھی ہیں آپ نے فرمایا کہ جھک جانا ایسے گھر کی طرف جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور پہلو تہی کرنا دار الغرور یعنی دنیا کی طرف سے اور استعداد حاصل کرنا موت کی اُسکے آجانے سے پہلے۔ رواہ ابن المبارک و عبد الرزاق والفریابی و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن مردویہ و البیہقی - **قال الحافظ ابن کثیر رح** بعد ذکر الطرق اس حدیث کے اسقدر طرق ہیں بعض مرسل ہیں اور بعض متصل ہیں جو باہم ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہیں اور حاصل کلام یہ کہ حدیث ثابت ہے اور عراقی رح نے تخریج احادیث الاحیاء میں کہا ہے کہ حدیث حسن ہے پس جب حدیث سے اسکی تفسیر ثابت ہوئی تو یہی تفسیر متعین ہے اور یہ بیان کیفیت ہدایت ہے جو محض فضل الٰہی ہے اور ایسے ہی اضلال کی کیفیت فرمائی بقولہ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ اور جسکو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے تو يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا کر دیتا ہے اُسکا سینہ تنگ حَرَجًا نہایت بھچا ہوا یعنی قبول اسلام سے تنگی کرتا اور بھچتا ہے **قال البیضاوی** ضیقا کو ابن کثیر رح نے بروزن سیفا بدون تشدید پڑھا یعنی جیسے باقیوں نے بتشدید یا پڑھا۔ اور حرجا اسکی صفت ہے پس نافع و ابوبکر نے حرجا بفتح اول و کسر ثانی صیغہ صفت مشبہ از حرج بمعنی الضیق پڑھا اور باقیوں نے بفتحتین مصدر پڑھا جو بطریق مبالغہ کے صفت قرار دیا گیا ہے اور زجاج نے کہا کہ حرج نہایت تنگی ہے پس تکرار نہیں ہوگی۔ اور روا الحافظ فی التفسیر عمر بن الخطاب رض نے ایک دیہاتی بنو مدلج سے پوچھا کہ حرجہ جانتا ہے اُسنے کہا ہاں وہ ایک درخت ہوتا ہے کہ اُس تک نہ بالو چرائی کا جانور پہونچتا اور نہ کوئی جنگلی جانور اور

نہ کوئی چیز اسکو باقی ہو تو عمرؓ نے فرمایا کہ ایسا ہی منافق کا دل ہو کہ بھلائی اسکو کچھ نہیں پہونچتی ہو **قال مجاہد والسدی** ضیقا حرجا یعنے
تنگ ہونے والا۔ **قال عطاء** یعنے بھلائی کا اسمین گزر نہین ہو کانما یصعد فی السماء یعنے جب اسلام لانے کو اس سے
کہا جاتا ہو تو اسپر اسقدر سخت ہوتا ہو کہ گویا آسمان کو صعود کرتا ہو۔ اور یہ بنا بر قراءة **ابن کثیرؒ** کے یصعد بسکون صاد از صعود ہو **قال
البیضاوی** اس کافر کی تنگی دل کی انتہاء کو تشبیہ دی ایسے شخص سے جو ایسی چیز کی مزاولت کرے جو اسکی قدرت سے خارج ہو
چنانچہ عرب مین اور دیگر محاورات مین آسمان کو چڑھ جانا مثل مشہور ہو کہ آدمی کی اپنی کوشش سے خارج ہو اور یہ ایسے کام کرنے مین بولتے
ہین جو آدمی کی وسعت سے باہر ہو حاصل آنکہ اس سے ایمان ایسا ممتنع ہو جیسے آسمان کو چڑھ جانا ممتنع ہو اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین
کہ اسلام سے ایسا دور بھاگتا ہو گویا انتہا درجہ کا فاصلہ کیا کہ آسمان پر چڑھ گیا اور حق بات سے نہایت ہی دور بھاگ گیا۔ ابوبکر
کی قراءة مین یصّاعد بتشدید صاد ہو اور جمہور کی قراءة مین یصّعّد بتشدید صاد و عین ہو اور در اصل یتصعد و یتصاعد تھا پس ادغام تا در صاد ہو
اور معنی اُسکے تکلف کرنا آسمان پر چڑھنے مین حاصل آنکہ اسلام لانے کے وقت اسکو اسقدر تنگی ہوتی ہو جیسے آسمان پر چڑھنے کے
قصد مین نہایت تکلیف اُسکو ہو اور یہ بھی ضرب المثل ہو ایک محال کام کرنے کے بارہ مین بولتے ہین۔ وذکر الحافظ عطا خراسانی نے
فرمایا کہ یہ مثل ہو یعنے اسکی مثال ایسے شخص کے مانند ہو جو آسمان کو نہین چڑھ سکتا ہو۔ وعن ابن عباس جیسے آدمی کی مجال نہین کہ اپنی
قوت سے آسمان کو پہونچ جاوے ایسی ہی اپنے دل مین ایمان و توحید نہین داخل کر سکتا ہان اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو داخل کردے
اوزاعیؒ نے کہا کہ جسکے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے مردہ کر دیا اسکو مسلمان ہو جانے کی استطاعت کہان ہو **قال البیضاوی**
اسمین تنبیہ ہو کہ جسکے حق مین ضلال مقدر ہو اس سے خود اسلام لانا محال ہو جیسے آسمان کو چڑھ جانا ممتنع ہو۔ آیت مین دلیل ہو کہ جملہ
اشیاء سب بمشیت و ارادہ الٰہی عزوجل ہین حتی کہ مومن کا ایمان و کافر کا کفر بمشیت الٰہی ہو پس کفار قریش جو حضرت صلعم پر ایمان نہین
لاتے اور اپنی رسالت و ملائکہ کی گواہی اور دیگر اشیاء سے عناد و حسد کی راہ سے سوال کرتے تو مشیت الٰہی مین ناپاک کا فر انکا مزا
مقدر تھا کذالک کما یضیق صدرہ و یبعدہ عن الحق کذلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یؤمنون یعنے جیسے کافر کا سینہ
تنگ کر دیا اور حق سے دور کر دیا ایسے ہی کر دیتا ہو اللہ تعالیٰ رجس کو ان لوگون پر جو ایمان نہین لاتے ہین عن ابن عباس قال الرجس
یعنی شیطان **قال مجاہد** ہر وہ چیز جسمین بھلائی نہین ہو **قال عبدالرحمن بن زید** رجس بمعنی عذاب۔ زجاج نے کہا کہ رجس
دنیا مین لعنت ہو اور آخرت مین عذاب ہو لہذا مفسرؒ نے کہا کہ کافرون پر عذاب کو یا شیطان کو مسلط کر دیتا ہو وھذا یعنے یہ راہ
جسپر تو ثابت ہو ای محمد صلعم صراط ربک راہ تیرے پروردگار کی ہو یعنے اسی کا پسند کیا ہوا دین ہو مستقیما درحالیکہ مستقیم یعنے
راست ہو جسمین بالکل کہین کجی نہین ہو پس مستقیما حال ہو اور یہ حال موکدہ ہو کیونکہ راہ الٰہی تو مستقیم ہو اور عامل اس حال مین ہذا اسم اشارہ
کے معنی ہین قد فصلنا الآیات یعنے صاف بیان کر دیا ہمنے آیات کو لقوم یذکرون یتذکرون پس تاء فوقانیہ کا ذال معجمہ
مین ادغام ہوا ہو ایسی قوم کے واسطے جو نصیحت اختیار کرتے ہین اگرچہ آیات سب مخلوق کے واسطے ہین لیکن انہین لوگون کی خصوصیت
اسواسطے کی کہ آیات پاکیزہ سے نفع انھین کو حاصل ہوتا ہو **قال المترجم** جو علوم غیب و اسرار لطیف ان آیات مین بیان فرمائے
بہت عالی ہین جنکو نورانی عقل والے سمجھ سکتے ہین حتی کہ معتزلہ وغیرہ بدعتی فرقے بھی خوار و برباد و بے عقل رہے لہذا قوم متذکرین سے
اہل عقل نورانی مفہوم ہین بدلیل قولہ تعالیٰ وما یذکر الا اولوا الالباب کیونکہ عموماً متذکر فقط اولوا الالباب کو ہو واللہ اعلم بالصواب

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسے لہم دار السلامۃ وہی الجنۃ عند ربہم - انکے لیئے اپنے پروردگار کے یہان دار السلامۃ یعنے جنت ہو کیونکہ وہان ہر مکروہ چیز سے سلامتی ہو اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہو - قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ دار السلام وہ جنت ہو سدی رحمہ اللہ وحسن بصری رح نے کہا کہ السلام نام پاک الٰہی ہو اور دار اسکا جنت ہو یعنے جو اسنے اپنے نیک بندون کے لیئے پیدا کیا ہو وہ جنت ہو اور جابر بن زید نے فرمایا کہ دار السلام اسے دار التحیہ - اور شاید یہ مستفاد از قولہ تعالیٰ وتحیتہم فیہا سلام یعنے تحیت انکی آپس مین جنت کے اندر سلام سے ہوگی پس جنت دار السلام ہوئی اور ظاہر ارجح قول حسن بصری رح ہو بنظر ضمیر قولہ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ یعنے اور وہ السلام یعنے اوتعالے عز وجل انکا ولی وناصر ہو ہر بھلائی انکو عطا فرمانے کا متولی ہو بعوض اُس چیز کے جسکو بجا لاتے تھے دنیا مین یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری واُسکے رسول صلعم پر ایمان اور شرک سے پرہیز قطعی وغیرہ ف فی الحقائق قولہ فمن یرد اللہ ان یہدیہ الآیۃ یعنے جسکو اوتعالیٰ اپنی صفات وذات پاک کی معرفت عطا فرماتا ہو اسکا سینہ انوار لطف وقرب سے کشادہ فرماتا ہو تاکہ وہ بندہ بہدایت الٰہی اُسکا مشاہدہ پاتا ہو نہ کسی اور طاقت وقوت سے کیونکہ مشاہدہ الٰہی بقوت صفات الٰہی ممکن ہو ورنہ حادث کو مجال نہین ہو - نہر جوری رح نے فرمایا کہ مراد ہوجانے کی صفت یہ کہ جو اُسکے واسطے ہو اس سے خالی کرے اور جسپر وہ ہو قبول کرے اور مراد حق تعالیٰ پر اسکا سینہ کشادہ ہو بعض نے فرمایا کہ نور ہو ابتدا مین وہ نور عقل ہو اور نور ہو وسائط مین وہ نور علم ہو اور نور ہو انتہا مین وہ نور عرفان ہو پس عقل والا تو برہان کے ساتھ ہو اور علم والا بیان کے ساتھ ہو اور معرفت والا عیان کے ساتھ ہو اور حضرت صلعم نے اسکی کیفیت ونشان بیان فرما جیسا کہ حضرت ابن مسعود رض کی روایت اوپر بیان ہوچکی ہو شیخ نے کہا کہ حضرت صلعم نے نور تجلی واقع ہونے سے سینہ کا کھل جانا بیان فرمایا یعنے اُسکی روشنی سے سینہ روشن ہوتا ہو اور بندہ پہلے اس سے فقط اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتا ہو اور انوار سے مالا مال ہوجاتا ہو اور یہ محض عنایت سے اپنے مشاہدہ کی طرف جذب ہو پس عنایت کا ظہور یہ کہ بندہ کو اسکا شوق جمال پیدا ہوتا ہو اور ماسوائے حق کے جملہ مالوف ومحبوب سے کنارہ کرکے اسکی بندگی کی طرف رجوع لاتا ہو اور یہی راہ مستقیم ہو جسمین اضطراب نفس ووسواس شیطان سے اوتعالے عز وجل کی ہدایت کی وجہ سے امن ملجاتا ہو وقد قال تعالیٰ وہذا صراط ربک مستقیما - صراط مستقیم درحقیقت یہ کہ معرفت وکشف کے ساتھ صفات سے ذات کی طرف راہ پاوے اور خود بھی کلام پاک دلیل ہو کیونکہ ہذا کا اشارہ قرآن کی طرف ہو اور وہ صفت قدیم ہو پس یہی راہ ہو حضرت قدیم باری تعالیٰ ذو الجلال والاکرام کی طرف پس یہ صراط ہو کہ روح حالانکہ اجسام مین مقید ہو اپنے مقام مین سیر کرے اور عالم ملکوت سے منور ہو اور یہ مستقیم ہو کیونکہ وصول اسکا با نوار ذات قدیم ہو جو مین مقصود ہو اسی واسطے جسنے یہ راستہ مضبوطی سے پکڑلیا اور دائین بائین نہین بھٹکا وہ منقطع وہلاک نہوگا اور صراط ربک سے مخصوص اپنی طرف نسبت فرمانے مین اشارہ ہو کہ تجلی واصطفائیت بظہور صفات وانوار ذات سے راہ سے ہو اسیواسطے یہ نہین فرمایا کہ یہ تمھاری راہ میری طرف کو ہو بلکہ فرمایا ہذا صراط ربک یعنی میری راہ ہو جسمین انوار صفات روشن ہین جو اس راہ سے آیا اور مضبوط رہا وہ مطمئن ومقبول ہوا شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ نہایت قویم اور مستقیم طریقہ یہ ہو کہ بندہ اپنے اعتقاد واعمال وافعال واخلاق واقوال سب مین اللہ تعالےٰ کے کلام پاک واحادیث رسول اللہ صلعم و سنت کی متابعت کرے اور بڑا سست وبیراہ راستہ یہ ہو کہ دعوی ومخالفت مین سر اٹھاوے سہیل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مستقیم راہ پروردگار کی توحید واسلام ہو پھر جب اس راہ کی ہدایت کرکے انکو منزل سلامت مین اُتارا جہان کشف کے بعد معاینہ دیدار نصیب ہو کما قال تعالیٰ لہم دار السلام عند ربہم الآیۃ دار السلام وہ مقام ظہور جمال وقدس صفات ہو منزہ از خطر وحجاب وعتاب

حالانکہ مصرح فرمادیا بقولہ وھو ولیھم۔ اسکی ولایت و رعایت ابدی و سرمدی سے دائمی سلامتی ہے۔ نیز السّلام نام حضرت باری تعالےٰ ہے تاکہ عارفوں کے دل خوف سے دہل نجاویں اور محبین و واصلین اپنے حال و مقام میں سلامت رہیں اور اسی کی طرف متوجہ ہوں اور قولہ عند ربھم سے تقلب بانوار صفات ہے وحدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمام قلوب حضرت او تعالیٰ کے پنجۂ قدرت کے دو انگلیوں کے درمیان ہیں جیسے چاہتا ہے انکو پھیرتا ہے۔ او تعالیٰ انکا ولی ہے انکی حفاظت فرماتا ہے تاکہ نفس و شیطان کے وساوس انمیں راہ نہ پاویں اور مطالعہ و مشاہدہ میں رہیں جسکی خوبی کہانتک بیان ہوسکتی ہے۔ نیز انکو دار کرامت سے لگاؤ دلایا اور جوار سے تعلق دلایا جاتا تو درمیان سے حدیث الدار اٹھ جاتی لیکن فی الجملہ انہی ہی لگاؤ حدوث کا تھا اگرچہ بطریق نصیحت غیر ہو لہذا دار السّلام سے متعلق کیا لیکن اپنے فضل سے انکو اسی تعلق میں نہیں چھوڑا بلکہ فرمایا وھو ولیھم یعنی درمیان سے غیر پر نظر رکھنے سے اونچا کر دیا **قال المترجم** ہکذا قال الشیخ وظاہر کلام آنکہ جنکو ازل سے انوار معرفت کی بینائی نہیں انکی نظر مخلوقات و محسوسات یعنی غیر پر رہتی ہے اور اغیار فقط مناظر ہیں پس اس راہ سے انکو معارف کی طرف بلایا یعنی کہ جو ہلاک ہو وہ بینہ یعنی نور سے ہلاک ہو اور حجت انپر تمام ہوا اور اہل معرفت کا اس سے تعلق بسبب اسکے کہ ظہور دیدار وہاں موعود ہے پس اس راہ سے جنت محبوب ہے اور اسی معنی کو شیخ نے آگے کے کلام میں بیان کیا بقولہ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کل شیء ہالک الا وجہہ اشارہ ہے کہ ہر حادث بروقت ظہور قدیم کے مضمحل ہے پھر جب او تعالےٰ نے خود انکو دعوت فرمائی تو تمام جگہیں پاکیزہ ہوگئیں خواہ دنیا میں ہوں یا آخرت میں ہوں کیونکہ اسکے لحظ سے اکوان پاکیزہ اور اسکے حسن جوار سے جنان لطیف ہوگئی ہے ۵ اذا نزلت سلمی بواد فماؤہ زلال وسلسال وشیحا نہا ورد۔ اور نہیں دیکھتا کہ کیونکر حضرت خلیل علیہ السلام کے حق میں فرمایا قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم الآیۃ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ دار السلام وہ ہے جسمیں ہوا جس نفس و وساوس شیطان سے امن ہے بعض نے کہا کہ دار السلام جہاں انقطاع یعنے فراق سے سلامتی ہے بعض نے کہا کہ دار السلام جنت ہے اور اسکو اسواسطے دار السّلام فرمایا کہ جب اہل جنت بعد حساب کتاب و معاملہ قیامت کے جنت میں داخل ہونگے اور دوزخ والے دوزخ میں پہونچ جاوینگے تو اللہ تعالیٰ ہر طرف سے اہل جنت کو سلام ہوگا۔ کما قال تعالےٰ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار الآیۃ **قال المترجم** ظاہر آنکہ سلام سے مراد سلامتی ہے فافہم

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ

اور جسدن جمع کریگا اُن سب کو　ای جماعت جنوں کی تمنے بہت کچھ لیا انسانوں سے　اور بولے انکے دوستدار انسان ای رب ہمارے کام نکالا

بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ

ہم میں ایک نے دوسرے سے اور ہم پہنچے اپنے وعدہ کو جو تو نے ہمارا ٹھہرایا تھا　فرمایگا آگ ہے گھر تمہارا رہا کرو اُس میں　مگر جو چاہے اللہ　تیرا رب

حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

حکمت والا خبردار ہے　اور اسیطرح ہم ساتھ ملادینگے گنہگاروں کو ایک دوسرے کو بدلا انکی کمائی کا

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ واذکر یوم نحشرہم بیان کر جسدن محشور کرینگے ہم ان لوگوں کو نحشرہم بالنون اکثر کی قرارت ہے اور حفص نے یا سے پڑھا ای یحشرہم اللہ تعالےٰ انکو یعنی مخلوق کو محشور فرماویگا۔ ظاہر آنکہ تمام مخلوق محشور ہوگی انمیں یہ لوگ بھی محشور ہونگے اور ہم ضمیر سے جن و انس دونوں گروہ مراد ہیں اور قولہ جمیعا تاکید ہے کہ تمام مخلوق کو شامل ہے یا ان سب کے واسطے ہے یٰمعشر الجن یعنے کہا جائیگا فرشتوں کی زبان سے کہ ای گروہ جنوں کے قد استکثرتم من الانس تمنے بہت سے لیے انسان میں سے جن ابن عباس یعنی بہتیرے انسان میں سے تمنے گمراہ کر

وکذا قال مجاہد وقتادہ والحسن مراد جن سے شیاطین اور کافر جن ہین بعض نے کہا کہ استکثار یعنی استمتاع کثیر ہے اور بنابر قول اول کے جو صحیح ہے
معنی یہ کہ تم نے انسانون مین سے بہت سے گمراہ کرکے اپنے ساتھ ملا لیے گویا وہ تمہارے خادم ہو کر تمہارے ساتھ محشور ہوئے۔ اور شیاطین
اسکا کچھ جواب نہین دے سکین گے کیونکہ شیطان کا معاملہ معروف ہے اور اللہ تعالے نے اُسکی کھلی دشمنی سے انسانون کو آگاہ فرما کر اسکی پیروی سے
بچنے کا حکم دیدیا ہے اسی واسطے شیطان کی طرف سے جواب نہین ہے بلکہ شیطان کی دوستی و پیروی کرنے والون کا جواب بیان فرمایا بقولہ وَقَالَ
اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ یعنی انسانون مین سے جو جنون کے پیرو اور دوست ہوئے ہین وہ کہینگے رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ اے ہمارے رب
ہم مین بعض نے بعض سے استمتاع اٹھایا جنون نے تو شہوات کو مزین کیا اس سے انسانون نے استمتاع اٹھایا اور انسانون نے جن کی اطاعت
کی پس وہ مخدوم بنکر خوش ہوئے شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت مین عرب والے اس حال مین تھے کہ انمین کا آدمی کسی جنگل مین اترتا
تو کہتا اعوذ بکبیر ہذا الوادی یعنی مین اس بیابان کے سردار سے پناہ مانگتا ہون کہ کوئی شریر جن مجھکو ستانے نہ پاوے پس یہ تو انسانون نے
جن سے نفع لیا اور جنون کا انسان سے یہ استمتاع ذکر کیا کہ انسانون کی تعظیم و استعانت مانگنے سے وہ خوش ہوتے اور کہتے کہ ہم جن و انسان دونون
کے سردار ہو گئے۔ عن الحسنؒ جنون کا حکم دینا اور انسان کا اسپر عمل کرنا یہی استمتاع مذکور تھا عن محمد بن کعب یعنی دنیا مین ہیل میل سے بسر کرنا
وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا اور ہم اپنی اس میعاد کو پہونچ گئے جو تو نے ہمارے لیئے مقرر کی تھی۔ سدیؒ نے کہا کہ اجل سے
مراد موت ہے یعنی دنیا کی زندگی مین بعض نے بعض سے استمتاع پایا یہانتک کہ موت آگئی قال المفسرؒ وہ روز قیامت ہے اور یہ کلام
اُن لوگون کی طرف سے حسرت کے طور پر ہے قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ یعنی ملائکہ کی زبان سے اللہ تعالی کی طرف سے حکم ہوگا کہ آگ یعنی دوزخ تمہارا
ٹھکانا ہے یعنے تم دونون فریق آگ مین داخل ہو وہین رہو خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ درحالیکہ تمہارے حق مین حکم ہوا کہ ہمیشہ دوزخ مین پڑے رہو اِلَّا
مَا شَآءَ اللّٰهُ یعنے سوائے ان اوقات کے جنمین حمیم پینے کے واسطے نکلو گے کیونکہ حمیم اس سے باہر ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ثم ان مرجعھم
لا الی الجحیم یعنی بعد حمیم پینے کے پھر لوٹ کر جہنم مین جاوینگے وہین انکے لوٹ جانیکا ٹھکانا ہے قیل علی ہذا معنی کلام یہ ہوئے کہ وہ لوگ سب اوقات
مین دوزخ مین رہینگے الا ما شاء اللہ یعنے سوائے ان اوقات کے جنمین اللہ تعالی نے انکا رہنا نہین چاہا۔ اور یہ مقتضائے زبان عربی ہے
اور یہی شیخ محلیؒ نے سورۂ صافات مین فرمایا ہے حالانکہ یہ تاویل خلاف ہے قولہ تعالی یریدون ان یخرجوا من النار وما ہم بخارجین منہا الآیۃ
کے اور ملا علی قاری نے کہا کہ تعجب ہے کہ باوجود اسکے شیخ سیوطیؒ نے اپنی تفسیر در المنثور مین کہا کہ سلف نے فرمایا کہ آگ سے کافر بالکل
نہین نکلینگے۔ پھر اس تفسیر مین یہ تاویل اختیار کی قال المترجم جواب ممکن ہے کہ اللہ تعالے نے جو فرمایا اس سے خلاف اسوجہ سے نہین کہ وہ نکلنے کا
ارادہ کرینگے مگر نہ نکلینگے اور یہان یہ ثابت ہوا کہ اوقات مشیت مین تنویع تعذیب کے واسطے حمیم پینے کو قعر دوزخ سے نکالے جاوینگے اور
نیز یہ اصلی خروج نہین بلکہ تنویع عذاب ہے اور اسی سے ظاہر ہوا کہ سلف کے قول سے بھی خلاف لازم نہین آتا اسواسطے کہ دوزخ سے چھوٹ
پھر مفسرؒ نے ذکر کیا وعن ابن عباسؓ یہ استثناء ایسے لوگون کی طرف راجع ہے جنکے حق مین اللہ تعالی کو معلوم ہے کہ وہ ایمان لاوینگے پس ما شاء
بمعنی من شاء ہے قال البعض یعنے الا من شاء اللہ ایمانہ سوائے اُس شخص کے جسکے حق مین اللہ تعالے نے ایمان چاہا پس وہ آگ مین
داخل نہوگا اور اس قول ابن عباس کو جمہور نے حکایت کیا اور یہی کرخی کا قول ہے قال المترجم بعض نے جو یہ معنی قول ابن عباس کے بیان کیئے
اسپر وارد ہوتا ہے کہ قیامت مین ان لوگون سے جب کہا جائیگا تو استثناء کے کیا معنی ہین کیونکہ مشیت پر ایمان لانا دار دنیا مین واقع ہو چکا
اللھم الا ان یقال خطاب مجموع جن و انس سب کو ہوگا خواہ مشرک ہون یا مومن ہون ولیکن یہ خلاف سیاق ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان مجرمون مین

سے سب شرک وکفر ہی کے مجرم نہین ہونگے بلکہ حرام و مرتکب کبیرہ بھی جنہون نے شیطان کی پیروی مین گناہ کیے ہین انکے ساتھ شامل
ہونگے جنکے حق مین بدون تعذیب کے رہائی نہونا مقدر ہوا ہے اور جنون کی جماعت کے بڑھانے واستکثار کرنے مین ایسے گناہگار بھی
شامل ہونگے پھر سب کے حق مین دخول نار کا حکم ہوگا لیکن خلود سے استثنا رہوگا یعنی سب خلدین فیہا رہو سوا سے اُن لوگون
کے جنکے حق مین بسبب اسلام دنیا دی کے مشیت ہو چکی ہے کہ ہمیشہ دوزخ مین نہ رہے پس وہ بعد تعذیب کے نکالا جائیگا اور بچا سے
ہن سکے آ موصولہ سے اشعار وقت مقدر کا ہے اور تاکہ متن سے وہم بجانب عدم دخول نہو واللہ تعالی اعلم۔ اگر کہا جاوے کہ ما بمعنی من نہین
بلکہ اول براے غیر ذوی العقول و دوم براے ذوی العقول ہے تو جواب یہ کہ ما موصولہ اعم ہے جیسا کہ محققین نے تصریح کردی ہے۔
قال الحافظ بعض نے کہا کہ استثنا کا مرجع برزخ کی طرف ہے یعنے زمانہ برزخ تک مستثنی ہو۔ اور بعض نے کہا کہ مدت بقا دنیا تک
استثنا ہے اور دیگر اقوال بھی آئے ہین چنانچہ قولہ تعالے واقع سورہ ہود۔ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض الا ما شاء ربک
ان ربک فعال لما یرید کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے سب تقریر آویگی قال البیضاوی فی قولہ الا ما شاء اللہ۔ سواے الاوقات
کے جنمین آگ سے زمہریر کی طرف منتقل کیئے جاوینگے قال التفتازانی فی حاشیۃ الکشاف ایک وجہ دیگر نکلتی ہے
وہ یون ہے کہ اس استثناء سے مراد مبالغہ ہے ہمیشہ دوزخ مین پڑے رہنے کا یعنے خلود کا وقت کبھی منتہی نہوگا مگر اسوقت کہ اللہ تعالے
چاہے حالانکہ معلوم ہے کہ مشیت الٰہی کبھی انکے خروج کے واسطے نہوگی پس خلود مؤکد ہوا اگرچہ پہلے وہم تھا کہ شاید کبھی مشیت ہو اور نیز
خلود کو بصورت استثنا ربیان کرنے مین طمع دلانے کا حکم ہے قال الحافظ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ یہ آیت ایسی آیت ہے کہ کسی
کو سزاوار نہین ہے کہ اللہ تعالے کی مخلوق کے بارہ مین اللہ تعالے کی طرف سے کوئی حکم لگاوے اور مخلوق کو نہ جنت مین اتارے اور
نہ دوزخ مین اتارے۔ رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم اور زیادہ بسط اس مقام کا انشاء اللہ تعالے سورہ ہود کی آیت مین آویگا اور ان
مقامات مین زیادہ ضرورت جان لینے کی نہین ہے بلکہ جہانتک معلوم ہوجاوے بہتر ہے ورنہ او تعالی عز وجل دانا تر ہے اِنَّ رَبَّكَ
حَكِيمٌ عَلِيمٌ بیشتر پروردگار اپنی صنع مین حکمت والا اور اپنی خلق کا خوب جاننے والا ہے ظاہر ہے کہ تمام علم وحکمت الٰہی بندہ کی مجال سے
باہر ہے فافہم وَكَذٰلِكَ یعنے جیسے ہمنے نافرمانی کرنے والے جنون وانسانون کو بعض کو بعض سے نفع اُٹھانے دیا ایسے ہی نُوَلِّي
بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا دوست کرتے ہین ہم بعض ظالمونکو بعض کا ف نولی از تولیہ مصدر ولایت بمعنی دوست کردینا عن عبد الرحمن
بن زید یعنے ظالم جنون کو ظالم انسانون پر مسلط کرتے ہین پس تولیہ بمعنی تسلیط ہے اور فرق درمیان ہر دو ولایت آنکہ ولایہ بالفتح بمعنی
نصرت ویاری و دوستی ہے اور بالکسر بمعنی غلبہ وملک وسلطنت ہے کذا ذکرہ الزمخشری قتادہ رض نے فرمایا کہ اللہ تعالے لوگون کو انکے
اعمال پر باہم متولی کرتا ہے پس ہر مومن دوسرے مومن کا ولی ہے چاہے جہان ہے اور جہان ہو اور ہر کافر دوسرے کافر کا ولی ہے
جہان اور جیسا ہو اور ایمان تمنا کرنے اور صورت بنانے پر نہین ہوتا قال الحافظ اسی تفسیر کو شیخ ابن جریر نے اختیار کیا۔ قال
معمر عن قتادہ رض یعنے دوزخ مین بعضے ظالم بعض کے پیچھے پیچھے ہونگے یعنے دنیا مین جو ایک دوسرے سے موالات کرکے
ظلم کرتے تھے اسیواسطے فرمایا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یعنے انکے گناہ کمانے کے سبب سے ایسا کردیا ہے ف کہ بعضے بعضون کے
ولی ہین ظاہر آنکہ ظلم یہان عام ہے خواہ اپنے نفس پر ظلم ہو یا بین طور کہ دوسرے کے موالات مین کفر وشرک کیا یا غیر پر ظلم ہو کہ اسکو
ایمان سے روکا یا مضرت ناجائز پہونچائی عن ابن عباس جب او تعالے کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو انپر انمین سے بہتر کو متولی کرتا ہے

اور جنکی برائی چاہتا ہی تو انکے شریرون کو متولی فرماتا ہو اعمش رح نے کہا کہ مین نے بزرگون کو کہتے سُنا کہ جب زمانہ فساد آویگا تو لوگون پر انکے شریر بدکار سردار ہونگے۔ اللهم انی اعوذ بک من الفتن واسألک العافیۃ

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ

اے جماعت جنون اور انسانون کی کیا تمکو نہین پہونچے تھے رسول تمہارے اندر کے سناتے تمکو میرے حکم اور ڈراتے یہ دن سامنے آنے سے

قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ

بولے ہمنے مانلے اپنے گناہ اور انکو بہکا دیا دنیا کی زندگی نے اور قائل ہوے اپنے گناہ پر کہ وہ تھے منکر یہ اسواسطے کہ تیرا

رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝

رب ہلاک کرنے والا نہین بستیون کو ظلم سے اور وہان کے لوگ بیخبر ہون

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ معشر جماعت اور جمع آن معاشر یعنے اے گروہ جن وانسان کے اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ کیا نہین آئے تمہارے پاس رسول جو تم مین سے ہین۔ چونکہ وہم ہوتا تھا کہ جنون مین کوئی جن رسول نہین ہوا لہذا مفسر رح نے توضیح کر دی کہ منکم کے معنی من مجموعکم ہی یعنے جن وانس کے مجموع مین سے پس اگرچہ جنون مین رسول نہین ہوا لیکن انسان مین سے رسول ہوئے تو منکم اس مجموعہ مین سے صادق ہی جیسے قولہ تعالے یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان یعنے آب شیرین وشور مین سے موتی ومونگا نکلتے ہین حالانکہ فقط آب شور سے نکلتے ہین آب شیرین سے نہین نکلتے لیکن منهما مجموعہ کے اعتبار سے جبکہ ایک ہی ٹکڑے سے نکلے تب بھی صادق ہی اور یہ جواب شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہی جیسا کہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا اور فرمایا کہ قولہ الم یاتکم مین استفہام تقریری ہی اور منکم یعنے بجملہ تم سب کے رسول ضرور آئے ہین حالانکہ رسول فقط انس مین سے ہوئے اور جنون مین سے نہین ہوے جیسا کہ حضرت مجاہد وابن جریج وبہتیرے ائمہ سلف وخلف یعنے علما رصحابہ وتابعین نے تصریح فرما دیا ہی اور حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ رسول تو فقط بنی آدم سے ہوئے ہین اور جنون مین نذیر گزرے ہین **قال المترجم** یہین سے مفسر رح نے دوسرا جواب دیا بقولہ او رسل الجن نذرهم الذین یسمعون کلام الرسل فیبلغون قومهم یعنی اگر رسل سے حقیقی معنی معروف مراد ہین تو پہلا جواب گزرا کہ منکم سے مجموع جن وانس مین سے ہونا مراد ہی پس جبکہ انس مین سے ہوئے تو مجموعہ مین سے ہونا صادق ہوا اور یا رسول سے عام معنی مراد ہین پس جنون کے رسولون سے انکے نذیر مراد ہین جو رسولون سے کلام واحکام الٰہی سُنکر اپنی قوم جن کو جاکر سناتے اور نا فرمانی سے ڈراتے ہین اور نذر بضمتین جمع نذیر یعنے ڈرسنانے والا **قال الحافظ** ما حاصلہ اور دلیل اسکی کہ رسول فقط انس ہی مین ہوے قولہ تعالے انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ الآیۃ اور قولہ تعالے وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ اور کوئی قائل نہین کہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے جنون مین نبی تھے پھر نبوت منقطع ہوئی وقد قال تعالی وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انهم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق الآیۃ۔ اور معلوم ہی کہ جن اس باب مین انسانون کے تابع ہین لہذا فرمایا واذ صرفنا الیک نفرا من الجن الآیۃ **مترجم** کہتا ہی کہ جنون کا وجود جبکہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بھی تھا تو ممکن ہی کہ پہلے ہوتے ہون پھر نبوت ورسالت اولاد آدم مین منحصر ہوئی اور جن تابع ہوئے ہون اور آیات جو نقل فرمائین محتمل ہین کہ انس کے رسولون کے بارہ مین ہون وقد قال الضحاک بن مزاحم کہ جنون مین سے رسول ہوئے ہین بدلیل اسی آیت کے پس اس آیت سے استدلال تمام نہونا بوجہ اسکے کہ یہ آیت کریمہ اس مدعا کے ثبوت مین نص صریح نہین اسی طرح جو شیخ حافظ نے استدلال کیا

وہ بھی محتمل ہے لہٰذا اس مسئلہ میں زیادہ بحث کی حاجت نہیں ہاں اسقدر قطعی ہے کہ معرفت ذات وصفات الٰہی و توحید و عبادات
ذریعہ رسولوں کے ہر دو فریق جن و انس کو پورے طور سے پہونچ گئی ہے پس جو کوئی انمیں سے کافر ہوا وہ بعد حجت کے ہلاک ہوا ہے
کیونکہ ہر فریق کے پاس ایمان و معرفت بتانے والے و اطاعت پر بشارت اور نافرمانی پر عذاب و ڈر سنانے والے رسول ضرور
پہونچ گئے جیسا کہ آیت کریمہ نے مقرر فرمایا۔ الم یأتکم رسل منکم یعنے ضرور آئے تمہارے پاس تم میں سے ایسے رسول کہ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ
اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَاۗءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا مفصل بیان کرتے تھے تم پر میری آیات کو اور ڈراتے تھے تمکو اس دن سے جو تمہارے
روبرو آیا۔ حاصل آنکہ جس دن اللہ تعالےٰ سب مخلوق کو محشور فرمائیگا یعنے قیامت کے روز تو گروہ جن و انس کو ملامت کے ساتھ
اقرار صادق کرنیکو فرمائیگا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا بولے ہم اپنے اوپر گواہ ہیں ف مومنین تو دنیا ہی میں گواہی دینے والے
اور ایمان لائے ہوئے ہونگے جو اسدن ملامت سے بچین گے اور رہے کافر تو وہ بھی اقرار کرینگے چنانچہ معنی یہ کہ جن و انس میں سے کافر لوگ
اقرار کرینگے کہ ہم اپنے اوپر گواہی دیتے ہیں کہ ہمکو رسالت الٰہی پہونچائی گئی ہے۔ یہ ان کافروں کیطرف سے اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حجت
رسولوں کے ساتھ پیغام بھیجکر انکو ہدایت کرنے اور انکے نہ ماننے سے ان پر لازم ہے اور یہ جملہ مستانفہ گویا جواب اس امر کا ہے کہ کافر لوگ آخر
کیا کہین گے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور انکو زندگانی دنیا نے مغرور و فریب کھایا ہوا کر دیا پس ایمان نہ لائے
قال البعض یہ جملہ معترضہ ہے اور زندگی پر غرور یہ کہ لذات شہوات دنیا میں عاقبت بھول گئے اور عمداً اس کی فراموش کیا اور انجام کار یہ ہوا کہ
اپنے اوپر کفر کی گواہی دی کما قال تعالیٰ وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ اور گواہی دی اپنی جانوں پر کہ ہاں وہ لوگ کافر تھے
اعوذ باللہ من سوء العاقبۃ۔ اور یہ ان لوگوں کی طرف سے دوسری گواہی ہے کہ جن رسول پاک و آیات بینات کریمہ سے انکی ہدایت
کی گئی ان سب سے دنیا میں انھوں نے کفر و انکار ہی کیا۔ فی السراج۔ اگر کہا جاوے کہ کیونکر انھوں نے اپنے کافر ہونے پر
گواہی دی حالانکہ دوسری آیت میں انکا جھوٹ بولنا مذکور ہے کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین یعنی وہاں بھی فسق و فجور نہ چھوڑینگے اور اللہ عز و جل
کی جھوٹی قسم کھا جاوینگے کہ ہم مشرک نہیں تھے۔ تو جواب دیا گیا کہ اس بڑے دن میں احوال و اوقات مختلف پیش آوینگے پس بعض اوقات
و حال میں اقرار کرینگے اور بعض میں انکار کرینگے۔ اگر کہا جاوے کہ دوبارہ انکی گواہی انکے کافر ہونے پر کیوں مکرر مذکور ہے تو جواب
دیا گیا کہ اول اقرار میں تو انکے قول کو نقل کیا کہ کیونکر کہینگے اور کیسے اقرار کرینگے۔ اور دوم میں انکی نظر خطا کا رد اس سے غلط و ناہموار کی
مذمت ہے کہ دنیا ئے ناپائدار کے شہوات پر مغرور ہوئی اور اسی پر دارومدار رکھا جو ہر وقت معرض زوال میں اور خطرۂ موت میں
بالکل بے اعتبار ہے اور عاقبت سے بالکل منھ موڑ لیا انجام کار کفر کا اقرار کیا اور عذاب دائمی کے لیے جسکے سننے سے مومنین تھراتے
ہیں اپنے آپ کو مسلم سپرد کیا پس اسمیں نصیحت ہے ان نیک بندوں کو جو غیر کی حالت دیکھکر عبرت و نصیحت لیتے ہیں کہ دو ایسے نہو جاویں
اور لطف و فضل الٰہی دیکھیں کہ پیدا کیا اور رزق دیا صحت و تندرستی دی اور ہر نعمت سے سرفراز کیا مخصوص پیدا کر دیا کہ اسی
کے مثل تمام مخلوقات آسمان و زمین میں کوئی ایسی نعمت نہیں دیسکتا ہے پھر عقل و حواس دیے اور رسول بھیجے اور نہایت خوبی و حسن اسلوب سے
ہدایت فرمائی اور کیسے پاکیزہ اخلاق و عادات سکھلائے اور بہشت و نعمت غیر منقطعہ کا وعدہ فرمایا یہ کیسے بڑے بڑے احسان ہیں
اللہ تعالےٰ سبحانہ ارحم الراحمین غفور و شکور و ودود و حمید کے نام پر اپنی جان تا چیز قربان کریں اور کبھی شرک نہ کریں در نہ اللہ تعالےٰ
عز و جل علیم و قدیر و قہار عزیز و سلطان ہے قادر مختار ہے جو چاہے کرے اسی کی شان پاک ہے لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون پس عذاب

اسکا سخت ہو نعوذ باللہ منہ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ذلک سے اشارہ رسولون کے بھیجنے کی طرف ہو اور ان مخفف ہو ان بالتشدید کا اور لام مقدر ہو یعنے ذلک الارسال للرسل لانہ لم یکن الخ بعض نے کہا ای لاجل انہ لم یکن الخ یعنی یہ رسولون کا بھیجنا اس جہت سے کہ نہین ہو تیرا پروردگار ہلاک کرنے والا آبادیون کو بسبب ظلم کے درحالیکہ وہان والے غافل ہون کوئی رسول انکو نہ پہونچا ہو **قال البیضاوی**۔ ذلک خبر مبتدا محذوف ہو ای الامر ذلک یعنی بات یون ہے رسولون کے بھیجنے کی پھر قولہ ان لم یکن الخ اس حکم کی تعلیل ہو یعنے بات یون ہی ہونا اسوجہ سے ہو کہ نہین ہو تیرا پروردگار ہلاک کرنیوالا الخ **قال المترجم** حذف مبتدا امر آسان ہو بلا ضرورت نہین شایان ہو پس یہ تاویل مرجوح ہو۔ اگر کہا جاوے کہ اوتعالیٰ عزوجل تمام جہان وسب اشیاء کا خالق ہو سب اسی کی مخلوق ہو سب اسی کی ملک ہو وہ اپنے ملک مین جیسے چاہے تصرف کرے اور ظلم تو بیجا تصرف کو کہتے ہین پس اللہ تعالے کی جب سب مخلوق ملک ہو تو اسکا ہر طرح تصرف کرنا صحیح ہو چاہے سب کو ہلاک کرے چاہے باقی رکھے وہ جو چاہے کرے اس سے کوئی پوچھ کچھ نہین ہو پھر کیونکر فرمایا کہ لم یکن ربک مہلک القری بظلم واہلہا غافلون **مفسر سیوطی**ؒ نے جواب دیا کہ تقدیر کلام یہ کہ بظلم منہا ای بسبب ظلم من القری یعنی نہین ہو تیرا پروردگار ہلاک کرنے والا آبادیون کا بسبب کسی ظلم کے جو آبادیون سے صادر ہو درحالیکہ وہ لوگ نیک و بد سے غافل و جاہل ہون **قال الامام ابوجعفر بن جریر** رحمہ اللہ قولہ بظلم۔ دو وجہ کو محتمل ہو اوّل آنکہ ذلک لاجل ان لم یکن ربک مہلک القری بظلم واہلہا غافلون یعنی انکو جلدی عقوبت مین گرفتار فرمانے والا نہین یہانتک کہ انکے پاس ایسے رسول یا رسولون کے نائب وغیرہ بھیجے جو انکو توحید و اعمال شرع بتاوین اور شرک و نافرمانی سے ڈراوین اور ایسا نہین ہو کہ غفلت مین انکو ہلاک کرے حتی کہ وہ کہین کہ ہمکو تو کوئی بشیر و نذیر نہین پہونچا تھا اور وجہ دوم یہ کہ لم یکن لیہلکہم بدون التنبیہ یعنی ایسا نہین کہ انکو ظلم کے ساتھ بدون تنبیہ کے ہلاک کرے **قال الحافظ** پھر شیخ ابن جریرؒ نے وجہ اول کی ترجیح و تائید بیان کی اور شک نہین کہ وہی قوی ہو **قال المترجم** واضح رہے کہ حقیقی معنی ظلم کے تو حضرت باری تعالیٰ کی شان مین کسی طرح نہین ہو سکتے اگرچہ وہ تمام آبادیون کو بلا قصور و بیوجہ ہلاک کردے۔ کما فی قولہ ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا یہ نہین دیکھتے کہ اگر کوئی آدمی ایک برتن بناوے پھر اسکا جی چاہے اور اسکو توڑ ڈالے تو کچھ ظلم نہین پھر کہان حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ لہذا اوتعالیٰ شانہ جو کچھ کرے سب عین صواب و عین انصاف ہو ولیکن کمال رحمت ہو کہ جن باتون کو بندہ اپنے درمیان مین حرج سمجھتا ہو اوتعالیٰ عزوجل نے بھی اسکو نہین کیا اگرچہ اوتعالیٰ کی نسبت وہ حرج نہین ہو پس تاویل دوم بھی ہو سکتی ہو اگرچہ اوّل اولےٰ ہو بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اوتعالیٰ نہین ہلاک کرتا اہل القری کو بسبب ظلم کسی ظالم کے انہین سے درحالیکہ باقی لوگ اس سے غافل ہون۔ بالجملہ اوتعالیٰ نے کسی قوم کو خواہ جن ہون یا انسان ہون بدون تنبیہ و انذار کے عذاب نہین کیا کما قال تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اور فرمایا۔ کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر قالوا بلی قد جاءنا نذیر الآیۃ اور فرمایا ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت الآیۃ۔ اور فرمایا وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی نہین کوئی آبادی مگر آنکہ اس مین ڈر سنانے والا گزرا ہے

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ○ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ

اور ہر کسی کو درجے ہین اپنے عمل کے اور تیرا رب بیخبر نہین انکے کام سے اور تیرا رب بے پرواہ ہو رحم والا اگر چاہے

يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ○ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ

تمکو لیجاوے اور پیچھے تمہارے قائم کرے جسکو چاہے جیسے تمکو کھڑا کیا اور ونکی اولاد سے جو تمکو وعدہ دیا سو آنے والا ہو

وَمَآ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ ۝
اور تم تھکا نہ سکو گے

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا من العالمين جزاء مما عملوا من خير وشر یعنی درجات بمعنی جزا کے ہی اور ما موصولہ سے خیر و شر مراد ہے
یعنی اور عالمین میں سے ہر ایک کے لیے جزا ہو اس چیز سے جو اسنے بھلائی یا برائی کی تھی مفسر نے عالمین کہا جو ملائکہ کو بھی شامل ہو اور
شک نہیں کہ ملائکہ کے لیے بھی درجات ہین پس اسمین اشارہ ہو تضعیف قول بعض مفسرین کی طرف جنھون نے آیت کو فقط کفار کے ساتھ
خاص لیا کیونکہ انھین کے ذکر کے بعد ہو اور وجہ ضعف یہ کہ شمول کفر سے درجات کہان سے آئے بلکہ درکات عذاب ہونگے اگرچہ
جا سکتا ہو کہ درجات کا استعمال امر خیر مین غالب ہو لیکن یہان مراتب مراد ہین پھر بھی بیان مراتب کفار قلیل الجدوی ہو کما قال تعالے
لکل ضعف ولکن لا تشعرون یعنی جو پیروی مین گمراہ ہوے وہ قیامت مین کہینگے کہ پروردگاران سرغنہ لوگون نے ہمکو اپنی پیروی مین گمراہ
کیا انکو دونا عذاب دے تو حکم ہوگا کہ تم مین سے ہر ایک کو دونا عذاب ہو ولیکن تمکو شعور نہین ہو اور نیز تضعیف قول دیگر ہو کہ مخصوص بمؤمنین
ہو بنظر لفظ درجات پس عام اختیار کیا بسبب دلیل تخصیص نہونے کے فافہم وقال البیضاوی ولکل من المکلفین مراتب من اعمالہم او من
جزائها او من اجلها یعنی مکلفین مین سے ہر ایک کے واسطے مراتب ہین۔ یہ قید عقلی ہو تا کہ طفل و مجنون وغیرہ و نیز جانور وغیرہ خارج ہوجاوین
اگر کہا جاوے کہ بعض حیوانات و نباتات وغیرہ کے واسطے بھی مراتب ہین جیسے اصحاب کہف کے کتے کے بارہ مین ثابت ہو تو جواب
یہ کہ یہان مما عملوا کی قید سے ظاہر ہو کہ مطلقاً بیان مراد نہین ہو واللہ اعلم۔ اور نیز بیضاوی نے اشارہ کیا کہ مما عملوا مین جائز ہو کہ ما
مصدریہ ہو یا سببیہ ہو اور مضاف مقدر ہو یعنی من جزاء اعمالہم فافہم من المدارک۔ اسی سے امام ابو یوسف و امام محمد نے استدلال کیا
کہ جنون کو ثواب طاعت ملتا ہو **قال المترجم** یہ مجمل ہو معلوم نہین ہوتا کہ دنیا مین ملتا ہو تو ریت مین بھی ملیگا لیث بن ابی سلیم سے روایت کیا
جاتا ہو کہ انھون نے فرمایا کہ جنون مین سے جو مسلمان ہوئے وہ نہ جنت مین داخل ہونگے نہ دوزخ مین کیونکہ اللہ تعالی نے جنت سے انکو
نکالا پھر انکو اسمین دوبارہ نہ لاویگا **قال المترجم** اس روایت کا پتہ نہین ملتا کہ باسناد صحیح قول لیث ثابت ہو یا نہین بر تقدیریکہ اسناد صحیح ہو
تو تاویل ہوگی اور نہ دلیل مذکور محض ضعیف ہو تو نہین دیکھتا کہ آدم علیہ السلام بھی جنت سے باہر ہوئے علاوہ برین قولہ قلنا اهبطوا منها جميعا فاما
یاتینکم منی هدی الآیة بنا برانکہ اهبطوا جمیع سے جن بھی مراد ہین صریح ہو کہ اگر ایمان لا کر نیک کام کرین تو ثواب جنت مین بنی آدم سے برابر ہین
اگرچہ فضائل مین یکسان نہون اور نیز تکلیف الایمان مین انسان کے برابر جن بھی مکلف ہین حالانکہ طرف عصیان ہین جہنم مین جانا منصوص ہو
وقد قال الضحاک جن بھی جنت مین داخل ہو کر نعمتین کھائینگے پینگے۔ وعن ابن عباس رض مخلوق چار حالت پر ہو ایک مخلوق سب جنتی ہو اور
وہ ملائکہ ہین دوم مخلوق سب دوزخی ہو اور وہ شیاطین ہین سوم وچہارم وہ مخلوق ہین کہ جنتی بھی ہین اور دوزخی بھی ہین وہ جن و انسان ہین
پس انکو ثواب بھی ہو اور نیز عقاب بھی ہو احادیث بہت ہین جن سے استنباط ہو سکتا ہو واللہ اعلم وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعۡمَلُوۡنَ
اور تیرا رب کچھ اس سے غافل نہین جو وے کرتے یا تم کرتے ہو یعملون بیاء تحتیہ اکثر کی قراءت ہو اور بعض نے بتاء خطاب پڑھا پس اسمین
وعدہ بھی ہو کہ کسی نیکو کار کا عمل ضائع نہوگا اور تہدید و وعید بھی ہو کہ بدکار دنیا وغیرہ مین مشغول ہو کر غافل نہون ورنہ عذاب ہو وَرَبُّكَ
الۡغَنِيُّ ذُو الرَّحۡمَةِ یعنے اور تیرا پروردگار بے پروا ہو تمام پیدا کی ہوئی مخلوق وانکی عبادت سے اور باوجود اسکے رحمت والا ہو
قال و یہ کلام پاک کیا اچھا و بلیغ ہو یہان غنی ہونا و رحمت والا ہونا جمع کرنے مین انتہا درجہ کا فضل و انعام ہو اور کمال رحمت پر دلیل ہو

اور منجملہ رحمت کے ہی کہ رسول بھیجے اور نافرمانی ہین بدون نیست کرنے کے باقی چھوڑ دیا پس سابق ولاحق سے خوب مناسب ہے کما قال البیضاوی
اسمین تنبیہ ہی کہ سابق مین جو رسول بھیجنے کا ذکر فرمایا وہ پاک پروردگار غنی کی طرف اسکے نفع کی راہ سے راجع نہین بلکہ بندون پر رحمت ہی
اور نیز اسمین ما بعد کے واسطے تاسیس ہی کہ فرمایا اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡهِبۡكُمۡ یعنے اللہ تعالے غنی حمید کو تمھاری کچھ حاجت نہین وہ چاہے
تو اسے نافرمانو تم سب کو نیست کردے اور مفسر نے خطاب کو اہل مکہ سے مخصوص کیا وَیَسۡتَخۡلِفۡ مِنۡۢ بَعۡدِكُمۡ مَّا یَشَآءُ اور موصولہ
سے مراد خلق ہی یعنے تمکو ہلاک کرکے جو مخلوق چاہے بجاے تمھارے پیدا کردے کَمَاۤ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنۡ ذُرِّیَّةِ قَوۡمٍ اٰخَرِیۡنَ
جیسے تمکو آخر دوسری قومون کی ذریت سے پیدا کیا ہی جنکو آخر کار بلا واسطہ مخلوق پر منتہی فرمایا یعنی آدم علیہ السلام کو بدون مان باپ کے
اور بدون نمونہ کے نئے طور پر ایجاد کردیا تھا ولیکن اللہ تعالیٰ نے تمپر رحم کیا ہی کہ تمکو باقی رکھا اور اگر چاہتا تو تم فوراً مٹجاتے اور تمھارے
بجائے دوسرے آجاتے جیسے وہ چاہتا فتبارک اللہ ذو الملک والملکوت والعزۃ والقدرۃ والجبروت رازی نے تفسیر کبیر مین
کہا کہ مراد اس سے خلق دیگر سوائے مخلوق موجودہ کے ہی پس تنبیہ ہی کہ قدرت اللہ تعالیٰ سبحانہ کسی جنس پر مقصور و منحصر نہین ہی اور یہ بنابر تقریر
مترجم کے انسب ہی اور مفسر نے وہ اختیار کیا جو شیخ ابن جریر نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ جیسے تمکو پیدا کردیا مخلوق دیگر سے جو تمھارے
پہلے تھے اور یہ معنی موافق فہم جاہلان مشرکین کے اقرب ہین اور مترجم نے اشارہ کردیا کہ جملہ تشبیہ یعنی قولہ کما انشاکم سے انکو قدرت
کاملہ کی طرف اشارہ ہی کہ پیدا کرنا و ایجاد کرنا کسی واسطہ پر موقوف نہین ہی کیا آخر آدمؑ کو بدون مان و باپ کے ایسا خوب پیدا کیا کہ اسقدر
کثرت سے انکی ذریات موجود ہوئی اور یہ ادق ہی اور اس سے نصاریٰ کو حضرت عیسیٰ کے واسطے سے شرک نہ کرنے پر تنبیہ ہی
کہ وہ تو بدون باپ کے ہوئے جو آدمؑ سے کم مرتبہ ظہور قدرت تھا اور انسے کوئی نسل بھی نہوئی۔ اور نصاریٰ اگر سمجھتے تو جان لیتے
کہ وہ مشرک بھی ہوئے اور حضرت عیسیٰ پر بھی ایمان نہ لائے کیونکہ وہ تو ایسے شخص پر ایمان لائے جسکو بیٹا یقین کرتے ہین وہ درحقیقت
کوئی بھی نہین ہی اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بندہ خدا اور رسول برگزیدہ جامع کمال انسانی بزرگ مرتبہ پر ایمان لاتے تو یہ ایمان البتہ حضرت
عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر ہوتا جو اللہ تعالیٰ کے رسول تھے جنپر انجیل نازل ہوئی تھی اور جنھون نے حضرت محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلعم کی
خوشخبری سنائی تھی اور وہ عنقریب قیامت سے پہلے نازل ہوکر آنحضرت صلعم کی شریعت پر حکم کرینگے اور اسی دین کے واسطے جہاد کرینگے
پس اگر اہل کتاب ایمان لاوین تو انکے لیے بہت بہتر ہی حتی کہ دنیا مین بھی بذات خود اچھے مسلمان ہون اور جو پہلے کے مسلمان ہوکر
ہوسے موجود ہین انکے تابع ہوجاوین اور انکا بگاڑ درست ہوجاوے انشاء اللہ تعالے اور اگر نہ ایمان لاوین تو ضرور حضرت
عیسیٰؑ کے عنقریب نازل ہونے پر انکے جہاد سے خوار ہونگے اور اگر نہ انین تو باتباع حکم الٰہی اعلان ہی کہ فانتظروا انا منتظرون انتظار
کرو ہم بھی منتظر ہین اِنَّ مَا تُوۡعَدُوۡنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ جو تمکو وعدہ دیا جاتا ہی عذاب کا اور قیامت کا وہ ضرور آنیوالا
ہی اور تم ہرگز عاجز نہین ہو یعنے ہمارے عذاب سے چھوٹنے والے نہین ہو اگر ایمان نہ لاؤگے اور کرخی نے افادہ کیا کہ اپنے
مقام پر تحقیق کیا گیا ہی کہ جملہ اسمیہ اگر مثبت ہو تو دائمی ثبوت پر دلالت کرتا ہی اسی طرح اگر منفی ہو تو دوام انتفا پر دلالت کرتا ہی نہ انتفاء
دوام پر اور فرق یہ ہی کہ یہان دوام انتفا مراد ہو یعنے معجز ہونا دائماً منتفی ہی یعنے کبھی کسی وقت کوئی شخص معجز نہین ہوسکتا یعنے اللہ تعالیٰ
اگر عذاب چاہے تو کبھی نہین ہوسکتا کہ کوئی معجز ہوجاوے اور انتفاء دوام سے دوامی معجز ہونا منتفی ہوتا ہی پس ہوسکتا ہی کہ بعض وقت
معجز ہو مثلاً کہا جاوے کہ زید کا دائمی ہنستا ہونا منتفی ہی یعنے برابر ہر وقت ہمیشہ وہ ہنستا نہین رہتا تو اس سے یہ لازم نہین کہ

کسی کسی وقت بھی نہین ہنستا بخلاف اسکے زید کا گھوڑا نہونا دوامًا منتفی ہی یعنی زید گھوڑا نہین ہی یہ دائمی صادق ہی تو کسی وقت بھی وہ گھوڑا نہین
ہوسکتا اور یہی دوام انتفا یہان بھی تو وما انتم بمعجزین سے مراد ہی **قال الحافظ** حاصل آنکہ تم کسی حال مین اللہ تعالیٰ کو عاجز نہین کر سکتے
بلکہ وہ پاک پروردگار قادر ہی کہ تم کو پھر زندہ کرکے عذاب کرے اگرچہ تم خاک مٹی گل سڑ گئے ہو کیا نہین سمجھتے کہ اب تو بھلا گلے سڑے
خاک مٹی کچھ موجود ہو اور پہلے تو کچھ بھی نہ تھی جو تمکو ایجاد کر دیا فتبارک اللہ احسن الخالقین حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے
حضرت سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ ای اولاد آدم اگر تمکو کچھ عقل ہی تو اپنے آپ کو مردہ شمار کرو۔
قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ بات یہی واقع ہی کہ جو تمکو وعدہ دیا گیا ضرور آنے والا ہی اور تم کچھ بھی عاجز
نہین ہوسکتے۔ رواہ ابن ابی حاتم **ف فی العرائس** قولہ تعالیٰ وربک الغنی ذوالرحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی دو صفت قدیم سے آگاہ
فرمایا ہی تمام مخلوقات کے واسطے خواہ مومن ہون یا کافر خواہ مطیع ہون یا عاصی سب کے واسطے ہی پس وہ پاک پروردگار غنی حمید ہی
بندگی کرنے والون کی بندگی سے بندہ کو خود نفع ہی اور وہ تعالیٰ غنی حمید ہی **قال المترجم** جس بندے نے بندگی نہ کی اسنے اپنے کو
محروم خوار کیا کیونکہ اپنے پروردگار خالق کو رب نہ جانا پس جیسا کریگا ویسا پاویگا پھر کمال رحمت ہی کہ بیہودہ فوائد کو نمائش کردی کہ خواری مت
کماؤ اور اگر کماؤگے تو اپنا بگاڑوگے حضرت او تعالیٰ غنی حمید ہی ؎ ای بندہ چو بندگی نہ کردی ؛؛ از بندگیست کہ کار داری ؛؛ چون او
تو دگر خدا نہ داری ؛؛ او بہ تو صد ہزار دارد ؛؛ یہ تو اسکی بے پروائی ہی رہا بیان رحمت تو شیخ نے کہا کہ اپنی رحمت سے نافرمان
مجرم گناہگارون پر رحم کیا حالانکہ اسکی پاک شان یہ ہی کہ نہ اسکو فرمانبردارون کی عبادت وطاعت سے کچھ نفع اور نہ نافرمانون
وغیرہ ہون کے گناہ سے کچھ نقصان اسکی بحر رحمت سے ایک قطرہ ہی کہ تمام حوادث پیدا ہوکر بے انتہا انعام سے مالامال ہوست
جسنے اسکی صفت غنی کا نور پایا وہ عارف ہین کہ دونون جہان سے ہاتھ اٹھایا عوام کی نظر مین سونے چاندی جواہرات اور انکی
نظر مین دونون جہان کی سلطنت ہیچ ہی ہان اگر جنت چاہتے ہین تو اسلئے کہ حضرت عالی تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کی رضامندی وہان
ملیگی اور زیادت جو کچھ ہی وہ بیان مین نہین آتی اللہم ارزقنا برحمتک۔ وانت ارحم الراحمین اسکی رحمت تمام عالم کو شامل ہی۔ عارف جب
اسکا غنی ہونا یاد کرتے ہین تو لرزتے اور بیہوش ہو جاتے ہین پھر جب اسکا رحم فرمانا یاد آتا ہی تو ہوش مین آجاتے ہین **قال الاستاذ** رح
غنی تو اشارہ ہی اسکی عزت کی طرف اور ذوالرحمۃ اشارہ ہی اسکے لطف کی طرف پس غنی سے جلال کی خبر ہی اور ذوالرحمۃ سے افضال کی
خبر ہی پس جلال کے کشف سے انکو فنا کردیا اور افضال کے لطف سے انکو زندہ فرمایا **قال المترجم** اشارہ ہی کہ فہم اسرار کلام اسطرح حاصل ہوتا ہی

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○

تو کہہ ای لوگو کام کرتے رہو اپنی جگہ مین بھی کام کرتا ہون اب آگے جان لوگے کسکو ملتا ہی آخر گھر مقرر بھلا نہوگا بے انصافون کا

قُلْ یعنی اُن لوگون سے کہدے یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اے قوم تم کیے جاؤ جو کرتے ہو اپنی حالت پر مکانت بطریقہ
بعض نے کہا یعنی کیے جاؤ یعنی تاب بھر اور پوری قدرت واستطاعت بھر اور اپنے امکان بھر عن ابن عباس ای ناحیتکم
وجہتکم اپنے ناحیہ وجہت پر **قال البیضاوی** یہ امر ارشادی نہین تا کہ کہا جاوے کہ انکو اعمال کفر وعصیان کا حکم کیونکر دیا

بلکہ امر تہدید ہی اور معنی یہ ہین کہ اچھا نہین مانتے ہو تو اپنے کفر کرنے اور عداوت کرنے پر جمے رہو اِنِّي عَامِلٌ مین بھی اپنی حالت پر ثابت ہون یعنی اسلام و توحید پر اور تمھاری عداوت مین صبر کرنے پر ثابت ہون۔ صیغہ امر سے تہدید کرنا نہایت مبالغہ ہی گویا تہدید کرنے والا جسکو دھمکاتا ہی اُسکے عذاب دینے پر عزم بالجزم رکھتا ہی پس اسکو ایسی ہی بات پر آمادہ کرتا ہی جو عذاب تک پہونچا دے فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ مَن موصولہ مفعول ہی تعلمون کا یعنے اگر تم جمے رہے تو عنقریب جان لوگے اُس شخص کو جسکے واسطے حاصل ہوگا دار آخرت یعنے دار آخرت مین جسکو نیک انجام حاصل ہوگا اسکو جان لوگے کہ وہ شخص ہم ہین یا تم ہو **قال البیضاوی** اس کلام مین تہدید کے باوجود انصاف ہی گفتگو مین اور حسن ادب ہے جناب باری تعالے لئے ہین کہ اپنی بھلائی کا حکم دکیا اور تنبیہ ہی کہ دھمکانے والے کو اپنے حق پر ہونیکا وثوق ہی حمزہ و کسائی نے بیان اور سورہ قصص مین یکون بیا تحتیہ پڑھا کیونکہ عاقبۃ الدار مین تانیث غیر حقیقی ہی اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ فلاح نہین پاتے یعنی نیک انجام نہین ہوتے ہین ظالم لوگ یعنے کافر لوگ پس بجاے الکافرون کے الظالمون کو جو اعم ہی مبالغہ کے لیئے فرمایا ہی افادہ البیضاوی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تفسیر کی کہ مراد انکی جنھنے شرک و کفر کیا وہ سعید نہین ہوگا اسمین تعریض ہی کہ تم لوگ اگر اسی حال پر رہے تو ہرگز فلاح نہ پاؤگے تمھارا انجام بھلا نہوگا بلکہ توحید و اسلام والون کا انجام دنیا و دین مین نیک ہوگا **قال الحافظ ابن کثیرؒ** اور تعالیٰ عز و جل نے یہ وعدہ اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلعم کے ساتھ پورا فرمایا کہ مکہ و تمام جزیرہ عرب فتح کردیا اور مشرکین و معاندین کو زیر کردیا یہانتک کہ آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین سلطنتین قبضہ اقتدار اسلام مین دیدین اور پورا ہوا قولہ تعالے واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون۔ پھر قیامت مین منکرون و کافرون کو برا انجام ملیگا کما قال تعالے لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار۔ اور حسن عاقبت اہل ایمان و اسلام کو نصیب ہوگا کما قال تعالے والعاقبۃ للمتقین اسمین نصیحت و پند و آیات ہین واسطے اہل سعادت کے والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا

اور ٹھہراتے ہین اللہ کا اسکی پیدا کی کھیتی اور مواشی مین ایک حصہ پھر کہتے ہین یہ حصہ اللہ کا ہی اپنے خیال پر اور یہ ہمارے شریکون کا ہی

فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

سو جو اُنکے شریکون کا ہی سو نہیں پہونچے اللہ کی طرف اور جو اللہ کا ہی سو پہونچے اُن شریکون کیطرف کیا برا انصاف کرتے ہین

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اسے جعلوا ثابتا للہ اللہ تعالے کے لیئے ثابت کیا پس جعل کا مفعول دوم ثابتا ہی اسکو مقدم کردیا کہ اعتنا اُسی سے متعلق ہی اور یہ جعل انکے وہم کی تشریع تھی جسکو اُنھون نے شیطان کی پیروی مین نکالا اور اپنے کفر و شرک کے درخت مین شاخین نکالین مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا مما متعلق ہی نصیبا سے اور من الانعام والحرث بیان ہی ما موصولہ کا اور نصیبا مفعول اول ہی اور یہ بیان ہی مشرکین کے دیگر انواع جہالت و کفر کا حاصل آنکہ اللہ تعالے نے جو انعام و حرث یعنے چوپایہ و کھیتیان پیدا فرمائین اسمین سے اللہ تعالے کے واسطے ایک حصہ مقرر کیا اسکو مہمانون و مسکینون کے صرف مین لاتے تھے اور جن چیزون سے شرک کرتے یعنے بتون وغیرہ کے واسطے ایک حصہ مقرر کیا جو بیت خانہ کے خادمون پر صرف کرتے تھے فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ سو کہتے کہ یہ حصہ اللہ تعالے کے واسطے ہی اپنے زعم مین زعم مین بفتح اول اکثر کی قرارت ہی اور بعض کے نزدیک بضم اول ہی۔ ازہریؒ نے کہا کہ اکثر استعمال لفظ زعم کا ایسے امر مین ہوتا ہی جو مشکوک ہو اور متحقق نہو بعض نے کہا کہ وہ کنایہ ہی

دروغ سے اور مرزوقی کا قول مانند ازہری کے ہے۔ ابن القوطیہ نے کہا کہ زعم ایسی چیز جسکا حال معلوم نہیں کہ حق ہے یا باطل ہے خطابی رحمہ نے کہا کہ لائق گفتگو نہو اور غیر ممکن بات کا دعویٰ ہو یہ مختلف محاورات کا استعمال ہے۔ بالجملہ اﷲ تعالےٰ نے مشرکون کا زعم قرار دیا کہ یون کہتے کہ یہ حصہ اﷲ تعالےٰ کے واسطے ہے **قال الحافظ** یہ اُنکے کفر و شرک کی شاخ تھی کہ اﷲ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اسکے لیے ایک جزو قرار دیا حالانکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے **قال المترجم** مسلمان اگر کسی چیز کو اﷲ تعالیٰ کے واسطے قرار دے تو یہی نیت ہوتی ہے کہ یہ خالص نیت سے اﷲ تعالیٰ کی راہ میں وہ شخص خیرات کرتا ہے اور نعوذ باﷲ تعالیٰ یہ نہیں سمجھتا کہ جیسے آپس میں حصہ بانٹا کرتے ہیں کہ یہ زید کا ہے اور وہ عمرو کے واسطے ہے اور مشرک لوگ اسی دوسرے معنی پر لیتے تھے اور یہ انکی سخت جہالت تھی چنانچہ اﷲ تعالےٰ نے اپر تشنیع فرمائی کہ یون کہتے ہین کہ یہ اﷲ تعالےٰ کے واسطے ہے اپنے زعم باطل کے موافق وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا اور یہ دوسرا حصہ واسطے ہمارے شرکاء یعنی بتون و شیطانون کے واسطے ہے جنکے حق میں ایسی باتین اعتقاد کرتے تھے جو شرکیہ ہین **قال المفسر** پھر ان لوگون کا یہ حال تھا کہ جب اﷲ تعالےٰ کے حصہ مین کوئی چیز حصہ بانٹ وغیرہ سے گر جاتی تو اسکو اُٹھا لیتے کہ یہ اﷲ تعالےٰ کو نہین پہونچ سکتی ہے اور اگر بتون کے حصہ مین اﷲ تعالےٰ کے حصہ سے گر جاتی تو چھوڑ دیتے اور کہتے کہ یہ ہمارے اﷲ نے رکھنی چاہی ہے چنانچہ اﷲ تعالےٰ نے فرمایا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ پس جو اُنکے شرکاء کے لیے تھا وہ نہین پہونچتا اﷲ تعالےٰ کی طرف یعنی اﷲ تعالےٰ کی راہ مین نہین جاتا وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ اور جو اﷲ تعالےٰ کے واسطے تھا وہ اُنکے شرکاء کو پہونچ جاتا ہے۔ حاصل آنکہ مشرکین دونون حصہ مین اس تفصیل سے حکم لگاتے اور شیطانی خیالات کی پیروی کرتے تھے چنانچہ اﷲ تعالےٰ نے مذمت فرمائی سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ بس حکمہم ہذا۔ کیا برا حکم ہے انکا یہ حکم۔ ما مصدریہ ہے پس ما یحکمون بمعنی حکمہم ہوا اور مخصوص بالذم محذوف ہے یعنی ہذا جیسا کہ مفسر رحمہ نے تصریح کر دی اور ایسی ہی تفسیر حضرت ابن عباس و مجاہد و قتادہ و سدی رحمہ وغیرہم سے درازی کے ساتھ مروی ہے **قال الحافظ** اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ ہر شئے جسکو اﷲ تعالےٰ کے واسطے قرار دیتے خواہ ذبح جانور ہو یا کوئی اور چیز ہو تو اُسکو کبھی نہین کھاتے جب تک کہ اسکے ساتھ کسی بت وغیرہ کا نام جس سے شرک کرتے تھے ذکر نہ کرین اور جو چیز کہ اپنے باطل معبودون کے واسطے ہوتی اسکے ساتھ اﷲ تعالیٰ کا نام پاک نہین ذکر کرتے تھے پھر عبد الرحمن رحمہ نے آیت تا قولہ ساء ما یحکمون پڑھی حاصل آنکہ جو تقسیم نکالی وہ بہت بری ہے کیونکہ ان مشرکون نے پہلے تو یہ غلطی کی کہ اﷲ تعالےٰ کے واسطے ایک جزو قرار دیا حالانکہ اﷲ تعالےٰ ہر چیز کا رب و مالک و خالق ہے اسی کی سب مخلوقات اسی کی قدرت و مشیت مین اسی کے تصرف مین ہے اسکے سوا سے کوئی معبود نہین ہے پھر جب تقسیم پائی تو اسمین ظلم کیا۔ اور کیون نہین کہ جو اپنے خالق کو بھولا اور اسی کی عبادت فرض تھی اسمین شرک کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا تو ایسا ظالم جو ظلم نہ کرے وہ تھوڑا ہے وقیل فی تفسیر قولہ فما کان لشرکائہم الآیۃ یعنی جو کچھ کھیتی و چوپایہ وغیرہ مین سے بتون کے واسطے قرار دیا وہ تو اﷲ تعالےٰ کی طرف نہین پہونچتا یعنے ان مصارف مین صرف نہین ہو سکتا جو اﷲ تعالےٰ نے مشروع فرمائے ہین جیسے محتاجون و مسکینون کو صدقہ دینا اور مسافر مہمان آدمی کو کھلانا اور ناتے دار و قرابت والون کی خبر لینا وغیرہ پس بتون کے نام کا ان مصارف مین صرف نہین ہوتا اور جو اﷲ تعالےٰ کے نام کا تھا وہ بتون کو پہونچ جاتا ہے یعنی بتون کی اصلاح اور بتخانہ کے خدمتگزارون کی حاجات مین صرف ہو جاتا ہے حاصل آنکہ یہ مشرک بے ادب یہ اعتقاد کرتے کہ جو بتون کے نام کا ہے اسکو نگاہ رکھنا و محفوظ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ نہین روا ہے کہ سوا انکے کسی اور امر مین جو اﷲ تعالےٰ کے پسندیدہ ہین اور اُسکے حکم سے

مشروع ہین صرف ہو بحیال بتون کے برخلاف اسکے جو اللہ تعالےٰ کے نام کا ہو اسکو روا رکھتے کہ باوجود ایسے امور موجود ہونیکے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہین اگر حاجت ہوتی تو بتون کی خدمت مین صرف کرین پس بتون کی جانب کو زیادہ لحاظ رکھتے تھے اور یہ انکی جہالت و بے ایمانی کا نتیجہ تھا۔ اگر مشرک نہوتے اور توحید و اسلام پر ہوتے تو ایسی جہالت نکرتے

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ

اور اسیطرح بھلی دکھائی ہین بہت مشرکون کو　اولاد مارنی　اُنکے شریکون نے　کہ اُنکو ہلاک کرین اور اُنکا دین　اُنپر غلط کرین

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ○

اور اللہ چاہتا تو یہ کام نکرتے سو چھوڑ دے وہ جانین اور اُنکا جھوٹھ

یہ بھی ان مشرکون کی جہالت و ضلالت مین سے قسم دیگر ہے۔ وَكَذٰلِكَ یعنے جیسے مزین کیا گیا مشرکون کی نظر مین وہ فعل جو مذکور ہوا ویسے ہی زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ مزین کر دکھایا مشرکون مین سے بہتون کی نظر مین قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ قتل کرنا اپنی اولاد کا جیتے جی زمین کے اندر توپ دینے کے ساتھ انکے شرکا نے یعنی ان شیطانون نے جنکے حکم کو مانند حکم خدا تعالےٰ کے مانتے ہین۔ واضح ہو کہ عرب کے بے رحم جاہل مشرک قبل زمانہ اسلام کے اپنی اولاد مین سے لڑکیون کو مار ڈالتے تاکہ دوسرے مرد کے تصرف مین نہ آوے جیسے ہندوستان کے چھتریون مین رواج تھا بلکہ عرب کے مشرک کچھ بڑھے ہوئے تھے چنانچہ اگر کوئی لڑکی اسکی ماں کے چھپانے سے بچ گئی پھر آٹھ دس برس کی ہوئی اور مرد کو معلوم ہو گیا تو وہ بہانے سے اُسکو جنگل مین لے گیا اور گڑھے مین ڈھکیل کر اُسپر مٹی ڈالنی شروع کی وہ بیچاری ہر چند روتی رہی کہ ای میرے باپ ای میرے پیارے ابا تم کیون مجھے مارتے ہو اس خبیث بیرحم نے آخر اسکو زندہ توپ دیا اور چلا آیا۔ اللہ تعالےٰ عزوجل ارحم الراحمین نے اسپر بڑے سخت عذاب سے وعید فرمائی ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالےٰ تفسیر قولہ تعالےٰ واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت الآیة مین آویگا۔ یہان انکی اسی جہالت و ضلالت کو ظاہر کر کے مذمت فرمائی۔ حاصل آنکہ جسطرح مذکورہ بالا بیان سے انکا شیطان کا پیرو ہونا ظاہر ہوا ایسے ہی بہت سے مشرکون کی نظر مین اُنکے باطل معبودون نے جنکو اللہ تعالےٰ کا شریک بناتے تھے یہ بات خوب رچائی کہ اولاد کو زندہ توپ کرین یا قتل کرین اور شیطانون نے اسوجہ یہ بات رچائی اور ان جاہلون گمراہون سے اسکی تعمیل کرائی لِيُرْدُوهُمْ تاکہ انکو ہلاک کرین یعنے غضب الٰہی مین گرفتار کرا دین جس سے بعد موت کے بڑی ہلاکت عذاب جہنم مین پڑین وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ اور نیز اسواسطے رچائی تاکہ ان لوگون پر انکا دین خلط ملط کر دین یعنی یہ لوگ ابتدا مین حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے دین پر تھے پس جب زمانہ زیادہ گذرا تو پہلے شیطان نے جو اولاد آدم کا دشمن ہے انکا اعتقاد بگاڑا حتی کہ توحید سے اعتقاد پھر گیا پھر دین کے افعال و اعمال کے برعکس گناہ کی باتین انکی نظر مین رچائین اور ہزارون وسوسے انھون نے قبول کیے یہانتک نوبت پہونچی کہ اولاد کو قتل کرنے لگے واضح ہو کہ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ مین دو قراءت ہین اول جو اوپر مذکور ہوئی ہے کہ زَيَّنَ معروف کا فاعل شُرَكَاؤُهُمْ ہے اور قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ مفعول ہے یعنے زینت دیدیا اُنکے شرکا نے انکی نظر مین اپنی اولاد کے قتل کرنے کو اور یہی جمہور کی قراءۃ ہے اور ابن عامر کی قراءۃ مین زُيِّنَ بصیغہ مجہول اور قتل کو رفع بنا بر آنکہ وہ نائب فاعل یعنی مفعول مالم یسم فاعلہ ہوا اور چونکہ لفظ قتل مصدر ہے جو مثل فعل کے عمل کرتا ہے لہذا اولادہم کو اسی کے عمل سے نصب ہے یعنے قتل کرنا اپنی اولاد کو پس اولاد مفعول ہوا اور شرکائہم کو جر ہے بسبب اسکے کہ قتل کا مضاف الیہ ہے پس اعراب یون لکھا جائیگا کذلک

زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ پھر مفسرؒ نے کہا کہ اس قراءۃ پر مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مین مفعول بہ سے فصل لازم آتا ہو اور یہ کچھ مضر نہین ہو **قال فی الکمالین** زمخشریؒ نے کشاف مین کہا تھا کہ زبان عرب مین مضاف و مضاف الیہ کے درمیان فصل ہونا ضعیف اور بسبب ضرورت شعری کے گنتی کی چند جگہ آیا ہو پس مفسرؒ نے جو کہا کہ یہ کچھ مضر نہین ہو اس سے قول زمخشریؒ کو رد کر دیا ہے۔

مترجم کہتا ہو کہ بیضاویؒ نے بھی یہان زمخشری کی پیروی کی اور قول زمخشری اختیار کیا ہو۔ وقال صاحب السراج زمخشری کے قول پر ایک جماعت علماء نے انکار کیا باین طور کہ یہ قراءۃ تو متواترہ صحیحہ ہو اور زبان عربی مین اسکی ترکیب صحیح و درست ہو پس روا نہین کہ اس قراءۃ مین یا اسکے نقل کرنے والے مین طعن کرے۔ وقال العلامۃ التفتازانیؒ نے فی الحاشیہ زمخشری کا یہ قول اسکی عادت کے موافق سرزد ہوا کہ قرأت سبعہ متواترہ مین طعن کرتا ہے سو کبھی تو قاری کی خطا کہتا ہو۔ اور کبھی انکے نقل کرنے والے کی خطا بیان کرتا ہو اور یہ دونون اسکی خود خطیات ہین اسواسطے کہ قرأت متواترہ مین اسی طرح اُنسے روایات بھی متواتر ہین پھر اسکے بیان مین محقق موصوف نے طول دیا ہو **قال ابن مالک** فی الکافیۃ مصدر کی اضافت اپنے فاعل کی طرف درحالیکہ دونون کے درمیان مصدر کے مفعول سے فصل ہو تو مذہب مختار کے موافق جائز ہو اسواسطے کہ اسمین کوئی محذور نہین لازم آتا باوجودیکہ فاعل اپنے عامل کے جزو کے مانند ہو پس فصل کچھ مضر نہین ہے **قال المفسرؒ** پھر قتل کی نسبت شرکاء کی طرف اسوجہ سے ہو کہ انھین نے اسکا حکم کیا یعنے انھین شرکاء کے وسوسہ و آمادگی و تزیین سے ان مشرکون نے ایسا کیا **قال الحافظ** سدیؒ نے فرمایا کہ شیاطین نے انکو حکم کیا کہ بیٹیون کو قتل کر ڈالو اس غرض سے تاکہ یہ لوگ ہلاک ہون یا اپنے دین سے بگڑین اور خالص دین پر نہ رہین ایسا ہی قتادہ و عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہو اور واضح ہو کہ بعضے مشرکین بسبب خوف محتاجی کے بھی قتل کر ڈالتے تھے یعنے بخوف اسکے کہ انکی وجہ سے ہمکو مال ضائع کرنا لازم آویگا حالانکہ یہ سب تزیین شیطان تھی اور اللہ تعالےٰ نے اس سے سخت منع فرمایا لیکن یہ لوگ گمراہ مقدر تھے شیطان ہی کی تزیین پر اَڑے رہے قال تعالیٰ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ یعنے یہ سب اللہ تعالےٰ کی مشیت وارادہ واختیار سے واقع ہوتا ہو اور اسمین اسکی پوری حکمت ہو وہ جو چاہتا ہو وہی ہوتا ہو پس تو چھوڑ دے انکو اور اُنکے افترا کو مشرک لوگ اسکو بوساوس شیطانی کرتے تھے اور بازآنا درکنار اسپر یہ افترا باندھتے تھے کہ واللہ امرنا بھذا ہمکو اللہ تعالےٰ نے ایسا حکم دیا شاید شیطان کے بندے بہکے تھے اسی کے وساوس کو وحی سمجھتے تھے۔ مایفترون مین ما مصدریہ ہو اور فذرھم مین فا فصیحیہ ہو کذا قیل

وَقَالُوا هَٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ

اور کہتے ہین یہ مواشی اور کھیتی منع ہو اسکو نہ کھاوے مگر جسکو ہم چاہین اپنے خیال پر اور بعضے مواشی کے پیٹھ پر چڑھنا منع ٹھہرایا ہو اور بعضے مواشی

لَّا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِم بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝

ذبح پر نام نہین لیتے اللہ کا اسپر جھوٹھ باندھکر وہ سزا دیگا انکو اس جھوٹھ کی

وَقَالُوا یہ بیان نوع دیگر از ضلالات مشرکین ہو چنانچہ بیان فرمایا وقالوا هٰذہٖ انعام وحرث حجر یعنے مشرکین نے تزیین شیطان نکالا کہ کہا یہ چوپایہ و کھیتی حجر ہو یعنے حرام ہو **قال ابن عباسؓ** الحجر حرام ہو جو جانور کہ وصیلہ وغیرہ حرام کرتے تھے وکذلک قال مجاہد والضحاک والسدی وقتادہ وعبدالرحمن بن زید اور نیز قتادہؒ نے کہا کہ انکی مالون مین یہ چیزین شیاطین نے انپر حرام کرائین اور اللہ تعالیٰ کی طرف حلال تھین۔ وعن عبدالرحمن بن زید انھون نے اسوجہ سے حرام کرلین کہ بتون کے نام پر چھوڑین اور حرام کرلین مگر حرام بھی اسطرح کہ

جسکو چاہین کھلاوین چنانچہ کہا لَا يَطْعَمُهَا اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ یعنے یہ حرام ہین ان کو کوئی نہ کھاوے مگر وہی جسکو ہم چاہین کذا قال السدی وقال المفسر ای خدمۃ الاوثان وغیرہم یعنی بتون کی خدمت کرنے والے وغیرہ اور خادمۃ بروزن سفرۃ بفتحات جمع خادم وقال البیضاوی یعنے خادمان اوثان و مرد نہ عورتین اور قولہ بزعمہم کے یہ معنی کہ اسطرح کی تحریم صرف انکے زعم باطل واوہام پر تھی اسمین انکے پاس کوئی حجت نہ تھی صرف شیطانی وساوس پر باتین واعتقادات گڑھ لیے تھے جیسے اس زمانے مین شیخ سدّو کا بکرا کرتے ہین وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا یعنے اور ان مشرکون نے اپنے زعم پر کہا کہ یہ چوپایہ ہین کہ انکی پیٹھ حرام کی گئی ہے یعنے انپر سواری نہین لیتے تھے وہ بتون کے نام کے تھے جیسے سوائب وحوامی اور تفسیر انکی قولہ تعالے ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام الآیۃ کی تفسیر مین گزر چکی ہے وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اور کچھ چوپایہ ایسے کہ ذبح کے وقت انپر اللہ تعالی کا نام نہین ذکر کرتے بلکہ بتون کا نام لیتے یعنے بتون کے تقرب کے لیے انکا نام لیکر جان مارتے اور اسکو اللہ تعالے کی طرف منسوب کرتے یعنے اللہ تعالے نے یہ حکم دیا ہے اِفْتِرَآءً عَلَيْهِ پورا جھوٹ وافترا باندھتے اللہ تعالے پر وقد قال تعالے سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ عنقریب اوتعالی ان افترا باندھنے والون کو انکا بدلہ دیگا **قال مجاہد** انکے اونٹون مین ایک قسم کے اونٹ ہوتے کہ نہ اُسپر سوار ہوتے اور نہ دودھ اور کسی حال مین انپر اللہ تعالے کا نام ذکر نکرتے پھر اوتعالے نے ایک نوع دیگر ان کے ضلالات وجہالات سے بیان فرمائی

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ

اور کہتے ہین جو اُن مواشی کے پیٹ مین ہو سو نرا ہمارے مرد کھاوین اور حرام ہے ہماری عورتون کو اور جو مردہ ہو تو اسمین سب شریک ہون وہ سزا دیگا انکو ان تقریرونکی وہ حکمت والا ہے خبردار

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ ان انعام سے مراد وہ جانور ہین جنکو حرام کر رکھا تھا یعنے ان حرام کیے ہوئے جانورون کے پیٹ مین جو کچھ ہے خواہ نر بچہ ہو یا مادہ ہو خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا خالص ہے ہمارے ذکر یعنے مردون ولڑکون کے واسطے **قال المفسر** خالصۃ یعنے حلال۔ اور کسائی واخفش نے کہا کہ خالصۃ کی ہا واسطے مبالغہ کے ہے اور اصل خالص ہے فراء نے کہا کہ تا تانیث ہے بسبب انعام مؤنث ہونے کے اور ما فی البطون بھی جنین ہین پس بحسب المعنی تانیث ہونے سے تا آئی والاول اظہر۔ وقال البیضاوی ای حلال للذکور خاصۃ یعنے حلال ہے واسطے مذکرون کے خاصۃ وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا اور وہ حرام کیا گیا ہمارے ازواج پر یعنی عورتون پر ازواج جمع زوج بمعنی جفت اور وہ عرب کی زبان مین مرد وعورت دونون پر بولا جاتا ہے جیسے جفت فارسی اور جوڑا اردو مین اور یہان اس سے جنس مراد ہے یعنے مونثون پر خواہ جورو ہون یا عورتین دیگر یا لڑکیان ہون وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً واضح ہو کہ یکن بالیاء التحتیۃ والفوقیۃ دونون پڑھا گیا۔ اور معنی مین بھی کان تامہ لیکر میتۃ کو رفع پڑھا گیا اور نیز ناقصہ لیکر نصب پڑھا گیا اور یہ سب ظاہر ومعروف ہے اور حاصل انکہ جو کچھ ان انعام محرمہ کے پیٹ مین ہے اگر مردہ ہو تو فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ یہ سب اسمین شریک ہین یعنے اسکے کھانے مین مذکر و مؤنث دونون یکسان ہین سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ عنقریب اللہ تعالے بدلا دیگا انکو اسطرح باتین بنانے کا۔ وہ حکیم علیم ہے۔ وصف سے مراد یہی تحلیل وتحریم ہے۔ واضح ہو کہ ما فی البطون کچھ بچہ مین منحصر نہ تھا بلکہ جن جانورون کو حرام کر رکھا تھا انکا دودھ بھی اسی تفصیل پر رکھتے اور بحیرہ کا دودھ مرد کھاتے نہ عورتین اور مردار ہوتا تو مرد وعورتین دونو اسمین شریک ہو جاتے اور یہ ابن عباس رضی

شعبی وغیرہ تابعین سے شیخ ابن کثیرؒ نے مفصل ذکر کیا ہی اور کہا کہ قولہ سیجزیہم وصفہم یعنی عنقریب جزا دینگے ہم انکے قول دروغ کی بزا لقولہ تعالے ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ہذا حلال وہذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب الآیۃ اور مت کہو جسکو تمھاری زبانین دروغ بکتی ہین کہ یہ حلال و یہ حرام ہی تاکہ نتیجہ یہ ہو کہ اللہ تعالے پر دروغ کا افترا باندھو۔ بعد یہ تنبیہ و تحقیق فرمائی

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ

بیشک خراب ہوئے جنھون نے مار ڈالی اپنی اولاد نادانی سے بن سمجھے اور حرام ٹھہرایا جو اللہ نے انکو رزق دیا جھوٹھ باندھکر اللہ پر بیشک بہکے اور نہ آئے راہ پر

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ اکثر قرا کی قرات مین قتلوا از قتل تخفیف ہی اور بعض نے از تقتیل سے تشدید تا پڑھا ہی اور اشعار اس سے بار بار قتل ہوگا اور مراد وہی زندہ درگور کردینے کے طور پر قتل ہی الحاصل خوار وخراب ہوئے وہ لوگ جنھون نے اپنی اولاد کو قتل کیا سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ از راہ جہالت کے بدون علم اس بات کے کہ اسمین کیا سخت خواری وکیا بڑی جہالت ہی اور اللہ تعالی ہر ایک کا رازق ہی اور اُسی نے پیدا کیا ہی۔ اولادہم مین اولاد کو انکی طرف اضافت کیا تاکہ متنبہ ہون کہ کیا بری حرکت کرتے ہین کہ اپنی اولاد کو قتل کرتے ہین اور نیز انکی تفضیح وتشنیع ہی۔ اسمین دلیل ہی کہ بندہ کو یہ کہنا روا ہی کہ ہماری اولاد اگرچہ وہ سب اللہ تعالے کی مخلوق وملک ہی پس جو شخص اسکو باین معنی اپنی طرف نسبت کرے کہ ظہور اسکا اس واسطہ سے ہوا تو صحیح ہی اور جو اسکو اپنی چیز سمجھے وہ خطا کار ہے لیکن محبت وعطوفت بپاس النسبی طبعی جائز ہی اور یہ خلاف محبت ایمانی ہی جو بالکل اللہ تعالے و اُسکے رسول صلعم کے ساتھ ہونا چاہیئے اور تحقیق اسکی سابق مین ہو چکی ہی پھر قتلوا پر عطف کیا وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ اور حرام جانا اُس چیز کو جو اللہ تعالی نے انکو روزی کی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا افترا ودروغ باندھکے اللہ تعالے پر اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی ایسی چیز کو جسکو اللہ تعالی نے حلال کیا ہی حرام جانے وہ کافر ہی جیسے حرام کو حلال جاننے والا بھی کافر ہی لیکن یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ فلان چیز کو اللہ تعالی نے حلال کیا یا حرام کیا ہی اگر کہا جاوے کہ فقہ حنفیہ مین مصرح ہی کہ جو کوئی شخص حلال کو حرام کر لے وہ قسم کا کفارہ دے اور اگر ممکن ہی تو قسم پوری کرے پس اُنھون نے کافر نہین کہا تو جواب یہ ہی کہ حرام جاننے اور حرام کر لینے مین فرق ہی مثلاً کشمش کھانا ایک شخص حلال جانتا ہی لیکن اُسنے قسم کھائی کہ مین نہ کھاؤنگا باوجودیکہ وہ بیقین جانتا ہی کہ حلال ہی پس یہ شخص کافر نہوگا اور البتہ ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت بسبب بیماری کے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا پھر مشرکین کو جو کافر فرمایا تو اس لیئے کہ وہ ان حلال چیزون کو حرام جانتے تھے اور اسپر بہتان بھی باندھتے کہ اللہ تعالے نے حرام کیا ہی اسی واسطے فرمایا قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ دین حق سے برگشتہ ہوئے اور راہ پر نہ آئے اور اگر دین ابراہیم علیہ السلام پر چلتے تو یہ افترا و گمراہی کی باتین نہ نکالتے مگر انھون نے شیطان کی باتین مانین اور اپنے وہم پر چلے گمراہ ہوئے پھر تحقیق فرمائی کہ سب اللہ تعالے کی پیدائش ہی بتون کی شرکت کچھ نہین یہ فقط شیطان کا دھوکا ہی اور سب کا خالق اللہ تعالی ہی

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ

اور اُسنے پیدا کیے باغ چھتریون اور بغیر چھتریون کے اور کھجور اور کھیتی کئی طرح پر اُسکا پھل اور زیتون

وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ

اور انار آپسمین ملتا اور جُدا کھاؤ اُسکے پھل مین سے جسوقت پھل لاوے اور دو اُسکا حق جسدن کٹے اور بیجا نہ اُڑاؤ اُسکو خوش نہین آتے اُڑا دینے والے

واضح ہو کہ اس تحقیق بیان مین مشرکون کے سب وہم وخیالات باطلہ کا رد ہی اور مخلوق سے خالق عزوجل کی طرف ہدایت ہی لیکن اسمین جو کلام ہین وہ مخصوص مشرکون کے ساتھ نہین ہین بلکہ اس حق کی پابندی سب پر واجب ہی لہذا جن امور سے مشرکون پر رد ہی انسے نصیحت لینا چاہیئے اور جو احکام ہین اُنکی پابندی کرنی چاہیئے چنانچہ فرمایا وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وہی او تعالے سب انتہا قدرت والا پاک پیدا کرنے والا ہی جسنے پیدا کیے باغ معروشات وغیر معروشات انشاء پیدا کرنا جنات جمع جنت کی یعنی باغ اور کہا گیا کہ جسمین انگور کے درخت ومیوہ ہون۔ اور مفسرؒ نے جنات کی بساتین سے تفسیر کی جو کہ جمع بستان ہی اور کہا کہ معروشات یعنی زمین پر پھیلے ہوے جیسے خربزے کے فالیز ہوتے ہین۔ اور غیر معروشات جو ساق پر قائم ہون جیسے درخت خرما وغیرہ ہوتے ہین بعض نے کہا کہ جو ٹہنیون اور کھنبون پر چڑھے ہون وہ معروشات ہین ضحاکؒ سے روایت ہی کہ یہ دونون انگور کے حق مین ہین بعضے تو چڑھے ہوتے ہین اور بعضے زمین پر چھائے ہوتے ہین۔ وعن ابن عباسؓ معروشات جنکو لوگون نے لگایا ہو اور غیر معروشات جو جنگل مین خود پیدا ہوئے ہون بالجملہ اس سے اُن جاہل مشرکون کو اپنی عجائب قدرت دیکھنے کو ہوشیار کیا اور سب اپنی خلقت وقدرت کا تماشہ دکھلایا وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ اور پیدا کیا نخل کو اور زرع کو یعنی خرما کے درخت اور اناج کی کھیتیان قیل انکو مخصوص بیان کیا بسبب فضیلت کے اگرچہ جنات مین داخل ہین مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ درحالیکہ مختلف ہین اکل ہر واحد کے یعنی صورت ومزے ہر میوہ واناج کے جدا جدا ہین اور مراد اکل سے ماکول ہین وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ اور پیدا کیے زیتون وانار مُتَشَابِهًا درحالیکہ متشابہ ہین دونون کے ورق یعنی پتے اور یہ بفتحتین ہی جمع آن اوراق۔ اور بفتح اول وکسر ثانی یعنی ندسکوک اور یہان مراد اول ہی کیونکہ دونکے پتے مشابہ ہوتے ہین اور بعض نے کہا کہ رنگ مین تشابہ مراد ہی عن ابن جریج متشابہ دیکھنے مین وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ یعنے مزے مین قال البیضاوی مختلفاً حال مقدرہ ہی کیونکہ انشاء کے وقت ایسا موجود نہ تھا۔ بنا برین متشابہا مین بھی ہر تفسیر پر یہی حال مقدرہ مراد ہوگا یعنے اسکے حق مین وقت پیدائش کے یہ امر مقدر کیا گیا کہ آیندہ باہم متشابہ ہون منظر مین اور غیر متشابہ ہون مزے مین كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ کھاؤ اُسکے پھلون سے جب پھل آدین قال المفسر یعنے پکنے سے پہلے قال البیضاوی یعنے اگرچہ ہنوز پختہ نہوے ہون۔ یہ حکم جو دیا گیا بصیغۂ امر تو امر وجوب نہین بلکہ امر اباحت ہی اور یہین سے استدلال کیا گیا کہ امر کبھی اباحت کے لیئے آتا ہی۔ بعض نے کہا کہ مقصود اس سے یہ کہ حق واجب ادا کرنے سے پہلے اسمین سے کھانا مباح ہی اور بعض نے کہا کہ یہ وہم نہو کہ بدون پکنے کے اسکا توڑنا کھانا نہین چاہیئے اور بعض نے کہا کہ احسان ہی کہ ان چیزون کا پیدا کرنا بندون کے کھانے کیواسطے ہی پھر اگر خالق عزوجل کی نافرمانی کرین تو بہت برا ہی اس احسان کو نہ بھولین لہذا فرمایا وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ اور ادا کرو اسکی زکوۃ کو اُسکے حصاد کے روز خواہ دسوان حصہ شرعًا واجب ہو یا بیسوان حصہ واجب ہو حصاد بالفتح قراءۃ ابو عمرو وابن کثیر۔ ابن عامر۔ عاصم۔ ہی اور بالکسر قراءۃ باقی قراء ہی اور یہ دونون لغت ہین اور معنی یہ کہ آخری وقت پر پہونچکر کاٹ کر تیار ہو جاوے لہذا ابن عباسؓ نے بنا بر روایت علی ابن ابی طلحہ کے کہا کہ یعنی زکوۃ مفروضہ ادا کرو جس دن اسکا پیمانہ کیا جاوے اور سب ناپ تول معلوم ہو جاوے رہا حصد بدون الف تو اسکے معنی مطلق کاٹ لینا یا چن لینا بدون اسکے کہ انتہاء وقت معتبر ہو قال سیبویہ جب انتہاء زمانہ مراد ہوتی ہی تو مصدر کو بروزن فعال لاتے ہین اور بسا اوقات اسکی فاء کو کسرہ دیکر فعال بولتے ہین پھر حق سے یہان کیا مراد ہی زکوۃ یا اور کوئی حق دیگر واجب یا مستحب؟

اور وہ اب بھی واجب ہی یا منسوخ ہوا اور مفسرینؒ نے اختیار کیا کہ مراد زکوٰۃ ہی مگر اسمین اختلاف ہے چنانچہ تفسیر ابن کثیر وغیرہ مین تفصیل ہی
کہ ابن عمر وعطا و مجاہد و سعید بن جبیر سے مروی ہوا کہ انکے نزدیک آیت محکمہ ہو اور مالک پر واجب ہو کہ حصاد کے روز جو مساکین حاضر ہون
انکو ایک لپ وغیرہ کچھ دیدے **قال المترجم** اس زمانہ مین اسی پر فتوی دینا چاہیئے کیونکہ صیغہ عشر و زکوٰۃ مفقود ہو گیا ہی انس بن مالک
و ابن عباس و محمد بن الحنفیہ و حسن و نخعی و طاؤس و ابو الشعثا و جابر بن زید و ضحاک و قتادہ و ابن جریج و سعید بن المسیب سے جو مروی ہی
اس سے ثابت ہوا کہ انکے نزدیک اس سے مراد زکوٰۃ ہی یعنی اتکہ یہ حق بعد تعیین زکوٰۃ کی مقدار کے منسوخ ہوا اور بجائے اسکے زکوٰۃ متعین ہوئی
ابن جریرؒ نے اسی کو اختیار کیا اور اسی کی مؤید ہی یہ بات کہ یہ آیت تو مکیہ ہی اور زکوٰۃ کا حکم مدینہ مین ہجرت کے دوسرے سال نازل ہوا اور
یہی مذہب جمہور اہل علم سلف و خلف و انکے بعد کا ہی اور ابن عباس سے مصرح ہی کہ زکوٰۃ نے قرآن کے ہر صدقہ کو منسوخ کر دیا۔ ایک جماعت
علما نے کہا کہ زکوٰۃ سے ہر صدقہ کا وجوب منسوخ ہوا اور رہا استحباب تو وہ باقی ہی اور نظیر اسکی روزۂ عاشورا ہی کہ بعد رمضان کے
اسکا وجوب منسوخ ہوا اور یہ کہا گیا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے **قال عمر رضی اللہ عنہ** صحابہ کا دستور تھا کہ جو مسکین آجاتا
اسکو کچھ دیتے سوا اسے صدقہ کے یعنی زکوٰۃ کے۔ ابو سعید خدری نے نبی صلعم سے اس آیت مین روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جو دانہ بالیون
مین سے گر جاوے۔ رواہ ابن مردویہ و ابن المنذر و ابو الشیخ والنحاس **قال ابن کثیر و ابن عباس** وغیرہم سے جو مذہب نسخ کا
مروی ہوا مجھے اسمین ہی کہ وہ نسخ اصطلاحی نہین بلکہ ایک چیز در اصل واجب تھی پھر زکوٰۃ سے اسکی مقدار و کمیت و تفصیل بیان کر دیگئی
امام احمد و ابو داؤد نے جابر ابن عبد اللہ رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے ہر دس وسق چھوہارے توڑنے والے کو حکم کیا کہ ایک گچھا
لاکر مساکین کے واسطے مسجد مین لٹکا دے **قال ابن کثیر اسنادہ جید قوی قال المترجم** شاید جمہور کے قول پر یہ حکم بھی اوائل
ہجرت یا دوم مین نزول زکوٰۃ سے پہلے ہوگا واللہ اعلم۔ اور بنا بر مذہب اول کے سوائے زکوٰۃ کے ہوگا عن ابی العالیہ سوائے زکوٰۃ کے
صحابہ رضی اللہ عنہم کچھ نہین دیتے تھے **قال المترجم** شاید معنی یہ ہین کہ بنام زکوٰۃ کے کوئی اور صدقہ بندھا ہوا نہ تھا اور نہ تصدق کرنا تو
صحاح و آثار مین بہت ثابت ہی ومن اختار المذہب الاول من المتاخرین الواحدی والرازی وقد اشار المترجم الی اہل الفتوی فی
ہذا الزمان ان لو تاملوا فیما نزل بالناس وافتوا بہذا احب الی مما اختارہ الجمہور واللہ اعلم وہو الموفق للصواب وَلَا تُسْرِفُوٓا اور مت اسراف
کرو یعنی سب پیداوار صدقہ کرنے مین حتی کہ تمہارے عیال کے لیئے کچھ نہ باقی رہے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ اور تعالیٰ نہین دوست
نہین رکھتا مسرفون کو یعنی حد سے تجاوز کرنے والون کو نہین چاہتا **قال ابو العالیہ** حصاد کے روز صحابہؓ کچھ دیتے تھے پھر اسمین حد
زیادہ دینا شروع کیا اور اسراف کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا عن ابن جریج اس آیت کا سبب حضرت ثابت بن قیس بن شماس
ہوے کہ انھون نے اپنا باغ خرما توڑا اور کہا کہ نہین آویگا آج کوئی میرے پاس مگر آنکہ مین اسکو دونگا پس برابر دیتے رہے یہانتک
کہ شام کو انکے پاس کوئی چھوہارا نہ رہا تو نازل ہوا کہ ولا تسرفوا انہ لا یحب الآیہ۔ رواہ ابن جریر عنہ۔ ابن جریج نے عطاؒ سے روایت
کی کہ ہر چیز مین اسراف کرنے سے منع کر دیے گئے ایاس بن معاویہ نے کہا کہ جسمین تو حکم الٰہی سے تجاوز کرے وہ اسراف ہی سدیؒ نے
کہا کہ اپنے مال کو اسطرح مت دو کہ محتاج ہو کر بیٹھ رہو سعید بن المسیب و محمد بن کعب نے کہا کہ صدقہ دینے سے ہاتھ مت روکو یہانتک
کہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کرو **قال المترجم** اس قول مین اور اقوال اولے مین اسراف بمعنی حد سے تجاوز ہی لیکن اول مین تو بیان ہی کہ
کچھ دینے مین اسراف نہ کرو۔ اور قول دوم مین بیان ہی اسکا کہ بخل کی طرف تجاوز نہ کرو یعنے نہ دو یہانتک کہ بخل تک نوبت پہونچے قال

مقاتل یعنے زرع وانعام مین بتون وشیطانون کا حق مانکر شرک نہ کرو **قال الزہری**رح یعنے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے طور پر خرچ کرو
قال الحافظ پھر ابن جریرؒ نے یہان عطاؒ کا قول اختیار کیا کہ ہر چیز مین اسراف سے ممانعت مراد ہی۔ اسمین شک نہین کہ یہ قول صحیح ہی
لیکن واللہ اعلم سیاق سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ کھانے مین اسراف نہ کرنا مراد ہی یعنے کھانے مین اسراف مت کرو کیونکہ اسمین عقل و
بدن کو مضرت ہی بمانند قولہ کلوا واشربوا ولاتسرفوا الآیۃ۔ اور صحیح بخاری مین ہی کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو بدون اسراف کے اور بدون
اترانے کے **قال المترجم** سیاق تو مذمت مشرکین ہی کہ بیجا تحریم وتحلیل کرتے تھے پس اظہر واشمل قول ابن جریرؒ ہی واللہ اعلم پھر قولہ
انہ لایحب المسرفین جملہ معترضہ ہی کیونکہ تمام سیاق تحقیق ختم نہوا جیسا کہ آیات مابعد سے واضح ہی۔ اور واضح رہے کہ اوپر کے اقوال سے
نکلا کہ خیرات مین بھی اسراف جاری ہوتا ہی چنانچہ ابدأ بمن تعول حدیث صحیح مین حکم ہی کہ پہلے اپنے عیال سے شروع کر یعنے پھر بچے
تو اورون کو صدقہ دے۔ وعن مجاہد رحمہ اللہ اگر تو کوہ ابوقبیس کے برابر خدا کی عبادت مین خرچ کردے تو یہ اسراف نہوگا اور اگر
آدھ سیر اسکی نافرمانی مین خرچ کرے تو اسراف ہی **قال المترجم** سلف کے اقوال اس بارہ مین بہت ہین اور انمین باہم اختلاف نہین ہی
چنانچہ قول مجاہدؒ سیاق در بیان اسراف ہی یعنے معصیت الٰہی مین ذرا سا بھی اسراف ہی اور عبادت مین بہت بھی محمود ہی پس جو شخص کہ پہاڑ
برابر راہ خدا مین خرچ کرنے کی استطاعت پاوے اُسکو ثواب ہی پس اگر اسطرح خرچ کیا کہ عیال بھوکے رہے اور غیرون کو دیدیا
تو اسنے عبادت کے موافق خرچ نہ کیا پس معصیت ہوئی اور اس سے ظاہر ہوا کہ اسکے طریقہ مین اعتماد حدیث صحیح پر ہی جو سابق مین اپنے
مقام پر مذکور ہوچکی ہی فتذکر **فی العرائس** قولہ وہو الذی انشأ جنات معروشات وغیر معروشات عارفون کے دلون مین اللہ
تعالیٰ نے انوار باطن کے باغ اگائے ہین جنمین مشاہدات ومکاشفات وجمال ووصال ومودت وقرب وغیرہ کے مختلف طرح طرح
کے پھل پھول ہین پس بعض کے حقائق معاملات وحالات مانند قسم انگور کے محروس ہین بایں صفت کہ اُسکے ثمرات درگاہ قدیم سے
متصل اور اسکے انوار آسمان یقین تک ساطع ہین اور یہ اُن افعال واقوال کا نتیجہ ہی جو کمال صدق وصفاء قلب سے بندہ کے
دل سے اللہ تعالیٰ نے جذب فرماکر اس منزلت کو پہونچایا لقولہ تعالیٰ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اور بعض انمین سے
غیر معروش ہین جو کہ ہموم وغموم پر چڑھے رہگئے اور یہ مشیت وارادہ الٰہی ہی تا کہ اسکو ہر مرید وطالب صادق دہان سے لیوے اور
یہ علین ایمان ہی جو زمین دل مین ثابت اور اُسکی شاخین آسمان پر ہین کما قال تعالیٰ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء **مترجم** کہتا ہی کہ اللہ تعالیٰ
عزوجل نے مومن کی مثال درخت نخل یعنے چھوہارے سے اور کافر ومشرک کی مثال درخت پیاز ولہسن کے مانند سے بیان کی اور
حدیث صحیح مین بھی ایسی مثالین آئی ہین اور یہ ظاہر ہی کہ یہ تمثیل باعتبار ایمان وکفر وغیرہ اعمال کے ہی اور یہ متعین ہی کہ ان اعمال واقوال پر
آثار قرب ونور وشرح الصدر ورجوع بجانب دار الخلود ودنیا سے بے رغبتی واستعداد موت وغیرہ ظاہر ہوتے ہین اور یہ سب
احادیث وآثار مین مصرح ہین اور دیگر امور شدت محبت ومودت وغیرہ کثرت سے بھی مصرح ہین اور دیگر لوازمات کی طرف اشارہ ہی
جنکی توضیح مطیع متبع سنت وکتاب اولیاء اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہی **مترجم** کہتا ہی کہ اب تجھکو یہ وہم نہو کہ آیات مین باغ پیدا کرنے کا
بیان ہی اور شیخ روزبہانؒ نے اسکو عبارت آرائی وشاعرانہ خیالات پر محمول کیا کیونکہ مترجم نے مصرح کردیا کہ کمال بلاغت کلام
یہ ہی کہ اس سے علاوہ کامل مضمون کے جسکے واسطے بیان ہوا ہی دیگر اشارات مفید ومقصودہ ظاہر ہون اور غیر معروشات کی تفسیر گزری
کہ اسکو ہر ایک پاجا دے زمین مین پھیلے ہوسے مانند بطیخ وغیرہ کے ظاہر ہین پس اور ادراک ایمان ہر مومن کے ساتھ نعمت ہی جسکے تابع ہین گویا

تو واضح ہو کہ جنات معروشات وغیر معروشات کا اشارہ تو شیخ نے بیان کر دیا اب زرع کا بیان رہا تو شیخ نے کہا کہ انکی کھیتوں میں تخم محبت جمتے ہیں جنکے مزے طرح طرح کے ہوتے ہیں چنانچہ اقرار و تقدیس و شوق و عشق و خوف و امید اور عصمت و معرفت و توحید و تجرید۔ اپنی اپنی استعداد ازلی سے نشو و نما پاتے ہیں جیسے ظاہر میں ہر اناج کی شکل و صورت و مزہ مختلف ہوتا ہے۔ پھر زیتون اسکا اخلاص ہے جو سینا و وصال سے بدہن نور جمال و صبغ صبح جلال پیدا ہوتا ہے اور جو فرمایا کہ متشابہ و غیر متشابہ تو ہر ایک ہیں منظر نور تجلی سے التباس ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وصف فرمایا الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شئی علیم۔ اور نیز اسکا وصف فرمایا بقولہ تعالیٰ وشجرۃ تخرج من طور سیناء تنبت بالدہن وصبغ للآکلین۔ اور یہیں سے خطاب فرمایا اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بقولہ تعالیٰ نودی من شاطی الواد الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ ان یاموسیٰ انی انا اللہ الآیہ پھر رمان سینے انار کو جو فرمایا تو وہ درخت الہام ہے جس کا پھل حقائق حکمت اور دقائق قدرت ہیں قولہ متشابہا و غیر متشابہ یہ امور مذکورہ بعض سے بعض قریب ہیں اور بعض سے بعضے بعید ہیں کیونکہ بعض حالات و بعض معاملات و بعض واردات و بعض مکاشفات و بعض اسرار و بعض انوار ہیں

قال المترجم یہ کوئی بدون قدرت و رضائے الٰہی کے کسی اور شخص سے پیدا نہیں ہو سکتے اور تمام جہان میں جو ظاہر ہیں درختان میوہ دار پیدا ہوتے ہیں اور کھیتیاں اگتی ہیں انمیں باغبان و کاشتکار کو جتنی مداخلت ہوتی ہے وہی اور وہ نادان آدمیوں کے قلوب میں ہے اور جو زمینوں کا حال ہے کہ کہاوراد سرسبز و غیرہ ہیں کسی میں میوہ اور کسی میں فواکہ اور کسی میں اناج عمدہ اور کسی میں گھٹیا اور کسی میں ساگ پات اور کسی میں لکڑی جلانے کی اور کسی میں جانوروں کی گھاس ہی پیدا ہوتے ہیں اور بعضی ایسی ناقص ہیں کہ انمیں کچھ بھی نہیں پیدا ہوتا اسی طرح قلوب بنی آدم ہیں اور یہ مثال حدیث صحیح میں بھی مذکور ہوئی ہے جسکو مترجم نے پارہ اول میں مع تشریح قول الشیخ محی الدین بن العربی ذکر کیا ہے پس یہ سب پوری مثال ہے اور کیا اچھی تمثیل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو شور و کھاری زمین سے اگا دے لیکن اسنے نہیں چاہا اور عجب ہے کہ لوگ دیکھتے ہیں اور یہاں قدرت الٰہی میں شک نہیں لاتے حالانکہ کافر و مشرک میں تقدیر و مشیت میں منافق و متردد ہو جاتے ہیں اللہم اہدنی فیمن ہدیت واغفرلی انک انت الغفور الرحیم اور ہرگز وہ لوگ جو تقدیر کے منکر ہیں ہدایت پر نہونگے جب تک تقدیر پر ایمان نہ لاویں اور یہ سمجھیں کہ وہ کس کھیت کی مولی ہیں جو تمام حکمت الٰہی کو سمجھ جاویں ایک ناچیز بلکہ ہیچ مخلوق پس وہ بڑا گدھا ہے جو اس خوض میں پڑا کہ تقدیر سے واقف ہو پس ای اہل ایمان ثابت رہو اور اخلاق پر احکام الٰہی سے تقویٰ کرو والسلام **قال الشیخ** پھر ان باغوں کے پروردگار مالک ذوالجلال نے بندوں کو خطاب فرمایا کہ ان پھلوں و میوہ جات سے ضرور انتفاع حاصل کریں تاکہ قوت ایمان و نور یقین بڑھ جائے اسی واسطے فرمایا کلوا من ثمرہ اذا اثمر۔ پھر بندوں کو حکم دیا کہ ان نعمتوں کی زکوٰۃ مریدوں و طالبوں کو بیان و ہدایت و نصیحت و اتباع سنت سے مع بیان مقامات و حالات کے ادا کریں بقولہ تعالیٰ وآتوا حقہ یوم حصادہ یعنی جب احوال اعمال مستقیم و کامل ہوں تب ایسا کرو **قال المترجم** اسمیں تصریح ہے کہ کسی شخص کو روا نہیں کہ بدون اپنی اصلاح کے مقامات و حقائق کو بیان کرے اور بہت سے مشائخ نے یہ تصریح کر دی ہے اور مکاری و فریب سے عارف بننا آخرکار گمراہی ہے اور نصیحت اعمال شرع کی علی العموم فرض ہے جیسے اپنے نفس کی اصلاح فرض ہے اور پیر بننا بڑے خطرہ کا مقام ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اچھا ہے پھر پیر بنکر عجب و غرور و شیطانی وساوس میں پڑ کر بدتر ہو گیا اللہم انی اعوذ بک۔ **قال الشیخ** پھر لوگوں کو حکم کیا کہ یہ نعمتیں ان بندوں سے جو اسکے لائق و مستحق ہوں دریغ نکریں بقولہ تعالیٰ ولا تسرفوا کیونکہ مستحق کو نہ دینا ظلم ہے جیسے غیر مستحق کو دینا اسراف ہے

قال المترجم عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم سے روایت ہے کہ یہ خطاب مسلمانوں کے سرداروں کو ہے جو زکوٰۃ وصول کرتے ہیں چنانچہ انکو

حکم دیا کہ حق واجب سے بڑھکر نہ لیوین اور غیر مستحق کو نہ دیوین پس جو اشارہ شیخ نے ذکر کیا انھین حضرت ابن زید کے قول پر مستقیم ہی اور توضیح اشارہ یہ ہی کہ ہر عارف کو ان مقامات سے جسقدر پھل ملا ہو اس سے زیادہ حق ظاہر نہ کرے اور ان علوم مین سے غیر مستحق کو نہ دیوے اور حاصل یہ کہ لوگون کی تعلیم مین انکو درجہ بدرجہ چڑھا وے حتی کہ جسقدر قلب انکا صاف ہوگا اسی قدر انوار سے اور فہم خطاب سے آگاہ ہونگے پس جسنے مبتدی کو اسرار سنائے اُسنے اسکو گمراہ کیا اور اپنے اوپر وبال لیا فافہم۔ قولہ تعالی انہ لایحب المسرفین۔ بعد اسکے وہ شخص خود ان باغون وانوار سے محجوب ہوگا۔ اللہ تعالے اپنے فضل وکرم سے جسکو عطا فرماوے وہی بندہ ہی اور جو بندہ ہی اسی کو عطا ہوتے ہین کیا اچھے باغ ہین کیا خوب حالات مین کیا پاکیزہ بلبل ہین کیا خوبصورت انکی تسبیح ہی کہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم حضرت استاذ نے اس آیت مین فرمایا کہ ظاہری باغون سے جو قدرت الٰہی سے تمام روئے زمین پر نظر ڈالنے سے پیدا ہوتے ہین انسے باطن وقلوب کے باغ بہت ہی خوب ہین گویا یہ مجاز اور وہ حقیقت ہین انکی سرسبزی وشادابی اور انکے چاند وسورج وانکے آب وتاب کا کیا کہنا انکی زکوٰۃ شکر نعمت ہے اس سے بہت بڑھا ؤ رہو والحمد للہ رب العٰلمین

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ

اور پیدا کیے مواشی مین لدنے والے اور دبے کھاؤ اللہ کے رزق مین سے اور مت چلو شیطان کے قدمون پر وہ تمھارا دشمن صریح ہی

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا

پیدا کیے آٹھ نر اور مادہ بھیڑ مین سے دو اور بکری مین سے دو پوچھ تو کہ دونون نر حرام کیے ہین یا دونون یا

اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۙ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ

وہ جو لپٹ رہا ہی مادون کے پیٹ مین بتاؤ مجھکو سند اگر تم سچے ہو اور پیدا کیے اونٹ مین دو اور گائے مین

اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ

دو پوچھ تو دونون نر حرام کیے ہین یا دونون مادہ یا جو لپٹ رہا ہی مادون کے پیٹ مین یا تم حاضر تھے

اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

جسوقت اللہ نے تمکو یہ کہدیا تھا پھر اس سے ظالم کون جو جھوٹھ باندھے اللہ پر تا لوگون کو بہکا وے بغیر تحقیق

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۟

بیشک اللہ راہ نہین دیتا بے انصاف لوگونکو

بقیہ تحقیق اور تنبیہ کو اللہ تعالی نے مشرکون کے رد اور مومنون کی ہدایت کیلیے بیان فرمایا وَمِنَ الْاَنْعَامِ انعام جمع نعم غالب استعمال اسکا اونٹ گائے وبکری کے انواع مین ہی اور تحقیق اوپر گذری ہی یعنے اور اسی پاک پروردگار خالق متعال نے پیدا کیے جملہ جانور اور انمین سے انعام سے کر دیے حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا حمولہ وفرش۔ پس حمولہ بروزن فعولہ بمعنی فاعل جسمین تذکیر وتانیث یکسان لفظ سے آتی ہی قال المفسر ایسے انعام جو لادنے کے کام کے لائق ہین مانند بڑے اونٹون کے۔ اور فرش وہ جو بوجھ لادنے کے لائق نہین جیسے چھوٹے اونٹ وبکریان انکو فرش اسواسطے کہتے کہ مانند زمین کے مفروش ہین یا زمین پر فرش ہین بسبب زمین سے نزدیک ہونے کے عن عبد اللہ بن مسعود رضی حمولہ وہ اونٹ جنپر لادا جاتا ہی وفرش چھوٹے اونٹ۔ رواہ الحاکم وصححہ وکذا قال ابن عباس ومجاہد اور علی بن ابی طلحہ نے

ابن عباس سے روایت کی کہ حمولہ تو اونٹ و گھوڑے و خچر و گدھے و ہر جانور جسپر لادا جاوے اور فرش وہ بکری بھیڑی ہین اسی کو ابن جریر نے
اختیار کیا اور کہا کہ میرے خیال مین فرش اسوجہ سے کہا گیا کہ زمین سے نزدیک زیادہ ہوتے ہین **قال المترجم** بتفسیر بنا برآنکہ انعام کا لفظ
جملہ چوپایہ کو سواے درندے واسکے مانند کے شامل ہو ربیع بن انس و حسن و ضحاک و قتادہ وغیرہ نے کہا کہ حمولہ اونٹ و گاے اور فرش بکریان
مفسر رحمہ اللہ نے شاید قول ابن عباس بروایت علی بن ابی طلحہ اختیار کیا کما یظہر من ظاہر کلامہ اور زجاج نے کہا کہ اہل لغت کا اجماع ہے کہ
فرش چھوٹے اونٹ ہین كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ کھاؤ اس چیز سے جو تمکو اللہ تعالے نے رزق دیا وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ
خطوات جمع خطوہ قدم اور مراد طریقے ہین یعنے بعض کو ان انعام مین حرام و بعض کو حلال سمجھتے ہین جو شیطانی طریقون کی تمنے پابندی کی ہے وہ
چھوڑ دو اور جو اللہ تعالے نے تمہارے واسطے حلال کیا اسکو کھاؤ اور شکر الٰہی ادا کرو اور ہر وقت اپنے نفس کی اصلاح کرو تاکہ کمال قرب
الٰہی کو پہونچو اور شیطان سے ہوشیار رہو اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بین العداوۃ۔ وہ یعنی شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اسنے تمہارے
باپ آدم کو جنت سے نکالا اور تمہاری گمراہی کا بیڑا اٹھایا ولقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکونوا تعقلون تم مین سے بہت سے گروہ اگلون کو
اسنے گمراہ کر ڈالے یہانتک کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے پھرے آخرکار نوبت سے مختلف عذاب الٰہی سے ہلاک ہوے اب بھی کیا تم
نہین سمجھتے ہو یہانتک کہ شیطان کے حرام تبلانے سے حرام سمجھنے لگتے اور حلال تبلانے سے حلال رکھتے ہو حالانکہ یہ الٹی بات ہے چنانچہ
اسنے پاکیزہ گوشت سانڈ اونٹ وغیرہ کا تمپر حرام کیا اسکو تم نہین کھاتے اور خون کو جمع کرکے اسکے تھکلے کے تھکلے کاٹ کر کھاتے اور مردار
جانور اور کھال اور ایسی ہی ناپاک چیزین کھائے جاتے ہو تمکو ذرا بھی عقل نہین آتی پھر اسپر تمکو اسنے بیوقوف بنایا کہ آخر تمنے اللہ تعالیٰ پر افترا
باندھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو ایسا حکم دیا ہے قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء۔ اللہ تعالیٰ کبھی فحش باتون کا حکم نہین فرمایا پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے
حمولہ و فرش کو بیان کرکے انکو تنبیہ فرمائی کہ تم شیطان کے مسخر بنے اور عقل سے دور پڑے ہو ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ بدل واقع ہے حمولہ و فرشا کا یعنی انعام حمولہ و فرش
جملہ ثمانیہ ازواج ہین یعنے چار جوڑے ہین چار صنف کے۔ اور ازواج جمع زوج کی کبھی بمعنی صنف آتا ہے اور مفسرؒ وغیرہ نے ازواج بمعنی اصناف
لیا ہے اور بیضاویؒ نے کہا کہ زوج وہ کہ اسکے ساتھ جنس کا دوسرا اسکا مزاوج ہو اور کبھی ان دونون کے مجموعہ کو کہتے ہین یہان معنی اول
مراد ہین حاصل آنکہ واحد اگر ایسا ہو کہ منفرد ہو خواہ نر ہو یا مادہ تو اسکو فرد بولتے ہین اور اگر اسکے ساتھ اسکی جنس سے جمع ہو جاوے ایک مذکر اور
ایک مونث تو دونون کو بھی کبھی زوج کہتے ہین اور ہر ایک کو بھی اس حالت مین زوج کہتے ہین اور رہا مونث کو زوجہ کہنا تو یہ عجمیون کی بولی ہے
عرب والے زوج ہی کہتے ہین اور دونون کو زوجان بولتے ہین کما فی قولہ وجعل منہ الزوجین الذکر والانثی اسلیواسطے یہان چار جوڑ کو ثمانیہ ازواج
فرمایا مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ ای زوجین اثنین الذکر والانثی یعنی ضان سے دو زوج نر و مادہ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ اور معز سے بھی زوج نر و مادہ
الضان جمع ضائن اور مادہ کو ضائنہ کہتے ہین اور یہان بکریون کی قسم ہے جنپر صوف یعنی پشم ہوتی ہے اور معز اسکے برخلاف جسکے بال اور چھوٹی دم
ہوتی ہے پس ضان کے نر کو کبش کہتے ہین اور مادہ کو نعجہ کہتے ہین اور معز کے نر کو تیس اور مادہ کو عنز کہتے ہین پس ثمانیہ ازواج مین سے اربعہ یعنے
چار کو یہان ذکر کیا کہ مشرکین انمین خاص خاص تحلیل و تحریم شیطانی کے معتقد تھے جیسا کہ سابق مین مذکور ہو چکا ہے تو انکو ذکر کرکے فرمایا قُلْ
یا محمد لمن حرم ذکور الانعام تارۃ واناثہا اخری ونسب ذلک الی اللہ تعالے افترا علیہ یعنے کہدے اے محمد ہر ایسے مشرک سے جسنے کبھی انعام
کے نر کو حرام سمجھا اور کسی صورت مین مادہ کو حرام جانا اور اسکو اللہ تعالے کی طرف نسبت کیا کہ اللہ تعالے نے یون ہی حکم دیا ہے پس ایسے
مشرک سے کہہ کہ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ بھلا ہر دو مذکر ضان و معز کو حرام کیا یعنے کبش و تیس کو حرام کیا ہے اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ یا ان دونون

سے کے مادہ یعنی بھیڑ وبکری کو حرام کیا اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یا وہ کہ مشتمل ہوا اسپر ہر دو مادہ کا بچہ دان خواہ نر ہو یا مادہ ہو نَبِّئُوْنِیْ مجھے بتلاؤ عن کیفیۃ تحریم ذٰلک آگاہ کرو مجھکو علم کے ساتھ اسکی تحریم کی کیفیت سے اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو کہ اللہ تعالے نے بیہ اسکو حرام کیا ہے معنی یہ ہین کہ کس اصل پر تمکو تحریم بتلائی گئی ہے اگر از جانب مذکورہ ہے یعنے نر ہونے کی جہت سے تحریم آئی ہے تو سب نر حرام ہوے پس بعض کی تخصیص کیون کرتے ہو اور اگر مؤنث ہونے کی جہت سے ہے تو جملہ مؤنث حرام ہوئین اور اگر اشتمال رحم سے تحریم آجاتی ہے تو نر ومادہ دونون حرام ہین کیونکہ دونون قطعًا رحم سے متولد ہین پھر یہ تخصیص بعض کی کہان سے ہوئی یہ استفہام انکاری ہے آیت مین دلیل ہے کہ قواعد شرعی اصول پر ہین اور متفرق باتین نہین ہین چنانچہ کل مسکر حرام وغیرہ بعلت سکر مصرح ہین اور اہل اسلام مین علماء اصول الفقہ رحمہم اللہ تعالی نے اسمین کوشش کی اللہ تعالی سب پر رحم کامل فرما دے پس جسنے انکو ممنوع سمجھا وہ بیوقوف ہے اور نیز آیت مین دلیل ہے کہ ہر تحلیل وتحریم وغیرہ مین علم شرعی معتبر ہے وہ ادلہ فقہ یعنی کتاب اللہ تعالی وسنت رسول اللہ صلعم واجماع امت وآخر مین قیاس مجتہد ہے اور قیاس کے معنی یہ ہین کہ ظاہر کرنا بدلیل کہ اس صورت ومسئلہ مین یہ حکم اللہ تعالی کا نکلتا ہے اور یہ معنی نہین ہین کہ قیاس کر کے مجتہد خود کوئی حکم بنا دے حتی کہ اگر مجتہد کو کسی مسئلہ مین کوئی حکم الٰہی ظاہر نہو تو وہ خاموش رہے اور نیز واضح رہے کہ بہت سے امور ایسے ہین کہ انمین عقل کو مجال نہین جیسے نمازون کی رکعات اور مثلًا عید کے دن روزہ حرام ہے اور جیسے دارمی وغیرہ کی روایت مین ثابت ہوا کہ کچھ لوگ مسجد نبوی صلعم مین ایک حلقہ کر کے بیٹھے اور اسی طرح ذکر کرنے کا طریقہ نکالا کہ سب کے سب سبحان اللہ پڑھو پھر سب کے سب الحمد للہ الحمد للہ پڑھو اسی طرح پس عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اسکو بدعت قرار دیا اور ان لوگون نے کہا کہ یہ تو فقط یاد الٰہی ہے مگر آپ نے ملامت کی اور فرمایا کہ ابھی اتنا زمانہ نہین گذرا کہ حضرت صلعم کے برتن ثابت موجود ہین مگر تمنے بدعتین نکالین راوی کہتا ہے کہ مین نے دیکھا کہ اکثر انمین سے خارجیون کے ساتھ مارے گئے بالجملہ جو امور توقیفی ہین انپر کوئی اصل نہین باندھی جاتی ہے اور یہ سب مفصل علماء اصول فقہ رحمہم اللہ نے بیان کر دیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے ایسے شخص کے حق مین جو رائے سے کوئی مسئلہ بیان کرے دلیل شرعی سے سزا دینا ظاہر فرماتے تھے اور یہی کتب مین مذکور ہے بالجملہ آیت مین مشرکون پر ملامت کی کہ کون علم شرعی تمہارے پاس ہے جس سے تم یہ تحریم وتحلیل کا حکم ظاہر کرتے ہو حالانکہ سوا دلیل شرعی کے کوئی علم وفن ہو وہ قطعی دربارہ غیب کے نہین ہے پھر اسی طرح دوسری قسم یعنی باقی چار ازواج کے بارہ مین فرمایا وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ اور اونٹ سے نر و مادہ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ اور گائے سے نر و مادہ پیدا کئے قُلْ آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یعنے انمین بھی اگر جانب ذکورت حرمت ہے تو سب نر اور از جانب انوثت ہے تو سب مادہ اور اشتمال رحم ہے تو دونون حرام ہین حتی کہ چھوٹے سے بڑے تک اور ما سوائے انکے جو تمکو معلوم ہین انمین بھی یہ بات تم نے کس اصول شرع پر قرار دی ہے مشرکون کے پاس اسکا جواب کہان تھا وہ تو شیطان کی شرع مانتے تھے اور اسی کے وسوسے سے اللہ تعالے پر افترا کرتے پھر افترا و باطل سب بے بنیاد ہین وہ کہان تک چل سکتے ہین - لامحالہ لاجواب ہوئے پھر انکو اور بھی تبکیت کی اور شرمندہ کیا بقولہ اَمْ كُنْتُمْ اے بلکہ کیا تم شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا علم وحی تو نہین ہے بلکہ یہ کہو تم وہان حاضر موجود تھے جب اللہ تعالے نے تمکو اس تحریم کی وصیت فرمائی پس تمنے اسپر اعتماد کیا اور کہنے لگے کہ اللہ امرنا بہا اللہ تعالے نے ہمکو اسکا حکم کیا ہے حاصل آنکہ یہ سب تو کچھ نہین پس ضرور تم اس دعوے مین جھوٹے ہو افترا باندھتے ہو اور ڈرو اللہ تعالے سے کہ خواہ مخواہ مرو گے اور مرتے ہی عذاب مین پڑ جاؤ گے واضح ہو کہ بعض کو یہ وہم ہوا کہ شرع مین بعض امور توقیفی ہین کہ جہانتک بتلائے گئے ہین انھین تک واقفیت ہے اسپر قیاس نہین ہو سکتا لہذا مشرکین اپنے افترا کی

تحریم وتحلیل کو بھی توقیفی کہہ سکتے تھے پس رد کیونکر ہوا تو جواب اس وہم کا یہ ہے کہ مشرکین نے اسکو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا تھا اسکو رد کر دیا کہ تم علم شرع سے بتلاؤ کہ چار ازواج ضان ومعز میں اور چار ازواج ابل وبقر میں تمنے کس شرع ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام سے یہ تحریم وتحلیل وبحیرہ وسائبہ جانا کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کے وقت میں نہ تھا تو کسی قیاسی قاعدہ سے نکالا ہوگا کیونکہ توقیفی تو ثابت نہیں پس علت بھی ذکورت وانوثت واشتمال رحم کی باطل علاوہ بریں انعام میں سے فقط ابل کے ساتھ یہ خصوصیت کس جہت سے ہے پس جب توقیفی نہیں اور نہ کوئی اصل شرعی ہے تو شاید تمنے خود حاضر ہو کر سنا ہوگا یہ بالضرور باطل پس خواہ مخواہ تم جھوٹے ہوا ور امام فخر رازی نے کبیر میں معنی آیت میں دو وجہ دیگر لکھیں ایک یہ کہ یہ کلام انکے قول کا باطل ہونا ثابت کرنے پر استدلال نہیں بلکہ استفہام انکاری ہے یعنے تم کسی نبی کی نبوت کا اقرار واعتراف نہیں کرتے تو کیونکر کہتے ہو کہ یہ حلال ہوا اور وہ حرام ہے اور دوم آنکہ اللہ تعالیٰ نے انعام سے آٹھ ازواج بیان فرمائے تو تمنے بحیرہ وسائبہ ووصیلہ وحام کی تخصیص فقط جنس اونٹ سے کیونکر رکھی اور باقی تین اقسام میں کیوں چھوڑی ہے **قال المترجم** رازیؒ نے ان دونوں وجہوں کو اپنی طرف منسوب کیا۔ ولیکن مترجم کے نزدیک دونوں وجہیں بہت ضعیف ہیں اور شاید یہ گریز فقط اسی وہم سے ہے جو مترجم نے بیان کر دیا اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح مترجم نے دفع وہم میں بتوفیق الٰہی تقریر کر دی ہے اب کسی کو وہم کی گنجائش نہو گی والحمد للہ رب العالمین۔ بالجملہ ثابت ہوا کہ مشرکوں نے شیطانی احکام کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا لہٰذا فرمایا فَمَنْ اَظْلَمُ ای لا احد اظلم مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا کوئی نہیں بڑھکر ظالم ایسے شخص سے جسنے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا دروغ ان تحریم وتحلیل مذکورہ میں لِیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو بدون علم کے یعنی جہالت سے **قال الخطیب فی السراج المنیر** یعنی بدون علم شرعی کے لوگوں کے گمراہ کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تو اس سے زیادہ کوئی ظالم نہیں ہے جیسے عمرو بن لحی تھا جسنے سب سے پہلے بحیرہ کرنا اور سائبہ چھوڑنا نکالا اور دین ابراہیم علیہ السلام کو بگاڑا اور اسی وعید میں ہر وہ شخص بھی شامل ہے جو عمرو بن لحی کے طرز پر ہو یا نئی نکالے کوئی ایسی بات جسکا حکم اللہ تعالیٰ نے یا اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا اور اسکو اللہ تعالیٰ کا حکم بتا دے یعنی شرعی بات بتلا دے پس وہ بھی ظالم ہے اور اس وعید میں داخل ہے کیونکہ لفظ عام ہے تو تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے تو جس جس کسی نے داخل کی دین اسلام میں ایسی کوئی بات جو اس دین میں نہیں تو وہ اس وعید میں داخل ہے انتہی ترجمہ قول الخطیبؒ اور اسی طرف **شیخ حافظ ابن کثیرؒ** نے اشارہ کیا ہے۔ بالجملہ بالاجماع سلامتی کی راہ یہ ہے کہ آدمی ظاہری اعمال میں انکو بہت کافی سمجھے جو صحابہ رضی اللہ عنہم وسلف صالحین کے وقت میں تھیں اور ایسے اپنے نفس کی اصلاح کرکے راہ شریعت سے مقصود طریقت تک پہونچنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور شیطان کے وسوسوں اوہام سے بچ جاوے اور حدیث صحیح میں ثابت ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو چھین نہیں لیگا بلکہ علماء اُٹھ جاوینگے یہانتک کہ جب لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا وینگے تو خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرینگے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا قوم ظالم کو منجملہ ظلم کے یہ ہے کہ عالم کی بات نہ مانے کیونکہ نفس پر گراں ہوگی اور شیطان کے مخالف ہوگی اور مان لے جاہل کی بات جو عالم و درویش کی صورت میں ہوتے ہیں اور نتیجہ اسکا یہ کہ گمراہ ہو جاوے نعوذ باللہ منہ **فی العرائس** قولہ تعالیٰ ومن الانعام حمولۃ وفرشا اشباح وارواح وقلوب وعقول واسرار کے واسطے رزق علیحدہ ہے پس اشباح کا رزق وہ ہے جو عالم فعل میں موافق علم کے اسکے واسطے پاکیزہ وحلال ہو اور رزق ارواح مشاہدہ تجلی صفات ہے اور رزق وہ انوار غیوب ہیں جو اسکو منکشف ہوں رزق عقول وہ انوار آیات ہیں جو اسکو لائح ہوں۔ رزق اسرار وہ دیدار ذات ہے جو علوم خاص اسکو نصیب ہوں۔ استادؒ نے فرمایا کہ رزق وہ ہے جس سے انتفاع حاصل ہو اسکی دو قسمیں ہیں

رزق ظواہر اور رزق سرائر پس اول تو وجود نعمت غیر متناہی ہے اور دوم شہود کرم ہے بلکہ عدم مین گمنام ہوجانا یعنی خودی سے فانی ہوجانا اور قلب کیواسطے رزق ہے اور وہ عرفان کی دلیل سے تحقیق حاصل کرنا اور روح کے واسطے رزق ہے اور وہ محبت اسطرح کہ سچائی سے تمام موجودات عالم سے احتراز کرے اور سر باطن کے واسطے رزق ہے اور وہ ایسا شہود ہے کہ اسی کے قریب معاینہ و دیدار ہے یعنے جو قیامت مین حاصل ہوگا دیدار اسرار اسکا نمونہ ہے واللہ اعلم بالصواب پھر جب اللہ تعالی نے اہل جاہلیت کے طریقہ کا جہالت و گمراہی ہونا بیان کردیا تو بیان صحیح اسکے پیچھے فرمادیا کہ تحلیل و تحریم بدون وحی کی سمائی نہیں ہوسکتی ہے۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ

تو کہہ مین نہین پاتا جس حکم مین کہ مجھکو پہونچا کوئی چیز حرام کھانے والے کو جو اُسکو کھاوے مگر آنکہ وہ مردہ ہو یا لہو بھینکنے کا یا گوشت سور کا کہ وہ

رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ناپاک ہے یا گناہ کی چیز جسپر پکارا اللہ کے سوا کسی کا نام پھر جو کوئی عاجز ہو نہ زور کرتا نہ زیادتی تو تیرا رب معاف کرتا ہے مہربان

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا اے شیًا محرمًا یعنے کوئی چیز مین حرام نہین پاتا اس کلام مین جو مجھپر وحی کیا گیا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ کسی کھانے والے پر جو اسکو کھاوے خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔ برخلاف اپنی رائے و ہوائے نفسانی سے گڑھنے والے جاہل مشرکون کے کہ وہ بعضی چیزین مردون پر حلال و عورتون پر حرام کرتے تھے اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً بعض نے یکون بیا تحتیہ اور میتۃ کو رفع پڑھا اور اکثر قرا نے نصب پڑھا۔ اور بعض یعنے ابن کثیر و حمزہ نے تکون بتاء فوقانیہ پڑھا ہے معنی اسکے استثناء ہین پس مستثنی منہ یا تو لفظ عام مقدر ہے جیسا کہ مفسر نے اشارہ کیا یعنے کوئی چیز محرم نہین پاتا یا مراد آنکہ ان اشیاء بحیرہ و سائبہ وغیرہ سے جنکو مشرکین حرام کرتے تھے کوئی چیز حرام نہین پاتا مگر آنکہ ہووے وہ چیز مردار اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یا خون روان بخلاف اسکے جو روان نہو مانند جگر اور تلی کے یا گوشت سے مخلوط کہ وہ حلال ہے اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ یا سور کا گوشت ہو فَاِنَّهٗ رِجْسٌ کیونکہ وہ ناپاک یعنی حرام ہے۔ لحم کی خصوصیت بوجہ قولہ طاعم یطعمہ کے ہے کیونکہ گوشت ہی کھایا جاتا لیکن سور کا گوشت حرام ہے تو دیگر اشیاء بدرجہ اولی حرام ہین اور فانہ کی ضمیر بعض نے خنزیر کی طرف راجع کی یعنے فان الخنزیر رجس کیونکہ سور نجس ہے پس اسکی بالکلیہ حرمت ثابت ہوگئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ نجس العین ہے اَوْ فِسْقًا یا فسق ہو جسکی یہ صفت ہے کہ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ غیر خدا کے واسطے اسکا اہلال کیا گیا ہو یعنے غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو قال النیشاپوری ذبیحہ حلال ہونے مین دو شرط ہین ایک تو اسپر اللہ تعالے کا نام لیا جاوے اور دوم اللہ تعالی کی طرف تقرب کے واسطے ذبح کیا جاوے پس مشرکین بعض کو اللہ تعالے کے نام پر ذبح کرتے اور بعض پر بت کا نام لیتے اور تقرب کسی مین نہ تھا فسقًا عطف ہے لحم خنزیر پر اور درمیان مین جملہ معترضہ ہے اور بعض نے کہا کہ جائز ہے کہ اہل کا مفعول لہ ہو یعنی اہل لغیر اللہ بہ فسقا۔ اور بعض نے کہا کہ محل مستثنی پر عطف ہوسکتا ہے یعنے الا ان یکون او الا فسقا فَمَنِ اضْطُرَّ پس جو شخص مضطر ہو یعنی اضطرار ہو بسبب شدت بھوک کے ان مذکورات مین سے کسی چیز کے کھانے کیطرف پس اُسنے کھائی غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ اسکی تفسیر گذرچکی ہے فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ مفسر نے کہا کہ جو محرمات مذکور ہوے اُنکے ساتھ سنت سے لاحق کیے گئے ہین ہر درندہ جانور اور ہر پرند شکاری کہ انکا گوشت بھی حرام ہے اصح ہو کہ ابن عمر و ابن عباس رض و عائشہ رضی اللہ عنہم سے و مذہب مالک رح سے روایت کیا جاتا ہے کہ جو کچھ اس آیت مین مذکور ہے وہی حرام ہے۔ مولف فتح البیان نے کہا کہ یہ قول ساقط اور مذہب نہایت ضعیف ہے کیونکہ یہ مستلزم ہے کہ سوائے انکے جو اجد کو قرآن اترا اس سے اہمال ہوا اور جو نبی صلعم سے ثابت ہوا کہ آپنے بعد نزول اس آیت کے

حرام فرمایا اسکا اہمال ہو **قال المترجم** یہ جواب شافی نہیں ہے کیونکہ استدلال ابن عباسؓ وغیرہ کا انحصار اس آیت سے ہے کیونکہ جب مستثنیٰ منہ
عام مقدر ہوا تو محرمات کا انحصار انھیں چیزون میں ہو گیا جو آیت میں مذکور ہیں اور جواب یون بہتر ہے کہ فیما اوحی الی - کی قید ہے پس یعنی اسوقت
تک جو وحی ہوئی تھی اسمین سوا ان محرمات کے اور نہ تھیں اور اس سے یہ الزام نہیں کہ بعد کو اور محرمات نہ ہونگی پس آنحضرت صلعم نے
جو حدیث سے حرام فرمائیں اور جو مابعد میں کلام مجید سے حرام ہوئیں وہ سب حرام ہیں **قال المترجم** بہتر ہے کہ تفصیل اسکی تفسیر ابن کثیرؒ وغیرہ
سے ترجمہ کرون قولہ تعالیٰ قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الخ بعض نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ لا اجد شیئا مما حرمتم حراما فیما اوحی الی سوی ہذہ
مترجم کہتا ہے کہ مفسرؒ نے اتقان میں بعض مشائخ متاخرین شافعیہ سے یہ قول نقل کیا کہ اسمین مختار قول مالکؒ ہوتا اگر شافعیؒ نے یہ اخلال کیا ہوتا
کہ پہلے مشرکون کے اپنے نفس کے گڑھے ہوئے محرمات بیان کرنے کے بعد انکو رد کر دیا کہ میں ان چیزون میں سے جنکو تم حرام جانتے کوئی الٰہی وحی
سے حرام نہیں پاتا سوا ان چیزون کے **قال المترجم** اسمین شک نہیں کہ یہ قول نہایت سنجیدہ و پسندیدہ ہے کیونکہ سیاق صرف مشرکون کے
محرمات کا رد ہے نہ بیان طریقہ تحلیل و تحریم بتمام وکمال کما لا یخفی فتامل اور بعض نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ لا اجد من الحیوانات شیئا حراما
سوی ہذہ اس بنا پر جو تحریمات بعد اسکے سورہ مائدہ وغیرہ میں نازل ہوئی ہیں اور احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہیں وہ اس آیت کے
مفہوم کی اٹھانے والی ہونگی اور بعضے اسکو نسخ کہتے ہیں اور متاخرین میں سے بہتیرے اسکو نسخ نہیں کہتے کیونکہ یہ از باب رفع اباحت اصلی ہے
واللہ اعلم **وقال المترجم** اور میں نے ایک جواب اور بھی اوپر ذکر کر دیا اور بعد تامل کے مرجع واحد ہے ابو مجلز و قتادہ نے گوشت میں فقط
خون مباح ہونے کا فتوی دیا عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے جابر بن زید سے پوچھا کہ لوگ زعم کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے پالو گدھون کے
گوشت کے زمانہ خیبر میں منع فرمایا تو کہا کہ یہ بات تمہارے پاس حکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ بصرہ میں کہتے تھے ولیکن اس سمندر یعنی
ابن عباس نے اس سے انکار کیا اور یہ آیت پڑھی قل لا اجد فیما اوحی الی محرما الآیہ - رواہ البخاری وغیرہ - اور ایک روایت میں ابن عباس
سے بعد آیت پڑھنے کے یون ہے کہ پس جو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا وہ حلال ہے اور جو حرام کیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت کیا وہ عفو ہے
رواہ الحاکم وابو داؤد وغیرہ اسمین دلیل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور یہ مرفوع و موقوف و آثار روایات سے ثابت ہے اور بخاری
وغیرہ میں حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی مری بکری کی کھال لیکر دباغت کر لینے کی آنحضرت صلعم سے اجازت بلکہ حکم دینا مذکور ہے
اور یہی آیت پڑھکر فرمایا کہ اسکا گوشت کھانا حرام فرمایا گیا ہے اور ابن عمرؓ نے قنفذ کھانے کے مسئلہ کے جواب میں یہ آیت پڑھ دی پھر ایک نے
بروایت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلعم سے بیان کیا کہ آپ نے قنفذ کے حق میں فرمایا کہ وہ خبائث میں سے ایک خبیث ہے تو ابن عمرؓ نے کہا کہ اگر
حضرت صلعم نے ایسا فرمایا تو یون ہی ہے جیسا حضرت صلعم نے فرمایا - رواہ ابو داؤد و سعید بن منصور - بالجملہ سورہ مائدہ میں منخنقہ و موقوذہ و متردیہ
ونطیحہ وغیرہ کی حرمت بعد کو نازل ہوئی اور کتون وغیرہ کی حرمت بھی صحیح ثابت ہے بالجملہ اگر آیت میں محرم سے عموم حیوانات ماکولہ کا ہے تو اسکے بعد
جو تحریم اس بارہ میں نازل ہوئی وہ اسکے ساتھ ملائی جاویگی اور اگر حیوانات وغیرہ حیوانات کے مطعومات کا عموم مراد ہے تو جملہ مطعوم کی حرمت لاحق ہوجاویگی
پھر واضح ہو کہ میتہ سے مراد وہ جسکو عرف میں مردار کہتے ہیں یعنی خود مرجاوے ورنہ فسقا کا عطف ہے اور وہ بھی شرعا مردار ہے اگر کہا جاوے
کہ آیت مکیہ سے تحریم مابعد میں جمہور کو الحاق کی کیا حاجت ہوئی بسبب آنکہ مکہ میں یہی وحی تھی تو جواب یہ ہے کہ سورہ بقرہ مدنیہ آیت میں بھی
بقولہ انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر الآیہ یہی چار چیزیں بلفظ حصر انما مذکور ہیں پس مدنیہ آیت مطابق مکیہ ہوئی پھر جمہور کے نزدیک جو نص میں
بلکہ جو بنص کتاب و سنت حرام ہے مانند بلی وکوے وچیل وہدہد و خفاش وغیرہ کے اور جو محرمات کے ذیل میں اہل حق بنا بر بیان اصول کے سب مسلم ہیں

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ

اور یہود پر ہمنے حرام کیا تھا ہر ناخن والا اور گائے اور بکری مین سے حرام کی چربی مگر جو لگی ہو پشت پر

اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۚ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ

یا آنتون مین یا ملی ہو ہڈی کے ساتھ یہ ہمنے انکو سزا دی تھی انکی شرارت پر اور ہم سچ کہتے ہین پھر اگر تمکو جھٹلا دین تو کہہ تمھارے رب کی مہر مین

وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ○

بڑی بڑی سمائی ہے اور پھرتا نہین ہے اُسکا عذاب گنہگار لوگون سے

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا یعنی یہود پر خاصۃً اور تقدیم ظرف اسواسطے کہ انھین کے ساتھ اسکا اختصاص ثابت ہو حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وہو مالم تفرق بین اصابعہ کالابل والنعام ذی ظفر یعنے ناخن والا ہر وہ چوپایہ و پرند ہے جسکے اصابع مین تفرق نہو جیسے اونٹ و نعامہ وغیرہ۔ وقیل ذی ظفر ہر پرند و چوپایہ جسکے ایک اصبع ہو اور اسمین حافر و خف و مخلب بھی داخل ہے پس اونٹ و گائے و بکری و نعامہ و بط وغیرہ سب داخل ہین اور نیز ہر چوپایہ جسکے حافر ہو اور پرند جسکے مخلب ہو شامل ہے لیکن حافر و خف کو ظفر کہنا مجاز ہوگا اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ذی الظفر وہ جو منفرج الاصابع نہو خواہ بہائم مین سے ہو یا پرندون مین سے اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جس بہیمہ کے قوائم مین انفراج نہو اور جسکے قوائم مین انفراج ہو اسکو یہود کھاتے ہین۔ شاید یہود کا ذکر باعتبار مخصوص حرمت کے ایک اصل و قاعدہ ہے بخلاف مشرکین مکہ کے کہ انھون نے اپنے زعم پر بدون کسی اصل کے نکالا تھا وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا الثروب وشحم الکلی۔ ثروب جمع ثرب اور کلی جمع کلیہ بمعنی گردہ پس کہا ہین کہا کہ ثرب وہ شحم رقیق جو کرش یعنے اوجھ و آنتون پر لپٹی ہوتی ہے۔ اور یہی قاموس مین مذکور ہے اور یہ تفسیر بنظر لغت ہے اور مراد یہان فقط وہ چربی ہے جو اوجھ پر ہو جیسا کہ علامہ قرطبیؒ نے تفسیر کی ہے اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا سوا اسکے جو معلق ہو اسمین سے ان دونون کے ساتھ ہین یعنی سوائے اس چربی کے جو گائے و بکری کی پشت سے لگی ہو وہ روا ہے اور سدی و ابوصالح نے کہا کہ دُنبہ کی چکتی بھی منجملہ اُسکے ہے جسکو پشت اُٹھائے ہوئے ہے اور ابن جریج نے کہا کہ چکتی کی چربی ہے کہ مختلط ہے عصعص سے وہ حلال ہے اور جملہ قوائم و پہلو و آنکھ و سر وہانند اسکے اور جو ہڈی سے مختلط ہو وہ حلال ہے کما قال تعالے اَوِ الْحَوَايَآ اور جملۃ الحوایا دوی الامعاء جمع حاویا ار اور حاویۃ یا اسکو امعاء اٹھائے ہون اور حوایا جمع حاویار کی یا جمع حاویہ کی ہے بمعنی آنت اور اولی انکہ کہا جاوے حوایا بمعنی مباعر جمع مبعر ہے یعنے جسمین مینگنیان جمع ہوتی یعنے جانورون کی آنتین پس جو چربی انپر ہو وہ یہود یون پر حرام نتھی اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ یا جو چربی کہ ہڈی سے مختلط ہو اور وہ چکتی کی چربی ہے کہ وہ انکے واسطے حلال ہوئی تھی۔ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ اے ذلک التحریم جزینا ہم بسبب ظلمہم کما سبق فی سورۃ النساء یہ تحریم تھی کہ ہمنے اس سے جزا دی تھی یہود کو بسبب انکے ظلم کے جو سورہ نساء مین مذکور ہو چکا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ یعنی جو چیزین ہمنے فرمائی ہین اور جو وعدہ و وعید ہم دیتے ہین الیمین ہم سچے ہین وقال الحافظ فی قولہ ذلک جزینا ہم الخ یعنی یہ تنگی و تحریم جو ہمنے انپر لازم کردی یہ انکے افعال ظلم کی سزا تھی کہ انھون نے بغاوت و مخالفت کی کما قال تعالی فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم الآیہ۔ اور قولہ وانا لصادقون۔ یعنے ہمنے جو انکو جزا و سزا دی اسمین ہم عادل ہین اور ابن جریرؒ نے فرمایا کہ یعنے اے محمد جو ہمنے تجھکو خبر دی کہ یہود کی مخالفت و نافرمانی سے ہم نے انپر یہ چیزین حرام کردین یہی صحیح ہے اور وہ لوگ جو بہتان کرتے ہین کہ حضرت یعقوب نے حرام کرلی تھین یہ غلط ہے اور قولہ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ الآیۃ کی تفسیر مین مفصل گذر چکا ہے پھر واضح ہو کہ عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ کو خبر پہونچی کہ

سمرہؓ نے شراب فروخت کی ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سمرہ کو قتل کرے کیا اسکو نہین معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ لعنت کرے
اللہ تعالیٰ یہود پر کہ چربی انپر حرام کی گئی تھی اسکو انھون نے پگھلا کر فروخت کیا۔ رواہ البخاری ومسلم۔ واضح ہو کہ سمرہؓ سے اجتہاد مین خطا
ہوئی کہ شراب کی بیع جائز سمجھے حالانکہ سلف وخلف نے اُسکے حرام ہونے پر اتفاق کیا ہے مگر آنکہ بعض سے اسطرح اجتہاد مین خطا ہوئی جسکو
انھون نے ترک کیا۔ جابر بن عبد اللہؓ سے سال فتح مکہ مین آنحضرت صلعم کا حکم مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول نے شراب و مردار و سور
و بتون کی بیع حرام فرمائی تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ مردار کی چربی سے آگاہ فرمائیے کہ اس سے کھالین چکنائی جاتی اور کشتیون پر طلا کیا جاتا
ہے اور لوگ اس سے چراغ روشن کرتے ہین تو فرمایا کہ نہین وہ حرام ہے پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود کو قتل کرے انپر چربیان
حرام ہوئی تھین اسکو انھون نے پگھلا کر فروخت کر کے اُسکا ثمن کھایا۔ رواہ الجماعۃ من طرق عنہ عن ابی ہریرہ مرفوعاً اللہ تعالیٰ یہود کو
قتل کرے انپر چربیان حرام ہوئین اسکو بیچکر اسکے دام کھائے رواہ البخاری ومسلم وفی روایۃ عن ابن عباس مرفوعاً اسکے دام کھائے
اور اللہ تعالیٰ نے کسی قوم پر کوئی چیز حرام کر دی تو اسکے دام کھانا بھی حرام کر دیا ہے **قال المترجم** اصل لفظ مین اختصار ہے بقولہ ان اللہ
لم یحرم علی قوم اکل شئ الا حرم علیہم ثمنہ۔ رواہ ابن مردویہ وابو داؤد والامام احمد۔ اس سے ایک کلیہ اصل ثابت ہوئی کہ جس قوم پر
جو چیز حرام ہے تو اُسکے دام بھی حرام ہین **قال المترجم** اگر کہا جاوے کہ فقہ حنفیہ مین چیتے و بلی وغیرہ کی بیع جائز ہے حالانکہ یہ چیزین کھانا حرام ہے
تو جواب یہ ہے کہ اگر ان چیزون کا گوشت فروخت کرین تو حرام ہے ورنہ زندہ بغرض پالنے کے فروخت ہوتی ہین اور بعض نے کہا کہ بلی کے
دام بھی حرام ہین اور یہی احوط ہے واللہ اعلم فَإِنْ كَذَّبُوكَ فیما جئت بہ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ حیث لم یعاجلکم بالعقوبۃ
وفیہ تلطف بدعائہم الی الایمان پھر اگر یہ لوگ تجھکو جھٹلا دین اس چیز مین یعنی اصل چیز شرع مین جو تو انکے پاس لایا تو کہدے اے لوگو
تمھارا پروردگار وسیع رحمت والا ہے کیونکہ تمکو اس جھٹلانے پر جلد ماخوذ کر کے عذاب نہین دیا بلکہ مہلت و تاخیر دی ہے کہ غور و سمجھ کے بعد
ایمان لاؤ۔ اسمین مہربانی ہے انکو ایمان کی طرف بلاتے ہین پھر تہدید فرمائی وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ اذا جاءہم اسکا عذاب عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ
یعنی نہین رد ہوتا عذاب الٰہی گنہگار قوم سے جسوقت آجاتا ہے یعنی قوم گنہگار اگر راہ پر نہ آئے تو جب عذاب آگیا تو پھر نہین مہلت ہوتی ہے
فی العرائس قولہ فان کذبوک فقل الخ اسمین آنحضرت صلعم کے دل کو تسلی فرمائی اور طمع دلائی کہ جسکے حق مین عنایت ازلی کے ساتھ ایمان
مقدر ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے باب لطف وعفو وکرم کی طرف رجوع لاویگا اور بخشا دیگا اگرچہ فی الحال امتحان کی صورت مین خوار پڑا ہو
اور قولہ ذو رحمۃ واسعۃ سے تمام مخلوقات پر اسکی رحمت چھائی ہوئی ہے کہ باوجود نافرمانی سرکشون کے حلم فرماتا ہے اور بس تمام نعمتین جو مخلوق
فرمائی ہے انکے اجسام کی معیشت عطا فرماتا ہے اور جو بندے اسکی درگاہ کی طرف رجوع لاتے ہین انکے قلوب کو لطف خطابات سے تربیت کرتا ہے
اور انوار جمال سے منور فرماتا ہے اور نیز اسمین جمہور کے ساتھ تلطف ہے کہ باوجود اس حال خراب کے جسمین پڑے ہین اسکی درگاہ کی طرف رجوع
لاوین اور ساحل لطف وکرم پر پہنچکر نجات پاوین اور نیز آنحضرت صلعم کی مواسات ہے کہ اگر ان لوگون نے جھٹلایا تو کہدے کہ اللہ تعالیٰ رحمت والا
ہے جو تجھکو تمھارے پڑوس سے چھڑا کر اپنی جوار مین لاویگا **سہل** رحمہ اللہ نے کہا کہ اسمین آنحضرت صلعم کو اشارہ کیا گیا کہ جنھون نے تجھسے اعراض کیا اسکو
تو میری طرف رغبت دے تو جو میری طرف راغب ہوگا وہی تجھسے رغبت کریگا اور کوئی رغبت نہ کریگا انکو رحمت مین طمع دے اور اپنے
قلب کو انسے منقطع مت فرما۔ استاذؒ نے کہا کہ اسمین اشارہ یہ ہے کہ اولیا کو مخصوص رحمت سے سرفراز کیا اور اعدا کو مخصوص طرد و لعنت
ایسی صورت انسانیہ مین دونون کی گنجائش ہے اور وہ ہیچ ہے اور قسمت ازلی سے دونون کو تمیز و انفصال کر دیا حاصل آنکہ واسعہ رحمت کی

شمول ہو اور خاصہ رحمت سے اولیاء اللہ فقط مخصوص ہیں۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اب کہینگے مشرک اگر اللہ چاہتا تو شریک نہ ٹھہراتے اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام کرلیتے کوئی چیز اسیطرح جھٹلایا کیے ان سے اگلے

حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ۝ قُلْ

جب تک چکھا ہمارا عذاب تو کہ کچھ علم بھی ہے تم پاس کہ ہمارے آگے نکالو کیا بری اٹکل پر چلتے ہو اور سب تجویزیں کرتے ہو تو کہہ

فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا ۖ

پس اللہ کا الزام پورا ہے سو اگر چاہتا تو راہ دیتا تم سب کو تو کہہ لاؤ اپنے گواہ جو بتا دیں کہ اللہ نے حرام کی ہے یہ چیز

فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

پھر اگر وہ کہہ بھی دیں تو تو نہ کہہ انکے ساتھ اور نہ چل انکی خوشی پر جنہوں نے جھٹلائے ہمارے حکم اور جو یقین نہیں رکھتے آخرت کا

وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝

اور وہ اپنے رب کی برابری کرتے ہیں

ع ۱۸/۶

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا یہ ایک شبہہ ہے جسپر مشرکین اپنے شرک کفر میں چپٹے ہیں اور وہ یوں کہ مشرکوں وغیرہ کے کفر وفسق سے اوتعالیٰ مطلع ہے وہ چاہیے تو متغیر کردے اور ایمان دیدے اور کفر سے روک دے تو جب متغیر نہ فرمایا تو مشرکین نے دعویٰ کیا کہ وہ ہمارے افعال پر راضی ہے قال المیضاوی یہ زمانہ آیندہ کی خبر ہے اور اسی کے موافق واقع ہونا دلیل اعجاز ہے اور یہ واقع ہوا چنانچہ مشرکوں نے کہا کما فی قولہ تعالےٰ وقالوا لو شاء الرحمن ما عبدناہم الآیۃ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا ای اشرکنا نحن وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ پس ہمارا شرک کرنا اور تحریم مذکور سب اسکی مشیت سے ہے پس وہ اسپر راضی ہے فی السراج ان لوگوں کی مراد یہ تھی کہ لو شاء اللہ ما اشرکنا کو اپنے شرک پر قائم رہنے کی حجت لاویں بایں طور کہ کہتے تھے کہ اللہ تعالےٰ قادر ہے کہ جس حال پر ہم ہیں اسکے اور ہمارے درمیان میں حیلولت کردے حتیٰ کہ ہم اسکو نہ کریں پس اگر وہ راضی نہوتا تو ضرور متغیر کردیتا پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جھٹلایا بقولہ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ رسلہم حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا عذابنا یعنی جیسے ان لوگوں نے تجھکو جھٹلایا ایسے ہی جھٹلایا انسے پہلے لوگوں نے اپنے رسولوں کو یہانتک کہ ہمارا عذاب چکھا وفی السراج فرقہ معتزلہ وغیرہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بندہ اپنے افعال میں قادر مختار ہے یہ لوگ اسی آیت سے استدلال لاتے ہیں کہ اگر کفر وشرک وغیرہ فقط اوتعالیٰ کی مشیت پر ہوتا تو ان لوگوں نے یہی کہا تھا کہ لو شاء اللہ ما اشرکنا پس اوتعالیٰ انکو نہ جھٹلاتا اور رد نہ فرماتا حالانکہ رد فرمایا بقولہ کذلک کذب الذین من قبلہم پس معلوم ہوا کہ شرک وایمان مشیت پر نہیں بلکہ بندہ کے اختیار میں ہے اہل سنت رحمہم اللہ نے اسکا جواب دیا کہ جھٹلانا ورد کرنا مشرکوں کو انکے قول لو شاء اللہ ما اشرکنا میں نہیں ہے یہ قول تو سچ ہے بلکہ انکی مراد یہ ہے کہ جو اس سے نتیجہ نکالا کہ اللہ تعالےٰ ہمارے اس فعل پر راضی ہے اور یہی کہا کہ ہمکو اسی نے حکم دیا ہے پس اسکو رد کردیا چنانچہ فرمایا قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء۔ اور دلیل اس بات کی کہ لو شاء اللہ ما اشرکنا کہنے پر رد نہیں بلکہ انکے نتیجہ نکالنے میں ہے یہی کہ اوتعالیٰ نے فرمایا کذلک کذب الذین بتشدید از تکذیب فرمایا اور اگر انکے قول مذکور کے دروغ ہونے کی خبر ہوتی تو کذب بتخفیف از مصدر کذب ہوتا یعنی یہ لوگ اپنے قول میں جھوٹے ہیں حسین بن الفضل نے کہا کہ اگر مشرکین اس قول کو بطور تعظیم واجلال الٰہی کہتے تو اوتعالیٰ اسمیں انکا عیب نہ کرتا کیونکہ خود اوتعالےٰ فرماتا ہے۔ ولو شاء اللہ ما اشرکوا اور فرماتا ہے وما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ اور مومنین اسکو کہتے ہیں اور عیب نہیں لیکن مومنین کی وہ مراد نہیں جو مشرکین کی مراد ہے

کیونکہ مشرکین نے جدال وغیر معرفت سے ایسا کہا اسی پر رد کر دیا اور فرمایا ہے۔ مالہم بذلک من علم ان ہم الا یخرصون۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ حکم الٰہی اور ہے اور مشیت و ارادہ الٰہی اور ہے پس بندہ پر واجب ہے کہ اسکے حکم کی پابندی کرے اور اسکی مشیت سے نہ پلٹے کیونکہ وہ اسکے علم سے خارج اور اسکی حکمت اسکے فہم سے باہر ہے اور مشیت سے تعلق رکھنا کچھ عذر نہوگا اور کیونکر کسی کو اسکی مشیت معلوم ہوتی لہذا فرمایا قُلْ ھَلْ عِنْدَکُمْ مِّنْ عِلْمٍ کہدے بھلا تمہارے پاس کچھ علم ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری باتون سے راضی ہے اگر کہتے ہو کہ ہے فَتُخْرِجُوْہُ لَنَا تو اسکو ہمارے سامنے نکالو حاصل آنکہ تمہارے پاس کچھ بھی علم نہین اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہین پیروی کرتے ہو تم اس بارہ مین مگر فقط گمان کی وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ اور نہین ہو تم کسی حال مین مگر اس حال مین کہ تخمینہ و اٹکل لگاتے ہو یعنی جھوٹ بولتے ہو کیونکہ جناب باری تعالیٰ کے امور کو اٹکل سے پہونچیگی خواہ مخواہ جھوٹ ہوگی **قال ابن کثیر** مشرکین کی یہ جاہلانہ گفتگو محض باطل تھی اگر صحیح ہوتی تو کیون اللہ تعالیٰ اگلون کو غذاب کرتا اور نیست کرکے رسولون و مومنون کو قوت و نصرت دیتا اور البتہ رد کر دیا کہ تم جو نکالتے ہو کہ ہمارے فعل سے اللہ تعالیٰ راضی ہے تو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مشیت و رضا معلوم کرنے کا کوئی علم ہے بلکہ کچھ بھی نہین تم فقط وہم و گمان کی پابندی کرتے ہو ورنہ اگر کوئی علم ہے تو لاؤ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ای قل اذا لم تکن لکم حجۃ فللہ الحجۃ البالغۃ یعنی جبکہ تمہارے واسطے کوئی حجت کبھی ثابت نہین تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے حجت بالغہ ہے یعنی حجت تامہ و کاملہ ہے فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ پس اگر وہ چاہتا تمہاری ہدایت پر ہونے کو تو البتہ تم سب کو ہدایت دیتا یعنے لیکن نہین چاہا پس جو کچھ ہے اسکی قدرت و مشیت و اختیار کے تحت مین مسخر ہے کسی کو اس سے تجاوز و عدول کی مجال نہین اور وہ تعالیٰ باوجود اسکے مومنین سے راضی ہے اور کافرون سے بغض فرماتا ہے وقد قال تعالیٰ ولو شاء اللہ لجمعہم علی الھدی اور فرمایا ولو شاء ربک لامن من فی الارض جمیعا۔ اور فرمایا۔ ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقھم وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین ضحاک بن مزاحمؒ نے فرمایا کہ کسی نافرمانی کرنیوالے کی کوئی حجت نہین اللہ تعالیٰ پر ولیکن اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے بندون پر پوری حجت ہے۔ ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ برائی مانند شرک وغیرہ کے تقدیر الٰہی سے نہین ہے تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہمارے اور قدریہ کے درمیان یہی آیت حاکم ہے۔ علی بن زیدؒ نے فرمایا کہ اس آیت پر قدریہ فرقہ کی حجت مٹ گئی واضح ہو کہ جس طرح اس آیت سے مشرکین کا رد ہوا ویسے ہی قدریہ و جبریہ دونون کا رد ہوگیا اور مومن نہین جبتک تقدیر پر ایمان نہ لاوے قدریہ شیطانی وسوسہ دلاتے ہین کہ ہم تمام برائیون کی نسبت اپنی طرف کرتے ہین تو ہم اچھے ہین حالانکہ نہین سمجھتے کہ نسبت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ برائیان ہم اپنے اختیار سے پیدا کرتے ہین پس یہ خبیث اپنے آپ کو بھی فی الجملہ خالق قرار دیتے ہین اور یہ نہایت بڑا شرک ہے اور مخلوق ہو کر اپنے آپ کو خود مختار قرار دیا اور یہ صرف وہم و قیاس ہے کہ جیسے چیزین بنانے والا وہم کرتا ہے کہ مین نے بنائی ہین حالانکہ وہ چیز خود مختار نہین ہوتی اور یہ اپنے متبوع شیطان کے موافق قیاس کرتے ہین بلکہ اس سے بھی تجاوز کیے ہوئے ہین۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کاش یہ لوگ انمین بحث نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حکمون پر عمل کرتے اور منہیات سے باز رہتے تو شاید جب دل مین کچھ نور و صفائی ہوتی تو سمجھ جاتے ورنہ عجیب بات ہے کہ نہایت روشن راہ مین الیٹے گمراہ ہین اور یہ تقدیر العزیز الحکیم ہے فسبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم اسی اوہام و قیاسات نے سوائے اہل ایمان کے سب کو گمراہ کر دیا خصوص اس زمانہ مین اپنی راے پر ناز کرنے والے عقل کے بے بہرہ بہت کثرت سے ظاہر ہین ہر ایک نے وہی طریقہ اختیار کر لیا جو سب سے اول شیطان کا تھا اور بعد مین مشرکون و کافرون یعنے شیطان کے مریدون نے اختیار کیا اور بدون اسکے کہ تمام علم قرآن مجید پر کچھ حاصل کرین اور غور و فکر کرین

صرف اپنی راے پر اعتماد کر لیتے ہین اور اسکو بہت مضبوط سمجھتے ہین حالانکہ وہ مکڑی کے جالے سے زیادہ ضعیف و سست ہی پھر ایک جاہل نے
راے نکالی اور کثرت سے جاہل لوگ اسکی راے پر آفرین کرتے ہین اور اندھے گمراہ چلے جاتے ہین جیسے مشرکین عرب مین عمرو بن لحی نے
بحیرہ و سائبہ وغیرہ تحریم و تحلیل نکالی اور پیچھے اور زیادتی کرنے والے بت وغیرہ لانے والے اور نئی نئی رسمین نکالنے والے ہوتے گئے اور
بکثرت اندھے جاہل اسکی پیروی کرنے لگے حتی کہ وہی جہالت تمام پھیل گئی یہانتک کہ روشن دلائل عقلی علوم و حجج ساطعہ کوئی ان اندھون مین
اثر نہین کرتی تھی اور یہ تقدیر الٰہی ہی اور تعالی جل جلالہ اگر چاہتا تو ہدایت پاتے ولیکن اوتعالے نے نہین چاہا او تعالی قادر مختار ہی اسی کی حکمت بالغہ
ہی جو چاہے کرے جو کیا عین عدل و صواب ہی اور جو امر ہی عین حکمت ہی پھر مشرکون کو ملامت فرمائی قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ
اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا واضح ہو کہ ہلم اسم فعل ہی جسمین مذکر و مؤنث اور واحد و تثنیہ و جمع یکسان ہی اور یہ اہل حجاز کے نزدیک ہی اور قرآن مجید
انھین کی زبان مین غالب ہی اور اہل نجد اسمین ہلما و ہلموا و ہلمی بھی لاتے ہین جیسے دیگر افعال مین ہی ولیکن قرآن بزبان حجاز ہی و منہ قولہ تعالے
والقائلین لاخوانہم ہلم الینا اور معنی اسکے اس مقام پر یہ کہ لا تو ہم و احضر و ہم اور سدی نے کہا ای ارونی شہداءکم ۔ اور اول اظہر ہی اور وہی
مفسر نے اختیار کیا المعنی تو کہدے کہ حاضر لاؤ اپنے شہداء کو جو شہادت دیتے ہین کہ اللہ تعالے نے اسکو حرام کیا یعنے تمنے جنکی تقلید کی ہی انکو حاضر
لاؤ اور انکے پاس کیا دلیل ہی ۔ سواے اسکے کہ تعصب و جہالت کے سرغنہ ہین اوہام شیطانی و دروغ بے ایمانی پر شہادت دینے لگین تو آنحضرت
صلعم کو خطاب کیا اور اہل ایمان کو منع کیا کہ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ای یعدلون برہم ۔ یعنی برابر کرتے ہین اپنے پروردگار کے ساتھ غیر کو پس یعدلون از عدل
ہی بقرینہ تقدیر یہ بحث بارا در عدول سے نہین ورنہ عن ربہم ہوتا ۔ پھر عدل و برابر کرنا اس بات مین کہ تحلیل و تحریم مین غیر کا قول مانتے اور عبادت مخصوص
بجناب باری تعالی ہی اسمین غیر کی شرکت لگاتے ہین یہان سے تنبیہ ہونا چاہیے کہ اہل ایمان پر فرض ہی کہ کسی کی تحلیل و تحریم کو نہ مانین بلکہ جو
اللہ تعالے و اسکے رسول پاک صلعم نے بوحی الٰہی حکم دیا اسی کو مانین اور علماء مجتہدین رحمہم اللہ کی جو تقلید کیجاتی ہی تو اسوجہ سے نہین کہ انکا قول
ماناجاوے بلکہ یہ عالم باعمل تھے اللہ تعالی انکو اچھا مرتبہ دیوے انھون نے اللہ تعالے و اسکے رسول پاک صلعم کے احکام کو مشرح بیان کر دیا
ہی لہذا اگر کسی عالم کو ایک مجتہد کی دلیل نہ معلوم ہوا اور دوسرے کی معلوم ہو تو اسپر عمل کر سکتا ہی اور خود مجتہد ہو تو اسپر غیر کی تقلید حرام ہی اور یہ
مشرکون کے مانند تقلید نہین ہی کیونکہ وہ تو بلا دلیل کے غیر کا قول قبول کرتے تھے اور یہی اصلی تقلید ہی جیسے مذکور ہو چکا کہ تحلیل و تحریم مین فقط شیطانی
باتون کو مانتے تھے اور اہل اسلام تو علماء و مجتہدین سے انکو عالم و متقی سمجھکر اللہ تعالے و اسکے رسول کا حکم بدلیل شرعی پوچھ لیتے ہین بلکہ عوام اہل اسلام
تو جس عالم سے فتوی لیتے ہین اسی کو جانتے ہین اور وہی عالم اگر جھوٹ یا گمراہی کی بات یا جس مین فساد اب یا آیندہ پیدا ہوگا بتلاوے تو وہ
قیامت مین سخت عذاب پاویگا جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہی واللہ اعلم اللہم اصلح العلماء برحمتک و انت ارحم الراحمین ف
فی العرائس قولہ قل فللہ الحجۃ البالغۃ مترجم کہتا ہی کہ شیخ رحمۃ اللہ نے اس کلام کے اشارہ مین لطیف بات یہ بیان کی کہ ظاہر کلام تو مشرکون
کارد ہی کہ انکے پاس کوئی حجت نہین پھر جو لوگ مومن اہل ہوے انکے پاس اللہ تعالی کا کلام حجت ہوتا ہی اور خود انکو اللہ تعالی مراتب قبول
مین صاحب حکمت و فراست فرماتا ہی لیکن انکے اسرار کو خود علم کی قدرت ذرا بھی نہین ہی اسی واسطے تو دیکھتا ہی کہ اکابر اولیاء اللہ بعضے
حنفی تھے بعضے شافعی اور بعضے خود مجتہد تھے یعنی انکو معرفت سے علم شرعی حصول نہین ہو سکتا چنانچہ شیخ رحمہ اللہ نے اپنے کلام مین اشارہ
کیا جسکا ترجمہ لکھتا ہون اس کلام پاک سے ظاہر ہوا کہ زبان اسرار چاہیے کیسے ہی فصیح ناطق ہون ایسی حکمتین بیان کرین جو الہام غیبی و مناجات

حق تعالےٰ سے انکو حاصل ہوئی ہین لیکن تمہارے قدم یعنے علوم وحی واحکام شریعت کے مقام مین اخرس یعنے گونگے ہین اور نیز لطائف خطاب و عتاب مین از خود رفتہ ہین حاصل آنکہ اُسی پاک پروردگار عزوجل کے واسطے محبت کامل ہی جو خطرات کی زبانین کاٹ دیتی ہی بروقت وضوح بیان کے اسرار ہین اور ان معنی کو کوئی نہین جانتا سوا اس بندۂ خاص کے جو شہود غیب مین انسانی صفات سے درگزرا ہو نصرآبادیؒ نے فرمایا کہ تمام خلق کو شدت حاجت نے دیدار معانی حجت سے روک دیا ہی اور اگر ایسے حاجات کو ساقط فرمایا تو البتہ انکو براہین حجت کھلتے حسینؒ نے کہا کہ ہر حجت کے اندر حکم امر ونہی وبیان وسر علم ومعرفت ومشیت ہی پس ہر مقام مین اللہ تعالےٰ کی معرفت حاصل کرو ہر ساعت تیری تجلی فرما دیگا شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ مشیت ہدایت کے جو آثار ہین وہ اہل ہدایت کے لیئے تنبیہ ہین **قال المترجم** معنی اسکے واللہ اعلم یہ ہین کہ امر خیر کی توفیق ہونا اور اس توفیق کی ظاہر لاک کرنیوالی چیزون پر تنبیہ ہونا از قسم تشبیہ برقبولیت کے خطرہ سے مثلاً متنبہ ہونا اور آخر اخلاص عمل مین اسکا ہیچ ہونا اور اخلاص کا خود واصل نہونا اور حدوث قدم تک خود پہونچنا ممتنع ہونا اور آخر زبان شکر گشادہ ہونا اور اسکے اندر بھی مراتب ہونا اور مانند اسکے یہ اہل ہدایت کے لیئے خود تنبیہات ہین اور **مترجم** کو ان مقامات مین لیاقت نہین واللہ اعلم بمراد عبادہ جب تک بیدار نہو تو لیاقت بیان اسرار غیبیہ نہین اس سے تو ارشاد بمقامات کی طرف توجہ مقصود ہی تاکہ افعال کی تصویر مین ٹیڑھے نرہو واللہ الہادی بمنہ وفضلہ ونعوذ باللہ من الضلالۃ واہل الضلال قولہ تعالےٰ فلو شاء لهدٰكم اجمعين اسمین علم بیان وہدایت عرفان کو اپنی مشیت ازلی کی طرف منسوب فرمایا پس جس بندہ کو چاہتا ہی علم بیان وحجت وبرہان سے مخصوص فرماتا ہی اور استعداد ایقان مین زیادت فرماتا ہی **قال المترجم** کما قال کذٰلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین ۔ اور جسکو استعداد رویت ومحبت ووصل نہو اسکو کوئی حجت نہین ہوتی اہل حقائق کے بیان دقائق کے وقت اور اظہار علوم غیب کے وقت اہل ایمان واولیاء کو اسکی حجت ظاہر ہوتی ہی اور جو لوگ تکلف سے بنے ہوئے ہین اپنیر الہام وبیانات مبہم ومختلط ہوتے ہین **قال المترجم** بعد اتمام حجت ازتکذیب مشرکین کے اور تعالےٰ نے انکو اصول افعال خیر کی ہدایت فرمائی واسحق کہ انکا پابند واصل بکمال ہی ۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ

تو کہہ آؤ مین سنا دون جو حرام کیا ہی تمپر تمہارے رب نے کہ شریک نکرو اسکے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ سے نیکی اور مار نڈالو اپنی اولاد کو مفلسی سے

نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا

ہم رزق دیتے ہین تمکو اور انکو اور نزدیک نہو بیحیائی کے کام سے جو کھلا ہوا اسمین اور جو چھپا اور مار نڈالو جان جسکو حرام کیا اللہ نے مگر

بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ○

حق پر یہ تمکو کہہ دیا شاید تم سمجھو

قُلْ تَعَالَوْا ابن الشجریؒ نے کہا کہ اصل وضع فعل تعالوا سے جسکو حکم دیا گیا گویا وہ بیٹھا تھا کہ اسکو کھڑے ہو کر آگے بڑھنے کا حکم دیا پھر اسمین وسعت دیدی اور کھڑے ہو کر چلتے ہوئے تک بولنے لگے حاصل قول ابن الشجری یہ کہ مادہ فعل تو علو اور بلندی پر ہی پس گویا اصل مین بیٹھے ہوئے کو اٹھانے واسطے آگے بڑھنے کے واسطے موضوع ہوا **قال الزمخشری** فی الکشاف تعال الخ یہ اونچے پر موجود شخص کے لیئے شخص سے کہے جو اس سے نیچے ہو پھر عام ہو گیا ۔ المعنی کہہ اے محمد مشرکون سے کہ آگے آؤ یعنے پیش فرمایا یعنی باطل ہستے ادہام وظنون کی پیروی چھوڑ دو اور راہ مستقیم پر متوجہ ہو کر سنو اتل اقرا مین پڑھ دون ما حرم ربکم علیکم جو تمہارے پروردگار نے

تمپر حرام کیا - ما موصولہ عام ہو اقوال و افعال کو پھر حرف ان مفسرہ سے اسکی تفسیر بیان فرمائی اَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا مت شرک کرو اپنے رب کے ساتھ یعنی کسی قول و فعل و اعتقاد مین اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک مت بناؤ - فی السراج - اگر کہا جاوے کہ اسمین بیان اُن چیزون کا ہو جو اللہ تعالے نے محرّم فرمائین اور محرم مین شرک ہو نہ ترک شرک پس قولہ لاتشرکوا کے کیا معنی ہونگے جواب دیا جاوے کہ ان مفسرہ کا موضع رفع ہوا ای ہو ان لاتشرکوا - اور بعض نے کہا کہ موضع نصب ہو پس اسکی توجیہ مین اختلاف ہو بعض نے کہا کہ معنی اسکے یہ کہ حرم ربکم علیکم ان تشرکوا - اور لا زائدہ صلہ ہے جیسے قولہ تعالی مامنعک ان لاتسجد اذ امرتک - ای مامنعک ان تسجد - اور بعض نے کہا کہ ما حرم ربکم پر کلام تمام ہوگیا اور علیکم ان لاتشرکوا سے شروع ہوا یعنی تمپر واجب ہو کہ شرک مت کرو - زجاج رح نے کہا کہ جائز ہو کہ یہ معنی پر محمول ہوا ای اتل علیکم تحریم الشرک اور جائز ہو کہ بدین معنی ہو کہ اوصیکم ان لاتشرکوا ابن کثیر رح نے کہا کہ گویا کلام مین حذف ہو ای اتل ما حرم ربکم علیکم و اوصاکم ان لاتشرکوا اور بیضاوی وغیرہ نے ما استفہامیہ بھی تجویز کیا کہ ای شئی حرم ربکم یعنی متوجہ ہو کہ مین پڑھ سناؤن تمکو کہ کیا چیز تمہارے پروردگار نے تمپر حرام فرمائی ہو پھر تفسیر کردی کہ ان لاتشرکوا - ایک یہ کہ تم باطل شرک مت کرو - اور آیت مین اشعار ہو کہ یہ خبر تحقیقی از جانب پروردگار یعنی خالص وامر الٰہی ہو کچھ اٹکل وگمان سے نہین ہو صحیح مسلم مین عبداللہ بن مسعود رضہ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو مرا درحالیکہ شرک نہین کرتا تھا اللہ تعالے کے ساتھ کسی چیز کو تو وہ جنت مین داخل ہو حضرت عثمان و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس باب مین احادیث کثیرہ مروی ہین اور حدیث ابو ذر رضہ مین ہو کہ جبرئیل نے آکر بشارت دی کہ آپ کی امت سے جو مرا درحالیکہ نہین شرک کرتا تھا (یعنی نہ اعتقاد مین اور نہ عمل مین نہ ذات مین نہ صفات مین) تو وہ جنت مین داخل ہوگا - ابو ذر رضہ کہتے ہین کہ مین نے پوچھا کہ اگرچہ اسنے زنا کیا اور چوری کی ہو تو فرمایا کہ ہان اگرچہ زنا کیا اور چوری کی ہو - اسکو تین مرتبہ پوچھا اور تینون مرتبہ یہی جواب دیا اور آخر بار مین کہا کہ اگرچہ خاک آلودہ ہو ناک ابو ذر رضہ کی - کما فی حدیث الصحیحین یعنی ضرور وہ جنت مین داخل ہوگا اور چونکہ ابو ذر رضہ نے اسکی زنا و چوری سے جنت مین داخل ہونے کا استبعاد کیا تھا تو بول چال محاورہ کے طور پر کہدیا کہ ابو ذر بڑا استبعاد کیا کرے کیونکہ بخشنے والا تو اللہ تعالی ہو اور معنی حدیث کے یہ ہین کہ جنت حرام ہو کافرون و مشرکون پر کہ کبھی اسمین داخل نہونگے پھر جسنے شرک چھوڑا تو حرمت جاتی رہی اب اگر وہ زنا و چوری وغیرہ بھی نہین کرتا تھا بلکہ متقی و پرہیزگار رہتا تو مرتے ہی جنت مین داخل ہوگا اور اگر زنا کار وغیرہ تھا اور بلا توبہ مرگیا تو بعد عذاب جہنم کے داخل جنت ہوگا کذا قال العلماء ورواہ ابن مردویہ مین حدیث عبادۃ ابن الصامت رضہ و ابی الدرداء رضہ مت شرک کرو اللہ تعالے کے ساتھ کچھ اگرچہ تم پارہ پارہ کیے جاؤ یا سولی دیے جاؤ یا جلائے جاؤ - و فی الصحیح من حدیث ابی ہریرۃ رضہ ای ابو ہریرہ مت شرک کیجیو اللہ تعالے کے ساتھ اگرچہ تو قتل کیا جاوے یا جلایا جاوے (اخرجہ ابن ابی حاتم ۱۲) وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا اور بھلائی کرو والدین کے ساتھ پوری بھلائی - والدین تو اولاً وبالذات ہین اور اجداد و جدات اسمین تبعاً داخل ہین فی السراج اسمین لاتسیئوا الی الوالدین یعنی مت برائی کرو والدین کے ساتھ کہ وہ حرام ہو یہان بجاے اسکے واحسنوا بالوالدین احسانا فرمایا اسمین نہایت مبالغہ ہو اور نیز دلالت ہو کہ والدین کے حق مین برائی نہ کرنا ہی کافی نہین بلکہ نیکی کرنی چاہیئے بخلاف اور برادران اسلام کے کہ انکے ساتھ برائی کرنا حرام ہو قال المترجم جو سراج مین ذکر کیا وہ صحیح ہو کیونکہ یہان بیان ان چیزون کا ہو جو پروردگار نے بندون پر حرام کردی ہین اور احسان کرنا والدین کے ساتھ فرض ہو اور انکے ساتھ برائی کرنا اگرچہ لفظ اُف وغیرہ سے تر شروع ہو وے حرام ہو - وہذا من المغرمات التی استوثق بہا علی الامم وقد قال تعالی ولقد اخذنا میثاق بنی اسرائیل لاتعبدون الا اللہ وبالوالدین احسانا الآیہ وقد اکد الامر فی غیر آیۃ - اور صحیحین مین ابن مسعود رضہ سے روایت ہو کہ مین نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کون عمل افضل ہو فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر ادا کرنا مین نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا کہ والدین سے بھلائی کرنا الحدیث وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ ای من اجل فقر تخافونہ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ یعنے مت قتل کرو

اپنی اولاد کو بسبب خوف محتاجی یعنے شرکت کے ہم رزق دیتے ہیں تمکو اور انکو۔ فی الصحیحین عن ابن مسعود رضی یا رسول اللہ کون گناہ بڑا ہے فرمایا کہ سب سے بڑا جرم ہے کہ تو اللہ تعالے کا شریک بناوے حالانکہ اسنے تجھکو پیدا کیا ہے مین نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا کہ اپنی اولاد کو قتل کرے بخوف اسکے کہ تیرے ساتھ رزق مین شریک ہو گا۔ الحدیث۔ املاق کی تفسیر فقر و محتاجی سے حضرت ابن عباس و قتادہ و سدی وغیرہ سے مروی ہے اور شیخ حافظ ابن کثیر رحمہ نے فرمایا کہ مراد اس سے فقر جو بالفعل حاصل ہو یعنے مت قتل کرو اولاد کو بسبب فقر کے جو بالفعل تمپر طاری ہے اور سورۂ اسرا مین عام لیا کہ طاری ہو یا اسکا خوف ہو۔ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ جمع فاحشہ یعنے کبائر مانند زنا وغیرہ کے پھر تعمیم فرمائی مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ علانیہ و پوشیدہ سب طرح کے گناہون کے پاس مت پھٹکو۔ عن ابن مسعود رضی مرفوعا کوئی زیادہ غیرت والا اللہ تعالے سے نہین ہے اسی سبب سے حرام کیا فواحش ما ظهر و ما بطن کو۔ الصحیح۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تملوگ سعد رضی کی غیرت سے تعجب کرتے ہو قسم اللہ تعالی کی کہ مین سعد سے زیادہ غیرت والا ہون اور اللہ تعالے مجھسے زیادہ غیرت والا ہے اسی سے اسنے فواحش ما ظهر و ما بطن کو حرام کر دیا۔ رواہ البخاری و مسلم وقال ابن عباس زمانہ جاہلیت والے خفیہ زنا کرنے مین مضائقہ نہین سمجھتے تھے پس اللہ تعالے نے پوشیدہ و علانیہ سب حرام کر دیا۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ کالقود و حد الردۃ و رجم المحصن۔ مانند قصاص کے اور مرتد ہونے کی حد کے اور محصنہ عورت یا محصن مرد کے سنگسار کرنے کے۔ اور یہ تاکید ہے ورنہ فواحش ظاہرہ و باطنہ مین یہ بھی داخل تھا اور جس نفس کو اللہ تعالی نے حرام کر دیا ہے یعنے پیدا کرکے ممنوع کر دیا کہ کسی بندہ کو روا نہین کہ بدون حکم الٰہی کے کسی نفس کو قتل کرے اور صحیح مسلم مین ابن مسعود رضی و عائشہ رضی سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے سوا کوئی معبود نہین کہ مرد مسلمان کا خون حلال نہین مگر تین باتون مین سے کسی بات کے ساتھ یا تو ثیب ہو پھر زنا کرے یا کسی نفس کو ناحق قتل کیا ہو یا دین کو چھوڑ کر جماعت سے مرتد ہوا ہو۔ و عن عثمان رضی انہ یوم الدار قسم ہے خدا تعالی کی کہ مین نے زمانہ جاہلیت یا اسلام مین کبھی زنا کیا اور پھر یا کر دین بدلا اور نہ مین نے کسی نفس کو قتل کیا پھر تملوگ مجھے کیون قتل کرتے ہو۔ رواہ احمد۔ و عن ابی ہریرہ رضی مرفوعا جسنے کسی معاہدی ذمی کو قتل کیا تو اسنے اللہ تعالی کا ذمہ توڑا پس وہ جنت کی خوشبو نہ پاویگا حالانکہ اسکی خوشبو پچاس برس کے فاصلے سے ملتی ہے۔ رواہ الترمذی و صححہ۔ ذَٰلِكُمْ ای ذالک المذکور یہ جو مذکور ہوا وَصَّاكُمْ بِهِ وصیت کی تمکو اسکے ساتھ یعنے اسکے حفظ و نگہداشت کے ساتھ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ تا بردن تم سوچ کر پند و وعظ سے سمجھنا حاصل کرو ۔ ⁘

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا

اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر جسطرح بہتر ہو جب تک وہ پہونچے اپنی قوت کو اور پوری کرو ناپ اور تول انصاف سے ہم کسی کو تکلیف نہین دیتے

إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝

جو اسکو مقدور ہو اور جب بات کہو تو حق کہو اگرچہ وہ ہو اپنے ناتے والا اور اللہ کا قول پورا کرو یہ تمکو کہدیا ہے شاید تم دھیان رکھو

وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

اور کہا یہ راہ ہے میری سیدھی سو اسپر چلو اور مت چلو کئی راہین پھر تمکو پھٹا دینگی اسکی راہ سے یہ کہدیا ہے تمکو شاید تم بچتے رہو

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي ای الا بالخصلۃ التی هِيَ أَحْسَنُ اور مت پاس جاؤ تم مال یتیم کے مگر اسی خصلت کے ساتھ جو بہت بہتر ہو۔ وہی ماننیہ صلاحہ۔ اور یہ خصلت احسن وہ ہے جسمین یتیم کے حق مین بہتری ہو اور اسکے مال مین بڑھتی ہو حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ یہانتک کہ اسکو احتلام ہو یعنی حکم یتیم کے مال کا اس اصلاح کے ساتھ اسوقت تک کہ وہ بالغ ہو جاوے بعد بلوغ کے وہ یتیم کے حکم مین نہین رہا

مراد آنکہ جب بلوغت کو پہونچ جاوے تو اسکو اسکا مال سپرد کر دو اور یہ معنی نہیں کہ اسوقت اُس سے قرض کر لیں حتی انتہا ہو اُسکے مال میں صلاح
واجب ہونے کی کہ وہ تمام قوت اشد ہو اور اشد میں بعض نے کہا کہ اسم جمع ہے اسکا واحد نہیں اور سیبویہ نے کہا کہ شدہ اسکا واحد ہے اور جوہری نے اسکی تعیین
کی اور بعض نے کہا کہ اشد وہ قوت شباب کا استحکام ہے۔ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم اور مالک و شعبی سے جو مروی ہوا وہ دلالت کرتا ہے کہ بلوغ
اور سن تکلیف کا مرتبہ ہے اور قولہ تعالے وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح الآیۃ میں تفصیل گزر چکی اور مختار یہ ہے کہ مال سپرد کرنے کے واسطے
بعد بلوغ کے اسکا رشد بھی شرط ہے کہ ہوشیار کمانے ہوا اور آوارہ بہانے نہو وَاَوْفُوا الْكَيْلَ پیمانہ سے ناپنا وَالْمِيْزَانَ ترازو سے تولنا بِالْقِسْطِ
عدل کے ساتھ بدون اسکے کہ گھاٹ کرو لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنے نفس کی طاقت بھر ہم ہر نفس کو تکلیف شرعی دیتے ہیں پس اگر
کسی آدمی نے باوجود نیت درست رکھنے کے ناپ و تول میں خطا کی یعنی چوک گیا اور اللہ تعالے اُسکی نیت درست ہونے کو جانتا ہے
تو اُسپر مواخذہ نہوگا جیسا کہ ابن مردویہ کی روایت مرسل میں سعید بن المسیب سے یہ معنی مذکور ہیں اور اسناد اسکی حسن ہے وَاِذَا قُلْتُمْ اور جب تم
بات کہو چاہے کوئی حکم ہو کسی مقدمہ میں یا کوئی اور قسم کی بات ہو فَاعْدِلُوْا تو عدل کرو یعنے سچائی کے ساتھ انصاف کی بات کہو جو موافق
شرع ہو وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اگرچہ جسکے نفع یا ضرر کے واسطے تمنے بات کہی وہ تمہارا قرابت والا ہو حاصل آنکہ ہر بات کو انصاف و عدل سے
کہو اور میں حکم حق کی رعایت کہو اور قرابت دار وغیرہ کسیکی رعایت مت کرو پس اگر غیر کو تمہارے حکم حق سے نفع ہوتا ہو اور قرابت والے پر ضرر عائد ہوتا ہو تو قرابت والے کی
جانبداری مت کرو اور سچا حکم دو وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا اور عہد الٰہی کو وفا کرو اور اصل یہ تھا کہ اوفوا بعہد اللہ پس بعہد اللہ کو تخصیص
واہتمام کے واسطے مقدم کیا اور مراد اس سے نماز و روزہ وغیرہ ہیں اور وفا کرنا تمام عہدوں کا واجب ہے ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ بتشدید دال و کاف ہے یعنے پند و نصیحت حاصل کرو اور حفص و حمزہ و کسائی کی قراءۃ میں تخفیف ذال و سکون ہے وَاَنَّ بالفتح کی قراءۃ
میں بتقدیر لام ہے اور بالکسر جیسا کہ حمزہ کی قراءۃ میں ہے جملہ مستانفہ ہے هٰذَا یعنے یہ سب جس سے تمکو وصیت کی ہے صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا
میری راہ ہے درحالیکہ وہ مستقیم ہے فَاتَّبِعُوْهُ اسی کی پیروی کرو وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ تفرق میں ایک تا کا حذف ہے
تتفرق یعنی بکھیر دیں تمکو سبیل یعنی اور سبل جمع سبیل کی مختلف راہیں جو راہ حق سے مخالف اور ٹیڑھی ہیں حاصل آنکہ مت پیروی کرو مختلف ٹیڑھی
راہوں کی کہ تمکو راہ راست و دین حق سے مائل کر دیں اور بہکا دیں۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت اور مانند قولہ ان
اقیموا الدین ولا تتفرقوا الآیہ میں اللہ تعالے نے مومنین کو جماعت و اتفاق کا حکم دیا اور انکو اختلاف و پھوٹ سے منع کیا اور آگاہ کیا کہ تم سے
اگلے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوے کہ انہوں نے اللہ تعالے کے دین میں جھگڑے و تفرقے نکالے۔ اور ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ اور
دیگر سلف صالحین سے مروی ہے کذا ذکرہ الحافظ ابن کثیر۔ قال المترجم اس زمانہ میں افسوس ہے کہ مسلمانوں میں باہم بدنامی و بدعتی وغیرہ کا
سخت اختلاف پیدا ہو گیا اور باہم دین کے معاملہ میں جھگڑے نکالے اور زیادہ تر اسمیں فساد علما کا ہے کہ دنیا کی خواہش و جاہ و مال و ریاست کی
طلب میں دین میں تنازع کیا اور خواہش نفسانی و جہال کی دلجوئی اور عوام کی خوشی کے واسطے ایسے ایسے مفسدہ دین میں پیدا کیے اور امر بالمعروف
ونہی عن المنکر سے آنکھ بند کر لی کاش اگر علما ربانی باطن متقی ہوتے لیکن جو امر تقدیر میں جاری ہوا وہ پورا ہو گا اللّٰهم اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين
انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين آمين ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنے تقوی رکھو اس چیز سے جس سے منع فرمایا یعنے
مختلف راہوں اور گمراہی کے طریقوں سے بچو۔ ابن عطیہ نے فرمایا کہ یہ راہیں عام ہیں جو یہودیت و نصرانیت و دیگر ملتوں کو اور اسلام کے
بدعتی فرقوں کو اور ہر اہل شبہ گمراہی و ضلالت کو جنکی بنیاد ہواے نفسانی و اپنی خواہش کی باتوں پر ہے شامل ہیں اور نیز فروع میں جو

پیشا ذہین اور جو لوگ علم جدل و علم کلام مین ڈوبے ہوئے ہین وہ بھی انکے مصداق ہین اور یہ سبب بد اعتقادی ولغزش کا نشانہ ہین قتادہ رحمہ اللہ
نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو آگاہ رہو کہ سبیل الٰہی تو ایک راہ مستقیم ہے وہ جماعت الہدیٰ ہے اور خاتمہ بخیر اسکا جنت مین پہونچ جانا اور ہوشیار رہو
کہ ابلیس نے متفرق راہین نکالین وہ جماعت ضلالت ہین اور انکی انتہا کردوزخ مین ہے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے
اپنے مبارک ہاتھ سے ایک سیدھا خط کھینچا پھر فرمایا کہ یہ تو راہ الٰہی عزوجل ہے جو راست و مستقیم ہے پھر اس خط کے داہنے بائین بہت سی لکیرین کھینچین
پھر فرمایا کہ یہ بہت سی ٹیڑھی راہین ایسی ہین کہ انمین سے کوئی راہ خالی نہین جسپر ایک شیطان نہو اور وہ اس راہ کج کی طرف بلاتا ہے پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی ان ہذا صراطی مستقیما الآیۃ رواہ الامام احمد والنسائی والحاکم وصححہ وعبد بن حمید والبزار وابن المنذر وابن ابی حاتم
وابو الشیخ وابن مردویہ وعن ابن مسعودؓ فرمایا کہ جسکو خوش آوے کہ وہ ایسے وصیت نامہ کو دیکھے جسپر آنحضرت صلعم کی مہر ہے تو وہ ان آیات کو پڑھے
رواہ الترمذی وحسنہ اور ایک روایت مین ہے کہ جو ارادہ کرے کہ رسول اللہ صلعم کی وصیت کو دیکھے جس پر آپکی مہر ہو تو وہ ان آیات کو پڑھے
قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الآیات - ذکرہ الحافظ فی تفسیرہ - وعن ابن عباس رضؓ فرمایا کہ سورۂ انعام مین آیات محکمات
ہین وہ ام الکتاب ہین پھر پڑھا قولہ تعالے قل تعالوا اتل الآیات - رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد - اور صحیحین مین
عبادہ بن الصامت کی حدیث کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے بیعت کرو کہ مت شرک کرو اللہ تعالے سے
کچھ بھی تا آخر حدیث جسمین امور ارشاد بیان ہین اور نیز حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلعم نے فرمایا کہ تم مین کون شخص مجھ سے بیعت کرتا ہے ان تین آیتون پر پھر پڑھا قولہ تعالے قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الآیات
پھر فرمایا کہ سو جس نے انکو پورا کیا اُس کا اجر اللہ تعالے پر ہے اور جس نے اُن مین کچھ قصور کیا اور اللہ تعالے نے اُس کو دنیا مین
گرفت کیا تو اس کے واسطے کفارہ ہوجائیگا اور جس کو اللہ تعالے نے آخرت تک چھوڑ رکھا تو اُسکا امر بجانب الٰہی عزوجل ہے چاہے
اس سے مواخذہ کرے اور چاہے اسکو عفو کرے رواہ ابو الشیخ وابن مردویہ وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی والترمذی
وحسنہ والحاکم وصححہ من حدیث سفیان بن حسین والذی فی الصحیحین من حدیث عبادہ ہو الفہا من روایۃ سفیان بن حسین فلا ینسب الی
احدہما الا الوہم کذا فی تفسیر الحافظ فافہم اور ابن ابی شیبہ وابو الضریس وابن المنذر نے کعب احبار سے روایت کی کہ اول
جو توریت مین نازل ہوئین وہ دس آیتین ہین اور یہ وہی دس ہین جو آخر سورۂ انعام مین نازل ہوئین قل تعالوا اتل الآیات الثلث
اور ابو الشیخ نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عدی بن الخیار سے روایت کی کہ کعب احبار نے ایک شخص کو پڑھتے سنا کہ وہ پڑھتا
تھا قولہ تعالے قل تعالوا اتل ما حرم ربکم الآیات تو کعب نے کہا کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین کعب کی جان ہے کہ یہی توریت
مین پہلی آیت ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الے آخر الآیات - مترجم کہتا ہے کہ کعب احبار نے زبان توریت کا ترجمہ اسطرح
ذکر کیا بسم اللہ الرحمن الرحیم قل تعالوا الخ کیونکہ ظاہر ہے کہ توریت بزبان عربی نہین تھی لیکن یہ ترجمہ بضبط عبارات نہین ہے کیونکہ مراد اسے معانی زبان
عربی وبصورت ترجمہ بضبط عبارات کے ایسا حاوی واقیہ واشمل واحسن نہین ممکن جیسا کہ اللہ تعالے عزوجل نے کلام پاک مین بیان فرمایا ہے اور
مؤلف فتح البیان نے انکو ترجمہ کرکے لکھا چنانچہ کہا کہ مراد اس سے توریت کی دسون آیتین ہین اول آنکہ مین ہی رب ہون تیرا معبود جس نے
تجھکو زمین مصر بیت عبودیت سے نکالا تیرا کوئی معبود نہین میرے سوا سے اور منجملہ ان وصایا کے یہ ہے کہ تکریم کر اپنے باپ مان کی تاکہ
تیری عمر دراز ہو اس سرزمین مین جو تجھکو تیرا پروردگار دیگا مت قتل کر مت زنا کر مت چوری کر مت گواہی دے اپنے ماننے والے کیلیے

جھوٹی گواہی اور بسبب شہوت کے دیکھ لینے ناتے دار کی لڑکی اور بسبب خواہش کرلینے ناتے دار کی جورو کی اور نہ اُسکے غلام کی اور نہ اُسکی باندی کی اور نہ اُسکے بیل کی اور نہ اُسکے گدھے کی اور نہ ایسی کسی چیز کی جو تیرے ناتے دار کی ہو یہ دیون کو ان وصیتون کی طرف بڑی عنایت ہو اور اسکو زبور والون نے اپنے زبور کے آخر مین اور انجیل والون نے اپنی انجیل کے اوّل مین لکھا ہو۔ ابو السعودؒ نے اپنی تفسیر مین کہا کہ یہ دسون احکام امتون وزبانون کے اختلاف سے مختلف نہیں ہوئے **قال المترجم** تصدیق اسکی آیات مابعد مین موجود ہو ولیکن قبل اسکے اشارات عرائس البیان ذکر کردون **ف في العرائس** قولہ تعالی ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن۔ فواحش تو عرائس دنیا ہین اور ان عرائس مین ظاہری تو دنیا کی زینت وتازگی ہو اور باطنی دنیا کی دوستی اور ریاست وجاہ ومال کی خواہش ہو۔ حارث محاسبیؒ نے فرمایا کہ فواحش وہ چیزین ہین جنسے غیر اللہ تعالی مراد ہو۔ بعض نے کہا کہ فواحش افعال جو ظاہر ہین وہ زنا وغیرہ ہین اور جو باطن ہین وہ جھوٹے دعوے ہین قولہ تعالی واذا قلتم فاعدلوا جب تم مقام ولایت کی خواہش کرو تو سچائی کرو بایطورکہ اپنے نفوس کو بلا ومحنت ومشقت مین ڈالو کیونکہ ولایت مقرون بہ بیزاری ہو۔ نیز جب مجھسے تمکو ربانی خبر پہونچے تو دل سے میرے پاس حاضر ہوا ور جب تم نے مجھکو ظاہر سے ذکر کیا تو باطن مین میرے مشاہدہ شاہد ہوا ور جب تم میرے بندون کے عیب مشاہدہ کرو جبکہ معائب انکو بتلا گئے ہین تو امر بالمعروف مین تمکو کوئی خوف وخیال لاحق نہو اور ایسی باتون سے منع کرنے مین تمکو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہو بلکہ اسمین عدل وانصاف سے برتاؤ کرو اور جو حدود دین مین نے اپنی شریعت مین مقرر فرمائے ہین انسے تجاوز مت کرو۔ ابو سلیمانؒ نے اس آیت کی اشارہ مین کہا یعنی جب تم بات کرو تو میرے ذکر کو بیان کرو۔ محمد بن حامدؒ نے فرمایا کہ کلام مین عدل یہ ہو کہ ایسی بات کہے جس سے فی الحال یا انجام کار مین اسپر ضرر اور وبال عائد نہو۔ قولہ وبعهد اللہ اوفوا۔ عہد الٰہی وفا کرنا اسطرح ہو کہ قلب کو اللہ تعالی کی طرف محبت وشوق کے ساتھ متوجہ کرے ہرگز نہ پھیرے یہانتک کہ اس تک داخل ہو اور سوائے حضرت باری تعالیٰ کے کسی چیز پر توجہ نہ کرے جس سے محجوب ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی چیز کو اختیار نہ کرے۔ جوزجانیؒ نے فرمایا کہ عہد بہت ہین اور سب سے بڑھکر وفا کرنے کے لائق یہ عہد ہے کہ جن باتون کے کرنے کا شرع مین حکم ہو خواہ فرض و واجب یا سنت و مستحب سب کو بجا لاکر اور نصیحت کرے اور جن باتون سے شرع مین ممانعت ہو خواہ حرام ہین یا مکروہ تحریمی یا مکروہ وغیرہ سب سے منع کرے بالجملہ امر بالمعروف ونہی از منکر کے بجا لانے کا عہد وفا کرنا سب سے ضروری وبڑھکر ہو پس اول اپنے نفس کو معروف کا حکم کرے اگر وہ قبول کرلے تو خیر بہتر ورنہ اسکو بھوک دیکر اور مجاہدے کیکر بہت یاد الٰہی سے راضی کرا اور صالحین کی صحبت مین بٹھا تاکہ وہ معروف شرع کی طرف رغبت کرے پھر اسکے بعد اپنے سوا سے غیر ونکو انہین باتون کا حکم دے اور پہلے اپنے نفس کو بُری باتون سے منع کرلیں اگر وہ مان جاوے تو بہتر ورنہ اسکو اسطرح تادیب وسزا دے کہ ایسے زمین پر سفر اختیار کرا اور مشغلہ چیزون سے اسکو الگ کرا در تنہائی مین بٹھا اور کم باتین کرا اور صبر کو لازم کرے تاکہ نفس باز رہے پھر جب نفس خود باز رہے تو لوگونکو منکر باتون سے ممانعت کر **قال المترجم** اس امر کی ملامت ہو کہ آدمی اورون کو نصیحت کرے اور خود فضیحت ہو لہذا شیخؒ نے ایسا طریقہ بتلایا کہ آدمی خود بھی عامل ہوا ور دوسرون کو بھی نصیحت کرے اور ذات جمیل حاصل کرے لیکن یہ واضح رہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر شخص پر واجب ہو مع شرائط وتفصیل کے جیسا کہ اپنے مقام پر مذکور ہوا پس اگر خود کوئی شخص آراستہ نہو تو اُسکے ذمہ سے یہ واجب ساقط نہوگا اور یہ مسئلہ مفصل گذر چکا ہو فتذکر **قال الشیخ** پھر جب اللہ تعالیٰ نے راہ شریعت وطریقت اور احکام عبودیت و وصایا سے معرفت بیان کردین تو اُسکے بعد عقد حقیقت و ترتیب کی تاکید فرمائی بقولہ ان هذا صراطي مستقيما الآية

اگر کسی کو رسول فرمایا اسمیں کچھ بڑی عبادت وغیرہ کو دخل نہیں ہے الف لام کتاب پر عہد کا اور مراد توریت ہے تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ
ای تماما للنعمۃ علی الذی احسن بالقیام یعنی تمام نعمت کا ہر ایسے بندہ پر جو اچھا برتاؤ کرے اس کتاب پاک پر قائم ہو کر نصب تماما کو اگر اسوجہ
کہ مفعول لہ ہے تو معنی یہ کہ اس فائدہ کے واسطے کہ تمام و پوری ہو نعمت ہر اس شخص پر جسنے اس کتاب کے موافق اچھی طرح برتاؤ کیا۔ اور
اگر اسوجہ سے کہ مصدر ہے تو معنی آنکہ تم ذلک تماما۔ پوری ہوئی نعمت جو وصایا کے مذکورہ بالا نتیجہ ہے ہر اس شخص پر الخ۔ یا اتمام بمعنی اتمام ہے
ای اتممنا اتماما۔ اور اگر اسوجہ سے کہ حال ہے تو معنی آنکہ عطا کی ہمنے موسیٰ کو کتاب درحالیکہ وہ پوری کرنیوالی ہے نعمت کو ہر ایسے شخص پر جو اسپر خوبی
سے عمل کرے وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً درحالیکہ تفصیل ہے ہر چیز کے واسطے اور ہدایت و رحمت ہے یا تفصیل
کی اپنی تفصیل اور ہدایت کی پوری ہدایت کرنا اور رحمت کی پوری رحمت کرنا جو قوم موسیٰ کے لیے مقدر تھی یا واسطے تفصیل اور واسطے
ہدایت و رحمت اس قوم بنی اسرائیل کے لَعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ شاید بنی اسرائیل ایمان ویقین لاویں اپنے رب کی ملاقات
قولہ بلقاء ربہم متعلق یومنون ہے اور مقدم کر دیا گیا بغرض تمام اہتمام کے اور جو شخص ایمان لایا اس بات پر کہ بعث و حشر ہو کر وہ قیامت کے
میدان میں لایا جائیگا اور اپنے اعمال پر ثواب وعذاب پائیگا تو وہ سب وصایا سے مذکورہ پر عمل کرنے میں اہتمام کریگا بلکہ قیامت تو بہت پہلے
اسکو موت کے لیے بہت اہتمام ہوگا کیونکہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی۔ کما فی الحدیث الصحیح کیونکہ اسی وقت سے آثار مترتب ہو جاتے
ہیں اور کوئی آدمی نہیں جو موت پر یقین نہ رکھتا ہو پھر اللہ تعالیٰ آنکھوں سے غفلت دور فرما دے اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ
کو ہر قوم کا قطعی علم ہے کہ جو اسکا انجام ہوگا اور کیونکر نہیں کہ سب اسی کی ذرہ ذرہ مخلوق ہے اسکو انکی ماہیت و حقیقت تمام و کمال بالکل ہی
معلوم ہے پس اسکو خوب معلوم تھا بلکہ مقدر فرمایا تھا کہ توریت سے بنی اسرائیل کا کیا انجام ہوگا پھر جو لعل فرمایا جسمیں امید کے معنی ہیں تو وہ
ان لوگوں کے واسطے ہے کیونکہ ہر شخص پر احکام الٰہی بجا لانا واجب ہے اور اسکی مشیت و تقدیر سے متعلق ہونا نہ چاہیے کیونکہ کسی کو اسکی
مشیت و تقدیر معلوم نہیں ہو سکتی ہاں اگر کافر مر جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہی مقدر تھا لہذا ہر ایک کو مقام امید میں رکھا قال الحسن
وفیھم المحسن وغیر المحسن اور غیر محسن دونوں تھے پس توریت تمام نعمت تھی محسن یعنی مومنوں پر واضح ہو کہ تفصیل کل شی سے مراد انکی ہدایت
و شرائع کے متعلق ہر شی کی تفصیل تھی۔ اگر کہا جاوے کہ اس آیت میں بنی اسرائیل پر تمام نعمت ذکر فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ نعمت تو
انپر تمام ہوئی بہرحال اور وں پر ناقص ہوگی جواب یہ ہے کہ تمام نعمت اس شخص پر جسنے اس کتاب پر ٹھیک عمل کیا پس جس قدر اس کتاب کی
نعمت کا پورا ہونا مقدر تھا اسی قدر حاصل ہوگا اور خلاصہ یہ ہے کہ تمام ہونا ہر چیز کے لائق مختلف ہوتا ہے مثلاً جو سامان کہ وزیر کے مکان کے
واسطے لائق ہے وہ اسکے حق میں تمام ہے حالانکہ وہ امیر کے اور سلطان کے لیے تمام نہیں پس مطلق تمام نعمت انپر نہ تھی بلکہ جو انکے لائق ہے بقدر
ذکر کتاب توریت کے فافہم و سیاتی الکلام فیہ۔ اور بہتر تفسیر اس مقام پر علامہ حافظ ابن کثیر کا خلاصہ یہ ہے کہ قولہ ثم آتینا موسی الکتاب ابن جریر
نے کہا بسبیل قولہ قل تعالوا الخ کے معنی یہ کہ ثم قل یا محمد انا آتینا موسی الکتاب الخ ابن کثیر نے فرمایا کہ اسمیں نظر ہے اور بات یہ کہ ثم یہاں
عطف خبر بعد خبر کے واسطے ہے نہ ترتیب کے لیے کما قال الشاعر ؎ قل لمن ساد ثم ساد ابوہ ۔۔ ثم ساد قبل ذلک جدہ ۔۔ یہاں جبکہ پہلے قرآن
سے خبر فرمائی بقولہ وان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔ پھر عطف کیا بمدح توریت۔ اور اکثر او تعالیٰ نے دونوں میں اقتران فرمایا ہے کقولہ
ومن قبلہ کتاب موسی اماما ورحمۃ۔ وہذا کتاب مصدق لسانا عربیا۔ اور جیسے بعد قولہ قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسی الآیۃ کے فرمایا
وہذا کتاب انزلناہ مبارک الآیۃ۔ اور جیسے بعد نقل مقولہ مشرکین کے بقولہ وقالوا لولا اوتی مثل ما اوتی موسی فرمایا اولم یکفروا بما اوتی موسی من قبل

قالوا سحران تظاہرا - اور بیان فرمایا تماما علی الذی احسن - ای تماما جامعا کاملا لما یحتاج الیہ فی شریعتہ لقولہ وتفصیلا لکل شیء جیسے فرمایا -
وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیء الآیہ اور قولہ علی الذی احسن یعنی جزاءً علی احسانہ کیونکہ طاعات و عبادات میں اسنے حکم کی فرمانبرداری کی -
کما فی قولہ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان اور جیسے فرمایا واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن - اور ربیع بن انس نے فرمایا ای احسن
فیما اعطاہ اللہ یعنی جو اسکو اللہ تعالیٰ نے دیا اسپر عمل کرنے میں وہ مرتبہ رکھتا جو احسان کا مرتبہ ہے قتادہ نے کہا کہ جسنے مرتبہ احسان کے
موافق فرمانبرداری کی آخرت میں اسکے واسطے اجر پورا کیا - ابن جریر نے علی الذی احسن بمعنی علی احسانہ اختیار کیا شاید الذی کو مصدریہ
قرار دیا کما فی قولہ وخضتم کالذی خاضوا اے خضتم کخوضہم - ابن رواحہ نے کہا ع وثبت اللہ ما آتاک من حسن فی المرسلین ونصرا
کالذی نصروا یعنی نصر کنصرہم - اور دیگر علماء نے کہا کہ الذی بیان یعنی الذین ہے اور ابن جریر نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود سے حکایت
کیا گیا کہ انکی قرات میں تماما علی الذین احسنوا تھا اور ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت کی کہ قولہ علی الذی احسن یعنی علی المحسنین والمومنین
ایسا ہی ابو عبیدہ سے مروی ہے بغوی نے کہا کہ محسنون وہ انبیا و مومنین ہیں یعنی جنپر اسکی تفضیلات ان لوگوں پر ظاہر کر دی قال الحافظ
اور میں کہتا ہوں کہ علی ہذا یہ بمانند قولہ تعالیٰ یا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی وبکلامی الآیہ ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے سردار رسول اللہ محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء و خلیل سے افضل ہوجاویں بسبب اسکے کہ دیگر دلائل اسکے خلاف
کرتے ہیں واللہ اعلم اور یہ قرآن بھی کتاب انزلنٰہ کتاب ہے جسکو ہمنے اتارا ہے مبارک ہے یعنی کثیر البرکہ ہے فاتبعوہ
پس اسکی پیروی کرو ای اہل مکہ یا بطور کہ جو احکام و نصائح اسمیں ہیں انپر عمل کرو کیونکہ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے بہت
برکت کی کتاب ہے تو اسپر تمکو عمل واجب ہے پس اسکی پیروی کرو واتقوا اور کفر و انکار سے پرہیز رکھو لعلکم ترحمون شاید تم
پر رحم کیا جائے یعنی ایسا کرنے کے بعد اور تمہارا یہ عمل جلال سے رحمت کی امید وار ہو اور نا امید ہو رحمت الٰہی سے مگر وہی جو کافر ہے
ان تقولوا فراء و کسائی نے کہا ای واتقوا ان تقولوا یا اہل مکہ - اور بچو اس بات کے کہنے سے - اور بصریون نے کہا انزلناہ
کراہیۃ ان تقولوا یعنی اسکو نازل کر دیا بسبب کراہت اس امر کے کہ تم لوگ کہو اور کوفیون نے اور شیخ ابن جریر نے کہا ای انزلناہ
لئلا تقولوا یعنی اس کتاب کو نازل کر دیا تاکہ تم یوں نہ کہو کہ انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا یہی ہوا تھا
کہ اتاری گئی کتاب ہمسے اگلے دو گروہوں پر وان کنا عن دراستہم لغافلین اور ہم انلوگوں کی قراۃ سے غافل رہے کیونکہ ہم
اسکو نہیں جانتے تھے بوجہ اسکے کہ وہ ہماری زبان میں نہ تھی طائفتین سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں کہ انپر توریت و انجیل نازل کی
اور رہی زبور تو وہ احکام توریت کی پابندی کے ساتھ فقط نصائح و مواعظ تھے واللہ اعلم پس اہل زبور یہی اہل توریت ہیں پس جملہ
دو ہی گروہ یہود و نصاریٰ ہوئے اور ابن عباس و مجاہد و سدی و قتادہ وغیرہم سے مروی ہے کہ یہود و نصاریٰ مراد ہیں - ان کنا
ای وانا کنا لیس ان تشدید سے مخففہ اور اسمیں ضمیر شان محذوف ہے یعنی الامر یہ کہ قیامت میں تم یہ عذر پیش نہ کرو کہ بیشک یہود و نصاریٰ پر تو بیان اتری تھی ورنہ ہم
غافل تھے قال الحافظ یعنی ہم نہیں سمجھتے تھے کہ وہ لوگ کیا کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگ ہماری زبان والے نہ تھے اور باوجود اسکے ہم اس خبر سے غافل تھے یعنی مشغول تھے
وقال المترجم اصل در وہ یہ ہے کہ اس وقت کا سمجھانا کچھ عذر نہیں بلکہ انسے دریافت کرنا ہوتا اور شیخ ابن کثیر نے اسکے دفع کیطرف اشارہ کیا اور
مترجم کے نزدیک توضیح یہ ہے کہ قیامت میں یہ عذر نہ کریں کہ کتاب آسمانی تو ہمسے اگلے دو گروہ پر نازل ہوئی اور ہم اس سے محروم رہے اور
وہ ہدایت انھیں دو گروہ کے ساتھ مخصوص تھی کیونکہ عموم بعثت تھی کہ ہر شخص پر اسکا علم و معرفت حاصل کرنا فرض ہوا اور اپنی ابتدا کیواسطے حاصل کرنے میں یہ دقت

تھی کہ وہ زبان دان دونون گروہ کی قراءۃ ہماری سمجھ مین آتی نہ تھی باوجودیکہ ہمکو اس ارسال و انزال کتب سے غفلت محض بھی اور نیز
اپنی مشغولی مین غفلت تھی باوجودیکہ ایسے گروہ پر نازل ہوئی جنکو تحریف و تبدیل مین غلو تھا اور ارشاد و ہدایت سے بے پروائی تھی یعنے انکا
ہمکو درس دینا اور سمجھانا بالکل نہین پایا گیا ہم اس سے بالکل غافل رہے کہ انھون نے ہمکو کبھی سمجھایا ہوتا پس ہم معذور ہین اَوْ تَقُوْلُوْا
یا یون کہو کہ لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ اگر ہمارے اوپر کتاب اُتاری جاتی تو ان لوگون کی بہ نسبت زیادہ
ہدایت پر ہوتے خواہ اسوجہ سے کہ ہمارے ذہن اچھے تھے ہم کتاب سے خوب سمجھ حاصل کرتے یا ہم اسپر خوب عمل کرتے اور لوگون کو
درس دیتے اور سمجھاتے اور عموماً لوگون کو ہدایت کی راہ بتلاتے فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ یعنے بیان مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ
یعنے آگیا تمہارے پاس بیان تمہارے پروردگار کی طرف سے اور ہدایت و رحمت جتی کہ جو شخص اسکی پیروی کرے وہ راہ پاوے
اور اسپر اللہ تعالے کمال رحم فرماوے پس جب ایسا واقع ہوا تو اب خوف کرو کہ تمہارے پاس کوئی عذر نہین کہ تم راہ راست چھوڑکر
گمراہ پھرو اور اس بیان یعنے قرآن مین خوض نکرو اور اس سے ہدایت و رحمت حاصل نکرو اور یہ بڑا ظلم اپنے اوپر کرتے ہو کہ کمال
ہدایت تو درکنار تم اس سے منکر ہوتے اور منھ موڑتے ہو فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ پس کون زیادہ ظالم ہے یعنے کوئی زیادہ
ظالم نہین ہے اس شخص سے کہ جسنے جھٹلایا آیات الٰہی کو وَصَدَفَ عَنْهَا اور منھ موڑا ان آیات سے پس جو ایسے ظلم کا کرتا ہو کرے وہ
چند روزہ زندگی بھر بچا رہیگا وہ بھی اگر اللہ تعالے کو منظور ہو ورنہ وہ قابل سخت سزا کے ہے حتی کہ اگر اسی کفر و انکار پر مرا تو غضب مین
پڑا سَنَجْزِی الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ عنقریب ہم بدلے مین دینگے ان ظالمونکو
جو منھ موڑتے تھے ہماری آیات سے برا عذاب یعنے سخت عذاب بسبب اُن لوگون کے اعراض و منھ موڑنے کے اعوذ باللہ
من عذاب اللہ و بلائہ۔ قولہ کذب بایات اللہ و صدف عنہا سدی نے ابن عباس و مجاہد و قتادہ سے روایت کی کہ معنی یہ
ہین کہ لوگون کو اس سے موڑا اور روکا اور خود اعراض کیا اور ابن کثیرؒ نے اسکو قوی کہا ہے ف فی العرائس قولہ ثم آتینا موسی الکتاب
الآیۃ یعنے موسی علیہ السلام کو وہ چیزین دین جنسے وہ مخصوص ہوا چنانچہ مناجات مین اسکو کلام قدیم سنایا جس سے معارف قدم و کشف
ذات و صفات کی راہین ظاہر فرمائین اور ایک وقت خاص مین اسپر تجلی فرمائی پھر توریت عطا فرمائی جو عموم عوام کے لیئے و خواص کے لیئے
شریعت تھی اور عبودیت کی کشادہ راہون کا بیان تھی کیونکہ عوام لوگ اس بات سے بہت دور تھے کہ کوئی خاص سے کلام و خطاب
خاص کو مشاہدہ جلال مین سنین قال المترجم بیان ہوا کہ اللہ تعالے نے قرآن مجید کو توریت سے مفصل و اشمل نازل فرمایا اور تمام نعمت فرمائی
اور یہ تمام کرنا کامل بہ نسبت سب کے ہے اسی واسطے قرآن مجید کی دعوت عام اور آنحضرت صلعم کی رسالت بھی عام ہے اور اس سے
اعراض کرنے والی کوئی قوم ہو اسکو عذاب شدید سے وعید فرمائی اور نیز بیان واقعی کے ساتھ اہل غفلت و انکار کو تہدید فرمائی بقولہ
هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ
کاہیکی راہ دیکھتے ہین لوگ مگر یہی کہ آئیں اُن پر فرشتے یا آوے تیرا رب یا آوے کوئی نشان تیرے رب کا جسدن آویگا ایک نشان
رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ○
تیرے رب کا کام نہ آویگا ایمان لانا کسی کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان مین کچھ نیکی نہ کی تھی تو کہہ راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہین
هَلْ يَنْظُرُوْنَ نظر بمعنی انتظار ہے حاصل آنکہ ابپر حجت تمام ہوئی اور کتاب بھی نازل فرمائی گئی اور رسول پاک صلعم بھیجے گئے اور نصائح

حسن اسلوب سے ارشاد وہدایت کیگئی لیکن وہ اپنی جہالت وضلالت سے نہین پھرتے ہین تو یہ باقی رہا کہ کیا انتظار کرتے ہین اس بات کا کہ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ آوین ان کے پاس ملائکہ یعنی انکی روح قبض کرنے کو ملائکہ آجاوین اور وقت فرصت ہاتھ سے جاتا رہے کیونکہ اسوقت ایمان لانا
کچھ نافع نہوگا ایسے شخص کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا اور بعض نے کہا کہ معنی یہ کہ عذاب لیکر ملائکہ انپر آوین اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ یا آوے تیرا رب
اے محمد صلعم جیسا کہ کفار مانگتے ہین بقولہم لولا انزل علینا الملائکۃ او نری ربنا لقد استکبروا فی انفسہم وعتوا عتوا کبیرا یعنی کافرون نے کہا کیون
نہین اتارے گئے ہمپر ملائکہ یا دیکھین ہم اپنے رب کو البتہ بڑے تکبر والے بنگئے اپنے نزدیک اور سرکشی مین حد سے بڑھ چلے برا بڑھ چلنا
اور بعض نے کہا کہ مضاف محذوف ہے او یاتی امر ربک ای عذاب ربک یعنی یا آوے عذاب تیرے پروردگار کا بہرحال [illegible]
دلایا کہ حضرت او تعالی جل جلالہ کا آنا ہولناک بات ہے اور مراد اس سے عذاب ہے حذف مضاف زبان عرب مین شائع ہے [illegible]
اسکے حذف سے ہول زیادہ ہوگیا پس یہ بلاغت مقام ہے جیسے قولہ واشربوا فی قلوبہم العجل یعنی پلائے گئے انکے دلون مین بچھڑا [illegible]
انکے دلون مین محبت بچھڑے کی جذب ہوگئی جیسے پانی جذب ہوجاتا ہے پس حذف مضاف مبالغہ ہے کہ ایسی محبت بھرگئی تھی کہ گویا [illegible]
خود انکے دلون مین بیٹھ گیا تھا اور یہ بلاغت پاکیزہ ہے بعض نے کہا کہ قیامت کے روز اوتعالے جل جلالہ کا فیصلہ خلائق کے [illegible]
آنا مراد ہے کما فی قولہ وجاء ربک والملک صفا صفا اور یہی تفسیر حضرت ابن مسعود وقتادہ ومقاتل سے مروی ہے اور بعض نے فرمایا کہ
کیفیت آنے کی فہم وخیال وتصور بشری بلکہ تمام مخلوق کے وہم سے خارج ہے کیونکہ او تعالے عز وجل ہر ایک کے وہم وخیال [illegible]
بالاتر ہے پس اسقدر ایمان لانا چاہیے کہ اوتعالے جل جلالہ قادر ہے کہ آوے جیسا کہ فرمایا اور اسکی کیفیت وصورت وغیرہ بالکل عقل [illegible]
باہر ہے ہم بندہ ہین جو اسنے فرمایا اسپر ہمارا ایمان ہے اور مفسر نے فہم عوام سے قریب ہونے کی ہمت سے قولہ ہل ینظرون الخ مین تفسیر اختیار کی
کہ کیا انتظار کرتے ہین جھٹلانے و منھ موڑنے والے اس بات کا کہ آوین انپر ملائکہ اسواسطے کہ انکی روحین قبض کرکے عذاب ہو [illegible]
یا آوے تیرا پروردگار یعنے حکم پروردگار یعنے پروردگار کا عذاب آوے اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ یا آوین بعض نشانیان تیرے
پروردگار کی یعنے تیرے پروردگار نے جو نشانیان قیامت کی مقرر فرمائی ہین انمین سے بعض نشانیان آجاوین پھر فرمایا کہ
يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ جسدن کہ آجاوین گی بعض نشانیان تیرے پروردگار کی تب لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ
مِنْ قَبْلُ نہین نفع دیگا کسی نفس کو اسکا ایمان لانا جو کہ نہین ایمان لایا تھا پہلے اس نشانی سے اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا یا ایسے
نفس کو جسنے نہین کمائی تھی اپنے ایمان لانے مین کوئی بھلائی ۔ واضح ہو کہ بعض آیات سے مراد یہ کہ جب مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا
اور یہ قبل قیامت ہوگا اور جو عوام مین مشہور ہے کہ بارہ برس پہلے ہوگا یہ غلط ہے ان دجال وغیرہ کے بعد ہوگا اور ابوہریرہ [illegible]
روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین قایم ہوگی قیامت یہانتک کہ طلوع کرے آفتاب مغرب سے پھر جب لوگ اسکو دیکھینگے
تو روئے زمین کے لوگ مسلمان ہوجاوینگے لیکن یہ وہ وقت ہے کہ نہین نفع دیگا کسی نفس کو اسکا ایمان لانا جو کہ نہین ایمان لایا تھا پہلے
اس نشانی سے ۔ رواہ البخاری وبقیۃ الجماعۃ وغیرہم اور ایک روایت بخاری مین ہے کہ پھر آنحضرت صلعم نے یہی آیت پڑھی پس [illegible]
ظاہر ہے کہ جو اس وقت سے پہلے ایمان لایا ہوگا اسکو اسکا ایمان نفع دیگا یعنی مقبول ہوگا اور یہی تفسیر اس آیت کی مفسر نے موافق جمہور
مفسرین کے اختیار کی ہے کمالین مین لکھا کہ بعض مفسرین نے کہا کہ بعض آیات سے مراد کوئی آیت ہو خواہ دخان یا دجال یا دابۃ [illegible]
او صحیح قول اول ہے وقال المفسر [illegible] آیت مین یہ ہیکہ کوئی سی آیت ہو بیشک [illegible] کیونکہ منصوص بعض آیات مین [illegible]

آفتاب از مغرب کے سوائے بھی بعض آیات کو عام لیا ہوتا تو اسکی وجہ بھی ہوسکتی تھی چنانچہ ابن جریرؒ نے باسناد جید حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تین باتین ہین کہ جب وہ ظاہر ہونگی تو کسی نفس کو اسکا ایمان نافع نہوگا جو نہین ایمان لایا تھا پہلے سے یا کسب کیا تھا اپنے ایمان میں کسی بھلائی کو- وہ طلوع آفتاب ہے مغرب سے اور نکلنا دجال کا اور نکلنا دابۃ الارض کا ہے- و قد رواہ احمد و مسلم والترمذی وابن مردویہ- وفی الکمالین عبد بن حمید نے اپنی تفسیر مین عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضؓ سے روایت کی کہ لوگون پر ایک رات بقدر تین راتون کے آئیگی کوئی نہین پہچانیگا سوائے اُن لوگون کے جو تہجد پڑھنے اُٹھتے ہین پس آدمی اٹھکر اپنا وظیفہ پڑھکر سو رہیگا پھر اٹھکر اپنا وظیفہ پڑھکر سو رہیگا پھر اُٹھیگا پس ایسا وقت ہونے پر لوگ آپس مین آواز دیکر ملکر مسجدون مین جاوینگے یہانتک کہ جب صبح کی نماز پڑھکر بیٹھین گے کہ ناگاہ آفتاب مغرب کی طرف سے نکل آویگا یہانتک کہ جب درمیان مین پہونچیگا تو واپس ہو جائیگا **قال الحافظ ابن کثیرؒ** و قد رواہ ابن مردویہ و ہو حدیث غریب- ابن مردویہ نے حذیفہؓ سے مرفوع روایت کی کہ رات بقدر دو رات کے دراز ہو جائیگی- بعض روایات مین ہے کہ آفتاب تین روز تک مغرب سے نکلیگا اور امام نوویؒ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ ایکسہی روز ایسا ہو کر پھر اور دنون کے مانند نکلا کریگا فی تفسیر الحافظ- ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے مغرب سے آفتاب نکلنے سے پہلے توبہ کی اُسکی توبہ قبول ہوگی- رواہ ابن جریر ولیس فی الکتب الستۃ و اسنادہ جید عن حذیفۃ بن اسید الغفاریؓ ہم لوگ قیامت کا ذکر کرتے تھے کہ ناگاہ رسول اللہ صلعم بالاخانہ سے طلوع فرماکر کہا کہ قیامت قائم نہوگی یہانتک کہ تم دس نشانیان دیکھو آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا اور دخان- اور دابۃ الارض- یاجوج ماجوج کا نکلنا عیسیٰ بن مریم کا اُترنا اور دجال کا نکلنا اور تین خسف ایک مشرق مین اور ایک مغرب مین اور ایک جزیرۂ عرب مین آگ نکلنا عدن کے غار سے جو لوگون کو ہانک لیجاویگی جہان رات گذارینگے وہان رات کو ساتھ رہیگی اور جہان دوپہر کو ٹھہرینگے ساتھ ہوگی- رواہ احمد و مسلم واہل السنن الاربعہ ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قولہ یوم یاتی بعض آیات ربک آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ مغرب سے آفتاب کا نکلنا ہے رواہ احمد رواہ الترمذی موقوفاً- حدیث ابوامامہؓ مین مرفوعاً ہے کہ نشانیون مین اول وہ طلوع آفتاب از مغرب ہے حدیث صفوانؓ مین مرفوعاً آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغرب مین ایک دروازہ کھولا جسکا چوڑان ستر برس کی راہ ہے وہ توبہ کے واسطے ہے وہ بند نہوگا یہانتک کہ مغرب سے آفتاب نکلے- رواہ النسائی وصححہ الترمذی وابن ماجہ اور اول آیت طلوع آفتاب ہونا حدیث عبد اللہ بن عمروؓ مین بھی بروایت احمد و مسلم و ابو داؤد و ابن ماجہ مروی ہے- و سابقہ عبد الرحمٰن بن عوف و عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہجرت دو خصلت ہین ایک تو گناہون سے ہجرت یعنی گناہ چھوڑنا اور دوم یہ کہ ہجرت کرکے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کیطرف ہجرت کرے اور یہ ہجرت منقطع نہوگی جب تک کہ توبہ قبول ہو اور توبہ برابر قبول ہوگی یہانتک کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے پھر جب مغرب سے طلوع ہوا تو ہر دل پر مہر ہو جائیگی جو کچھ اسمین ہے اور کفایت ہوگا لوگون کو عمل **قال الحافظ** رواہ احمد باسناد حسن ولم یخرجہ احد من اصحاب الستۃ عن ابن مسعودؓ کہا کرتے تھے کہ آیات قیامت جو مذکور ہوئین مین المین سے سوا سے چار کے سب گذر گئین اور چار جو باقی ہین وہ طلوع آفتاب از مغرب اور خروج دجال و دابۃ الارض و خروج یاجوج ماجوج ہین اور کہتے تھے کہ جس آیت پر اعمال ختم ہونگے وہ مغرب سے طلوع آفتاب ہے **قال المترجم** نزول عیسیٰ علیہ السلام ملاصق خروج دجال ہے اور آیات قرب قیامت بہت ہین المین سے بڑی آیات دس ہین- پھر واضح ہو کہ قولہ او کسبت فی ایمانہا خیرا مین خیر سے مراد عمل صالح ہے اور مفسرینؒ نے کہا کہ خیر و طاعت سے مراد یہ کہ اسکو اسکا توبہ کرنا نافع نہوگا جیسا کہ حدیث مین آیا ہے **قال فی الکمالین** زمخشریؒ نے

ظاہر آیت سے استدلال کیا تھا کہ خالی ایمان بدون عمل کے نافع نہیں ہے اور مفسرؒ نے اسکو دفع کردیا کہ عدم نفع ایمان اس سے ظاہر نہیں ہوتا
بلکہ او کسبت معنی لا ینفع نفسا لم تکن کسبت فی ایمانہا خیرا ای توبۃ ہے یعنے اسوقت کسی مومن کو اسکے گذشتہ جرم پر توبہ کرنا نفع نہ دیگا۔ وفی تفسیر
ابن کثیر قولہ تعالے لا ینفع نفسا ایمانہا لم تکن الخ یعنی اگر اس روز کسی کافر نے نیا ایمان حاصل کیا یعنی ایمان لایا تو اس سے مقبول نہوگا
اور اگر وہ اس سے پہلے مومن تھا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو نیکوکار تھا تو وہ بہت خوب حال میں ہے اور اگر نیکوکار نہ تھا اور اُسنے
جدید توبہ کی تو اسکی توبہ قبول نہوگی جیسا کہ احادیث متقدمہ دلالت کرتی ہیں پس اسی پر محمول ہوگا قولہ او کسبت فی ایمانہا خیرا۔ واضح ہو کہ قولہ
تعالے لا ینفع نفسا ایمانہا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا میں کسبت کو آمنت پر عطف کرنے سے اشکال پیش آتا ہے وہ یوں کہ
کہ ایمان سابق نہو تو صرف خیر نہوگی کیونکہ بدون ایمان کے خیر کچھ نہیں ہے اور اگر خیر مع الایمان مراد ہو تو جملہ ثانیہ میں تکرار ہے اور نیز جدید ایمان اگر عدم
خلود کے واسطے کافی ہے تو عدم ثانی کی کیا ضرورت اور اگر ثانی پر کافی ہے تو جز اول سے کیا نفع ہوا و مؤلف فتح البیان نے [illegible] الاقوال
طول کلام کے بعد لکھا کہ ظاہر آیت جو مقتضی ہے کہ خالی ایمان بدون عمل کے نافع ہے دیگر دلائل صحیحہ کتاب و سنت سے اسکے معارض ہیں
کہ نہیں نفع دیتا ایمان مگر عمل خیر کے ساتھ پس یہی وجہ قوی ہے اور بعد اسکے ایک لطائف تقریر کی جسمیں لوگوں پر تشنیع ہے کہ انھوں نے فقط
حمایت مذہب کی وجہ سے آیت میں تاویل کی ہے [illegible] مترجم کو ان زبان درازیوں سے تعجب ہوتا ہے اور مہمل باتوں کو اس کتاب میں
درج کرنا پسندیدہ نہیں ورنہ میں پورا کلام لاتا اسواسطے اعراض کر کے مؤلف مذکور کا اسقدر جواب دیتا ہوں کہ مجرد ایمان نافع نہونے سے
مؤلف مذکور کی مراد کیا ہے پس اگر یہ مراد ہے کہ کافروں کے مانند خلود فی النار سے رہائی میں فی الجملہ بھی نافع نہیں تو صریح غلط اور خلاف صحیح
احادیث و آیات ہے بلکہ باجماع امت سے مخالفت ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ کامل نافع نہوگا تو یہاں اس تشنیع میں کلام نہیں ورنہ مؤلف مذکور
پر اثبات لازم ہے اور نیز اگر مجرد ایمان نافع نہو تو تصدیق توحید رکھنے والا اور معتقد شرک و کفر میں کوئی فرق نہوگا حالانکہ فرق ظاہر ہے پس بالجملہ
مؤلف مذکور کی ایسی مفسدانہ باتوں سے اللہ تعالے محفوظ رکھے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر توضیح مقام یہ ہے کہ قولہ لا ینفع نفسا ایمانہا لم تکن
آمنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا میں کسبت معطوف ہے آمنت پر اور دو شق بحرف او مردد ہیں یعنے نفع نہ دیگا کسی نفس کو اسکا ایمان
لانا جسکی یہ صفت ہو کہ وہ پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا اپنے ایمان میں خیر نہ کمائی ہو پس نافع نہونا اس نفس کو ہے جس میں دونوں باتوں میں
کوئی بات نہو لیکن اول شق کی نفی ہے کہ وہ اس آیت سے پہلے ایمان لایا ہو مگر خیر نہیں کمائی ہے اگر ظہور آیت سے پہلے ایمان لایا ہو تو اسکو
اسکا ایمان نافع ہوگا اگرچہ خیر نہ کمائی ہو اور جب شق اول کی نفی سے یہ بات ثابت ہوئی تو دوسری شق کے معنی لا ینفع نفسا لم تکن کسبت
فی ایمانہا خیرا یہ ہیں کہ نفع نہ دیگا کسی نفس کو جسنے نہیں کمایا اپنے ایمان میں خیر کو۔ ظاہر ہے کہ نفی شق اول سے ثابت ہوا اس سے مقصد یہ
ہے اور جواب یہ ہے کہ شق دوم کے معنی یہ ہیں کہ اسکی توبہ اعمال بد کے بارہ میں قبول نہوگی جنکو کر چکا ہو اور اگر یہ مراد ہوتی جو مؤلف فتح البیان
نے تاویل کی سے اپنے نفس کی حمیت کی ہے کہ بدون عمل خیر نافع نہوگا تو شق اول بیکار ہوتی فقط شق دوم لازم تھی
ذکر کردیا اس سے ظاہر ہو کہ یہ تاویل حضرت ابن کثیرؒ کی تفسیر سے موافق دیگر مفسرین کے نقل کردی
فتح البیان نے لکھی وہ غلط ہے قل انتظروا انا منتظرون

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ
بیشک جنھوں نے راہیں نکالیں اپنے دین میں اور ہوگئے کئی فرقے تجھکو ان سے کچھ کام نہیں ان کا کام حوالے اللہ کے پھر وہی جتا دیگا انکو

بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا
جیسا کچھ کرتے تھے ۔ جو کوئی لایا نیکی اسکو ہے اسکے دس برابر اور جو لایا برائی سو سزا پاویگا تو اتنی ہی

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝
اور اُنپر ظلم نہ ہوگا

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ یعنے دین کو اسطرح تفریق کرڈالا کہ اسمین پھوٹ ڈالی اور اختلاف کرکے کچھ لیا اور کچھ چھوڑ دیا وَكَانُوْا شِيَعًا یعنے فرقًا اور وہ جمع فرقہ ہے یعنے ٹکرے ٹکرے ہوگئے اور ایک قراءة حمزہ وکسائی مین فارقوا دینہم ہے یعنے جدا ہوگئے اس دین سے جسکا حکم دیئے گئے تھے اور یہ لوگ یہود ہین جیسا کہ مجاہدؒ سے مروی ہے وفی تفسیر الحافظ کہا مجاہد وضحاک وقتادہ وسدی رحمہم اللہ نے کہ یہ آیت دربارہ یہود ونصاریٰ نازل ہوئی ہے اور ایسا ہی ابن عباسؓ سے مروی ہے اور ابوہریرہؓ نے کہا کہ اس امت کے گمراہ فرقون کے بارہ مین ہے اور ابوامامہؓ نے کہا کہ حروریہ یعنی خارجی فرقہ انکے حق مین ہے اور حدیث مرفوع اسمین کہ یہ آیت اصحاب ہوا کے حق مین ہے ثابت نہین ہوئی لیکن اقوال سلف رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور توفیق یہ ہے کہ اولًا تو یہود ونصاریٰ کے حق مین ہے اور ثانیًا شمولًا تمام اہل ہوا و بدعت وضلالت کے حق مین ہے خواہ یہود ونصاریٰ ہون یا اس امت کے فرقے مبتدعین مانند معتزلہ وروافض وخوارج کے ہون بالجملہ جسنے توحید الٰہی وسنت رسول اللہ صلعم سے اور جماعت سلف صالحین کے طریقہ سے انحراف کیا وہ اسی حکم مین داخل ہے پس آیت مین دلیل ہے کہ مسلمانون کا ایک کلمہ چاہیئے اور جماعت رہین اور تفریق وپھوٹ نہ ڈالین فی السراج والمعالم وغیرہما معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ہم مین کھڑے ہوکر خطبہ فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تم سے پہلے اہل کتاب تو بہتر فرقے ہوگئے اور یہ امت عنقریب تہتر فرقہ ہوجائیگی جنمین سے بہتر فرقہ دوزخ مین جائینگے اور ایک فرقہ بہشت مین جائیگا اور وہ فرقہ جماعت ہے ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی ۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بہتر فرقہ ہوے وہ سب دوزخ مین جاوینگے سواے ایک فرقہ کے اور میری امت کے تہتر فرقہ ہوجاوینگے وہ سب دوزخ مین جاوینگے سواے ایک فرقہ کے تو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون فرقہ ہے تو فرمایا کہ جو اس طریقہ پر ہوگا جسپر مین اور میرے اصحاب ہین ۔ رواہ الترمذی وقد اخرج الحاکم نحوہ ۔ عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ہمکو صبح کی نماز پڑھائی پھر ہمکو ایسی بلیغ نصیحت فرمائی کہ آنکھون سے آنسو روان ہوے اور دل دہل گئے پس ہم مین سے کسی کہنے والے نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ تو وداع کرنے والے کی سی نصیحت ہے پس آپ ہمکو کچھ وصیت فرمادین تو فرمایا کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ تقوی رکھو اللہ تعالےٰ سے اور سمع وطاعت رکھو اگرچہ کوئی حبشی غلام ہو کیونکہ جو کوئی تم مین جیگا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھیگا پس اسوقت تمپر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو اور دانتون سے اسکو مضبوط پکڑلو اور خبردار بچے رہو اپنے اوپر سے کہ حتیٰ کہ تم بدعت نکالو کیونکہ ہر نئی بات نکالی ہوئی بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے وہذا الحدیث فی الصحاح ۔ بالجملہ جن لوگون نے دین مین پھوٹ ڈالی اور فرقہ فرقہ ہوگئے انسے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلعم کو بری فرمایا بقولہ لَسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ حاصل آنکہ تجھکو انسے کچھ تعلق نہین ہے تو انسے بالکل بری ہے ولذالک قال المفسر ای فلا تتعرض لہم یعنی انسے کچھ تعرض مت کر اِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللّٰهِ یعنے اللہ تعالےٰ ہی خود انکے امر شدید کا متولی ہے اور یہ سخت تہدید ہے کیونکہ شفاعت وغیرہ سے بالکل محروم کردیا تو لامحالہ سخت عذاب مین پڑین گے ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ یعنی پھر آخرت مین انکو انکے افعال سے خبردار فرمادیگا یعنی انکو سزا سے سخت دیگا قال المفسر نسخ

حکم جہاد سے ۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ آیت محکم ہے اور قولہ لست منہم فی شیء سے فقط یہ مراد ہے کہ تجھ پر صرف ابلاغ ہے اور انکے افعال سے تجھ پر کچھ لازم نہو گا
پھر انکا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جو چاہے انکے حق میں دنیا میں حکم کرے چنانچہ آخر جہاد کا حکم ہوا۔ پھر قیامت میں انکو خبردار کریگا کہ تم کیا کرتے
تھے چنانچہ جو جزیہ پر اڑے رہے وہ قیامت میں عذاب شدید کفر و شرک کا پاوینگے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ اے لا الٰہ الا اللہ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا
تو اسکے لیے جزا اسکے برابر دس گونہ اسکے ایک جماعت نے کہا حسنہ سے مراد کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے یہی ابن مسعود و ابن عباس و ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہم سے مروی ہے اور دیگر مفسرین نے کہا کہ یہ کلمہ طیبہ افضل الحسنات ہے اور مراد عام ہے جیسا کہ عموم لفظ دلالت کرتا ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ تمہارا
پروردگار عز و جل رحیم ہے جسنے قصد کیا کسی نیکی کا پھر اسکو نہ کیا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسنے اسکو کیا تو دس گونہ سے سات
سو سے بہت گونہ تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جسنے کسی بدی کا قصد کیا پھر اسکو نہ کیا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے پھر اگر اسکو کر گزرا
تو اسپر ایک بدی لکھی جاتی ہے یا اللہ تعالیٰ اسکو محو کر دیتا ہے۔ کما رواہ البخاری و مسلم والنسائی۔ حدیث ابوذرؓ میں منجملہ حدیث قدسی کے ہے اور جسنے زمین
بھر کی خطائیں کیں پھر مجھسے ملا اس حال میں کہ وہ میرے ساتھ کچھ شرک نہیں کرتا تھا تو میں اسکے برابر اسکے واسطے مغفرت دیتا ہوں۔ کما رواہ مسلم
و احمد و ابن ماجہ اور ابو یعلی نے مانند حدیث اول کے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے **قال الحافظ** واضح ہو کہ کسی گناہ کو
چھوڑنے والا تین قسم کا ہے ایک وہ کہ جسنے اللہ تعالیٰ عز و جل کے واسطے اسکے خوف سے گناہ کو چھوڑا پس اسکے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسکے واسطے
نیکی عطا فرماتا ہے اور یہ بس بندہ کی طرف سے عمل و نیت ہے چنانچہ بعض الفاظ صحیح میں یہ بھی آیا ہے کیونکہ اسنے اس گناہ کو میری ہی وجہ سے چھوڑا ہے
دوم وہ کہ جسنے نسیان و ذہول سے چھوڑ دیا تو ایسے شخص پر نہ عذاب ہے نہ اسکو ثواب ہے کیونکہ اسنے نہ بھلائی کی نیت کی اور نہ کوئی برائی عمل میں لایا
اور سوم وہ کہ جسنے اس بدی کے بجا لانے اور اسکے اسباب سامان میں کوشش کی لیکن کسل کی وجہ سے یا عاجز ہو کر بیٹھ رہا تو ایسا شخص بمنزلہ اس بدی
کے عمل میں لانے والے کے ہے اسی واسطے حدیث صحیح میں ہے کہ جب دو مسلمان تلواریں لیکر بھڑے تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں لوگوں
نے عرض کیا کہ قاتل تو قاتل ہوا مقتول کا کیا حال ہے تو فرمایا اسواسطے کہ وہ اپنے ساتھی کو قتل کر ڈالنے پر حریص تھا حاصل آنکہ اسنے
کوشش میں دریغ نہیں کیا پس وہ بمنزلہ قاتل کے ہے **قال الحافظ** خریم بن فاتک الاسدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ
آدمی چار صفت کے اور اعمال چھ طور پر ہیں پس آدمیوں کی حالت یہ کہ بعض کے حق میں تو دنیا و آخرت دونوں میں وسعت ہے اور بعض کے لیے دنیا
میں وسعت ہے اور آخرت میں تنگی ہے اور بعض دنیا میں تنگی اور آخرت میں وسعت والا ہے اور بعض دنیا و آخرت دونوں میں شقی ہے اور
اعمال کی تفصیل یہ ہے دو موجب ہیں اور مثل بمثل اور دس گونہ اور سات سو گونہ پس دو موجب یوں ہیں کہ جو مسلمان مومن مرا اور حالیکہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ کچھ شرک نہ کرتا تھا تو اسکے واسطے جنت واجب ہوئی اور جو کافر مرا اسکے لیے دوزخ واجب ہوئی اور جسنے نیکی کا قصد کیا اور بجا نہ لایا
اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ اسکے دل میں یہ کھپ گئی تھی اور حریص تھا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جائیگی اور جسنے برائی کا قصد کیا اسپر نہیں لکھی جائیگی
اور جسنے برائی کر لی اسپر ایک ہی لکھی جائیگی اور کئی گونہ نہیں ہوگی اور جسنے ایک نیکی کر لی اسکے واسطے دس گونہ لکھی جائیگی اور جسنے راہ خدا میں کچھ
خرچ کیا تو سات سو گونہ اجر لکھا جائیگا۔ رواہ احمد و قد رواہ الترمذی والنسائی بالبعض۔ اور اسی واسطے آیا ہے کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک
کفارہ ہے اپنے درمیان کا اور تین روز زائد تک کا کیونکہ دس گونہ ثواب ہے پس سات روز جمعہ تک اور تین روز زیادہ سے پورے دس ہو گئے
اور ایسے ہی ایک روزہ دس دن کے برابر اور تین روزے پورے مہینہ کے برابر ہو گئے اسی واسطے حدیث ابوذرؓ میں آیا کہ جسنے ہر مہینہ
میں تین روزے رکھے اسنے گویا تمام دہر روزہ رکھے۔ رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ والترمذی تمام دہر تمام سال یا ہمیشہ کیونکہ کوئی مہینہ

خالی نہیں تو تمام سال خالی نہیں ہے ومن جاء بالسیئۃ فلا یجزی الا مثلہا چنانچہ احادیث مذکورہ بالا سے اسکی تفسیر ظاہر ہوگئی **وقال الحافظ**
قولہ ومن جاء بالحسنۃ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ لایا۔ اور قولہ ومن جاء بالسیئۃ یعنی کوئی شرک لایا۔ اور ایسا ہی ایک جماعت
سلف رضی اللہ عنہم سے مروی ہوا ہے حاصل آنکہ جسنے کوئی بدی کی اسکو اسکے مثل جزا دیجائیگی اور اسپر زیادتی نہوگی پس مشرک کو خلود دوزخ کی
جزا دیجائیگی اور یہ موجب ہو سینے ضرور اسکو یہ جزا و سزا ملیگی بسبب قطعی وعید کے اور سوائے اسکے دیگر معصیات ہیں جنکی جزا و سزا مقدار کہ
وہ معلوم اور جسکی مقدار بیان نہیں ہوئی اسمیں اسکی مثل سزا ملیگی لیکن سوائے شرک کے دیگر سیئات ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے عفو نہ فرمایا اور
اسکی حسنات بہ نسبت اسکے سیئات کے زیادہ نہوئی تو یہ سزا جو مذکور ہوئی یعنی برابر اپنی برائی کے بدون زیادتی کے سزا پاویگا اور اگر توبہ کرلی
تو خواہ شرک ہو یا کوئی گناہ ہو اور تعالیٰ ارحم الراحمین عفو فرماتا ہے وھم لا یظلمون ای لا ینقصون من جزاءہم شیئا جو انکی جزا ہے خواہ نیکی کا بدلا یا بدی کا
بدلا اسمیں ان پر ظلم نہوگا **فی العرائس** قولہ ان الذین فرقوا دینہم اسکے اشارہ میں وہ لوگ داخل ہیں جو اپنی ارادت میں فتور کر گئے اور
طریقہ حق سے دوسری طرف مائل ہوگئے حالانکہ ان پر واجب یہ تھا کہ اس راہ میں اپنے نفس کو قربان کریں اور مجاہدہ و ریاضت سے اسکو
زیر کریں پس جب انھوں نے راہ حق سے تفریق کی اور اسکو چھوڑا تو میدان ضلالت و بطالت میں جا پڑے پس باطل دعوی کر کے ہلاک
ہوئے بعض تو زرق دکھانے پڑے اور بعض طرار ہوئے اور بعضوں نے اولیاء اللہ کے سے کپڑے پہن لیئے اور بعضوں نے اولیاء کے
مانند باتیں بنانی شروع کیں۔ فارس رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ لوگ راہ الٰہی میں ایک وتیرہ پر نہیں رہے **قولہ** من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا۔
جو شخص اپنے اعمال پر نظر رکھتا ہے اسکا اجر اسکے گمان کے موافق ہے یعنی عبادت میں سے اعلیٰ مقام جنت کی نعمتوں سے اسکو اجر ملیگا اور جسنے
اپنی نظر اپنے اعمال سے اٹھائی اور حضرت باری تعالیٰ کی درگاہ پر نظر کر کے اپنے اعمال سے خجل ہوا تو اسکا اجر بغیر حساب ہے اور وہ لطف
عرفان اور مواید ایقان ہے۔ اور حسنہ یعنی نیکی کی اصل یہ ہے کہ ظہور ربوبیت کے وقت اخلاص سے عبادت کرے اسی واسطے آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اس حال سے کہ گویا تو اسکو دیکھتا ہے یہ مرتبہ احسان ان عارفوں کے واسطے ہے جنکا اجر مشاہدہ
الٰہی عز وجل بلا نہایت ہے۔ بعض نے کہا کہ جسنے حسنہ کو اپنے نفس سے لحاظ کیا تو اسکو دس گونہ ثواب ہے اور جسنے حسنہ کو اللہ تعالیٰ کی توفیق
سے خیال کیا تو وہ ایسا بندہ ہے کہ اسپر ملائکہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر بندہ کو اپنی رحمت سے جو جسکے واسطے مقدر ہے اسکو عطا فرماتا ہے
اور جسکا اجر چاہتا ہے بہت گونہ بے حساب دیتا ہے **قال المترجم** ایک حدیث شریف نقل کرتا ہوں کہ جس سے یہ اشارات ماخوذ ہو سکتے ہیں
اگرچہ معلوم ہو کہ راہ خدا میں جہاد والے کے نفقہ کا اجر بے حساب آیا ہے عن عمرو بن شعیبؓ عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلعم جمعہ میں تین قسم کے لوگ
حاضر ہوتے ہیں ایک وہ کہ جمعہ میں آیا اور بیہودہ فعل کرتا ہے تو جمعہ سے یہی اسکا حصہ ہے۔ دوم وہ کہ حاضر ہوا اور دعا کرتا ہے پس اسنے دعا کرلی اگر اللہ
تعالیٰ نے چاہے اسکو دیوے اور چاہے نہ دیوے سوم وہ شخص جو جمعہ میں انصات و سکوت کے ساتھ حاضر ہوا اور کسی مسلمان کی
گردن سے قدم بڑھاتا ہوا تجاوز نہیں کر گیا اور کسی کو ایذا نہیں دی تو جمعہ اسکے لیئے کفارہ ہے اسکے اور اگلے جمعہ تک اور زیادہ تین روز
کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا الآیہ

قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ
تو کہہ مجھکو تو سوجھائی میرے رب نے راہ سیدھی دین صحیح ملت ابراہیم کی جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا شرک والوں میں تو کہہ میری نماز
وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝
اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ کی طرف ہے جو صاحب سارے جہان کا کوئی نہیں اسکا شریک اور یہی مجھکو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے حکم بردار ہوں

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ہدایت متعدی بمفعول دوم بواسطہ بھی ہوتا ہے جیسے یہاں الی صراط مستقیم ہے جبکہ مراد ایک چیز کی طرف
راہ بتاتی ہو اور کبھی متعدی بلاواسطہ ہوتا ہے جیسے اہدنا الصراط المستقیم جبکہ داخل کرنا مقصود ہے کیونکہ ہدایت بدون اسکی عنایت کے نہیں ہے پس یہاں
صراط مستقیم محل نصب میں ہے بنا برآنکہ مفعول دوم ہے اور بدل اسکا منصوب فرمایا دِیْنًا قِیَمًا یعنے مستقیم مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ
مگر اسکی تفسیر گذر چکی **قال الحافظ ابن کثیرؒ** اور یہ بمانند قولہ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا وما کان من المشرکین - اور آنحضرت صلعم
جبکہ ملت ابراہیم حنیفیہ کے اتباع کا حکم کیے گئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابراہیم علیہ السلام بہ نسبت آنحضرت صلعم کے اکمل ہوں کیونکہ آنحضرت صلعم
اس بات کو تکمیل تمام ادا کیا کہ سابقین میں سے کوئی اس مرتبہ کو نہیں پہونچا اسی واسطے خاتم الانبیاء اور سید اولاد آدم علی الاطلاق اور صاحب
مقام محمود ہوئے کہ تمام خلائق حتی کہ ابراہیم علیہ السلام بھی آنحضرت صلعم کی طرف رغبت کرینگے انتہی اور اسمیں مشرکوں پر تعریض ہے جو شرک کرتے
اور دین ابراہیم کا دعوی کرتے تھے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ یہاں اسم الجنس صلوٰۃ کا یا لف ہے اور مراد نماز ہے وَنُسُكِیْ عبادات من حج وغیرہ - یعنی نسک
جمع نسیکہ اور مراد اس سے عبادت ہے حج ہو یا کوئی اور ہو وعلی ہذا تعمیم بعد تخصیص ہوگی کیونکہ صلوٰۃ بھی عبادت ہے **وقال الحافظ** رحمہ اللہ تعالی
حکم دیا کہ مشرکوں کو خبر دے جو لوگ کہ سوائے اللہ تعالی کے غیروں کے بتوں وغیرہ کی عبادت کرتے اور غیر کے نام پر ذبح کرتے ہیں انکو آگاہ کردے
کہ میری نماز بھی اللہ تعالے ہی کے واسطے فقط مخصوص ہے اور میرا نسک بھی اسی کے نام پر ہے اور یہ بمانند قولہ انا [illegible] فصل لربک وانحر ہے -
قال مجاہد نسک یعنی حج وعمرہ میں قربانی کرنا یہی سعید بن جبیر وسدی وضحاک کا قول ہے وعن ابن عباسؓ آنحضرت صلعم نے عید النحر کے روز دو دنبے
ذبح کیے اور وقت ذبح کے یوں دعا پڑھی انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی الی آخرہ
وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ یعنے میری حیات وموت لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ یعنے حقیقت میں اسکا کوئی شریک نہیں تو ان امور میں بھی
کوئی اسکا شریک نہیں ہے وَبِذٰلِكَ یعنے اسی توحید بجا لانے کا اُمِرْتُ مجھے حکم کیا گیا ہے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ یعنے اس امت میں سے
میں ہی اول مسلم ہوں کذا قال قتادہ رحمہ اللہ وقت **فی العرائس** قولہ تعالی قل اننی ہدانی ربی الخ - صراط مستقیم اس مقام پر نہایت نادر لطیفہ
معارف کاشف میں ہے اسی طریقہ سے اپنے نبی صلعم کو اپنی طرف ہدایت فرمائی کیونکہ آنحضرت صلعم اس طریق کے ساتھ تمام خلائق میں سے
مخصوص ہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ قولہ قل اننی ہدانی ربی سے کیونکر خاص اپنے نفس کی ہدایت بیان فرمائی اور یہ وہ توجہ اسرار منازل انوار الٰہیہ
طیران آپ کی روح کا منازل ملکوت وجبروت میں ہے یہاں تک کہ مقام دنو الدنو بوصف رویت کبری مشاہدہ کیا اور مناجات علی ہوئیں [illegible]
جیسا کہ قولہ دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی ما کذب الفؤاد ما رای سے اشارہ ہے و قولہ ما کذب الفؤاد
ما رای - یعنے بسبب غلبہ [illegible] کے راہ قدم سے تجاوز نہیں کیا کیونکہ بسبب رعایت ازلی و عنایت ابدی کے محفوظ و معصوم
تھے پس صفات کی راہوں میں سے [illegible] راہ ہے اور مشاعر ذات میں سے نہایت مستقیم راہ پر پہونچ گئے چنانچہ اشارہ فرمایا بقولہ دینا
قیما یعنی بہت مستقیم جو کہ بشریت کی کجی ونقص تلوین وغیرہ سے منزہ و پاک ہے کیونکہ یہ کشادہ راہ محبت وخلت کی رب سے جذبات ازلی [illegible]
ابدیہ نے آپ کو کھینچ لیا تھا - وقد قال تعالی ملۃ ابراہیم حنیفا یعنی طریق محبت ملت ابراہیم کا انکی خلت و دوستی میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام
خلائق کے درمیان سے نہایت نادر طریقہ محبت وخلت سے مخصوص تھے انکو حنیفیت کے ساتھ موصوف کیا کیونکہ وہ اس راہ میں ماسوا اسکے
حبیب کے سب چیزوں سے منہ موڑنے والے تھے جو انکی راہ چلا وہ انکے حبیب تک پہونچ گیا کیونکہ وہ شرک وعلت سے پاک
صاف [illegible] ہو وقد قال تعالی وما کان من المشرکین راہ محبت وخلت ایک ہی راہ ہے در بارہ اقتدا کرنے کے کیونکہ معدن الا[illegible]

دونون کا وہی عین قدم ہی جو ہر علت سے منزہ پاک ہی شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ صراط مستقیم یہ ہی کہ اقتدا کرے اور اتباع کرے اور ہوائے نفس چھوڑ دے اور کوئی بدعت نہ نکالے بھلا تو نہین دیکھتا کہ فرمایا وما ینطق عن الھوی بعض نے قولہ دینا قیما کے اشارہ مین کہا کہ دین قیم وہ ہی جو کجی اور ہوائے نفس سے پاک ہو اور اپنی مراد کی لذت سے بھی بری ہو اور جب آنحضرت صلعم کا وصف بیان کر دیا کہ او تعالیٰ عز وجل کے جمال و جلال کی ہدایت پائے اور جمیع خلائق سے اپنے خالق کی عبادت کی طرف منھ موڑے ہین تو حکم دیا کہ اپنے حال بلند و مقام ارجمند سے لوگون کو آگاہ فرما دین کہ تمام مخلوقات سے منھ موڑے ہوئے ہین پس فرمایا قل ان صلاتی ونسکی الآیۃ نماز اسکی وصل ہی اور سجود اُس کا قرب ہی اور شہود اسکا مشاہدہ ہی اور رکوع وجد اور قیام حیرت ہی اسی واسطے فرمایا قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میری دونون آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین ہی کیونکہ اسی مین کمال ظہور مشاہدۂ الٰہی ہی اور واردات جلال وجمال کا ہجوم ہی یہانتک کہ مروی ہی کہ نماز پڑھتے تھے اور سینہ مین آپ کے جوش تھا مانند جوش دیگ کے۔ اور یہی نماز اللہ تعالیٰ کے واسطے ہی کیونکہ اسمین غیر کی طرف نظر نہین ہوئی اور نیز یہی نماز اللہ تعالیٰ کے واسطے باینمعنی ہوئی کہ اس نماز کا ادا کرنیوالا تمام خلائق سے افضل ہی اور نیز اسوجہ سے کہ اورون کی نماز و جمیع عبادت تو بالغرض ہی سوائے اس نماز کے کیونکہ اسمین قدم مین حدوث کا فنا ہی اور نیز اسمین روح اول کو دروازہ ازل پر محبت و عشق کی تلوار سے قربان کیا گیا اور یہی معنی ہین قولہ ونسکی۔ پھر جب اسنے وجود کو ازل کے لیئے قربان کر دیا تو حیات قدیم سے زندہ ہوا پھر سطوات عزت کے ظہور مین فنا ہو گیا اسکے لیے اسکی حیات و موت تھی پس ایسی زندگی و موت و قربان و نماز البتہ ہو سکتا ہی کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو کیونکہ یہ سب علت حدوث و نسیان بشری سے پاک ہی و اسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ کا بیان دوسری آیت کریمہ یعنی قولہ للہ ما فی السموات وما فی الارض سے ظاہر ہی پس جسنے عبادت کو اپنے نفس سے لحاظ کیا وہ شکستہ حال ہی اور جسنے اس سے بیزاری کر لی اور بالکل الگ ہوا تو وہ عنایت قدیم مین معصوم ہی اور کبھی کو روا ہی کہ اپنے نفس سے اُلٹی بات خیال کرے بعض نے فرمایا کہ جسنے یقین کیا کہ وہ بفضل الٰہی موجود ہی تو یقین کریگا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہی پس جب اپنے نفس کو جان گیا تو اسمین غیر الٰہی عز وجل کا کوئی حصہ نہین رہا پس وہ حکم الٰہی پر گردن جھکائے ہوگا اور تقدیر الٰہی پر کچھ بھی اعتراض نہ کریگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اسی وصف کے ساتھ تھے جو ہم نے بیان کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی فردانیت کے واسطے منفرد تھے اسی سے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے منفرد کیا کہ سوائے حق عز وجل کے کوئی انکی نظر مین نہ تھا چنانچہ او تعالیٰ نے فرمایا لا شریک لہ جب قلب سے آفتاب جلال کا ظہور ہوا تو درمیان مین کسی غیر کا وجود نہین رہتا جسپر نظر رہے قولہ وبذٰلک امرت۔ وہی پاک پروردگار تعالیٰ عزیز جلیل ہی اسی کی شان ہی کہ اسکے قدم کو حدوث سے منفرد سرا پا جاوے اور اسکے سوائے کوئی بھی اس لایق نہین کہ کسی امر مین نظر رکھنے کے واسطے ملحوظ ہو سکے تو عبادت وغیرہ کا کیا ذکر ہی پھر جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ تھی اور اس قابلیت پر او تعالیٰ عز وجل نے پیدا کیا تھا تو یہی بات ہی کہ ابتدا سے فطرت مین آپ کے جوہر کو مخصوص فرمایا جسنے ظہور تجلی الٰہی و کشف ہیبت عزت کے وقت ہی سب سے اول و اعلیٰ طور پر انقیاد کیا اسی واسطے قولہ بذٰلک امرت کے بعد ہی فرمایا وانا اول المسلمین۔ اسمین اشارہ ہی کہ آنحضرت صلعم کی روح و آپ کا جوہر مقدم تھا پھر جملہ موجودات کا ظہور ہوا اور آنحضرت صلعم سب سے پہلے درگاہ عزت و کبریا عز وجل مین مخاطب بولایت و محبت و رسالت و خلت وغیرہ ہو چکے پس اول الاول مین حضرت ازل و ابد قدیم عز وجل کا انقیاد کیا اور جن لوگون نے اسمقام پر اوہام کو دخل دیا انھون نے وہمی و تصوری باتون پر مدار رکھا اور یہ سخت گمراہی ہی اللہ تعالیٰ و رسول اس سے پاک ہین تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ اور جو بات ہی اسکا اشارہ خود

حضرت صلعم نے فرمایا بقولہ کنت نبیا وآدم بین الماء والطین مترجم کہتا ہی کہ یہ معنی صحیح ہین اور صحیح حدیث سے ثابت ہین بعض نے فرمایا کہ قولہ و انا اول المسلمین یعنے او تعالےٰ عزوجل کے تصاریف قدرت پر جس طرح جس تقدیر کے ساتھ جاری ہون مین ایمان لایا اور گردن جھکائی اور اپنی طاقت و قوت سے بیزار ہون اور یہ تسلیم جو درحقیقت علت ہو مراد اس سے اظہار قدرت ہو کہ جس تصاریف تقدیر پر مین مطیع و منقاد ہون یہ منجملہ اسیکی رحمت خاص ہو فافہم واللہ اعلم

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ

تو کہہ اب مین سوائے اللہ کے تلاش کرون کوئی رب اور وہی ہی رب ہر چیز کا۔ اور جو کماوے سو اُسکے ذمے پر　اور بوجھ نہ اٹھاویگا ایک شخص دوسرے کا

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ

پھر تمھارے رب پاس ہو رجوع تمھاری سو وہ جتادیگا جس بات مین تم جھگڑتے تھے　اور اسی نے تمکو کیا ہو　نائب　زمین مین　اور بلند کیے تم مین

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ع

درجے ایک کے ایک پر کہ آزمائے تمکو اپنے دیے حکم مین تیرا رب　شتاب کرتا ہو عذاب　اور وہ بخشنے والا　مہربان ہو۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا مفعول کو مقدم کرکے اسی پر ہمزہ استفہام انکاری داخل کیا کیونکہ انکار اسی پر ہوا اور رب یعنی الٰہ جسکی عبادت لائق و واجب ہو اور معنی آنکہ غیر اللہ کو رب نہین تلاش کرتا۔ اور اشارہ ہو کہ اللہ تعالےٰ کے لیے معبود و رب ظاہر ہو اسکو چھوڑکر غیر کو رب بنانے وکافر و مشرک بننے کو مین نہین چاہتا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ اور حال یہ ہو کہ وہی پاک پروردگار رب یعنی مالک و خالق ہر ہر چیز کا وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ذَنْبًا اِلَّا عَلَيْهَا اور نہین کمائی کوئی نفس کسی گناہ کو مگر اپنے ہی اوپر یعنی اُسکا وبال اسی پر ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ای ولا تزر نفس وازرۃ ای آثمۃ وزر نفس اُخریٰ۔ اور نہین اُٹھاویگی نفس وازرہ یعنی گناہ کرنے والی کسی دوسرے نفس کے گناہ کو۔ واضح ہو کہ وزر اصل مین بمعنی گرانی و بوجھ ہو کسی تکلیف سے ہو یا کسی وجہ سے ہو اور اسی معنی کر فرمایا ووضعنا عنک وزرک یعنی جو گرانی تجھپر تھی وہ ہمنے تجھسے اُٹھادی اور تیرے اوپر سے گرادی۔ اور اس سے گناہ کے معنی نہین کیونکہ آنحضرت صلعم گناہ سے پاک تھے اور بتابع مردود فرقون کے قول پر لحاظ نہ کرنا چاہیے جو انبیاء کو گنہگار بتلاتے ہین پھر یہان وزر سے مراد گناہ ہو اور یہ معنی یہین مجاز مستعمل ہی ابن عباسؓ نے تفسیر کی یعنی کوئی نفس کسی دوسرے کے گناہ مین ماخوذ نہوگا اسمین رد ہی مشرکون جاہلون کا جو ایسا کرتے تھے کہ ایک شخص کے مواخذہ مین اسکے عزیز قریب کو ماخوذ کرتے تھے حتیٰ کہ قبیلہ مین سے ایک شخص کو ماخوذ کرتے تھے اور نیز اسمین نصاریٰ کا رد ہی جو یہ زعم کرتے ہین کہ تمام نصرانی جو گناہ کیا ہین کیا کرین حضرت عیسیٰ نے ان سب کے گناہ اٹھالیے ہین اور یہ عجیب جہالت ہی۔ اور نیز اس سے رد ہوا عوام جاہل مسلمانون کا بعضون نے یہ طریقہ نکالا ہی کہ مردہ بہت سے گناہ کرکے مرگیا بعد مرنے کے اسکے وارثون نے کچھ لوگون مفلسون کو کچھ مال اس شرط سے دیا کہ مردے کے تمام گناہ تمھارے اوپر ہین اور یہ مال اسکے عوض تمھارا ہی یا بلا شرط مال دیا اور اُن لوگون نے اسکے گناہ اپنے اوپر قبول کرلیے پس یہ محض باطل ہو اور گناہ مردے پر رہینگے مگر آنکہ لوگ اسکے واسطے مغفرت کی دعا کرین اور اللہ تعالےٰ مغفرت فرمادے پھر درصورتیکہ شرط کرکے بطور بیع کے طور پر مال دیا ہو تو مال واپس کیا جاوے اور درصورتیکہ بلا شرط ہبہ کیا ہو تو مال انکو حلال ہو اور مردے پر گناہ اسکے برقرار رہینگے پھر اس بارہ مین کہ نفس اپنے گناہ کے سوا دوسرے کے گناہ مین ماخوذ نہوگا بہت آیات ہین مانند قولہ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ الآیۃ اور یہ جو وارد ہوا کہ علما

مین سب ماخوذ ہوجاوینگے اور زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم ہلاک ہونگے حالانکہ ہم مین نیکوکار ہونگے تو فرمایا
کہ ہان جبکہ زناکاری بہت ہوجائیگی - تو دوسری حدیث عائشہؓ مین مصرح ہے کہ نیکوکار اس گناہ مین ماخوذ نہونگے بلکہ اپنی اپنی نیت ہے اور
یہ عذاب انکے حق مین ثواب ہوگا - اور رہا قولہ تعالےٰ ولیحملن اثقالہم واثقالا مع اثقالہم الآیۃ تو اس سے مراد یہ کہ گمراہی پر چلنے
والا اپنے گناہ لادیگا اور جن لوگونکو گمراہ کیا تو وہ اپنے گناہ لادینگے اور اسپر بھی انکے مثل گناہ لدیگا اس بات کا کہ اسی نے انکو گمراہ کیا
کما ثبت من قولہ لیحملوا اوزارہم کاملۃ یوم القیمۃ ومن اوزار الذین یضلونہم بغیر علم الآیۃ اور یہی مراد اس حدیث مین ہے کہ جسنے کوئی بدعت
نکالی تو اسپر اُسکا گناہ لیا اور قیامت تک جو لوگ اس سے گمراہ ہوتے جاوینگے سب گناہ اسپر لدیگا یعنے انکے گمراہ کرنے کا - اور
اسی طرح جو حدیث صحیح مسلم سے ثابت ہوا کہ قیامت مین بہت سے توحید والے اہل اسلام بہت بھاری گناہ لادے ہوئے
آوینگے اور تعالےٰ انکے گناہوں کو یہود و نصاری پر ڈالیگا - پس فقہ حدیث یہی ہے کہ انکی گمراہی سے یہ لوگ دیکھ دیکھکر گناہ مین مبتلا ہوئے
لیکن دین توحید پر باقی رہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی نفس دوسرے کا گناہ خود نہین اُٹھا سکتی ہان اللہ تعالیٰ عزوجل کو اختیار ہے کہ وہ ڈالدے
اور رہا یہ کہ قتل خطا مین جو دیت وغیرہ کو عاقلہ و مددگار برادری برداشت کرتی ہے تو درحقیقت اس سے معارض ہی نہین آیا تو نہین دیکھتا
کہ بردہ آزاد کرنا خود خاطی کے مال پر ہے **وقال الحافظ فی التفسیر** - قولہ تعالےٰ ولا تزر وازرۃ وزر اُخری - اللہ تعالیٰ نے اس سے
واقعہ روز قیامت کی خبر فرمائی کہ اسکے حکم و عدل سے نفوس کو انھین کے اعمال پر جزا ملیگی اگر بھلے ہین تو بھلائی اور اگر برے ہین تو بُرائی
پہونچیگی اور کسی کے خطیہ دوسرے پر نہوگی کما قال تعالی وان تدع مثقلۃ الی حملہا لا یحمل منہ شیٔ ولو کان ذا قربی الآیۃ - وقد قال
تعالےٰ کل نفس بما کسبت رہینۃ الا اصحاب الیمین الآیۃ اسکے معنی یہ ہین کہ ہر نفس اپنے اعمال بد کے مواخذہ مین گرو ہے سوائے اصحاب الیمین
کے جو نہایت نیکوکار مغفور بندے ہونگے پس انکے اعمال نیک کی برکت البتہ انکی ذریات کی طرف پہونچیگی چنانچہ قولہ الذین آمنوا
واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم الآیۃ مین مصرح کردیا یعنی جو نیکوکار بندے اصحاب الیمین ہین انکی ذریات جو ایمان کے ساتھ
انکے تابع رہی انکو درجات بلند مین ہم انکے مقام پر اپنے فضل و کرم سے پہونچا دینگے اگرچہ ان اعمال بزرگ مین یہ ذریات انکے برابر نہو
قال المترجم اور البتہ ثابت ہوا از تحقیق گزرچکی کہ - المرء مع من احب - مع آیت کریمہ کے جو لوگ نیکوکارون سے محبت رکھتے ہین
وہ بھی جس سے محبت رکھتے ہین اسکے ساتھ ہونگے حتی کہ جنکو کافرون سے محبت ہے وہ کافرون کے ساتھ ہونگے اور البتہ حضرت
انس رضؓ نے تمنا کی کہ آنحضرت صلعم و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت رکھتا ہون اور تمنا کرتا ہون کہ انکے ساتھ ہون اگرچہ مین نے انکے
اعمال حسنات کے مثل عمل نہین کیے ہین **وقال المترجم** قولہ الحقنا بہم ذریتہم مین صریح دلیل ہے کہ حضرات اہل بیت حضرت سیدہ
رضی اللہ عنہا و حضرت حسن و حسین علیہما السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونگے وہذا کلام وقع فی البین والمقصود انما ہو تفسیر قولہ
ولا تزر وازرۃ وزر اُخری وفیہ ذکر کفایۃ **وقال فی السراج** یہ جواب ہے مشرکون کے قول کا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایاکم - یعنے مسلمانون
سے کہتے کہ تم ہماری راہ کی پیروی کرو اور تمہارے گناہون کو اٹھا لینگے اور رد ظاہر ہے کہ جو جیسا کرے وہی خود برداشت کرے گا
دوسرا اُسکا گناہ نہین اُٹھا سکتا ہے ثم الی ربکم مرجعکم فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون قیامت مین جو حق پر تھا اور جو باطل پر
ہے سب ظاہر ہوجائیگا اور سیدھے مبطلون کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے افعال کے عوض عذاب شدید اٹھاوینگے وھو الذی جعلکم خلٰئف
الارض یعنی اے خلائف فی الارض ما ورخلائف یعنی خلیفہ ہے اور معنی یہ کہ خلیفہ بنایا تمکو اور رفع بعضکم فوق بعض تمہارے بعض کو بعض پر [illegible]

رو سے زمین پر یا یہ معنی کہ امم ماضیہ کے تم خلیفہ ہوئے کما قال السدیؒ یا معنی یہ کہ اس نوع انسانی کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں اپنا خلیفہ کیا۔ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ یعنے مال وجاہ وعلم وشرف وغیرہ میں بعض کو بعض پر فوقیت دی چنانچہ بعض کو غریب و مفلس ووضیع دبلے پڑھا وغیرہ کیا اور یہ کچھ اسوجہ سے نہیں کہ اوتعالیٰ عزوجل کی درگاہ میں کوئی کمی ہو یا نعوذ باللہ بخل یا انکے حال سے نادانی ہے کیونکہ اسکی درگاہ کبریائی ہر ایسی بات سے پاک ہے جو نقص وعیب کہی جاوے بلکہ یہ سب اسواسطے لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ اٰتٰكُمْ تاکہ تمکو امتحان کرے اس چیز میں جو تمکو عطا فرمائی ہے پس مطیع وعاصی ظاہر ہوجاوے اور علم الٰہی خوب محیط ہے کہ کون عاصی ہے اور کون مطیع ہے اور کسکا کیا انجام ہے پس یہ امتحان خود ہر ایک بندہ کے واسطے ہے اور پارہ دوم میں یہ بحث مفصل گزر چکی ہے اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ یعنے جو نافرمانی کرے اور اسکو عذاب دینا چاہے تو لمحہ بھر کسی وجہ وسبب سے تاخیر نہیں ہوسکتی یعنے کوئی چیز بھی مانع نہیں ہوسکتی ہے وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور البتہ اوتعالیٰ غفور رحیم ہے ان بندوں کے واسطے جنھوں نے توحید اختیار کی اور شرک سے تقویٰ کیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول پاک محمد مصطفےٰ صلعم کی تصدیق کی ہے پس جو شخص کہ بدون تصدیق حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے توحید کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اسواسطے کہ وہ توحید کو جان ہی نہیں سکتا اور اعتقاد توحید کے بدون آنحضرت صلعم سے سیکھنے کے کبھی نہیں معلوم ہوسکتے پس جو صفات حضرت باری تعالیٰ عزوجل کے واسطے شایان ہیں اور جو نہیں شایان ہیں مومن کو چاہیئے کہ انہیں آنحضرت صلعم سے اور آپ کی حدیث شریف سے اور سلف صالحین کی فہم نورانی سے سیکھے اور اپنی دہمی رائے وقیاس کو جسکو وہ عقل کہتا ہے دور رکھے ورنہ گمراہ ہوگا واعوذ باللہ من الغباوۃ وایھا الفضلا اللہ واسئلہ الہدایۃ وہو ربی حسبی ونعم الوکیل **قال الحافظ**۔ اور ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دنیا ہری بھری میٹھی میٹھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمکو اسمین خلیفہ کرنے والا ہے دیکھے تو تم اسمین کیسے عمل کرتے ہو پس تم بچے رہو دنیا سے اور بچے رہو عورتوں سے کہ پہلا فتنہ بنی اسرائیل کا عورتوں سے شروع ہوا۔ رواہ مسلم۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر مومن جانے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقوبت ہے تو کوئی بھی اسکے جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر جانے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک رحمت ہے تو کوئی بھی جنت سے مایوس نہو اللہ تعالیٰ نے سو رحمت پیدا فرمائیں اور انمیں سے ایک کو مخلوق کے درمیان رکھدیا اسی سے آپس میں رحم وشفقت کرتے ہیں اور ننانوے رحمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہیں۔ رواہ احمد اور ایک روایت میں ہے کہ قیامت میں رحمت دنیا کے ساتھ انکو جمع فرماویگا۔ رواہ الترمذی ومسلم۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسی ایک جزو رحمت سے یہ ہے کہ باہم مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں یہانتک کہ جانور اپنا کھر اپنے بچہ پر سے اُٹھا لیتا ہے اس خوف سے کہ اسکو صدمہ نہ پہونچے۔ رواہ مسلم **مترجم** کہتا ہے کہ قیامت کی رحمت کا کیا ٹھکانا ہے پس بشارت ہے ان لوگوں کو جو ایمان پر پاک صاف مریں اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ کبھی شرک نہ کرتے تھے اللّٰھم اجعلنی منھم بفضلک العظیم وانت ارحم الراحمین **ف فی العرائس** قولہ قل اغیر اللہ ابغی ربا چونکہ آنحضرت صلعم اوتعالیٰ کی درگاہ پاک میں تمام خلائق سے پہلے سے بندہ محبوب تھا اور اوتعالیٰ جل جلالہ عزت وکبریائی وربوبیت کی حضور میں گردن جھکائے مطیع ومنقاد تھا اور کمال متناہی معرفت سے عارف تھا تو اب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تو اپنی پاک ذات کو جو حدوث کی علتوں سے مقدس ومبرا ہوگئی ہے بھجوادے تاکہ ہر سچا بندہ اسکو پہچان لے اور ہر محب وولی اسکے دل وجان سے اطاعت کرے اور اسکے حکم پر جان فدا کرے پس فرمایا قل اغیر اللہ ابغی ربا یعنی میں تو مشاہدہ قدم الٰہی عزوجل میں ہوں بھلا میں کسی اور کو اسکے مشاہدہ پر اختیار کرونگا ہرگز نہیں ہرگز نہیں اعوذ باللہ منہ سبحانہ تعالیٰ شانہ تمام جہان میں کسی غیر کی کوئی ہستی ہے

کچھ بھی نہین کچھ بھی نہین سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم جوزجانی نے معنی آیت مین کہا یعنے بھلا سوائے اوتعالےٰ کے کوئی حافظ
وحفیظ و کیل اور تلاش کرون - وہو رب کل شیٔ - اور اُسی نے مجھکو ہموم سے کفایت فرمائی اور اشد ہدایت مجھکو الہام فرمائی
کما قال قل افغیر اللہ تامرونی اعبد ایہا الجاہلون - باجملہ عارف سے کیونکر ہوسکتا ہو کہ دامن رحمت مین ہو کر غیر کی عبادت کرے
قولہ ولا تکسب کل نفس الا علیہا - اسمین اشارہ ہو جریان تقدیر کی طرف اے لا تعمل نفس الا ما الزمت علیہا فی الازل یعنی کوئی نفس ہو وہ
نہین کریگا مگر وہی کام جو ازل مین اسپر لازم کردیا گیا ہو پھر جب اسنے یہ کام کیا تو اسی نفس پر راجع ہوا اور خالق تعالےٰ اس سے
منزہ و پاک ہو بعض نے کہا کہ نہین کماتی کوئی نفس کچھ بھلائی و برائی کو مگر وہ کمائی اسی پر ہو چنانچہ اگر برائی کو کمایا تو وہ ماخوذ ہو اور اگر
بھلائی کو کمایا تو اس سے سچی نیت مطلوب ہو یعنے قصد صحیح ہو اور ریا و عجب نفس کی خواہش و زینت و افتخار و اسپر اعتماد و احسان
سے خالی ہو پھر جب اسکو حاصل کیا تو اسی کے اوپر لازم پاویگا اور وہ کچھ اللہ تعالےٰ کے واسطے نہین کہ اسکی طرف عائد ہو **قولہ** ہو
الذی جعلکم خلائف الارض او تعالیٰ نے خزائن معرفت و محبت و کمالات پر خلیفہ فرمایا اور جو اسقدر زمانہ دراز گزرنے و نبوت رسالت
سابقہ و اولی الاول مین انکشاف ہوے وہ تمکو سب اگلون کی خلافت مین منکشف ہوے اور اسپر اور مقامات مزید بسبب شرف تمہارے
نبی صلعم کے عطا ہوئے جو اگلون کو نہ تھی **قال المترجم** شیخ اکبر ابن العربی رح نے ایک دراز کلام سے بیان کیا ہو کہ انکشاف بعض مقامات
خاص کا امتیاز آنحضرت صلعم کو جو حاصل ہوا وہ سابق مین منکشف نہین ہوسکتا تھا اور اسی سے انبیاء اولوالعزم تمنا کرتے تھے کہ امت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین سے ہون اور ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم - شیخ نے کہا کہ اس امت کو بھی سبقت ہو اور
آخرین ہونے کا بھی بھید ظاہر ہوا اور حدیث سے یہ مضمون ثابت ہوا کہ ہم لوگ پیچھے پیدا ہوے اور ہم کو آخرت مین سب پر سبقت ہو -
اور اس آیت مین خلافت بعض بعض بھی بیان ہو چنانچہ سابق مین تفصیل گزر چکی کہ اولیاء و عرفاء و نجباء و اوتاد و ابدال وغیرہ مین مختلف
مراتب ہین اور جب ایک کا انتقال ہوجاتا ہو تو دوسرے گروہ مین سے ایک اُسکا خلیفہ ہوتا ہو یعنے بجائے اسکے قائم ہوتا ہو اور انکے
درجات متفاوت ہونے کی تصریح کردی بقولہ ورفع بعضکم فوق بعض درجات بعض انکے بعض کی اقتداء کرتے ہین اور وہ امانت
وامان و حجت و برہان ہین عالمین کے واسطے اور عالمین کو انسے مستقل تعلق نہین بلکہ باینمعنی کہ احکام الٰہی سے انکو شرف ہو اور یہ
احکام اہل عالم کے حق مین ہوتے ہین اور نیز انکے درجہ باعتبار کمالات کے مختلف ہین پس بعض کا درجہ تو معاملات ہین اور بعض کا حالات
بعض کا مقامات بعض کا مکاشفات بعض کا مشاہدات اور بعض کا فراسات اور بعض کا کرامات بعض کا مواجید و واردات اور
بعض کا حکمیات اور بعض کا دعیات بعض کا معرفت بعض کا توحید - اور بعض کا تلوین اور بعض کا تمکین بعض کا یقین بعض کا فنا اور
بعض کا بقا بعض کا حیرت اور بعض کا وله (یعنے عشق) اور غلبیت بعض کا سکر - اور بعض کا صحو بعض کا انفصال اور بعض اتحاد - اور بعض کا ربوبیت
اور بعض کا عبودیت اور ایسے ہی علم عام اور علم خاص اور علم للعقل اور معرفت العلم و معرفت السر و معرفة علم المجہول وغیرہ ہین اور اس سے
اوپر علم کا کوئی مرتبہ نہین ہوتا ہو ہان رسم مندرس و طریق منطمس ہو یعنے ہر حادث فنا ہو کیونکہ وہان کنہ قدم کا ظہور ہو اور قدم کے ساتھ سوائے
قدم کے کسی چیز کو بقا نہین ہو پس بندون کو جو اُن مختلف مقامات مین مبتلا کیا تو اسواسطے کہ انکو امتحان فرماوے تا کہ علت حدوث کو
قدم مین فنا کرین - اور جو شخص ان مقامات مین سے نعت ربوبیت کے ساتھ نکل بھاگا اور مدعی ہوا تو وہ مار ڈالا جاوے سولی دیا جاوے
قتل کیا جاوے جلا دیا جاوے جیسا کہ حسین بن منصور کے ساتھ کیا گیا اور اللہ تعالےٰ اسکی مغفرت فرماوے - اور جو شخص کہ ان مقامات

مین بیعت عبودیت رہا اور بندگی پر مستقیم رہا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہمیشہ یہی آپ کے کلام سے ثابت ہوا کہ جناب باریتعالیٰ
مین التجا رفرمائی کہ مین بندہ ہون اور نہین کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے تو وہ سکر کے حال مین معصوم رہا اور راہ طریق مین جو
خطرات آگئے ہین وہ بخشے جاوینگے بسبب قول حضرت باری تعالیٰ کے کہ فرمایا ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم ۔ اور بعض مشائخ نے
کہا کہ ولی کا خلیفہ ولی ہے اور صدیق کا صدیق ہے اور بعض کے درجہ کو بعض پر بلند کیا اور بعض کے درجہ کو بعض کے واسطے سے بلند کیا
تاکہ روئے زمین حجت اللہ عزوجل سے اور امان سے خالی نہ رہے بعض مشائخ نے کہا کہ بعض کے درجات کو بعض دیگر پر اسواسطے
بلند فرمایا کہ جو نیچے مرتبہ پر ہے وہ اوپر والے کی اقتدا کرے اور جو مرید ہے یعنے خود ارادت کے ساتھ حضور حق مین رسائی چاہتا ہے وہ اپنے
بندہ کی پیروی کرے جو ازل مین حضرت باری تعالیٰ کے فضل سے مراد ہوچکا ہے چنانچہ امتیان محمدی حضرت محمد صلعم کی پیروی
واقتدا کرین تاکہ درجہ مقصود کو پہونچین ۔ فافہم واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَخَمْسٌ اَوْ سِتٌّ اٰيَاتٍ

سورہ اعراف مکیہ اور وہ دوسو پانچ یا دوسو چھ آیات ہین

وفی السراج اس سورہ کے کلمات تین ہزار تین سو پچیس ہین اور حروف چودہ ہزار تین سو دس ہین پھر یہ سورہ مکیہ ہے سوائے آٹھ
آیتون کے یعنی قولہ واسالہم عن القریۃ التی تا قولہ واذ نتقنا الجبل فوقہم الآیۃ یہی ابن عباس و ابن الزبیر سے مروی ہے اور یہی حسن
ومجاہد وعکرمہ وعطا وجابر بن زید کا قول ہے اور یہ سب سورہ محکمہ ہے اور بعض نے کہا کہ قولہ تعالیٰ واعرض عن الجاہلین کا حکم
منسوخ ہوا اور باقی محکمہ ہے **قال المترجم** پہلے مذکور ہوچکا کہ اعراض وصفح وغیرہ کے مانند احکام داخل نسخ اصطلاحی نہین ہین
وقد فصلہ المفسر فی المقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہون خدا کے نام سے کہ وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓصٓ ○ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ

یہ کتاب اتری ہے تجھکو سو اس سے تیرا جی نہ رکے کہ خبردار کرے تو اس سے اور نصیحت ہو ایمان والونکو چلو اسپر جو اترا

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○

تکو تمہارے رب سے اور نہ چلو اسکے سوائے اور رفیقون کے پیچھے تم کم دھیان کرتے ہو

المص اللہ اعلم بمرادہ بذلک ۔ اس کلام سے جو مراد ہے اسکو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے اور کسی کو نہین معلوم ہے **قال المترجم** مفسر رحمہ اللہ نے
تمام تفسیر مین یہی اختیار کیا کہ اسکی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے اور اتقان مین اسکی بابت ایک بحث طویل لکھی اور ظاہر
کلام مین اسی قول کو مرجح رکھا اور مترجم نے ابتداء سورہ بقرہ مین بحوالہ بعض متاخرین کے لکھدیا کہ تاویل وتفسیر مین فرق ہے تاویل
اسکی یعنی مایؤل الیہ الامر کو کوئی نہین جانتا سوائے حق تعالیٰ کے اور اسی معنی کر جنت مین کھانا پینا وغیرہ بھی ابھی باعتبار تاویل کے
کوئی نہین جانتا اگرچہ یہ قطعاً معلوم ہے کہ واقع ہوگا اور رہی تفسیر بدین معنی کہ راسخین فی العلم کچھ اشارات جانتے ہین تو یہ بعض سلف سے مروی ہے

چنانچہ ابن عباس سے المص کی تفسیر مین آیا کہ معنی اسکے انا اللہ افصل یعنی مین ہو اللہ خوب فیصلہ کرنیوالا۔ رواہ ابن ابی حاتم وکذا قال سعید بن جبیرؒ اور کہا کہ اللہ تعالےٰ کے نامون مین سے نام ہو جس سے قسم کھائی ہو اور سدیؒ سے مروی ہو کہ ہو المصور محمد بن کعب نے کہا ہو انا اللہ الرحمن الصمد ضحاک نے کہا انا اللہ الصادق۔ اور دیگر اقوال ہین جنکو مفسرؒ نے اتقان مین ذکر کیا اور حق یہ ہو کہ محصول سورۃ اور اصل مراد کو راسخ علم سے سمجھکر اسکے موافق کچھ اشارات سمجھے اور یہ تفسیر صوفیہ سے زیادہ مشابہ ہو اور عموماً اولی یہ ہو کہ یہ سر القرآن ہو اور بعض متاخرین نے تحقیق کیا کہ عارف کو یہ سر معلوم ہو سکتا ہو مانند علم روح کے اور ممتنع نہین مانند علم ذات وکنہ صفات کے واللہ اعلم کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ خبر ہو اور مبتدا اسکا ای ہذا الکتاب مقدر ہو اور خطاب آنحضرت صلعم کو ہو فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ یعنے تیری طرف کتاب اتاری گئی پس ہرگز نہو تیرے سینہ مین حرج اس سے یعنی تنگی اس کتاب سے باین طور کہ تو ابلاغ کریگا تو تجھکو لوگ جھٹلا دینگے یا ایذا دینگے کیونکہ او تعالی تیرا حافظ و ناصر ہو اور بعض نے کہا کہ تنگی اسطرح نہو کہ لوگ کتاب الٰہی کو سنکر ایمان نہ لائین اور سخت عذاب مین اسوجہ سے گرفتار ہوے کہ بعد حق ثابت ہو چکنے کے کفر کیا کیونکہ تجھپر پہونچانا واجب ہو اور کچھ غرض نہین ہو۔ اور مجاہد وقتادہ وغیرہ سے مروی ہو کہ حرج یہان بمعنی شک ہو کیونکہ شک کرنیوالے کا سینہ بھنچا ہوا ہوتا ہو اور معنی یہ ہونگے کہ تو اسمین شک مت کر کہ یہ کتاب اللہ تعالےٰ کے یہان سے نازل ہوئی ہو لیکن اس صورت مین یہ بھی بمعنی تعریض امت ہوگی کیونکہ آنحضرت صلعم کے حق مین تو شک متصور نہین دو وجہ سے ایک تو آپ نبی معصوم تھے اور دوم آنکہ وحی نازل ہوتی تھی پس لامحالہ امت کو تنبیہ ہو کہ انمین سے کسی کو شک نہونا چاہیئے پس قول اول پر تقدیر یہ ہو حرج منہ فی ابلاغہ ضیق نہو اس کتاب سے اسکے پہونچانے مین اور قول دوم پر تقدیر یہ ہو حرج منہ فی انزالہ شک نہو اسکے نازل ہونے مین۔ پھر انزال کا فائدہ تبلایا یعنے نازل کی گئی لِتُنْذِرَ بِهٖ یعنی اسواسطے نازل کیگئی کہ تو اس سے گنہگاروں و مشرکون کو عذاب سے ڈراوے تحقیقی خبر کے ساتھ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ اور واسطے نصیحت حاصل کرنے مومنون کے یا مومنونکو نصیحت دیوے اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ یعنی قل لہم ذلک مفسرؒ نے قل لہم مقدر کیا اور شاید اشارہ ہو کہ یہ حکم مومنونکو ہو یعنی مومنونکو کہدے کہ اتباع کرو ما انزل الیکم کی اور ظاہر یہ ہو کہ کلام مستانفہ ہو کیونکہ مومنین کی تخصیص تو ذکری للمومنین سے ہو گئی کیونکہ نصیحت پند انھین کو حاصل ہوگئی اور یہان عام حکم دیا جسمین ہر مکلف شامل ہو مِّنْ رَّبِّكُمْ یعنی اتباع کرو اُس چیز کا جو اتاری گئی تمھارے رب کیطرف سے اور وہ قرآن ہو اور بیضاویؒ نے کہا کہ وہ قرآن وسنت دونون کو شامل ہو اسواسطے کہ او تعالےٰ نے فرمایا۔ ما ینطق عن الھوی ان ہو الا وحی یوحی یعنی رسول نہین بولتا اپنی خواہش سے بلکہ وہ وحی ہو جو اسکی طرف ایحاء کیجاتی ہو پس حدیث بھی وحی خفی ہو کہ اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوئی تفسیر کبیر مین ہو کہ ما انزل الیکم شامل ہو کتاب وسنت دونون کو اور یہی دیگر مفسرین نے کہا ہو اور انزل الیکم۔ فرمایا حالانکہ وہ رسول اللہ صلعم کی طرف نازل ہوا تو اسوجہ سے کہ وہ خطاب سب کو ہو اور سب پر فرمانبرداری اسکے بواسطہ رسول علیہ السلام کے فرض ہو چنانچہ فرمایا ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا یعنی جو تمکو رسول دیوے وہ لیلو اور جس سے منع کرے اُس سے باز رہو پس کتاب الٰہی کی فہم حاصل ہونے پر ہر ایک پر اتباع فرض ہو اور اس سے یہ مراد نہین کہ قرآن بغیر موجودگی رسول کے نہین لیا جا سکتا بلکہ مراد یہ کہ قرآن کی اتباع فرض ہو جو رسول اللہ صلعم کے واسطے سے تمکو پہونچا اور حضرت صلعم نے اسکی اتباع پر سخت تاکید فرمائی اور خود اللہ تعالی نے فرمایا وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ای لا تتخذوا غیر اللہ اولیاء تطیعونہم فی معصیۃ اللہ۔ یعنے مت بناؤ غیر خدا کو ولی ومتبوع جنکی پیروی کرو اللہ تعالےٰ کی نافرمانی مین ورنہ اگر اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری مین ولی بناوے تو جائز ہو حتی کہ آنحضرت صلعم کی اتباع فرض ہو۔ زمخشریؒ نے کہا کہ مراد یہ کہ شیاطین جن وانس ہین جنسے

کسی کو ولی مت بناؤ جو تم کو خواہش نفسانی و بدعتوں پر آمادہ کرین **وقال الرازی فی الکبیر** اس آیت مین دلالت ہی کہ قرآن مین
جو عمومات ہین انکو قیاس سے خاص کرنا نہین جائز ہی کیونکہ عموم قرآن تو اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہی اور اللہ تعالی نے اسکی پیروی
واجب کردی ہی پس اسپر عمل کرنا واجب ہی تو ایسی حالت مین قیاس پر عمل کرنا منع ہوا ورنہ تناقض لازم آویگا **وقال المترجم**
اگر یہ مراد ہو کہ باب عقائد مین جو عام جسطرح ہو اسکو قیاس سے خاص کرنا نہین جائز ہی تو صحیح ہی ورنہ قیاس خود مثبت نہین بلکہ مظہر حکم
الٰہی ہی اور ایسی حالت مین کوئی تناقض نہین کیونکہ عموم مذکور بحیثیت مأوّل عمل واجب ہی اور وہ ابتدا تخصیص از قیاس ہی فافہم۔ مالک بن
دینار نے لا تبتغوا پڑھا اے اتبغوا یعنی مت طلب کرو سوائے حق کے کسیکو ولی قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ یعنی تذکرون قلیلا یعنی بہت کم نصیحت
حاصل کرتے ہو اور ایک قراءۃ مین تذکرون بتخفیف ہی اور ما زائدہ ہی تاکید قلت کے واسطے آیا ہی حاصل آنکہ با وجود اس فہمائش کے بہت
وکثیر کے تمکو بہت کم تذکر ہوتا ہی **وقال الحافظ** اور یہ بمانند قولہ وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین یعنی اگر تو حرص کرے تو بھی بہتیرے
لوگ مومن نہین **ف فی العرائس قولہ المص** شیخ نے یہان رسوخ علم سے بعض اشارات کو ذکر کیا اور کہا کہ گویا ان حروف
تہجی سے آنحضرت صلعم کو اشارہ ہی یعنے اللہ تعالی نے جب چاہا کہ اپنے رسول علیہ السلام سے اپنے انبیاء سابقین کے قصے و ماجرے
اور انکے ساتھ اسرار و شرائع و حقائق گذشتہ کو بیان کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص شریعت و طریقت سے
مخصوص و ممتاز فرماوے اور گذشتہ و آیندہ حال سے آگاہ کرے تو حروف تہجی سے آگاہ فرمایا اور انکے بیچ مین سے بعض اشارہ و
اسرار خطاب سے آگاہ فرمایا اور اللہ تعالی جانتا ہی کہ رسول اللہ صلعم اس اشارہ سے مراد الٰہی کو سمجھ جاینگا اور اللہ تعالی جانتا ہی کہ باقی
امت اسکو نہین سمجھینگے پس ایک طویل سورت کو ان چھوٹے سے حروف مین تعبیر فرمایا اور خاصان امت مانند صحابہ و تابعین و اولیاء
متقدمین کے کبھی کہین کہین بعض اشارہ کو سمجھ جاتے تھے پس منجملہ اسکے یہ کہ حروف مقطعات رموز قرآن ہین جنکو بعض علماء ربانی سمجھتے ہین
پس اس مقام پر الف اشارہ ہی آدم سے چنانچہ آدم کے اول مین الف موجود ہی پس الف سے اشارہ آدم کے حال و قصہ و ابتداء خلقت و
ملائکہ پر پیش ہونا اور جنت مین جانا اور وہان سے باہر آنا وغیرہ حالات کی طرف ہی وہ اصل خلقت ہین اور دیگر جو انسے شاخین نکلین وہ ذکر
مین آدم کے تابع ہین اور الف کا اشارہ علم الاسماء کی طرف ہی بقولہ وعلم آدم الاسماء اور اس اسماء مین علم ذات و جمیع صفات اور
نعوت و افعال کا ہی اور علم گذشتہ و آیندہ کا ہی پس آنحضرت صلعم کو اس الف سے تمام وہ علم سکھلا دیا جو آدم علیہ السلام کو جمیع اسماء
کے علم سے حاصل ہوا تھا کیونکہ آنحضرت صلعم تمام اولین و آخرین سے زیادہ لطیف تھے اور اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ بزرگ قدر
اور زیادہ مقرب تھے پس موافق قرب کے اشارہ بھی زیادہ لطیف فرمایا جو اوروں پر زیادہ خفی ہو گیا لام سے اس مقام پر قصہ تجلی موسی
علیہ السلام و کوہ طور کی خبر فرمائی اور ان احوال ماضیہ سے آپ کو آگاہ کیا میم سے شان موسیٰ و اول سے آخر تک انکے واقعہ کی خبر دی
اور حرف ص سے قصص نوح و ہود و صالح و شعیب و لوط اور تمام ماجرا انکا ابتدا سے آخر عمر تک جو کچھ گزرا ہی اس سب سے
آگاہ فرمایا اور اسی حرف صاد مین انکے صبر و تحمل اور مشقت و بلاء الٰہی اور صدق محبت و وفاداری و صدق باعمال و اقوال کا بیان ہی
اور تصدیق اس بات کی کہ حروف کے تحت مین پوری کتاب مندرج ہوتی ہی وہ حدیث ہی جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہوا کہ اللہ تعالی نے آدم کو حروف تہجی عطا فرمائی اور ہر حرف ایک کتاب تھا اللہ تعالی کی طرف سے آدم کے واسطے
وقال المترجم حروف تہجی کہ نقدہ موجودہ علوم و معرفت ہو کچھ بھی ابتدا نہین و قدم فی تفسیر البسملۃ عن بعض التابعین ما یشیر الی ہذا

نص صریح فہم المراد ہہنا کانہ عرفان مع العلم لاالتصویر باللفظ والاتفاق بین فی مواضع من الکتاب العزیز وظاہر کلام الشیخ یدل علی ذلک فافہم واللہ اعلم
اور نیز حرف الف سے اللہ تعالیٰ نے مین قدم سے خبر دی اور اپنی ذات پاک کی وحدانیت کو بتلایا جو افتراق و اجتماع سے منزہ و پاک ہے
اور جمیع مخلوقات کو اسی سے صادر فرمایا ہے کیونکہ تمام موجودات و وجود کا صدور اسی پاک پروردگار تعالیٰ سے ہے جیسا کہ مصدر جمیع الحروف ہے
اور نیز حرف الف سے سر الاسرار اور صرف الانوار کی خبر دی اور جو کچھ تمام حروف مین علم اولین و آخرین تھے سب اسمین ظاہر کیے اور یہ
نہایت دقیق اشارہ بجانب آنحضرت صلعم ہے پھر حرف لام سے اسکو واضح کیا بغرض ترفہ خاطر و زیادت ادراک کے پھر حرف میم سے
خطاب مصرح کر دیا پھر حرف صاد سے حروف کے خواص بیان فرمائے کیونکہ اسمین وصف جمیع حروف ہے پھر علوم مین تعمیم فرمائی اور
تمام سورہ سے عموماً مخلوق کو علم دیا کیونکہ علم اسرار مین انکو ادراک و معرفت نہین ہے اور جسقدر مضمر در مضمر ہوتا جاوے انکی فہم سے بالا ہو جائیگا
اور نیز الف لام سے اسرار الٰہیت اور ازلیت کو بیان فرمایا تو نہین دیکھتا کہ کیونکر الف کو لام سے نسق کیا بغرض انفار اشارہ کے تاکہ
قدم مین حدیث عدم باقی نہ رہے اور ظاہر ہے کہ جو لام والف بمعنی عدم ہے وہ کیونکر اشارہ قدم ہوگا پس ایک کو دوسرے سے نسق کر دیا
تاکہ نفی کی بات نہ رہ جاوے کیونکہ نفی ایک علامت ہے جو حوادث پر واقع ہوتی ہے حالانکہ حوادث کا ذکر قدم مین نہین ہے پس الف سے احدیت الٰہیہ
[illegible] اور لام سے ازلیت سرمدیہ کی خبر دی پھر میم سے مشیت قدمیہ کی خبر فرمائی اور صاد سے صفات قائمہ بالذات کی خبر دی
الف سے ذات مین ذات کی خبر دی جو واحد ہے پھر لام و میم و صاد سے شمول صفات قدمیہ کی خبر فرمائی الف از ذات اور میم از صفت
ازل اور لام از صفت محبت ہے اور صاد مین جمیع صفات کی خبر ہے محمد بن علی الہاشمی نے کہا کہ مین نے ابن عطا رح سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ نے
حروف کو پیدا کیا تو انکے واسطے ایک سر باطن قرار دیا پھر جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اسمین اس سر مخفی کو مندرج کیا اور ملائکہ مین
اس بھید کو منتشر نہین فرمایا تھا پس یہ حروف حضرت آدم کی زبان پر بفنون جریان و فنون لغات جاری ہوئے جنکی اللہ تعالیٰ نے صورتین
پیدا کر دین **قال الحسین** الالف الف المالوف ہے اور اللام لام الالٰہی المیم میم ملک ہے والصاد صاد صدق ہے اور فرمایا
کہ قرآن مین ہر چیز کا علم ہے اور علم قرآن کا حروف مقطعات مین ہے اور علم حروف کا لام الف مین ہے اور علم لام کا الف مین ہے اور علم الف کا
نقطہ مین ہے اور علم نقطہ کا معرفت اصلیہ مین ہے اور معرفت اصلیہ کا علم ازل مین ہے اور علم ازل کا مشیت مین ہے اور علم مشیت کا غیب الہو
مین ہے اور غیب الہو وہی ہے کہ نہین مثل اسکے کوئی چیز لیس کمثلہ شیء مترجم کہتا ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ کہ مترجم کو یقین ہے کہ جملہ علوم اس کتاب مجید
مین ہین اور عدم العلم مستلزم عدم نہین اگر کسی کو معلوم ہوتا تو وہ اپنے اوپر نفرین کرے کہ اسقدر کدورات مین کیون مبتلا ہے اور قد ثبت
فی غیر آیۃ ان الکتاب العزیز یحوی علم کل شیء بل ہو تبیان لکل شیء ومنہا قولہ تعالیٰ وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض
ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین شیخ ابو محمد الجریری نے کہا کہ ہر لفظ و ہر ہر حرف کے واسطے ایک مشرب فہم خاص ہے جس سے
اسکی معرفت ہوتی اور دوسرے کی معرفت اس سے نہین ہوتی اور اس مشرب کے واسطے جداول خاص ہین سنا ہے کہ فرمایا المص
میں الف کے واسطے انکے نزدیک ایک فہم ہے اور فہم کے واسطے انکے حضر مین استماع ہے بجانب حسن مخرج و مذاق شیرین جو موجود
ہے بنظر متکلم اور اسی طرح لام کے واسطے حسن استماع و مخرج سوائے مخرج الف کے اور مذاق فہم موجود ہے اسی طرح میم کے واسطے
حسن استماع از مخرج غیر لام و طعم فہم موجود ہے اور صاد کے واسطے حسن استماع بجانب حسن مخرج و طعم فہم موجود سوائے میم کے ہے پس
یہ سب متکلم کے ملاحظہ سے مندرج ہوا ہے **قال الحسین** الالف الف ازل ہے اور اللام لام ابد ہے اور میم ان دونوں کے درمیان ہے

اور صاد اتصال اُس شخص کا جو متصل ہوا اور انفصال اُس شخص کا جو منفصل ہوا اور حقیقت مین نہ اتصال ہے اور نہ انفصال ہے مگر یہ الفاظ بسبب
عبارات جاری ہوتے ہین کہ کچھ فہم و بیان حاصل ہو حالانکہ درگاہ حق تعالی جملہ الفاظ و عبارات سے مصئون محفوظ ہے **قولہ کتاب انزل الیک**
پہلے مذکور ہوا کہ حروف اسرار کتاب ہین اور تصدیق اُسکی یہ کہ بعد المص کے فرمایا کتاب انزل الیک یعنی یہ حروف المص کی کتاب
اسرار ہین جو تیری طرف نازل ہوئے ہین **قال المترجم** ہر چند کہ ہر ایک المص سے کتاب ہے تو مقتضاے ظاہر کتب انزلت ہوتا اگر
ایسا تھا لیکن پردۂ نزول مین صورت امتزاجی سے کتاب ایک واحد ہوئی یا الکتاب جنس ہے فتامل **قولہ فلا یکن فی صدرک حرج منہ**
یعنی تیرے سینہ مین انکی عدم شناخت کی تنگی نہو اور انکے ادراک مین نافہمی سے دل گرفتگی نہو یعنی مت خوف کر اس بات کا کہ تو
اسمین ہمارے اشارات کو نہین سمجھے گا کیونکہ تو مخصوص بعلم لطائف و حقائق ہے اور تیرا سینہ بسبب کشائش نور تجلی جمال کے بہت
کشادہ ہے پس اسمین مقام قبض و گرفتگی کو دخل نہین ہے اور تصدیق اسکی قولہ انزل الیک ہے یعنی ان اسرار کو سوائے تیرے کوئی اور
برداشت نہین کر سکتا۔ یہ تیرے ہی واسطے مخصوص اور تجھی کو اسکے فہم کی استعداد عطا ہوئی ہے پس انکی ہیبت سے تیرے سینہ مین کچھ بھی
گرفتگی طاری نہو کیونکہ انکی سمجھ تجھپر آسان ہو جائیگی **ابن عطا** نے فرمایا کتاب انزل الیک یہ کہا کہ یہ ایک عہد خاص ہے جس سے دیگر
انبیاء علیہم السلام کے درمیان آنحضرت صلعم کو مخصوص فرمایا یعنی تو خاتم الرسل ہے اور تیرا عہد تمام عہود کا خاتم ہے تاکہ اس سے تیرا سینہ
کشادہ ہو اور تیری آنکھین ٹھنڈی ہون۔ **جنید** نے کہا کہ قولہ فلا یکن فی صدرک حرج منہ یعنی تیرا دل اسکے اٹھانے اور اسکے بوجھ
سے تنگ نہو کیونکہ صفات کا برداشت کرنا بہت بھاری ہوتا ہے مگر اُسی شخص پر جو قبول مشاہدہ سے تائید کیا گیا ہے **قال الثوری** رح
انوار حقائق جب سرائر پر وارد ہوتے ہین تو انکی برداشت کرنے سے بہت بوجھ کے تنگ ہوتا ہے جیسے آفتاب کی شعاعین اسکی
نہایت کے ادراک سے مانع ہین **قال القرشی** اللہ تعالی نے اس سورہ مین قصہ کلیم اللہ موسی علیہ السلام کا بیان کیا تو معلوم تھا
کہ قلب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم اسکے واسطے حرکت و جنبش کریگا تو حکم دیا کہ فلا یکن فی صدرک حرج منہ کیونکہ موسی علیہ السلام سے طور پر کلام
ہوا اور تجھسے ہر حجاب و صورت سے باہر کلام ہوا اور اسکو مشاہدہ سے محرومی ہوئی اور تجھکو نصیب ہوا **قال الاستاد** کتاب جبکہ تجھ کو وقت
اور غم و دوری و فراق سے شفا ہے اور قولہ فلا یکن فی صدرک حرج مین اشارہ ہے کہ ہر قبض سے سینہ تیرا حفظ الٰہی مین محفوظ ہے اور صدرک
فرمایا اور قلبک نہین فرمایا کیونکہ قلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجلی شہود مین تھا اور اسی واسطے فرمایا ولقد نعلم انک یضیق صدرک
بما یقولون اور یہان بھی قلبک نہین فرمایا اور اسی واسطے موسی علیہ السلام نے کہا کہ رب اشرح لی صدری اور آنحضرت صلعم کے واسطے فرمایا
الم نشرح لک صدرک کیونکہ قلب تو شہود مین دائمی ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تنام عینای ولا ینام قلبی یعنی میری آنکھین سویا کرتی
ہین اور دل میرا نہین سوتا ہے اور کہا کہ اسمین ایصال لذت ہے کہ تجھکو ایک لذت پہونچتی ہے اور صاحب لذت کو حرج و تنگی نہین ہوا کرتی
قال المترجم پہلے اتباع کا عموماً حکم دیا پھر شروع فرمایا کہ اگلی امتون کو بسبب نافرمانی و اعراض حق کے کیا مصیبت عذاب پہونچی بقولہ
وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ۝ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ
اور کتنی بستیان　ہمنے کھپا دین　کہ پہونچا انپر　ہمارا عذاب راتون رات یا دوپہر کو سوتے تھے　پھر یہی تھی انکی پکار　جب پہونچا انپر
بَأْسُنَا إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۝
ہمارا عذاب کہ　کہنے لگے　ہم تھے گنہگار　سو ہمکو پوچھنا ہے اُنسے جن پاس رسول بھیجے تھے　اور ہمکو پوچھنا ہے رسولون سے

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ ۖ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ○

پھر ہم احوال سنائینگے انکو اپنے علم سے اور ہم کہین غائب نہ تھے۔

وَكَم مِّن قَرْيَةٍ کم خبریہ مفعول ہو ایسے فعل کا جو حذف ہوا بشرط تفسیر چنانچہ اہلکنا اسکی تفسیر کرتا ہو اور بعض نے کہا کہ مبتدا ہو اور اہلکنا اسکی خبر ہو اور اول ارجح ہو اور قرآن مجید مین من تاکید کثرت کے ساتھ وارد ہوتا ہو اور قریہ وہ جگہ جہان لوگ مجتمع ہوتے ہون اور معنی یہ کہ اور بہت سے قریہ۔ اور مراد قری سے اہل قری ہین بسبب قول مابعد اَهْلَكْنَاهَا نے انکو ہلاک یعنی وہان کے لوگونکو ہلاک کیا۔ وفی السراج اور بعض نے کہا کہ تقدیر مضاف یعنی اہل کی کچھ حاجت نہین ہو کیونکہ قریہ خود بھی تباہ و برباد ہوجاتا ہو جیسے قریہ والے تباہ ہوتے ہین اور اہلاک اپنے حقیقی معنی پر بھی ہوسکتا ہو اور مفسرؒ نے ارجح یہ قرار دیا کہ اہلکنا کے معنی یہ کہ ہمنے انکے ہلاک کا ارادہ کیا بقرینہ قول مابعد فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ای فجاءھا عذابنا لیلا او ہم نائمون بالظہیرۃ والقیلولۃ استراحۃ نصف النہار وان لم یکن معہا نوم ای مرۃ جاءھا لیلا ومرۃ جاءھا نہارا یعنی آیا انپر ہمارا عذاب رات مین یا درحالیکہ وہ سوتے تھے دوپہر دن کو وقت سخت گرمی کے اور قائل بمعنی قیلولہ کنندہ از قال یقیل قیلولۃ اور قیلولہ دوپہر دن کے وقت استراحت لینے کو کہتے ہین اگرچہ نیند نہ آوے اور حاصل انکا انپر عذاب ہمارا کبھی رات مین آیا اور کبھی دن مین آیا یعنی کسی قوم پر رات مین جیسے قوم لوطؑ پر اور کبھی قوم پر دن مین جیسے قوم شعیبؑ پر آیا۔ اور انھین دونون وقتون کو اسواسطے خاص کر بیان فرمایا کہ یہ اوقات استراحت و غفلت ہین پس انہین عذاب طاری ہونا نہایت فظیع ہو کما قال تعالیٰ افامن اہل القری ان یاتیہم باسنا بیاتا وہم نائمون اوامن اہل القری ان یاتیہم باسنا ضحی وہم یلعبون پس کافرون کو تہدید و وعید ہو گویا کہا گیا کہ امن واجب کے اسباب تم کو مہیا کردیے گئے اپنی مغروریت ہو کیونکہ عذاب الٰہی جب اترتا ہو تو دفعۃً نازل ہوجاتا ہو **قال البیضاوی** - قولہ اوہم قائلون معطوف ہو بیاتا پر گویا یون کہا گیا فجاءہم باسنا بائتین او قائلین پس ہم قائلون بحذف واو حال اسواسطے آیا کہ دو حرف عطف کا اجتماع لازم نہ آوے کہ ثقیل ہو کیونکہ واو حالیہ دراصل واو عطف ہو جو وصل کے واسطے مستعار لیا گیا ہو اور ضمیر پر اکتفا کرنا نہین کہ غیر فصیح ہو۔ اور ان دونون تعبیرون مین انکی غفلت وعذاب سے بیخوفی مین مبالغہ ہو فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ ای قولہم یعنی دعوی یہان بمعنی قول ہو وقال البیضاوی - ای فما کان دعاؤہم واستغاثتہم - یا دعوی بمعنی ادعا ہو اور مصدر مجہول ہو یعنی جسکو اپنے دین مین ادعا کرتے تھے اِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا یعنی بروقت عذاب آنے کے انکا ادعا یا دعا و استغاثہ کچھ نہ تھا إِلَّا أَن قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ مگر یہی کہ کہنے لگے کہ ہم ظالم ہین یعنی رسولؐ کی اور حکم تنزیل کی اتباع نہ کرنے مین اپنے ظالم ہونے کا اقرار کیا حاصل آنکہ ایسے وقت اقرار کیا کہ اسوقت بھی مفید نہین اسواسطے کہ ایمان تو استدلال غیب پر ہو اور اسوقت ایمان کچھ نہین جبکہ معائنہ ہوگیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم نہین ہلاک ہوئی یہانتک کہ خود انکا اقرار ثابت ہوگیا کہ ہمنے واقعی ظلم کیا ہو۔ ابن سنان نے کہا کہ مین نے عبدالملک بن میسرہ سے پوچھا کہ یہ کیونکر ہو فرمایا کہ اس آیت سے فما کان دعوٰہم اذ جاءہم باسنا الا ان قالوا انا کنا ظلمین۔ اس حدیث کو ابن جریرؒ نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث و آیت مین واضح تاویل یون ہو کہ پھر اوتعالیٰ عزوجل نے جملہ مکلفین کو شمول کرکے پھر منکرونکو عذاب دنیاوی سے تہدید کرنے اور اسکے ضمن مین مومنون کو استثنا کرنے کے بعد پھر منکرون وکافرون کو عذاب اخروی سے سخت وعید فرمائی بقولہ فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ فا ترتیبیہ ہو یعنی بعد عذاب دنیاوی کے اگر واقع ہوا یا نہ ہوا جیسے مشیت ہو پھر ضرور آخرت مین یہ دا تعہ ہوگا اور لام قسم ہو یعنی ضرور ہم پوچھینگے ان لوگون کو جنکی طرف ارسال کیا گیا کہ انھون نے رسول کو کیا جواب دیا اور

انکے ابلاغ پر کیا عمل کیا وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ اور ضرور ہم رسولوں کو پوچھینگے کہ کیونکر رسالت کو پہونچایا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ تم
مین سب راعی ہین اور سب اپنی رعیت سے سوال کیے جاوینگے پس امام پوچھا جائیگا رعیت سے اور رعیت کا مرد پوچھا جائیگا اپنے اہل خانہ
وعیال سے اور جورو پوچھی جائیگی کہ شوہر کے گھر مین کیا برتاؤ کیا اور غلام سے پوچھا جائیگا کہ اپنے آقا کے مال مین کیا کیا۔ لیث نے کہا
کہ مجھسے ابن طاؤس نے ایسی ہی حدیث بیان کی پھر یہ آیت پڑھی فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ اصل حدیث بدون زیادت
استدلال آیت کے صحیحین مین موجود ہے وحاصل التفسیر کما قال ابن عباسؓ کہ اللہ تعالیٰ لوگون کو سوال مین ماخوذ کریگا کہ رسولون کو کیا جواب دیا
اور رسولون کو پوچھیگا کہ رسالت کیا پہونچائی ہے اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لا یسئل عن ذنوبہم المجرمون مشرکون سے انکے گناہون کی
پوچھ نہو گی یعنے سیدھے دوزخ مین کھینچے جاوینگے تو جواب یہ ہے کہ رسولون کی اجابت دعوت اور ایمان پر اعمال ہین اور مشرکون نے جب ل
نہ کیا تو جملہ اعمال انکے نیست ہین کیونکہ انمین سے کوئی عمل عبادت نہین ہو سکتا پس صرف یہ پوچھا جائیگا کہ رسول کو مانا یا نہین مانا پھر جب اعمال کا
وقت آویگا تو مشرکون کے اعمال کی کچھ پوچھ گچھ نہو گی بلکہ قطعاً جہنمی ہین حاصل آنکہ اوقات مختلف ہین اور سوال بھی مختلف ہین جیسا کہ ظاہر ہے بالجملہ
مشرکون سے پرسش ہو گی کہ ہمارے رسول کا کیا جواب دیا اور رسولون کے بلاغ رسالت کو بھی پوچھ لیا جائیگا تاکہ مشرک یہ دعویٰ نکرین کہ انھون
نے ہمکو پیغام نہین پہونچایا پھر مشرک انکار بھی کرینگے جیسا کہ گذرا اور انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور عالم الغیب والشہادۃ کے حضور مین یہ انکار کیسا
چل سکتا ہے چنانچہ فرمایا فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ پھر ہم خبر دینگے انکو جو کچھ انھون نے کیا ہے اپنے علم پاک قدیم سے وَمَا كُنَّا غَآئِبِیْنَ
اور ہم تو غائب نہ تھے جبکہ رسولون نے اللہ تعالیٰ کی رسالت کو پہونچایا اور گذری امتون نے جو کچھ اعمال کیے یعنے سب کچھ ہمارے
علم مین نہایت صحیح وتحقیق کے ساتھ حاضر ہے اور یہ سوال تو فقط عدل وانصاف کی تحقیق کے واسطے ہے واضح رہے کہ ان دونون سوالونمین
بڑا فرق ہے خصوص کافرون سے رسولون پر رسالت نہ پہونچانے کی تہمت لگانے کے وقت رسولون سے سوال ہونا درحقیقت کافرون پر غضب
مزید ہے وقت فی العرائس قولہ فلنسئلن الذین ارسل الیہم ولنسئلن المرسلین اس سوال مین ایمان لانے والے بندے بھی آرینگے کیونکہ
انکی طرف بھی رسالت پہونچی پس انسے خطاب کے سمجھ لینے اور حرمت واحترام وعظمت کے ساتھ اسکے قبول کرنے اور اسکا بعث
معرفت کا نے کے ساتھ اسپر عمل کرنے کا مضمون بھی شامل ہے قَالَ الْمُتَرْجِم غفرانک اللہم غفرانک ربنا انک انت الغفور الرحیم وما ہی سوا ذلک
استغفرک واتوب الیک شیخ نے کہا کہ رسولون سے ادائے رسالت کا سوال ہوگا ایسے کلام سے جو انکے عقول میں اور ہدایت پر شفقت سے
قَالَ الْمُتَرْجِم یعنی یہ ہین کہ رسولون نے معرفت وتوحید انکے عقول بشری پر پہونچائی پس الا معرفت وتحقیق معرفت جو عقول بشری سے بالاتر ہے
اس سے ازراہ شفقت معذور فرمائے جاوینگے اور یہ فضل رحمت ہے اللہم لک الحمد انت ارحم الراحمین شیخ ابو حفص نے کہا کہ جن لوگون کی
طرف رسالت پہنچی انسے سختی وخشم وعذاب دہی کا سوال ہے اور جنکو رسالت لیکر بھیجا یعنے رسولون سے انکی تبلیغ و مرتبہ پانے کا سوال ہے
قولہ فلنقصن علیہم بعلم وما کنا غائبین یہ اشارہ ہے کہ بندہ کا ان شتاق ہنگامہ حال ہے کہ منہم من قضیٰ نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ یعنے مقصود
الٰہی غرض عمل ہین اور تواسلئے انکو خبر دیگا کہ باری ملاقات کے شوق مین انکا کیا حال تھا اور نیز جو لوگ کفر وشرک مین اصرار کرتے ہوئے اور نفس
خبیثہ کیا کرتے تھے ہین انکا حال بھی دیگا دلیل ہین بیان ہو گا انسے وگا عظمت وجلال پاک ہے اور نیز انپر حال ظاہر کیا جائیگا کہ جو انکا عمل تھا
ہوا وہ اسکے حقائق سے ادان جاہل تھے اور قہر ولطف موجود ہے قدم کے حقائق ظاہر ہونگے اور قولہ وما کنا غائبین مشتاقون کے
درد فراق اور نادانون کے جوش باطن اور عاشقون کے آنسو بہانے سے اور کافرون ومشرکون وغیرہ کے تکبر یا لوٹ بھیلانے

اور تعالیٰ کو غیبت نہیں بلکہ سب کو وہ دیکھتا ہے حتیٰ کہ جب یہ موجودات عدم میں تھے تب ہی سے اسکے علم قدیم میں ہی علم ہے جسمین ذرہ برابر تفاوت نہیں ہو سکتا فسبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ قولہ فلنقصن علیہم بعلم یعنی انکے حال عدم وجود کے علم قدیم سے سب اخبار ہوگا **قال المترجم** بالجملہ یہ پوچھنا و خبر دینا تحقیق عدل کے واسطے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ خوب دانا ہے نہان و آشکارا ہے۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

اور تول اُس دن ٹھیک ہے پھر جنکی تولین بھاری پڑین سو وہی ہین جنکا بھلا ہوا اور جنکی تولین ہلکی پڑین سو وہی ہین

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ○

جو ہارے اپنی جان اسپر کہ ہماری آیتون سے زبردستی کرتے تھے

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ای والوزن الحق کائن یومئذ یعنی قیامت کے روز وزن حق ہونیوالا ہے یعنی سوال مذکور کے روز وزن عدل ہوگا کہ کسی نفس پر ذرا ظلم نہوگا۔ کما قال تعالیٰ ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بہا وکفی بنا حاسبین یعنی رکھینگے ہم میزان انصاف سے عدل کو روز قیامت میں پس کسی نفس پر کچھ ظلم نہین کیا جائیگا اور اگر رائی کے دانہ برابر ہوگا تو ہم اس کو لا دینگے اور ہمارا حساب کرنیوالا ہونا کافی ہے اور ذکر میزان کا بہت سی آیات مین آیا منجملہ انکے قول اللہ تعالیٰ فاما من ثقلت موازینہ فہو فی عیشۃ راضیۃ۔ اور قولہ فمن ثقلت موازینہ فاولئک ہم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسہم فی جہنم خالدون۔ اور احادیث اس باب مین بہت کثرت سے ہین جو صحاح و سنن و مسانید مین مروی ہین بالجملہ میزان حق ہین اسروز وزن ہوگا فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ پس جنکے موازین گران ہونگے نیکیون سے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس ایسے ہی لوگ مفلحین ہونگے یعنی فوز عظیم انہین کو حاصل ہوگا وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ اور جنکے موازین ہلکے ہونگے سبب گناہون کے فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ پس یہی لوگ ہین جنھون نے خسارہ مین ڈالا اپنی جانون کو بسبب اسکے کہ لے گئے اسکو دوزخ مین بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ بسبب ہماری آیات کے ساتھ ظلم کرنے کے یعنے بسبب کفر و انکار آیات الٰہی کے فـا موازین جمع ہے اور ہر شخص کے واسطے ایک میزان ہوگی پس جمع کے معنی کیا ہین تو جواب یہ ہے کہ زبان عرب مین اہتمام خبر مین کبھی واحد کی جگہ جمع لاتے۔ اور بعض نے کہا کہ ہر بندہ کے واسطے میزان علیحدہ ہوگی حسن بصریؒ نے کہا کہ حق ہے اس ترازو پر جسمین نیکیان رکھی جاوین یہ کہ جھک جاوے اور حق ہے اس ترازو پر جسمین برائیان رکھی جاوین یہ کہ ہلکی ہو جاوے اور بعض نے کہا کہ ترازو مین دو پلہ و زبان و بانٹ ہوتا ہے اور وزن بدون ان سب کے تمام نہین لہذا جمع کر دیا اور بیضاوی نے جواب دیا کہ بسبب موزونات مختلف ہونے اور متعدد وزن ہونے کے جمع فرمایا پس وہ جمع موزون ہے یا جمع میزان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وزن و میزان بمعنی عدل و قضا ہے اور بجائے انکے وزن و میزان کا ذکر کرنا ضرب المثل کے طور پر ہے جیسے بولتے ہین کہ یہ کلام اس وزن پر ہے اور یہی مجاہدؒ سے روایت کیا جاتا ہے اور زجاج نے کہا کہ زبان عرب مین ایسا بول چال شائع ہے اور یہی معتزلہ نے اختیار کیا جیسے کہ معتزلہ کی عادت ہے کہ جو بات انکی عقل مین جسطرح آتی ہے اسیطرح اسکو اختیار کرتے ہین اور یہان تو خیر زبان محاورات سے بھی اتفاقاً مطابقت ہوگئی۔ زجاجؒ نے کہا کہ اتباع یہان بھی اس خبر کا چاہیئے جو صحاح و مسانید مین وارد ہوا یعنے میزان بمعنی حقیقی اور قشیریؒ نے کہا کہ اسمین زجاجؒ کا قول درست ہے کیونکہ صراط کا لفظ دین حق پر اور جنت و دوزخ واردات ارواح پر سوائے اجسام کے اور شیاطین و جن کا لفظ اخلاق مذمومہ پر اور ملائکہ کا لفظ قوی روحانیہ پر نہین محمول کیا جاتا اور صدر اول سلف و خلف صالحین نے اس امر پر اجماع کیا کہ ان ظواہر کو بدون تاویل کے لینا واجب ہے اور تاویل

سے منع کرنے پر اجماع کیا پس بطور ظاہر مذکورہ نصوص ہو گئے۔ یہ قول نہایت صحیح ہو اور مجاہدؒ سے قول تاویل صحت کو نہین پہونچتا اور
جن بدعتیون نے تاویل کی انکی تاویل کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کیا وہ لوگ اس امر کو اللہ تعالے کی قدرت سے باہر جانتے ہین
کہ وہ میزان حقیقی عدل کی قائم کرے اور اگر یہ نہین ہو تو پھر یہ کہنا کہ عقل مین نہین آتا محض جھوٹ ہو یا دیوانگی و جہالت ہو اور اگر ان
جاہلون کی عقل مین نہین آتا تو ہمکو ان جاہلون کی عقل کا اعتبار نہین ہو جو عقول صافی و پاکیزہ ہین انہین کچھ بھی بعید نہین معلوم ہوتا آیا تو نہین
دیکھتا کہ نورانی عقول حضرات صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خوب یقین سے قبول کیا اور برابر مومنین اسی پر اہل حق تھے
یہانتک کہ ایک زمانہ کے بعد ان جاہلون کے منہ سے جہالت کا دھوان نکلا اور اسنے تمام جہان کو تاریک کر دیا پس بیچارہ جسکو اللہ
تعالے نے ازل مین بچایا ہو اور گمراہ ہوا وہ جو شقی تھا اور کیونکر اسطرح مصرح آیات اور صحاح احادیث کی تاویل روا ہو اور بہت سی
احادیث صحیحہ مشہورہ ہین جنہین تاویل کی گنجائش نہین اور اگر خوف طوالت نہوتا تو مین ان احادیث کو نقل کرتا کیونکہ بعضے جہلاء اس زمانہ
مین اہل ایمان کو وسوسہ مین ڈالتے ہین اور شقی و بدبخت لوگ انکے دنیاوی عروج کو دیکھکر دام فریب مین آجاتے ہین لیکن
اتنا جو بحث مین بضرورت آجائیگا وہی کافی ہو از انجملہ مفسر رحؒ نے کہا کہ وزن ایسی میزان سے ہوگا جسکے زبان اور دونون پلے ہین
جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہو یہان اسیقدر پر اکتفا کیا اور بدر السافرہ و تفسیر و بعض رسائل مین گونہ بسط کیا ہو حضرت سلمان
فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ میزان قائم کیجاویگی اسکی زبان دو پلہ ہین اگر ایک پلہ مین آسمان و زمین اور جو انمین ہے
سب رکھا جاوے تو سما جاوے رواہ اللالکائی فی السنۃ و ابن المبارک فی الزہد و قد رواہ ابو الشیخ عن ابن عباس بمثلہ موقوفا۔ پھر جب
صحیح ہوا کہ وزن و میزان سے حقیقی معنی مراد ہین تو پھر یہان وزن کو مطلق فرمایا ہو پس آیا اعمال کا وزن ہوگا یا ان صحیفون کا جن مین
اعمال درج ہین یا اس شخص کا جسکے اعمال **قال الحافظ** وغیرہ بعض نے کہا کہ اعمال رکھے جاوینگے اور اعمال اگرچہ اس جہان مین
اعراض ہین لیکن یہ مسلم نہین کہ درحقیقت وہ اعراض ہین علاوہ برین اللہ تعالی قادر ہو کہ بصورت جواہر آوین اور قلب ماہیت ممتنع ہونے پر کوئی
دلیل عقلی نہین قائم ہو اور نہ بین یا بضرورۃ ہو اور نیز جو اس جہان مین عرض ہو جائز ہو کہ اس جہان مین خود قائم ہو جیسے فلاسفہ کے نزدیک
ذہن مین صورت جواہر کی جوہر ہوتی اور قائم بذہن ہوتی ہو لیکن اسپر صادق ہو کہ جب خارج مین پائی جاوے تو لافی موضوع ہوگی پس
وجود ذہنی مین قائم بالغیر ہو اور وجود خارجی مین خود قائم ہو ایسے ہی اعراض اعمال وغیرہ اس جہان مین قائم بالغیر ہین اور وہان آخرت مین
وہ خود قائم ہون اور تحقیق ثابت ہوا کہ باحیات انکے واسطے خود ثابت ہین **قال فی المعالم** اور ابن عباس رضؓ سے یہی قول مروی ہو
اور صحیح مین حدیث آئی جسمین سورہ بقرہ و آل عمران کے فضائل مین ہو کہ انہما یاتیان یوم القیامۃ کانہما غمامتان او غیابتان او فرقان
من طیر صواف الحدیث اور اول سورہ مذکورہ مین گزر چکی ہو اور نیز قرآن کے فضائل اور صاحب قرآن کے حق مین آیا کہ یاتی صاحبہ
فی صورۃ شاب شاحب اللون فیقول من انت فیقول انا القرآن الذی اسہرت لیلک واظمأت نہارک الحدیث۔ اور حدیث براء
بن عازبؓ مین دربارہ سوال قبر کے آیا فیاتی المومن شاب حسن اللون طیب الریح فیقول من انت فیقول انا عملک الصالح یعنی قبر مین
مومن کے پاس ایک نوجوان خوبصورت جس سے خوشبو آتی ہوگی آویگا پس مومن کہیگا کہ تم کون ہو وہ کہیگا کہ مین آپ کا عمل صالح ہون
اور اسکے برعکس کافر و منافق کے اعمال کی نسبت آیا ہو پس ظاہر ہوا کہ اعمال کے واسطے صورت جوہری ہین اور وہ وزن ہو سکتے
اور بعض نے کہا کہ نامۂ اعمال تولے جاوینگے و ابن عبد البر و قرطبی نے اسی کو ترجیح دیا اور دلیل اس قول کی حدیث بطاقہ ہے

چنانچہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت مین سے ایک شخص پکارا جائیگا مجمع قیامت کے روبرو
پھر اُسکے واسطے ننانوے سجل کھولے جاوینگے جنمین سے ہر ایک کی درازی بقدر مد البصر ہوگی جتنی دور نظر پہونچتی ہی پس اللہ تعالیٰ عز وجل
کی طرف سے حکم ہوگا کہ بھلا تو اِنمین سے کچھ انکار کرتا ہی بھلا تجھپر میرے فرشتگان کاتبین نے کچھ ظلم کیا ہی پس وہ کہیگا کہ میرے پروردگار نہین تو
پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے کچھ عذر ہی یا تیری کوئی نیکی ہی پس وہ ہیبت ناک ہوکر کہنے لگے گا کہ کچھ بھی نہین اے پروردگار پس اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ نہین
بلکہ تیری ایک نیکی ہمارے نزدیک ہی اور آج کے روز تجھپر کچھ ظلم نہین پس اسکے واسطے ایک بطاقہ نکالا جائیگا جسمین اشهد ان لا اله الا الله واشهد
ان محمدا عبده ورسوله ہوگا پس وہ عرض کریگا کہ اے میرے پروردگار بھلا یہ بطاقہ بمقابلہ ان سجلات کے کیا چیز ہی تو اس سے کہا جائیگا کہ
اے شخص تجھپر کچھ ظلم نکیا جائیگا پس وہ بطاقہ ایک پلہ مین رکھا جائیگا اور سجلات دوسرے پلہ مین میزان کے رکھے جاوینگے پس سجلات کا پلہ
چڑھ کا اونچا ہوجائیگا اور بطاقہ کا پلہ بوجھ سے جھک جائیگا رواہ البیہقی وابن مردویہ وابن ماجہ واخرجہ ابن حبان فی صحیحہ ورواہ احمد باسناد
حسن ورواہ الحاکم وصححہ والترمذی وقال حسن صحیح ۔ واضح ہو کہ اکثر بداعمال وگناہون کے ساتھ تصدیق مین فتور ہوتا ہی پس اُس شخص کا
حال غریب ہی کہ باوجود ان اعمال کے اسکی تصدیق قوی رہی اور شاید اسی وجہ سے حدیث شریف مین اسکا بیان ہی واللہ اعلم بالجملہ
اس حدیث سے نامۂ اعمال تولے جانے کا ثبوت ہوتا ہی اور بعض نے کہا کہ عمل کرنیوالا تولا جائیگا اور اسی پر دلالت کرتی ہی حدیث صحیح
از ابوہریرہ رضہ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مرد موٹا قوی ہیکل آویگا دن قیامت کے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے
برابر بھی اسکا وزن نہوگا پھر پڑھی آیت فلا نقیم لهم یوم القیمة وزنا الآیة ۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضہ کے مناقب مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا
کہ کیا تم لوگ عبد اللہ کی پتلی پنڈلیون سے تعجب کرتے ہو قسم ہی اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ البتہ اسکی
دونون پنڈلیان میزان مین کوہ احد سے زیادہ گران ہین ۔ دیکھو الاول مافی خاتم صحیح البخاری رحمہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دو کلمہ ہین
کہ ہلکے ہین زبان پر اور بھاری ہین میزان مین اور محبوب ہین حضرت الرحمن کو وہ سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم ہین **قال الحافظ**
ان سب احادیث وغیرہ مین جمع واتفاق یون ممکن ہی کہ یہ سب اپنے اپنے معنی پر صحیح ہین پس کبھی تو اعمال تولے جاوینگے اور کبھی نامۂ
اعمال اور کبھی فاعل اعمال تولے جاوینگے **قال المترجم** ورنہ توفیق بدون اسکے بھی ممکن ہی ۔ واضح ہو کہ اس مسئلہ مین اختلاف ہی
کہ کفار کے واسطے وزن ہوگا یا نہوگا بلکہ مخصوص مسلمانون کے واسطے ہی پس اکثر دن کے نزدیک وزن مخصوص بمسلمین ہی اور کفار کے
اعمال حبط ہوجاوینگے اور یہی ظاہر آیات سے ہی اور بعض نے کہا کہ کفار کے اعمال باشارہ قولہ فلا نقیم لهم یوم القیمة وزنا تولے جاوینگے اگرچہ
خفت ہو اور جواب یہ کہ نکرہ تحت نفی بالکل وزن سے خالی ہی اور قرطبی نے کہا کہ صحیح یہ ہی کہ تولے جاوینگے بغرض تخفیف عذاب
جیسا کہ ابوطالب کے حق مین آیا کہ بسبب پاسداری آنحضرت صلعم کے پاؤن مین آگ کی دو جوتیان پہنائی جاوینگی جس سے ابوطالب کا
دماغ ابلیگا ۔ سخاوی رح نے کہا کہ مقصد یہ ہی کہ یہ ابوطالب کے حق مین مخصوص ہی فافہم واللہ اعلم ۔ **فی العرائس** قولہ والوزن یومئذ
الحق حق سبحانہ وتعالیٰ کی میزانین ہین جنسے احوال واعمال وزن کیے جاتے ہین پس میزان اخلاص سے معاملات کا وزن ہوتا ہی اور
میزان صدق سے حالات کا وزن ہوتا ہی پس جو عمل کہ عوض کے واسطے یا اس عمل پر نظر رکھکر یا غیر حق سبحانہ کی طرف نظر رکھکر کیا گیا
وہ مرتبہ قبولیت سے ساقط ہی اور جو حالت کہ جس سے اس حالت والا محجوب ہی وہ درجۂ وصول سے ساقط ہی پس میزان حقیقت در اصل
میزان معاملات ہین اور صدق میزان حالات ہی پس ہر شخص اپنے نفس کو میزان ریاضت ومجاہدہ سے وزن کرے

اور قلب کو میزان مراقبہ وزن کرے اور عقل کو میزان اعتبارات یعنی عبرت حاصل کرنے کے ساتھ وزن کرے اور روح کو میزان
مقامات اور سر کو میزان محاضرات و مطالعہ غیبیات وزن کرے اور اپنی صورت کو ایسے ترازو سے معاملہ سے وزن کرے جسکے
دونون پلہ حقیقت و طریقت ہین اور زبان اُس کی شریعت اور عمود اُسکا عدل و انصاف ہے پس جو شخص یہان اپنے آپ کو اسطرح
وزن سے سنجیدہ رکھیگا عنقریب قیامت مین اپنے نفس کو میزان شرف مین اور قلب کو میزان لطف مین اور عقل کو میزان نور مین اور روح کو
میزان سرور مین اور سر باطن کو میزان وصول مین اور صورت کو میزان قبول مین تلا ہوا پاویگا پس جب اسکے موازین یعنے جملہ میزانون کا
پلہ بھاری اُترا تو اُسکے نفس کا بدلا یہ کہ فراق سے امن پاویگا اور قلب کو شوق مین وہ ملیگا جسکا شوق تھا اور عقل کا بدلا مطالعہ صفات ہے اور
روح کا بدلا کشف انوار ذات ہے اور سر باطن کا بدلا کشف اسرار قدم ہے اور صورت کا بدلا وصال ابدین قیام ہے۔ نیز اہل حق کے واسطے
یہان اور میزانین ہین میزان ارادہ میزان محبت میزان شوق میزان عشق میزان معرفت میزان الیقین میزان توحید پس یہ سات میزانین ہین
پس مرید کو چاہیے کہ ہر دم اپنے نفس کو میزان ارادت مین تولے اور محب ہر دم اپنے نفس کو میزان محبت مین اور مشتاق اپنی عقل کو
میزان شوق مین اور عاشق اپنی روح کو ہر دم میزان عشق مین اور عارف اپنے سر باطن کو ہر دم میزان معرفت مین اور الیقین والا ہر دم
اپنے انفاس کو میزان الیقین مین اور موحد ہر دم اپنے وجود کو میزان توحید مین تولے پس مرید اپنے ہر دم تولنے سے اپنے نفس کو انقیاد حق مین برو
قضا و قدر جاری ہونے کے پورا کرے اور محب میزان محبت مین اپنے قلب کو شہود درگاہ مین بدون خطرات مذمومہ کے نیات صافیہ
کے ساتھ پورا کرے اور مشتاق میزان شوق مین اپنی عقل کو جولانی شواہدین واسطے طلب عرفان مشاہدات کے بدون فتور و رعونت کے
پورا کرے اور عاشق میزان عشق مین اپنی روح کو پرواز ملکوت مین واسطے طلب جبروت کے پورا کرے اور عارف میزان معرفت مین
اپنے سر باطن کو صفت شہود کے ساتھ کشف انوار غیب کے واسطے پورا کرے اور الیقین والا میزان الیقین مین معارف قرب مین بلا ہواجس
یقین و غبار وسواس کے صعود کو پورا کرے اور موحد میزان توحید مین تمام اپنے وجود کو انوار کبریا و قدم و تسبیحات ازل و ابد
مین فنا و مضمحل ہونیکو پورا کرے پس جس شخص کی یہ میزانین گران رہین وہ پردہ ہائے امتحانات سے فلاح پا گیا اور صداقت رہا ہوا اور
پورا اُترا پس وہ کل کے روز جب کہ حضور مین میزان عدل تولے جاوینگے تو انوار صفات و لطائف ذات و کرامات قرب
سے اسکی میزان بھاری ہوگی پس وہان فلاح عظیم حاصل ہوگی اور وہ اہل اللہ مین سے ہے کیونکہ وہ موازین صفات و انوار ذات کے
خاصہ مین معرفت و توحید و محبت کے ساتھ پورا اُترا خلاصہ آنکہ منشأ خلقت جو معرفت ہے اسنے پوری پائی اور فوز عظیم حاصل کیا پس
قولہ تعالی طوبی لہم وحسن مآب اسکے حق مین راست آیا۔ شیخ ابو عبد الرحمٰن السلمیؒ نے اس مقام پر بیان کیا کہ جسنے اپنے نفس کو میزان عدل مین تولا
وہ محبین مین سے ہے اور جسنے خطرات انفاس کو میزان حق مین تولا اسکو مشاہدہ سے کفایت ہوگی اور میزانین مختلف ہین میزان نفس
و روح ہے اور میزان قلب و عقل ہے اور میزان معرفت و سر باطن ہے پس نفس و روح کے ترازو امر و نہی ہے اور اسکے دونون پلے
کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہین اور قلب و عقل کی ترازو ثواب و عقاب ہین اور اسکے دونون پلے وعدہ و وعید ہین اور میزان
معرفت و سر کی رضا و خشم ہے اور دونون پلے اسکے طلب کرنا اور گریز کرنا۔ استادؒ نے کہا کہ انکے اعمال کا وزن بمیزان اخلاص ہوگا
اور احوال کا بمیزان صدق ہوگا پس جسکے اعمال ریاکاری کے ساتھ ہونگے وہ قبول نہونگے اور جسکے احوال مین عجب و غرور
ہوگا اسکے احوال نہ لیئے جاوینگے اور واضح ہو کہ قیامت مین اعمال تولے جانے مین ایک یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالی بندون کو

ظاہر کریگا کہ قبل پیدائش کے بندون کے حق مین جو قضا و قدر و رضا و خشم و شقاوت و سعادت کہ لوح محفوظ مین لکھی تھی وہ بمقابلہ اس چیز کے جو ملائکہ کے لکھے ہوئے صحائف مین بندون پر دنیا مین جاری ہوئے مرقوم ہین کیسے راست درست ہین کہ سر مو انمین تفاوت نہین ہے تاکہ یقین کامل و برہان عیان حاصل ہو جاوے اس بات کی کہ اوتعالیٰ عزوجل کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور تاکہ لوگون پر حجت قائم ہو جاوے جبکہ دونون مین توافق برآمد ہوا اور واضح ہو کہ یہ شبہہ نہونا چاہیئے کہ اعمال اعراض ہین پھر وہ کیونکر وزن کئے جاوینگے پس تو اس شبہہ مین نہ پڑنا مقبول و مردود کرنا اللہ عزوجل کے اختیار مین ہے اور اوتعالیٰ قادر ہے کہ اعراض کو جواہر کی صورت مین کردے پس وہ صورہ میزان الٰہی مین تولے جاوینگے جو قیامت کے روز بندون پر ظاہر ہوگی اور یہ زبان شرع سے ثابت ہوا اور اسپر ایمان لانا فرض ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نیکیان و برائیان ایسی ترازو مین تولی جاوینگی جسکے دونون پلے اور زبان ہے۔ اور مومن کا یہ حال ہوگا کہ اسکے اعمال ایک نہایت اچھی صورت مین لائے جاوینگے اور میزان کے ایک پلہ مین رکھے جاوینگے اور یہ وزن حق ہے پس اسکی نیکیان بہ نسبت اسکی برائیون کے بھاری ہو جاوینگی پس اسکا عمل جنت مین رکھا جائیگا پس عمل سے وہ پہچانا جائیگا اور یہی قول الٰہی عزوجل ہے فمن ثقلت موازینہ فاولئک ہم المفلحون۔ اور وہ لوگ جنت مین سے اپنے اپنے ٹھکانے کو اس سے زیادہ پہچانینگے جیسے تا زمانہ سے پھر کر آدمی اپنے گھر دن کو پہچان لیتا ہے اور رہے کافر لوگ تو انکے اعمال نہایت قبیح بری بھونڈی صورت مین لائے جاوینگے اور پلہ ترازو مین رکھے جاوینگے اور یہ عمل باطل ہے پس اسکا وزن نہایت خفیف ہوگا یہانتک کہ وہ دوزخ مین رکھے جاوینگے پھر کافر سے کہا جائیگا کہ جا کر اپنے اعمال سے مل **قال المترجم** پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت و بندونکی ناشکری اور باوجود مخلوق ہونے اور اپنی ماہیت نہ جاننے کے پھر حکمت الٰہی مین بیجا قیاس دوڑانے اور ظاہر کی حضرت و دشمن شیطان کے غرور کی برائی دفع نہ کرنیکو بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ ع وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ

اور ہمنے تمکو جگہ دی زمین مین اور بنا دین اسمین تمکو روزیان تم تھوڑا شکر کرتے ہو اور ہمنے تمکو پیدا کیا پھر صورت دی

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ

پھر کہا فرشتونکو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کیا سوائے ابلیس کے نہ تھا سجدہ والون مین کہا تجھکو کیا مانع تھا کہ سجدہ نہ کیا

اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ

جب مین نے فرمایا بولا مین اس سے بہتر ہون مجھکو تونے بنایا آگ سے اور اسکو بنایا خاک سے کہا تو اتر یہان سے تجھکو یہ نہ ملیگا

اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ

کہ تکبر کرے یہان سو نکل تو ذلیل ہے بولا مجھکو فرصت دے جس دن تک لوگ جی اٹھین کہا تجھکو فرصت ہے بولا

فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ

تو جیسا تونے مجھے بے راہ کیا ہے مین بیٹھونگا ان کی تاک مین تیری سیدھی راہ پر پھر آؤنگا ان پر آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے

وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ

اور بائین سے اور نہ پاوے گا تو اکثر ان مین شکر گزار کہا نکل یہان سے مردود ملعون ہوکر جو کوئی انمین تیری راہ چلا

لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

تو مین بھر دونگا دوزخ تم سب سے

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ اور البتہ ہمنے تمکو تمکن کیا زمین مین۔ یہ خطاب اولاد آدم کو ہو بتقریبًا بعد اور یہ اپنا احسان ظاہر فرمایا اور زمین پر تمکن کرنا
خود قدرت و احسان ہو حالانکہ اسمین سکونت و تصرف و زراعت وغیرہ کے واسطے قابو دیا وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ اور کر دیے تمھارے
نفع کے واسطے زمین مین معایش یعنے ایسے اسباب جس سے تم زندگی بسر کرو **قال المفسر** معایش مین حرف چہارم یار تحتیہ ہو وقال البیضاوی
اور نافع سے مروی ہوا کہ انھون نے اسکو ہمزہ کی آواز مین پڑھا اسوجہ سے کہ اسکو تشبیہ دی ایسے الفاظ کے ساتھ جو اس وزن پر یا زائدہ ہین مانند
صحائف وغیرہ کے **قال الحافظ** اور جمیع قرار وغیرہ نے بدون آواز ہمزہ کے پڑھا سوائے عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج کے کہ اس بزرگ نے
اسکو باآواز ہمزہ پڑھا اور صواب وہی جمہور کا قول ہو کیونکہ معایش جمع معیشۃ ہو از عاش یعیش عیشا و معیشۃ پس کسرہ یا پر ثقیل رکھکر عین کی طرف نقل ہوا
پھر جب جمع کیا گیا تو حرکت مذکورہ پھر یا کی طرف واپس ہوئی بسبب زوال استثقال کے پس معایش بر وزن مفاعل آیا کیونکہ یا مذکور
اس کلمہ مین اصلی ہو بخلاف مدائن و صحائف و بصائر وغیرہ کے کیونکہ یا زائدہ ہو لہذا فعائل پر جمع آتی ہو اور اسی وجہ سے مہموز ہو جاتی ہو
قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ یعنے اس احسان پر تم بہت کم شکرگزاری کرتے ہو حالانکہ جسپر مزید احسان ہوا اسکو زیادہ مطیع ہونا چاہیے اور شکر منعم
یہان یہ تھا کہ جو نعمتین دی ہین انکو منعم کی طاعت مین صرف کرتے قلیل کے معنی کم اور ترجمہ بہت کم اسوجہ سے کہ ما زائدہ بغرض تاکید قلت ہے
فی السراج اسمین دلیل ہو کہ انسان کبھی شکر کرتا ہو کہ نعمت یاد کرکے بعض اوقات شکر کرتا ہو اور حقیقت شکر کی یہ ہو کہ نعمت یاد کرے اور
ظاہر کرے اور برخلاف اس کے کفران ہے وہ نعمت کو فراموش کرنا اور اس کو چھپانا **وقال المترجم**
شاید مراد قلیل شکر سے ان بندون کا شکر ہو جو ایمان لائے ہین اسواسطے کہ شکر عباد تھوڑے ہین اور وہ کافر ہے صحیح نہین ہو۔ اگر کہا جاوے
کہ بعض اخبار سے ثابت ہوا کہ آدمیون کے دل اس بات پر مجبول ہین کہ جو انکی طرف احسان کرے اسکی طرف مائل ہون حالانکہ یہان
اسقدر احسان پر میلان نہین تو جواب یہ ہو کہ مجبول ہین مگر ظہور اس جبلت کا ضرور نہین اور نیز کافرون کی جہالت تھی کہ بعض کو غیر کیطرف منسوب کرتے تھے
جیسے مشرکون نے روز احد مین اپنے غلبہ کو ہبل بت سے تصور کیا اور نیز کفر بڑی فراموشی ہو جو نعمتون کے فراموش کرنے کو شامل ہوا اور جبلت
کا اثر جب ظاہر ہو کہ یاد رکھے فافہم **فی العرائس** قال فی الآیۃ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے بندون پر احسان رکھا کہ انکو زمین
مین تمکن دیا اسطرح کہ انپر اپنی عبودیت آسان کر دے بوجہ ایسی قدرت کے جو انمین بر فعل حاصل کرنے کے واسطے اس فعل کو پیدا
کرنے کے وقت ظاہر کر دے بعد ازانکہ انکو عبادت کے واسطے مکلف فرمایا اور زمین مین انکے بدنون کے لیے غذا مخلوق فرمائی اور
انکے قلوب کے واسطے غذا سے ذکر دیدی اور عقل کے لیے غذا یہ دی کہ اولتعالیٰ عزوجل کی قدرت و صنعت مین غور و فکر کرین اور
روح کے واسطے ہر درخت و سبزی سے ظہور انوار جلال کے دیدار سے غذا مقرر کی یہ سب اسواسطے کہ حضرت پاک منعم قدیم عزوجل
کی معرفت حاصل کرین اور جانین کہ ہم اسکے شکر سے عاجز ہین پھر اور زیادہ انپر احسان اسطرح کا کہ انکو خلقت لطیف و خوبصورت
مین پیدا کیا بقولہ تعالیٰ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ اور البتہ ہمنے تمکو پیدا کیا پھر تم کو
صورت والا کر دیا پھر ہمنے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ فی تفسیر الحافظ ابن عباس رضی سے روایت ہو کہ فرمایا مردون کی پشت مین مخلوق
ہوے اور عورتون کے رحم مین مصور ہوے۔ وادانا کم وصورنا کم یعنی خود صحیح ہین لیکن اس مقام پر لفظ ثم جو ترتیب و تراخی کے واسطے
ہو دلالت کرتا ہو کہ پہلے خلقت ہوئی پھر تصویر ہوئی پھر ملائکہ کے سجدہ کا حکم دیا گیا اور جواب ہو سکتا ہو کہ ثم بمعنی واو بھی ہوتا ہو اور یہی
بیان ہو وقال الحافظ اور ابن جریر نے یہ اختیار کیا کہ مراد اس سب مین آدم علیہ السلام ہین اور کہا کہ جمع اسواسطے کہ آدم علیہ السلام

تمام بشر کے باپ ہین اور ایسا خطاب آتا ہی چنانچہ جو بنی اسرائیل کہ زمانہ آنحضرت صلعم مین تھے انکو فرمایا وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلوی حالانکہ مراد ان لوگون کے دادا ہین جو زمانہ موسیٰ علیہ السلام مین تھے **قال المترجم** اور یہی مفسر نے اختیار کیا چنانچہ کہا ای خلقنا اباکم آدم ثم صورناہ وانتم فی ظہرہ یعنی ہمنے پیدا کیا تمھارے باپ آدم کو پھر اسکی تصویر بنائی درحالیکہ تم اسکی پشت مین تھے **وقال البیضاوی** یعنے ہمنے پیدا کیا تمھارے باپ آدم کو گیلی مٹی بدون تصویر کے پھر اسکی تصویر کردی اسمین آدم کی خلقت و تصویر کو بمنزلہ کل کے خلق و تصویر کے قرار دیا ہی یا یہ معنی کہ ہمنے ابتداء کی تمھارے خلق کی پھر تصویر کی بانیطور کہ آدم کو پیدا کر کے مصور کیا اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ہمنے تمکو پیدا کیا آدم کی پشت سے پھر ہمنے تمھاری تصویر بنائی جبکہ تمسے عہد و میثاق لیا اسی قول کو نحاس رحمہ نے مستحسن جانا۔ ولیکن دفع اشکال مین فی الجملہ تاویل کی ضرورت ہوگی پس مختار وہی ہی جو مفسر رحمہ نے اختیار کیا اور مراد سجدہ ملائکہ سے یہ کہ سجدۂ تحیت یعنے اعتبار او پشت خم کر کے ادا کرین اور پیشانی زمین پر رکھکر عبادت کا سجدہ مراد نہین اور اب ہماری شریعت مین سجدۃ التحیہ بھی حرام ہی بالجملہ بعد خلق و تصویر کے ملائکہ کو سجدۂ تحیت کا حکم کیا فَسَجَدُوا اِلَّا اِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِينَ یعنے ملائکہ مامورین نے فرمانبرداری کی سوائے ابلیس کے کہ وہ ساجدین مین نہ تھا اور یہ ابلیس جنون کا باپ ہی جو ملائکہ کے درمیان تھا اس وجہ سے استثنا کیا گیا ورنہ وہ ملائکہ کی جنس سے نہین ہی قَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ لَا تَسْجُدَ فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کرے وعلی ہذا لا زائدہ ہی۔ اور بعض نے کہا کہ تاکید سجدہ کے واسطے آیا اور **ابن جریر** رحمہ نے دونون کو رد کر دیا اور خود یہ اختیار کیا کہ منعک متضمن معنی فعل دیگر ہی کیونکہ جو کسی چیز سے ممنوع ہو وہ اسکے خلاف مین مضطر ہوتا ہی پس گویا کہا کہ ما اضطرک ان لا تسجد کس چیز نے تجھے محتاج و مضطر کیا کہ تو سجدہ نہ کرے اِذْ اَمَرْتُكَ جبکہ مین نے تجھکو حکم کیا پس ملائکہ کو حکم دینا اسکو بھی شامل تھا **قال البیضاوی** اسمین دلیل ہی کہ مطلق امر واسطے وجوب کے اور فی الفور بجا لانے کے لیے ہوتا ہی اور رد کیا گیا کہ یہان امتنان خلقت کے قرینہ سے فی الفور و وجوب ثابت ہوا وفیہ تامل وتمام البحث فی الاصول قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ یعنے ابلیس نے جواب دیا کہ مین اس سے بہتر ہون پھر اپنے قول کی قیاسی دلیل لایا کہ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِينٍ تونے مجھکو آگ سے پیدا کیا اور اسکو مٹی سے پیدا کیا عن عائشۃ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملائکہ نور سے پیدا ہوئے اور ابلیس شعلہ زن آگ سے پیدا ہوا اور آدم علیہ السلام جس سے پیدا ہوا وہ قرآن مین تمکو بتلا یا گیا۔ رواہ مسلم اگر کہا جاوے کہ انا خیر الخ جواب ہی حالانکہ یون جواب دینا کہ مجھے فلان چیز نے روکا جواب دیا جاوے کہ اسنے من حیث المعنی جواب دیا کہ میرا اس سے بہتر ہونا مانع ہوا پس اسنے استبعاد کیا کہ فاضل مامور ہو مفضول کے سجدہ کیلیے **قال البیضاوی** اسی نے تکبر و غرور کی راہ نکالی اور نیز وہی پہلے پہل اسکا قائل ہوا کہ کسی چیز کا بھلا ہونا و برا ہونا عقل سے ثابت ہوتا ہی یعنے خلاف حکم مشروع کے آگ کو نورانی جوہر و افضل از خاک سمجھا **وقال البعض** حالانکہ اس خبیث نے غلطی کی کیونکہ بہت سی باتون مین مٹی بہتر ہی چنانچہ رزانت و سکون و دیر تک باقی رہنے اور اسمین انابۃ و صبر و حلم و حیا و تثبت ہونے مین مٹی افضل ہی کیونکہ آگ خفیف مضطرب جلد نابود ہونے والی طیش والی گردن اٹھانے حدت والی ہی علاوہ برین جنت مین مٹی موجود آگ ندارد اور وہ مسجد و طہور ہی مٹی سامان عمارت ہی اور آگ منظنۂ افنا و خیانت ہی اسی مٹی مین امانت ادا ہی بیج سے مثمر ہوتا ہی اور وہ آگ کو بھی بجھا دیتی ہی پس ان فضائل سے غافل ہو کر اس خبیث نے باطل قیاس کیا **قال الحافظ** یہ جواب قیاسی اسکا بدتر از گناہ ہی کہ اسنے اعتراض کیا اور منشأ اسکا ظاہر ہی یہی شیطانی قیاس ہی عن الحسن البصری رحمہ کہا کہ قولہ خلقتنی من نار الخ ابلیس نے قیاس کیا

اور یہ پہلا شخص ہے جسنے قیاس کیا۔ رواہ ابن جریر باسناد صحیح وعن ابن سیرینؒ اول جسنے قیاس کیا وہ ابلیس ہے اور انھین قیاسون ہی سے چاند و
سورج کی پوجا ہونے لگی۔ رواہ ابن جریر باسناد صحیح ایضاً **قال النسفی فی المدارک** ابلیس کا قیاس کرنا امر منصوص سے عناد اور
خارج از صواب تھا کیونکہ نص موجود ہوتے ہوئے قیاس کرنا مردود ہے **قال البیضاوی** شیطان خبیث نے قیاس مین غلط پر غلط کیا
کہ بالکل فضیلت کو عنصر پر مقصور کیا اور اس فضیلت سے غافل رہا جو باعتبار فاعل کے ہوتی ہے چنانچہ سورۂ ص مین قولہ تعالیٰ یا منعک ان تسجد
لما خلقت بیدی مین اشارہ ہے یعنے ایسی مکرم چیز جسکو مین نے بلا واسطہ پیدا کیا اور نیز جو باعتبار صورت کے ہوتی ہے جیسا کہ قولہ ونفخت فیہ من روحی
فقعوا لہ ساجدین۔ واقع سورۂ حجر مین اشارہ ہے اور نیز جو باعتبار غایت کے ہوتی ہے اور یہی ملاک الامر ہے اور وہ معرفت اسمار وصفات ہے
اسی واسطے ملائکہ کو حکم سجود دیا جبکہ اپنے ظاہر کر دیا کہ آدم انسے زیادہ عالم ہے اور اسمین ایسے خواص ہین جو ان مین نہین ہین تم قال البیضاوی اس آیت
مین دلیل ہے کہ کون و فساد واقع ہے یعنے کوئی چیز پیدا ہو جانا اور کوئی بگڑنا کو مٹ جانا۔ اور نیز دلیل ہے کہ شیاطین اجسام مخلوق موجود ہوئے ہے
اور شاید کہ انسان کی خلقت کی نسبت مٹی کی طرف اور شیطان کی نسبت آگ کی طرف باعتبار جزو غالب کے ہے **قال المترجم** صحیح یہ ہے
کہ شیطان صرف آگ سے مخلوق ہین قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا بہت سے مفسرین نے فرمایا کہ ضمیر راجع ہے جنت کی طرف یعنی حکم دیا کہ تو جنت سے نیچے گر جا
اور بعض نے کہا کہ سموات کی طرف راجع ہے اور بعض نے کہا کہ ملکوت علی کی طرف جہان وہ موجود تھا فَمَا يَكُونُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا
یعنے نہین سزاوار ہو سکتا کہ تو یہان غرور و تکبر کرے اگر کہا جاوے کہ فا دلالت کرتی ہے کہ ابر جواب کے تکبر پر ملامت کی حالانکہ اوتعالے کو
علم تھا تو جواب آنکہ اس سے یہ تکبر و بیجا قیاس اور اسکا خود اقرار و تکبر کی مذمت ظاہر فرمانے کو اس سے سوال کیا اگر کہا جاوے کہ فیہا
مین قید ہے کہ یہان تخصیص تکبر نہین روا ہے حالانکہ کہین جائز نہین۔ جواب آنکہ علم الٰہی مین اسکا تکبر دنیا مین ثابت تھا اور نیز یہ قید نہین ہے۔ **قال
البیضاوی** اسمین تنبیہ ہے کہ تکبر کرنا جنتی بندون کی شان نہین۔ اور نیز تنبیہ ہے کہ اوتعالے نے محض نا فرمانی پر ابلیس کو نہین راندا بلکہ
نافرمانی بھی اور تکبر بھی تھا **قال المترجم** حدیث صحیح مین جنتی و دوزخی لوگون کی پہچان آئی ہے چنانچہ اہل جنت کو فرمایا کہ ہر ضعیف متضعف
کہ اگر اللہ تعالے پر قسم کھاوے تو اللہ تعالے اسکی قسم پوری کر دے اور دوزخیون کی پہچان فرمائی کہ کل عتل جواظ مستکبر۔ ہر نافرمان سرکش
بدزبان تکبر و غرور کرنے والا۔ رواہ البخاری ومسلم۔ والنسخ ہو کہ قصۂ ابلیس مین سورۂ حجر و سورۂ ص وغیرہ مین کلام متنوع ومتفنن اور ہر مقام
کے مناسب اسکا جرم بیان ہے اور اس سے دلالت ہے کہ ابلیس خبیث نے ایک مین تین جرم درج کیے مخالفت حکم صریح کی اور
جماعت ملائکہ سے پھوٹ جانے کی اور غرور و تکبر مع تحقیر حضرت آدمؑ کی اور ان چیزون کی شاخین بہت ہین اور بیشمار خرابیان انھین
باتون سے پیدا ہین اور خود ابلیس نے سر تسلیم جھکانے کی جگہ نافرمانی و غرور کے ساتھ اعتراض ملا ہوا جواب دیا اور ادب ترک کیا
اور حکمت الٰہی جاری تھی ورنہ وہ کیا چیز تھا اور عنقریب عرائس مین بیان آویگا بالجملہ اسکو جنت سے راندہ اور نکال دیا اور مؤکد فرمایا
فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ یعنی جنت سے نکل تو ذلیلون مین سے ہے جنکو اللہ تعالے نے خوار و مردود کیا ہے۔ فی الحدیث جسنے
اللہ تعالے کے واسطے تواضع کی اللہ تعالے اسکو بلند کرتا ہے اور جسنے تکبر کیا اللہ تعالے اسکو گراتا ہے۔ رواہ البیہقی وغیرہ
قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ یعنے شیطان نے عرض کی کہ اے رب مجھے تاخیر دے اسدن تک کہ لوگ اٹھائے جاوینگے
یعنے قیامت تک مجھے موت و عذاب سے مہلت دے قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ فرمایا کہ تو مہلت دیا ہوا ہے اور سورۂ
حجر مین ہے کہ اسکے یوم الوقت المعلوم۔ یعنے وقت بعث تک نہین بلکہ نفخۂ اولیٰ تک یعنی اول صور پھونکے جانے تک کہ جو

تمام خلائق مر جاوینگی۔ اگر کہا جاوے کہ یہ دشمن تھا آدم و اولاد آدم کا اسکو مہلت ملی تاکہ گمراہ کرے جواب دیا گیا کہ اسکی درخواست پوری
کرنے مین تنبیہ ہے کہ بعد نافرمانی کے اوتعالی کی رحمت سے مایوس نہو کہ وہ ارحم الراحمین ہے اور شیطان نے خود شیطانی درخواست کی
اور اسکی درخواست منظور ہوئی اور خود اسمین حکمت ہے کہ بندونکو امتحان مین لیا جاوے کہ کون شیطان کی پیروی کرتا ہے اور کون واتعالی
عزوجل کی فرمانبرداری کرتا ہے اور جو جیسا کرے اپنی ذات کے واسطے کرے قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ زمخشری نے جملہ مستانفہ و بار سببیہ
قرار دی اور شاید یہ مذہب اعتزال سے موافق اختراع ہے کہ اضلال ازجانب باری تعالی نہو۔ اور ظاہر یہ ہے کہ بار قسمیہ ہے کیونکہ اغوار و
اضلال بخلق باری تعالی ہے یعنی قسم تیرے اغوا کرنے کی مجھکو لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ البتہ مین تیری راہ مستقیم پر بیٹھونگا
یعنے آدم کی اولاد کو اس راہ چلنے نہ دونگا جس سے تجھ تک واصل ہون ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ
وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ یعنے ہر راہ سے انکو بہکاؤنگا اور راہ مستقیم پر چلنے نہ دونگا اور ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ جہت فوق کے نہیں کہ سکتا
تاکہ بندہ اور رحمت الٰہی کے درمیان حائل نہو ایسا ہی مجاہد وغیرہ سے مروی ہے اول دونون مین حرف من اسوجہ سے کہ ہر دو جہت
کا آنے والا مانند متوجہ کے ہوتا ہے اور اخیر دونون مین حرف عن اسلیئے کہ آنیوالا مانند منحرف کے ہوتا ہے اور نظیر اسکی قولہم قعدت
عن یمینہ اور شیطان کے وسوسہ کو اسکے آنے سے تشبیہ دی اور آنحضرت صلعم کا نماز مین شیطان کو پکڑنا دلیل ہے کہ وہ درحقیقت آتا ہے
اگرچہ بعض کو نظر نہ آوے بالجملہ دونون احتمال ممکن ہین کسی مین کچھ استبعاد نہین ہے اور حقیقی معنی پر محمول کرنا اصوب ہے واللہ اعلم اور
ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ من بین ایدیہم یعنی دنیا کی طرف سے اور من خلفہم یعنے آخرت کی طرف سے اور عن ایمانہم یعنی نیکیون
کی طرف سے اور عن شمائلہم یعنے برائیون کی طرف سے اور ایک روایت مین ابن عباس رضؓ سے ہے کہ سامنے سے یہ کہ امر آخرت مین
انکو شک دلاؤنگا اور پیچھے سے یہ کہ دنیا مین انکو رغبت دلاؤنگا اور داہنے سے یہ کہ انکے امر دین کو ان پر مشتبہ کرونگا اور بائین سے یہ کہ گناہون
کی انکو لذت دلاؤنگا۔ مانند اسکے قتادہ رحؒ سے بھی مروی ہے اور ابن جریر رحؒ نے یہ اختیار کیا کہ مراد اس سے سب بھلائی کی راہین و برائی کی راہین
ہین پس بھلائی کی راہون سے روکیگا اور برائی کی راہون مین زینت و خوبی دکھلاویگا عن شقیق البلخی رحؒ کوئی دن نہین گزرتا مگر آنکہ شیطان میرے
لیئے چار راہین ہو کر نہ بیٹھتا ہو ایک تو میرے سامنے آتا ہے اور کہتا ہے کہ تو خوف مت کر کہ اللہ تعالے غفور رحیم تو مین یہ آیت پڑھتا ہون
وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا الآیہ۔ دوسرے میرے پیچھے آتا ہے اور خوف دلاتا ہے کہ تیری اولاد تیرے پیچھے فقر و فاقہ سے
ہلاک ہوگی کچھ کمائی کر لے تو مین پڑھ دیتا ہون وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا۔ اور تیسرے میرے داہنے سے ثنا و صفت
کرتا آتا ہے تو مین پڑھتا ہون۔ والعاقبۃ للمتقین۔ اور چہارم میرے بائین سے شہوتون کی راہ لاتا ہے تو مین پڑھتا ہون وحیل بینہم وبین ما یشتہون
کذا فی السراج اور اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے مناسب امور مختلف ہین جنسے فریب دیتا ہے اور حاصل آنکہ اسنے کہا کہ اولاد آدم
کو ہر راہ سے بہکاؤن و گمراہ کرونگا وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ اور تو اولاد آدم مین سے بہتون کو شکرگزار نہ پاویگا یعنے ایمان
لانے والا نہ پاویگا اور ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ اپنی توحید کرنے والا نہ پاویگا۔ اگر کہا جاوے کہ ابلیس خبیث نے یہ کہان سے جانا
تو ابن کثیر رحؒ نے لکھا کہ اسنے یہ بات فقط گمان و وہم اور انانیت سے خبر دی ہوئی کہی تھی اور اتفاق سے وہ موافق واقع پڑی
چنانچہ اوتعالی نے فرمایا ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المؤمنین وما کان لہ علیہم من سلطان الا لنعلم من یؤمن بالآخرۃ
ممن ہو منہا فی شک وربک علی کل شیء حفیظ۔ اور اسی واسطے حدیث مین شیطان کی ہر طرح و ہر جہت کے تسلط سے پناہ مانگنا وارد ہوا

چنانچہ ابن عباسؓ نے آنحضرت صلعم کی یہ دعا روایت کی اللھم انی اسالک العفو والعافیۃ فی دینی ودنیای واہلی ومالی اللھم استر عوراتی وآمن روعاتی واحفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بک اللھم ان اغتال من تحتی ۔ رواہ البزار باسناد حسن وقد رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والحاکم عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا فرمایا کہ نکل اے شیطان جنت سے مَذْءُومًا بہمزہ یعنے عیب کیا گیا یا ذلیل کیا گیا مَّدْحُورًا ملعون کیا گیا اور رحمت سے دور کیا گیا لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ بفتح لام جو اسمین ابتدائیہ ہے یا موطئۃ القسم ہے اور منہم کی ضمیر راجع بجانب اولاد آدم ہے پس اگر لام موطئۃ القسم ہے یعنے قسم محذوف کے جواب کو مقرر کرتی ہے اور ایذان کرتی ہے کہ جو جواب اسکے بعد ہے وہ قسم ماقبل پر مبنی ہے شرط پر مبنی نہین ہے تو جواب اسکا قولہ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ پس منکم سے مراد شیطان مع ذریت اسکی اور اولاد آدم جو اسکی پیروی کرین پس اسمین حاضر کی غائب پر تغلیب ہے یعنی شیطان حاضر تھا اور اسکے پیرو لوگ حاضر نہ تھے غائب تھے لیکن منکم بلفظ خطاب فرمایا دیکن اسمین مشہور تم کو تامل ہے اسواسطے کہ حضور وغیبت حضرت باری تعالی مین یکسان ہے اور اگر یون کہا جاوے کہ مخلوق عدم سے وجود مین خارج کیے ہوا ہے اور غیر خارج دونون کو خطاب ہے تو صحیح ہے ولیکن باب تغلیب قوت ہے فافہم ۔ اور اس جملہ مین معنی جزا من شرطیہ بھی ہین ای من اتبعک اعذبہ یعنی حاصل معنی یہ ہین کہ جسنے تیری اتباع کی مین اسکو جہنم مین عذاب کرونگا **ف فی العرائس** قولہ ولقد خلقنا کم ثم صورنا کم یعنی تمھارے اشباح کو آدم مین مجموع پیدا کیا پھر اوامین تمھاری تصویر بنائی ۔ نیز تمکو شکل مین پیدا کیا اور ارواح کی تصویر بنائی ۔ نیز افعال سے پیدا کیا اور صفات سے مصور کیا ۔ نیز ادسے پیدا کیا پھر ظہور تجلی صفات سے مصور کیا پس وقوع امر خلقت واقع ہوئی اور تجلی صفات سے ترتیب صورت ہوئی پس وجود صورت کا نعت صفات ہے اور ہیکل جسمی کا نعت افعال ہے اور ارواح کا تجلی ذات ہے پس سب کے سب عدم سے بصفت قدم صادر ہوے کیا تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے سر متشابہات کا اسمین کیا اشارہ فرمایا بقولہ خلق اللہ آدم علی صورتہ پس اشباح کیواسطے تو راہ عبودیت قرار دی اور ارواح کیواسطے طریق عرفان ربوبیت قرار دیا اور عقول کیواسطے طریق ملکوت رکھا اور قلوب کے واسطے طریق جبروت رکھا اور اسرار باطنہ کیواسطے طریق قدم وبقا رکھا بعض نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ہیکل یعنے اجسام کو پیدا کیا اور انکو متعدد اخلاق ومختلف صورتون پر ظاہر کیا اور ہر ایک کے واسطے ایک معیشت قرار دی پس قلوب کا عیش تو شہود مین ہے اور نفوس کا وجود مین اور عیش بندہ کا اسکا معبود ہے جو اسکا عیش اسکا اخلاص ہے اور آخرت کا عیش اسکا علم ہے اور دنیا کا عیش یہ کہ جاہل ہوا اور دنیا کے مال ومتاع سے مالا مال اور اسپر مغرور ہو پھر سب کو آدمؑ مین بصورت آدمؑ مصور کیا اور آدمؑ کو صفات کی صورت پر جو منزہ از مشابہت حدوثیت مصور کیا مگر از راہ علم نہ از راہ نفس اور از راہ عشق نہ از راہ شباہت اور نہ از راہ توحید وجمع وتفرقہ نہ از راہ تشبیہ وتعطیل تب اسکو نور صفات ونعت افعال سے مزین کیا اور انوار ذات کا لباس پہنایا اور پھر ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا بقولہ ثم قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم اسواسطے کہ آدمؑ اس صورت مین قبلہ تجلی صفات وذات ہوا اور وہ مصور بصورت ملک در مقام ملکوت ہوا اور قلب اسکا موضع استوا انوار ذات ہوا اور صورت اسکی موضع استوا انوار صفات ہوئی اور ہیکل جسمانی اسکا موضع استوا انوار افعال ہوا اور روح اسکی موضع استوا انوار محبت ہوئی اور سر باطن اسکا موضع استوا انوار علم ومعرفت ہوا پس آدم کو سجدہ کرو کہ وہ تمھارے واسطے عبودیت مین واسطہ ہے اور معرفت ربوبیت اس واسطے عبودیت سے حاصل ہے کیونکہ میری عبادت مین تمام جہان لائق نہین ہے اور جو کچھ جہان مین جاندار وبے جان ہین سب کی عبودیت سے حضرت پاک تعالے وتقدس مستغنی ہے لیکن عشاق ملائکہ کو مقام محبت وعشق مین داخل فرمایا پس آئینہ چہرۂ آدمؑ سے انکو نور جمال کی تجلی دکھلائی تاکہ لذت محبت وعشق مین انکے دل

از خود رفتہ ہوں۔ اور اگر ابتدا مین بدون التباس کے انوار ذات وصفات کی تجلی ہوتی تو اول ہی ظہور نور الوہیت مین فنا ہو جاتے پھر ابلیس نے سجدہ نہین کیا کیونکہ اس جمال وجلال سے محجوب تھا کیونکہ اپنے نفس پر نظر رکھتا اور جہالت سے قیاس بناتا تھا اسی طرح جسنے اپنے نفس کی طرف مستقل نظر کی تو اس نفس کے پروردگار سے محجوب ہوگیا **قولہ** الا ابلیس لم یکن من الساجدین۔ کیونکہ اس دیدار شہود صفات وانوار ذات کی اسمین لیاقت نہ تھی۔ ابو حفص رح نے فرمایا کہ ملائکہ کو اظہار کردیا کہ درگاہ کبریائی انکی عبادات سے پاک بے پرواہ ہے وہ غنی وحمید ہے اسی واسطے کہدیا کہ آدم کو سجدہ کرو اور اگر انکے سجدہ سے درگاہ الٰہی مین استغنار نہوتا بلکہ ذرہ برابر بھی قدر ہوتی تو سجود ملائکہ کو آدم علیہ السلام کی طرف نہ پھیرا جاتا اور یہ حکم نہوتا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو پھر کہا کہ ملائکہ اور تمام مخلوق کے سجدہ سے اسکی بادشاہت مین ایک ذرہ برابر بھی زیادتی نہین ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی بادشاہت مین عزیز ہے قبل اسکے کہ ان سبکو پیدا کیا اور بعد اسکے کہ ان سب کو فنا کریگا اور عزیز ہے جبکہ انکو مردہ کرکے زندہ فرما دیگا۔ پھر ابلیس کو عدم سجود پر توبیخ فرمائی اور آدمؑ کی شرافت ظاہر کی بقولہ ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ یعنے کس چیز نے تجھکو میری متابعت سے روکا حالانکہ درمیان مین غیر کا وجود نہین ہے حاصل آنکہ تجھپر میرا ہی قہر سابق وخذلان جو میری مشیت کے موافق جاری ہوا ہے وہی روکتا ہے ورنہ حوادث ومخلوقات کیا چیز ہین جو میری متابعت وحکم سے منھ موڑین حالانکہ درحقیقت انکو کوئی قدرت ومشیت حاصل نہین اور سب کے سب میرے قبضہ قدرت مین عاجز ہین لیکن جسکے حق مین شقاوت وبدبختی جاری ہوچکی وہ مراد پر سبقت نہین پاتا اگرچہ تمام جہان کی عبادت ساتھ لیکر درگاہ عزت کی طرف مسابقت کرے واسطیؒ نے کہا کہ جو متعصب ہو ہر نسک کا دنیا وآخرت مین اور جہل اسکا وطن ہے اور اعتراض اسکا عرض ہے اور اللہ تعالے کی طرف دوری اسکا سبب ہے تو وہ اس سے قریب نہین پاوے گا کیونکہ عبادات مقطوع از رعایات ہین اور نسک کا دیکھنا اپنے افعال ونفوس کا دیکھنا ہے اور زیادہ دلیر کوئی نہین بہ نسبت اس شخص کے جسنے اپنے آپ کو پسندیدگی کی آنکھ سے دیکھا پھر جب اوتعالے نے قہر سلطنت سے غار دلایا تو اپنے خطاب سے اسکو جواب کی قدرت دیدی اور اگر یہ نہوتا تو خطاب قہر کے وقت اسکو کچھ بھی جواب نہ سوجھتا پس اسی قدرت سے اسنے جواب دیا کما قال تعالے قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین ہرگاہ اس ملعون نے اپنے اوپر خطاب قہر حق کا لباس دیکھا تو انا کا لفظ بولا جو اسکو اسی قوت سے حاصل ہوا ورنہ انا نہین کہہ سکتا تھا کہ اسکی انانیت سبب جلال حق سے معدوم ہوتی ابلیس ملعون نے جوہر آتش کی طرف نظر کی جو قہر عدم سے صادر ہوا پس قہر قدم کی طرف منسوب ہوا پس اسنے اپنے آپ کو اچھا کہا اور اسنے نظر معرفت سے اس مٹی کو نہ دیکھا جو لطف قدم ورحمت ازلی سے صادر ہوئی آگ اسکے غضب سے ہے اور مٹی اسکی رحمت سے ہے اور رحمت کو غضب پر سبقت ہے ابلیس نے ایک ہی صفت پر نظر رکھی اور دوسری صفت کو نہ دیکھا پس ایک صفت کے ساتھ دوسری صفت سے محجوب ہوا اور اگر وہ تمام صفات کو دیکھتا تو دیدار کبریا وعظمت کے تحت مین پگھل کر فنا ہو جاتا اور پھر کبھی انا نہوتا کیونکہ جسنے وصف قدم کو پہچانا وہ قدم مین عدم ہوگیا اگر ابلیس کو چہرہ آدمؑ نظر آتا جیسے ملائکہ کو نظر آیا تو جہالت سے قیاس فاسد نہ کرتا اسی خاک سے اجسام انبیاء وصدیقین پیدا ہوئے ہین ابلیس باطنی علم سے تو جاہل ہی تھا ظاہری علم سے بھی جاہل تھا ورنہ نص صریح مقابلہ مین قیاس نہ کرتا کیونکہ نص ہر حیثیت سے قیاس پر غالب ہے بعض نے نکالا کہ اپنے جوہر وعبادت پر نظر کرنا ابلیس کی طرح موجب لعنت ہے۔ پھر ابلیس نے عداوت صریح ظاہر کی چنانچہ اسکا قول حکایت فرمایا فبما اغویتنی لاقعدن لہم صراطک المستقیم یہ قسم ہے یعنی قسم ہے تیرے ارادہ سابقہ کی ابلیس کے گمراہ کرنے مین اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ قسم تجھے اپنی عزت کی کہ مجھے گمراہ کردیا اب مجھے

یہ قدرت دے کہ مین تیرے بندون کی راہ مستقیم پر گاڑا بیٹھون ورنہ انکے اسرار مین تیرے انوار تجلی کے سامنے مجھے بیٹھنے کی قدرت
نہین ہے۔ قولہ لاقعدن لہم مین ایک عجیب نکتہ ہے یعنے اسنے لہم کہا اور علیہم نہین کہا حالانکہ لہم واسطے نفع کے اور علیہم واسطے ضرر کے ہوتا ہے پس
حاصل آنکہ وسوسہ شیطانی سے انکو شرافت زیادہ ہوگی جبکہ وہ میرے وسوسہ کو اپنے سینہ سے خوار و ذلیل رد کرینگے اور انکا ایمان و یقین
غبار شک و اضطراب سے خالی و خالص ہوجائیگا تو نے نہین دیکھا کہ جب صحابہؓ نے شکایت کی کہ ہم اپنے دلون مین ایسے وسوسہ پاتے
ہین کہ ہر ایک ہم مین سے اسکو زبان سے نکالنا بڑا عظیم گناہ تصور کرتا ہے تو فرمایا کہ یہ تو صریح ایمان ہے قال المترجم یعنے اس وسوسہ کو
نہایت برا اور گناہ عظیم تو جبھی جانا جائیگا کہ ایمان موجود ہو پس جب ایمان کے ساتھ اس وسوسہ کو برا جانکر رد کردیا تو بڑا شرف و ثواب ہے
اور تمام خرابی تو ان لوگون کی ہے جنکو وہ وسوسہ ہی خوب معلوم ہوتے ہین۔ محمد بن عیسیٰؒ نے کہا کہ ابلیس اگر ظاہری ہلاکت سے بچا تو اسی
سے کہ اسنے اپنے کو مخلوق ہونے اور حق تعالیٰ کی قدرت سے گمراہ کیے جانے اور حق تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا ورنہ وہ
فنا و سخت عذاب مین ڈالا جاتا قال المترجم یعنے ظاہر حال اسکا اس بات کے واسطے شاہد ہے ورنہ باطن مین تو حکمت الٰہیہ
اسمین مضمر ہے اور جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ واقع ہوتا ہے یہان حکمت الٰہی مین گفتگو کرنا خود جہالت ہے پھر ابلیس نے زیادہ جرأت کی اور کہا
ثم لاتینہم من بین ایدیہم ومن خلفہم الخ یعنے من بین ایدیہم تو نفس و ہوائے نفسانی کی جہت سے اور من خلفہم یعنے شہوات و آرزو کی طرف سے
وعن ایمانہم یعنے دعوی خودی کی طرف سے اور عن شمائلہم یعنے وقت بلا و مصیبت کے شکوہ بیجا ظاہر کرنے کی جہت سے۔ نیز
اول تو طاعات کی جہت سے اور ثانی عوض پر نظر کرنے سے اور سوم راہ علم سے اور چہارم راہ جہالت سے۔ نیز۔ اول ازراہ قلب
دوم ازراہ عقل۔ سوم ازراہ روح و چہارم ازراہ صورت و نفس نیز اول ازراہ اسلام و دوم ازراہ ایمان و سوم ازراہ عرفان
و چہارم ازراہ ایقان واضح ہو کہ فوق و تحت کو نہین ذکر فرمایا کیونکہ تحت تو موضع فنا ہے یعنے حالت بندگی مین سجدہ کرکے فنا ہوجاوے
اسی واسطے سجود ہی کو نہایت محل قربت فرمایا اور یہ سجود تو شہود ہے اور وہ حفاظت و رعایت حق کا محل ہے پس یہان اوتعالیٰ کی رعایت
ہے وہان کسی دوسرے کی مجال نہین کہ گذر جاوے اور رہا فوق یعنے اوپر کی جہت تو وہ محل کشف و مشاہدہ ہے اور وہین تجلی و ظہور انوار
قدم ہوتا ہے اور وہان اگر تمام شیطان ایک سوئی کے ناکے برابر قریب ہون تو جلکر خاک ہوجاوین شیخ ابو عثمان مغربیؒ نے کہا کہ شیطان
آتا ہے بندہ طاعت گزار کے روبرو سے پس امیدین سجھاتا ہے و کرامتون کا وسوسہ دلاتا ہے اور پس پشت سے بدعتین و گمراہیان لاتا ہے
اور داہنے سے طاعات لاتا ہے اور بائین سے شرک دکھلاتا ہے پس اگر کسی بندہ کے حق مین بدبختی ازلی جاری ہوئی ہے تو وہ شیطان کے
احکام مین فرمانبرداری کرجاتا ہے اور ویسی ہی طاعات بجالاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ جانے کہ اسکو شیطان کہان ہلاک کر ڈالتے ہین اور
جنکے حق مین سعادت کی سرنوشت ہے وہ ان وسوسون کو رد کرتا اور اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم کے احکام پر چلتا ہے پس شیطان کے
وسوسہ اسکے حق مین سودمند ہوجاتے ہین۔ قولہ ولا تجد اکثرہم شاکرین یعنے اکثر وہ لوگ ہین جو شیطان کے موافق طاعات بجالاکر ہلاک ہوے
اور کمتر وہ ہین جنکو سعادت سے نجات دیدی والحمد للہ علی ذلک شیخ شبلیؒ نے کہا کہ اوپر اور نیچے کی طرف اسوجہ سے نہین کہا
ہے کہ اوپر کی جہت سے تو حضرت رب العزة کی نظر رحمت عارفون کے دلون پر ہے اور جہت زیرین موضع ساجدین ہے اور ان
دونون مقامون مین شیطان کو کوئی کھٹکا و راستہ نہین ملتا ہے پھر سادس شیطان اور اسکے مکر و فریب کا نمونہ اور جو اسکی عداوت
آدمیون کے باپ حضرت آدم علیہ السلام پر جاری ہوئی بیان فرمائی

از خود رفتہ ہوں۔ اور اگر ابتدا ہی میں بدون التباس کے انوار ذات وصفات کی تجلی ہوتی تو اول ہی ظہور نور الوہیت میں فنا ہو جاتے
پھر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا کیونکہ اس جمال وجلال سے محجوب تھا کیونکہ اپنے نفس پر نظر رکھتا اور جہالت سے قیاس بناتا تھا اسی طرح
جسنے اپنے نفس کی طرف مستقل نظر کی تو اس نفس کے پروردگار سے محجوب ہو گیا **قولہ** الا ابلیس لم یکن من الساجدین۔ کیونکہ اس دیدار شہود
صفات وانوار ذات کی اسمیں لیاقت نہ تھی۔ ابو حفصؒ نے فرمایا کہ ملائکہ کو اظہار کر دیا کہ درگاہ کبریائی انکی عبادت سے پاک بے پرواہ ہے
وہ غنی وحمید ہے اسی واسطے کہدیا کہ آدم کو سجدہ کرو اور اگر انکے سجدہ سے درگاہ الٰہی میں استغنا نہوتا بلکہ ذرہ برابر بھی قدر ہوتی تو سجود ملائکہ
کو آدم علیہ السلام کی طرف نہ پھیرا جاتا اور یہ حکم نہوتا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو پھر کہا کہ ملائکہ اور تمام مخلوق کے سجدہ سے اسکی بادشاہت میں ایک
ذرہ برابر بھی زیادتی نہیں ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی بادشاہت میں عزیز ہے قبل اسکے کہ ان سبکو پیدا کیا اور بعد اسکے کہ ان سب کو فنا کریگا اور عزیز ہے
جبکہ انکو مردہ کر کے زندہ فرما دیگا۔ پھر ابلیس کو عدم سجود پر توبیخ فرمائی اور آدمؑ کی شرافت ظاہر کی بقولہ ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ یعنے
کس چیز نے تجھکو میری متابعت سے روکا حالانکہ درمیان میں غیر کا وجود نہیں ہے حاصل آنکہ تجھپر میرا ہی قہر سابق وخذلان جو میری مشیت کے
موافق جاری ہوا ہے وہی روکتا ہے ورنہ حوادث ومخلوقات کیا چیز ہیں جو میری متابعت وحکم سے منہ موڑیں حالانکہ درحقیقت انکو کوئی قدرت
ومشیت حاصل نہیں اور سب کے سب میرے قبضۂ قہر میں عاجز ہیں لیکن جسکے حق میں شقاوت وبدبختی جاری ہو چکی وہ مراد پر سبقت نہیں پاتا
اگرچہ تمام جہان کی عبادت ساتھ لیکر درگاہ عزت کی طرف مسابقت کرے **واسطیؒ** نے کہا کہ جو متصعب ہوا ہر نسک کا دنیا وآخرت میں
اور جہل اسکا وطن ہے اور اعتراض اسکا عرض ہے اور اللہ تعالے کی طرف دوری اسکا سبب ہے تو وہ اس سے قرب نہیں پاوے گا
کیونکہ عبادات مقطوع از رعایات ہیں اور نسک کا دیکھنا اپنے افعال ونفوس کا دیکھنا ہے اور زیادہ دلیر کوئی نہیں بہ نسبت اس شخص کے
جسنے اپنے آپ کو پسندیدگی کی آنکھ سے دیکھا پھر جب اللہ تعالے نے قہر سلطنت سے عار دلایا تو اپنے خطاب سے اسکو جواب
کی قدرت دیدی اور اگر یہ نہوتا تو خطاب قہر کے وقت اسکو کچھ بھی جواب نہ سوجھتا پس اسی قدرت سے اسنے جواب دیا
کما قال تعالے قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین ہر گاہ اس ملعون نے اپنے اوپر خطاب قہر حق کا لباس دیکھا تو انا کا لفظ
بولا جو اسکو اسی قوت سے حاصل ہوا ورنہ انا نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسکی انانیت سب جلال حق سے معدوم ہوتی۔ ابلیس ملعون نے
جوہر آتش کی طرف نظر کی جو قہر عدم سے صادر ہوا پس قہر قدم کی طرف منسوب ہوا پس اسنے اپنے آپ کو اچھا کہا اور اسنے نظر
معرفت سے اس مٹی کو نہ دیکھا جو لطف قدم ورحمت ازلی سے صادر ہوئی آگ اسکے غضب سے ہے اور مٹی اسکی رحمت سے ہے
اور رحمت کو غضب پر سبقت ہے ابلیس نے ایک ہی صفت پر نظر رکھی اور دوسری صفت کو نہ دیکھا پس ایک صفت کے ساتھ
دوسری صفت سے محجوب ہوا اور اگر وہ تمام صفات کو دیکھتا تو دیدار کبریا وعظمت کے تحت میں پگھل کر فنا ہو جاتا اور پھر کبھی انا
نہوتا کیونکہ جسنے وصف قدم کو پہچانا وہ قدم میں عدم ہو گیا اگر ابلیس کو چہرۂ آدمؑ نظر آتا جیسے ملائکہ کو نظر آیا تو جہالت کے قیاس فاسد نہ کرتا
اسی خاک سے اجسام انبیاء وصدیقین پیدا ہوئے ہیں ابلیس باطنی علم سے تو جاہل ہی تھا ظاہری علم سے بھی جاہل تھا ورنہ نص صریح
مقابلہ میں قیاس نکرتا کیونکہ نص ہر حیثیت قیاس پر غالب ہے بعض نے نکالا کہ اپنے جوہر وعبادت پر نظر کرنا ابلیس کی طرح موجب
لعنت ہے۔ پھر ابلیس نے عداوت صریح ظاہر کی چنانچہ اسکا قول حکایت فرمایا فبما اغویتنی لاقعدن لہم صراطک المستقیم قسم ہے یعنی قسم ہے
تیرے ارادۂ سابقہ کی ابلیس کے گمراہ کرنے میں اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ قسم تجھے اپنی عزت کی کہ مجھے گمراہ کردیا اب مجھے

یہ قدرت دے کہ مین تیرے بندون کی راہ مستقیم پر گاڑا بیٹھون ورنہ انکے اسرا مین تیرے انوار تجلی کے سامنے مجھے بیٹھنے کی قدرت
نہین ہے۔ قولہ لاقعدن لہم مین ایک عجیب نکتہ ہے یعنے اسنے لہم کہا اور علیہم نہین کہا حالانکہ لہم واسطے نفع کے اور علیہم واسطے ضرر کے ہوتا ہے پس
حاصل آنکہ وسوسہ شیطانی سے انکو شرافت زیادہ ہوگی جبکہ وہ میرے وسوسہ کو اپنے سینہ سے خوار و ذلیل رد کرینگے اور انکا ایمان و یقین
غبار شک و اضطراب سے خالی و خالص ہوجائیگا تو نے نہین دیکھا کہ جب صحابہؓ نے شکایت کی کہ ہم اپنے دلون مین ایسے وسوسہ پاتے
ہین کہ ہر ایک ہم مین سے اسکو زبان سے نکالنا بڑا عظیم گناہ تصور کرتا ہے تو فرمایا کہ یہ تو صریح ایمان ہے قال المترجم یعنے اس وسوسہ کو
نہایت بُرا اور گناہ عظیم تو جبھی جانا جائیگا کہ ایمان موجود ہو پس جب ایمان کے ساتھ اس وسوسہ کو بُرا جانکر رد کردیا تو بڑا شرف و ثواب ہے
اور تمام خرابی تو ان لوگون کی ہے جنکو وہ وسوسہ ہی خوب معلوم ہوتے ہین۔ محمد بن علیسیؒ نے کہا کہ ابلیس اگر ظاہری ہلاکت سے بچا تو اسی
سے کہ اسنے اپنے کو مخلوق ہونے اور حق تعالیٰ کی قدرت سے گمراہ کیے جانے اور حق تعالےٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا ورنہ وہ
فنا و سخت عذاب مین ڈالا جاتا قال المترجم یعنے ظاہر حال اسکا اس بات کے واسطے شاہد ہے ورنہ باطن مین تو حکمت الٰہیہ
اسمین مضمر ہے اور جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ واقع ہوتا ہے کہان حکمت الٰہی مین گفتگو کرنا خود جہالت ہے پھر ابلیس نے زیادہ جرأت کی اور کہا
ثم لآتینہم من بین ایدیہم ومن خلفہم الخ یعنے من بین ایدیہم تو نفس و ہوائے نفسانی کی جہت سے اور من خلفہم یعنے شہوات و آرزو کی طرف سے
و عن ایمانہم یعنے دعوی خودی کی طرف سے اور عن شمائلہم یعنے وقت بلا و مصیبت کے شکوہ بیجا ظاہر کرنے کی جہت سے۔ نیز
اول تو طاعات کی جہت سے اور ثانی عوض پر نظر کرنے سے اور سوم راہ علم سے اور چہارم راہ جہالت سے۔ نیز۔ اول از راہ قلب
دوم از راہ عقل۔ سوم از راہ روح و چہارم از راہ صورت نفس نیز اول از راہ اسلام و دوم از راہ ایمان و سوم از راہ عرفان
و چہارم از راہ ایقان واضح ہو کہ فوق و تحت کو نہین ذکر فرمایا کیونکہ تحت تو موضع فنا ہے یعنے حالت بندگی مین سجدہ کر کے فنا ہوجاوے
اسی واسطے سجود ہی کو نہایت محل قربت فرمایا اور یہ سجود تو شہود ہے اور وہ حفاظت و رعایت حق کا محل ہے پس یہان او تعالیٰ کی رعایت
ہے وہان کسی دوسرے کی مجال نہین کہ گزر جاوے اور رہا فوق یعنے اوپر کی جہت تو وہ محل کشف و مشاہدہ ہے اور وہین تجلی و ظہور انوار
قدم ہوتا ہے اور وہان اگر تمام شیطان ایک سوئی کے ناکے برابر قریب ہون تو جلکر خاک ہوجاوین شیخ ابو عثمان مغربیؒ نے کہا کہ شیطان
آتا ہے بندۂ طاعت گزار کے روبرو سے پس امیدین سجھاتا ہے و کرامتون کا وسوسہ دلاتا ہے اور پس پشت سے بدعتین دگر اہیان لاتا ہے
اور دائین سے طاعات لاتا ہے اور بائین سے شرک دکھلاتا ہے پس اگر کسی بندہ کے حق مین بدبختی ازلی جاری ہوئی ہے تو وہ شیطان کے
احکام مین فرمانبرداری کرجاتا ہے اور ویسی ہی طاعات بجالاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ جانے کہ اسکو شیطان کہان ہلاک کر ڈالتے ہین اور
جنکے حق مین سعادت کی سرنوشت ہے وہ ان وسوسون کو رد کرتا اور اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم کے احکام پر چلتا ہے پس شیطان کے
وسوسہ اسکے حق مین سودمند ہوجاتے ہین۔ قولہ ولاتجد اکثرہم شاکرین اکثر وہ لوگ ہین جو شیطان کے موافق طاعات بجا لاکر ہلاک ہوے
اور کمتر وہ ہین جنکو سعادت نے نجات دیدی والحمد للہ علی ذلک شیخ شبلیؒ نے کہا کہ اوپر اور نیچے کی طرف اسوجہ سے نہین ذکر
ہے کہ اوپر کی جہت سے تو حضرت رب العزۃ کی نظر رحمت عارفون کے دلون پر ہے اور جہت زیرین موضع ساجدین ہے اور ان
دونون مقامون مین شیطان کو کوئی کھٹکا نا در راستہ نہین ملتا ہے پھر سادس شیطان اور اسکے مکر و فریب کا نمونہ اور جو اسکی عداوت
آدمیون کے باپ حضرت آدم علیہ السلام پر جاری ہوئی بیان فرمائی

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ

اور اے آدم بس تو اور تیرا جوڑا جنت میں رہے پھر کھاؤ جہاں سے چاہو اور پاس نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم ہو گے

الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ

گنہگار پھر بہکایا انکو شیطان نے تا کھولے انپر جو ڈھنکے تھے اُن میں سے انکے عیب اور وہ بولا

مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ

تمکو جو منع کیا ہے رب تمھارے نے اس درخت سے مگر یہ کہ کبھی ہو جاؤ فرشتے یا ہو ہمیشہ جینے والے اور انکے پاس قسم کھائی

اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا

کہ میں تمھارا دوست ہوں پھر ڈھلا لیا انکو فریب سے پھر جب چکھا دونوں نے درخت کھل گئے اُنپر عیب اُنکے اور لگے

يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ

جوڑنے اپنے اوپر پات بہشت کے اور پکارا انکو انکے رب نے میں نے منع نہ کیا تھا تمکو اس درخت سے اور کہا تھا تمکو

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ

کہ شیطان تمھارا دشمن صاف ہے بولے اے رب ہمارے ہمنے خراب کیا اپنی جان کو اور اگر تو نہ بخشے ہمکو اور ہمپر رحم نکرے تو ہم ہوویں

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝

نامراد کہا تم اترو ایک دوسرے کے دشمن ہوے اور تمکو زمین پر ٹھہرنا ہے اور برتنا ہے ایک وقت تک

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝ ع ۵

کہا اُسمین تم جیوگے اور اُسمین تم مروگے اور اُسی سے نکالے جاؤ گے

وَيٰٓاٰدَمُ اور وقال یا آدم - اور اللہ تعالے نے فرمایا کہ اے آدم اُسْكُنْ اَنْتَ ساکن ہو تو ضمیر فصل سے تاکید اسواسطے کہ اسپر عطف کیا جاوے قولہ وَزَوْجُكَ حوا اور تیری زوج یعنی حوا بالف ممدودہ جو کہ حضرت آدم کے ضلع ایسر سے مخلوق کیگئیں الْجَنَّةَ جنت میں یعنی ابلیس کو جنت سے نکالنے کے بعد آدم کو خطاب فرمایا کہ تو مع اپنی جورو کے جنت کو اپنا مسکن بنا - اسمین اختلاف ہے کہ حوا قبل دخول جنت کے پیدا ہوئیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے اور یہی محمد بن اسحاق کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ بعد دخول جنت کے پس خطاب باین معنی کہ اسکا موجود ہونا علم الٰہی میں ثابت تھا فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا پس کھاؤ دونوں جہاں سے تمھارا جی چاہے یعنی جو قسم چاہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ سورہ بقرہ میں وکلا بواو فرمایا اور یہاں بفاء جو مفید معنی واو یعنی مطلق جمع کو اور مزید معنی تعقیب کو ہے پس فخر رازی نے کہا کہ فاء کے معنی خاص ہوئے واو کے عام ہوے لہذا کچھ منافات نہیں ہے - وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اور مت پاس پھٹکو اس درخت کے وہ گیہوں کا درخت تھا اور مراد یہ کہ اسکا پھل کھانے کے پاس نہ جا فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کہ ظالموں میں سے ہو جاؤ یعنے اسکے پھل کو کھاؤ گے تو ظالم ہو جاؤ گے یعنے اللہ تعالے کے حکم سے تجاوز کرنیوالے ہو جاؤ گے یا اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے فتکونا جائز کہ عطف لا تقربا پر ہو اور جائز کہ جواب نہی ہو فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ پھر وسوسہ دلایا دونوں کو ابلیس نے وَسوسہ بالفتح اسم ہے مانند زلزلہ کے اور بالکسر مصدر ہے اور آواز خفی اور نفس کی

باتین چنانچہ بولتے ہین کہ وَسْوَسَتْ نَفْسُہٗ اسنے جی ہی جی مین باتین کین اور اکثر استعمال ایسی نفسانی باتون کا جو بُری و بے بنیاد ہون چنانچہ باطل بات کو کہتے ہین کہ یہ اُسکے وسوسہ مین سے ہی اور واضح ہو کہ اسمین لوگون نے کلام کیا کہ ابلیس جنت سے خارج تھا اسنے کیونکر وسوسہ دلایا حالانکہ یہ جہالت ہی حسن بصریؒ نے فرمایا کہ زمین سے آسمان تک وسوسہ دلا سکتا ہی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اسمین یہ قابو دیدیا ہی اور بعضے لوگ جو خرافات لکھتے ہین کہ سانپ کے پیٹ مین گھسکر گیا اور مانند اسکے تو شیخ ابن کثیرؒ نے رد کر دیا کہ روایت کوئی صحیح نہین ہی شاید بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ کی روایات ہین واللہ اعلم بالجملہ شیطان نے دونون کو وسوسہ دلایا بدین غرض کہ لِيُبْدِيَ لَهُمَا تاکہ کھول دے ان دونون کے واسطے مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وہ چیز جو در پردہ کی گئی تھی دونون سے اور وہ دونون کے سوآۃ تھے اور یہ غرض انکی نافرمانی پر زیادتی ہی اور بعض نے کہا کہ لام لِیُبدی برائے عاقبت ہی یعنے انجام یہ ہو جاوے کہ دونون کے سوآۃ کھل جاوین اور بعض نے کہا لام کَی ہی اور لکھے یقع الابداء بعدہ یعنی پیچھے اسکے یہ ابدار واقع ہو وری ماضی مجہول از مواراۃ ہی اور معنی اسکے ستر و پوشیدگی از طرفین ہی یعنے تاکہ کھل جاوے انکی سوآۃ جو دونون سے باہم ایک دوسرے سے پوشیدہ تھی اور سَوْاٰۃ وہ چیز کہ سوء یعنے عیب و ملال دیوے اور جسم پوشیدہ کو اسی سے سوآۃ کہتے ہین کہ اُسکا کھلنا ملال دیتا ہی اور آدم و حوا اس اپنے جسم کو نہین دیکھتے تھے اور نہ ایک دوسرے کا جسم دیکھتا پس شیطان نے اس کشف سے انکو ملال دینا چاہا اس حیلہ سے کہ لباس نور سے انکا جسم مستور ننگا کرکے رنج و ملال دے اور جو بعض نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ کشف عورت حرام و منکر ہی اور وہ عقلی مستقبح چلا آتا ہی تو اس قول مین یہ صحیح ہی کہ کشف عورت بُرا ہی لیکن حرمت ثابت نہین ہوتی اور قبح عقلی کا اثبات غلط ہی بلکہ وہ بمقتضائے حیا ہی اور حیا شعبہ ایمان ہی پس عقل سے اسکی قباحت ثابت کرکے انھون نے ملال نہین کیا بلکہ ایمان کامل کے مقتضا سے بوجہ حیا کے خود غمناک ہوکے کما سیاتی پس شیطان نے آدم و حوا کو خلاف کرنے اور کشف عورت سے انکو رنج پہونچانے اور آیندہ ذریات مین مفاسد پیدا ہونے کے لیے جو مشیت الٰہی مین جاری ہو چکے تھے انکو وسوسہ دلایا جسکا بیان یہ ہی کہ وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ یعنے کہا ابلیس نے دونون سے کہ نہین منع کیا تمکو تمھارے رب نے اس درخت سے یعنے اسکا پھل کھانے سے اِلَّا کراہۃ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ مگر بغرض کراہت اس بات کے کہ تم دونون ملک ہو جاؤ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہنے والون مین سے ہو جاؤ یعنے جنت مین یا زندگی مین ہمیشہ باقی رہو حاصل آنکہ اس درخت کے پھل کھانے کا یہ اثر ہی کہ وہ ملک ہو جاتا یعنے فرشتہ اور بکسر لام کی قراءۃ پر معنی بادشاہ ہو جاتا ہی اور ہمیشہ باقی رہتا ہی جیسا کہ دوسری آیت مین مصرح ہی کہ قال ہل ادلک علی شجرۃ الخلد و ملک لایبلیٰ یعنے آدم سے بولا کہ بھلا مین تمکو راہ بتادون شجرۃ الخلد کی جسکے کھانے سے ہمیشگی ہوتی ہی اور ایسے ملک کی کہ کبھی اُسکو فنا نہین ہی واضح ہو کہ اس مقام سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ ملائکہ افضل ہین تبھی تو اسنے ملک ہو جانے کی ہوس دلائی بلکہ بایں معنی کہ تمکو فرشتون کی طرح طعام کی خواہش نہو اور تمھارے عمر مانند فرشتون کے دراز ہو کیونکہ ماہیت نہ بدلنا تو ظاہر ہی اور بہر حال تو ابلیس کے قول کی حکایت ہی حتی کہ اسنے یہی اُلٹا فریب دیا کہ اللہ تعالےٰ نے اس وجہ سے تمکو منع کر دیا ہی کہ اُسنے تمھارا ملک ہونا اور دائمی قائم رہنا بُرا جانا وَقَاسَمَهُمَآ مقاسمہ باہم قسم کھانا اور یہان فقط ایک طرف سے ہی یعنے ابلیس نے دونون سے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ یعنے مین تم دونون کے واسطے بھلائی چاہنے والا ہون۔ قتادہؒ نے کہا کہ اُسنے اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر انکو فریب و دھوکا دیا اور مومن اکثر اللہ تعالےٰ کی قسم پر دھوکا کھا جاتا ہی اور شیطان نے آنسے کہا کہ مین تمسے پہلے پیدا ہوا

اور تم سے زیادہ واقف ہون۔ فی السراج اسمین تنبیہ ہو کہ شیطانی آدمی کی قسم کا اعتبار نہ کرے اور قسم کھانے والا اکثر جھوٹا ہوتا ہے
اور خود بدگمانی سے قسم کھاتا ہو کہ سامع میری بات نہ مانیگا ابن عمرؓ سے مروی ہو کہ جب وہ اپنے غلام کو اچھی طرح نماز روزہ کرتے
دیکھتے تو اُسکو آزاد کر دیتے پس اُنکے غلام اسی خواہش سے ایسا کرتے تھے پس ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ یہ لوگ آپ کو دھوکا دینے کو
ایسا کرتے ہین تو فرمایا کہ جو کوئی ہمکو اللہ تعالےٰ کے ساتھ دھوکا دیوے ہم اسکے دھوکے مین آجاوینگے۔ اللہ تعالےٰ کے نام پاک کی
جھوٹی قسم کھانے والا پہلا شخص ابلیس ہو پس جب اسنے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی تو آدم سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم جھوٹی کوئی نہین کھاوے گا
پس فریب مین پڑگئے چنانچہ فرمایا فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ پس نیچے لٹکا دیا انکو بسبب غرور یعنی فریب کے تدلیہ اوپر سے کوئی چیز نیچے لٹکانا۔ ومنہ
قولہ فادلی دلوہ اپنا ڈول کنوئین مین لٹکایا۔ المعنی رتبہ عالی سے دونون کو گیہون کھانے کیطرف اُتارا اور بعض نے کہا کہ آسمان سے زمین
کی طرف اُتارا۔ وقال المفسر اُنکو اُنکی منزلت سے گرا دیا بذریعہ اس فریب کے غرور ایسی باتین جسمین بظاہر نصیحت ہو اور باطن مین کھوٹ ہو
فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ ای اکلا منہا۔ پھر جب درخت کے پھل سے کھایا۔ اسمین دلالت ہو کہ بہت ذرا سا کھایا تھا جسکو چکھنا کہا جاوے
بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا ای ظہر لکل منہما قبلہ وقبل الآخر ودبرہ وسمی کل منہما سوآۃ لان انکشافہ یسوء صاحبہ یعنی ظاہر ہوگئی دونون مین
سے ہر ایک کو اپنی شرمگاہ اور دوسرے کی شرمگاہ اور پائخانہ کا مقام حالانکہ وہ دونون قبل اسکے نہین دیکھا کرتے تھے اور اسکو
سوآۃ اسواسطے کہا گیا کہ اسکا کھلنا اس شخص کو غمگین کرتا ہو بطور ظہور عیب کے وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ
اور شروع کیا دونون نے کہ لپٹاتے اپنے اوپر پتے درختان جنت کے تاکہ اپنے سوآۃ کو چھپا وین۔ ابی بن کعبؓ سے روایت ہو
کہ آدم مرد دراز قد تھے انکے سر پر بال بہت تھے پس جب وہ اس دھوکے مین پڑگئے جو شیطان نے کیا تھا تو انکا جسم مستور
کھل گیا حالانکہ پہلے اسپر نظر نہین کرتے تھے تو جنت مین بھاگے پس راہ مین ایک درخت جنت انکے سر مین اُلجھا اس سے کہا کہ
مجھے چھوڑ دے اسنے کہا کہ مین تجھے نہین چھوڑونگا پس پروردگار عزوجل نے آواز دی کہ اے آدم تو مجھسے بھاگتا ہو عرض کیا کہ نہین
اے پروردگار مین شرمندہ ہون۔ رواہ ابن جریر وابن مردویہ۔ ابن عباسؓ سے یہ قصہ مروی ہو اور اسمین ہو کہ جس سے انکا تمام بدن
ڈھکا تھا وہ دونون کے ناخن تھے اور جسکے پتون سے بدن ڈھانپتے تھے وہ انجیر کے پتے تھے کہ انکو آپس مین چپٹاتے تھے
پھر اللہ تعالےٰ نے آواز دی کہ کیا مجھسے بھاگتا ہو عرض کیا کہ نہین اے پروردگار ولیکن مجھکو حیا آتی ہو۔ فرمایا کہ کیا تجھکو کافی نہ تھا جو
مین نے جنت مین سے تجھے مباح وحلال کیا تھا کہ تو حرام کی طرف گیا عرض کیا کہ کیون نہین اے پروردگار وہ سب کافی وافی تھا
ولیکن قسم ہو تیری عزت وجلال کی کہ مین نے یہ نہین خیال کیا کہ کوئی تیری جھوٹی قسم کھاویگا۔ فرمایا کہ قسم مجھکو اپنی عزت کی کہ تجھکو
زمین مین اُتارونگا پھر نہ پاویگا تو زندگانی مگر مکدر پس زمین مین اتارے گئے پس جنت مین تو طعام رغد کھاتے تھے مین پھر غیر رغد کھانیلگے پس انکو لوہے کی
ساخت بتلائی گئی اور کھیتی سکھلائی گئی پس ہل سے کھیتی کی اور سینچا پھر کاٹ کر کھلیان کیا پھر اسیکو گوندھ کر روٹی پکائی پس پہونچی
حالت جہانتک کہ پہونچی۔ رواہ عبد الرزاق عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ قولہ من ورق الجنۃ کہا کہ انجیر کے پتون سے اسنادہ صحیح
عن وہب ابن منبہ فی قولہ ینزع عنہما لباسہما کہا کہ آدم وحوا کی شرمگاہ پر لباس نور تھا کہ یہ اسکی شرمگاہ نہین دیکھتا اور وہ اسکی شرمگاہ
نہین دیکھتی پھر جب درخت سے کھایا تو انکے سوآۃ کھل گئے۔ رواہ ابن جریر باسناد صحیح وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا
عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ یہ استفہام تقریری ہو عن ابن عباسؓ جب آدمؑ نے

درخت مذکور مین سے کھایا تو کہا گیا کہ تو نے اس درخت مین سے جس سے مین نے منع کر دیا تھا کیون کھایا تو کہا کہ مجھکو حوا نے کہا تو فرمایا
کہ یہی اسکا انجام کہ حاملہ ہو تو کرہ یعنے تکلیف سے اور وضع حمل کرے تو تکلیف سے تب حوا باریک آواز سے روئین تو کہا گیا کہ یہ رونا تجھپر
اور تیری اولاد پر ہو۔ رواہ ابن جریر ولعل اسنادہ مالا باس بہ۔ عن قتادہؒ آدمؑ نے عرض کیا کہ اے پروردگار اگر مین توبہ کرون و اپنی حرکت سے
مغفرت مانگون تو فرمایا کہ ایسی صورت مین تجھے جنت مین داخل کرونگا۔ اور رہا ابلیس تو اسنے توبہ کی درخواست نہ کی بلکہ مہلت مانگی پس ہر ایک
کو وہ ملا جو اسنے مانگا رواہ عبدالرزاق باسناد صحیح اور ضحاک بن مزاحم سے روایت ہے کہ جو کلمات کہ آدم نے اپنے رب سے سیکھ پائے
تھے وہ یہ ہین قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا اس معصیت کے سبب سے وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ
پس یہی کلمات ہین جنکو آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے پایا کما فی قولہ تعالے فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم
سراج مین ہے کہ اُنھون نے حق عبودیت مین اعتراف سے گناہ کا اقرار کیا اور درحقیقت وہ خلاف اولی ہے کیونکہ وہ بطریق نسیان تھا
جیسا کہ سورۂ طٰہٰ مین منصوص ہے پھر بعض لوگون نے اسی آیت واسکے مانند سے استدلال کیا کہ انبیاءؑ سے گناہ صادر ہوتا ہے اور رد کر دیا گیا
کہ رفعت وعلو اور معرفت مین انبیاءؑ کا سب سے بڑا درجہ ہے پس وہ ایسے چھوٹے چھوٹے امور سے بھی ماخوذ ہوتے ہین جنسے اور لوگ
نہین ماخوذ ہوتے اور بسا اوقات ایسے امور پر معتوب ہوتے ہین جو بطریق تاویل صادر ہوتے ہین اسی سے وہ لوگ ہمیشہ
دلرزتے رہتے ہین پس انکے بلند درجات اور اونچے مقامات کے بہ نسبت یہ امور گویا گناہ ہین اور یہ معنی نہین کہ ایسے گناہ ہین
جیسے اورون کے ہوتے ہین پس باوجود انکے طہارت و پاکیزگی کے اور روحی سماوی ذکری سے عمارت باطن کے اور اعمال صالحہ
وغیرہ سے عمارت ظاہر کے یہ امور گناہ اور انکا احوال سے بعید ہین پس آدمؑ نے بھی مقربین کے مانند ان زلات کو بڑا گناہ اقرار
کر لیا اور نیز انکی نبوت سے پہلے یہ امر اُنسے صادر ہوا تھا بالجملہ انبیاء علیہم السلام سے صدور گناہ کبیرہ کا قائل کوئی نہین ہو سکتا سوائے
جاہل بیوقوف کے ونعوذ باللہ من الغباوۃ والجہالۃ قَالَ اهْبِطُوْا جملہ مستانفہ ہے جیسے جملہ اول مستانفہ تھا یعنے حکم دیا کہ نیچے اترو
تم سب یعنے آدم وحوا مع ذریات کے جو انکے اندر تھین بعض نے کہا کہ دونون مع ابلیس کے اترو بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
عَدُوٌّ درحالیکہ بعض تمھارا بعض کا دشمن ہے یعنے اولاد آدم و ابلیس مین عداوت تا قیامت رہیگی وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ
وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ یعنے زمین مین تمھارے واسطے جائے قرار اور تمتع ہے اُسوقت تک کہ تمھاری موت آوے۔ فی السراج
والمعالم جب آدم کی موت کا وقت آیا تو ملائکہ حاضر ہوئے پس حوا نے اُنکے گرد پھرنا شروع کیا تو فرمایا کہ میرے پروردگار کے
ملائکہ کو آنے دے جو کچھ مجھکو پہونچا وہ تیرے ذریعہ سے پہونچا پھر جب انکا انتقال ہو گیا تو ملائکہ نے پانی مین بیری کی پتی جوش
دیکر غسل دیا اور طاق کپڑون مین کفن دیا اور لحد بنا کر ملک ہند کی سرزمین سراندیپ مین دفن کیا اور اولاد آدم سے کہا کہ یہی طریقہ
تمھارے واسطے مقرر ہوا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ مستقر زمین کے اوپر اور زمین کے نیچے دونون ہین رواہ ابن ابی حاتم
قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ یعنے اوتعالے نے فرمایا کہ زمین ہی مین زندہ رہوگے جبتک زندگی مقدر
ہے اور اسی مین مروگے اور اسی سے نکلوگے جب کہ قیامت مین زندہ کر کے اُٹھائے جاؤگے تخرجون کے معنی نکلوگے بنا بر صیغہ
معروف ہے جیسا کہ حمزہؒ کی قراءۃ ہے اور باقیون نے مجہول پڑھا تو معنی یہ کہ اسی سے نکالے جاؤگے وہذا کقولہ تعالی منہا خلقناکم
وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخری فن قال فی العرائس قولہ یا آدم اسکن۔ اوتعالے نے جنت مین انکی سکونت

عیش مین ایک امتحان مضمر رکھا اور اگر اپنے جمال و وصال سے انکی زندگی رکھی ہوتی تو پھر امتحان سے محفوظ ہوتے کیونکہ اسکی درگاہ
مین حوادث کی سعت نہین ہے۔ قولہ ولا تقربا ہذہ الشجرۃ۔ اولال سبوے فتنۃ امتحان ہے اور شجرہ مذکورہ مین تجلی تھی جو لطائف قدر سے
اسکے سر الاسرار مین سمائی پس اسکے مشتاق ہونے اور قریب ہونے سے جوش شوق ہوا حالانکہ اسمین علم سر الاسرار وعلم الاقدار تھا
پس کھانے سے ان علوم سے بھر گئے اور جنت برداشت نہ کرسکے تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہوئے کیونکہ یہ اسرار ربوبیت مین
لہذا قولہ فتکونا من الظالمین کی مصداق ہوئے کیونکہ سترہ زار ربوبیت مین جاکر اسرار ربوبیت لائے اور اگر اللہ تعالی انکی زبانین نہ بند
فرماتا تو جہان مین علم اقدار پھیل جاتا اسی واسطے بعض مشرقین نے کہا کہ یہ درخت علم القضاء والقدر تھا جو جانا وہ اسکے اسرار سے عز الملک
وخلد مین پہونچا اسی واسطے ابلیس نے کہا کہ تجھے شجرۃ الخلد کی راہ بتاؤن۔ وہ جانتا تھا اور اسکو لیکر منازعت باستعداد فاسد چاہتا تھا
مگر نہ پانے سے بہت غمناک ہوا اور کنوز غیب اسمین شمر پاکر آدم کو دلالت کی تاکہ خلق مین کوئی متمتع ہوکر اسمین منازع ہو پس آدم کو حسد سے
اسمین ڈالا کیونکہ مقام خطر تھا لیکن اللہ تعالے نے انکو معصوم رکھا کہ انکے نفوس کو زمام قہر مین گرفتار کیا پس جب مسخر و ساقط ہوکر
اپنا ضعف معلوم کیا تو کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا الخ پس شیطان کا یہ ارادہ کہ بعد علم اسرار کے مدہوش سرمست ہوکر قبول احکام شریعت سے خارج
ہوجاوین اور عبودیت الٰہی عالم مین نہ رہے وہ برعکس ہوگیا کہ وہ عارف ہوکر درجۂ نبوت و رسالت پر رہے قولہ فوسوس لہما الشیطان الخ جب
اللہ تعالے کسی بندہ کو کشف اسرار چاہتا ہے تو شیطان اسکو بہکاتا ہے اور وہ سبب انکشاف ہوجاتا ہے اور خود شیطان خوار ہوتا ہے جیسے آدم
علیہ السلام پر گذرا اور ابلیس انکے حسد مین خوار ہوا اور آدم زیادہ مقبول ہوئے لقولہ تعالے ولا یحیق المکر السیئ الا باہلہ۔ یعنے مکر بد بری ہی کو
ملتا ہے جسنے مکر کیا اور آدم کے حق مین فرمایا ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی پھر دونون یعنی آدم وحوا نے بعد ظہور اسرار کے انکو ادب کے
پتون سے عبودیت مین مرعی رکھا کما یدل علیہ قولہ وطفقا یخصفان علیہما الخ ابو سلیمان دارانیؒ نے کہا کہ شیطان نے برائی چاہی وہ
سبب علوم وبلوغ کمال ہوا کہ آدم نے کوئی عمل اس خطیئہ سے بڑھکر نہین کیا جسنے انکو ادب سے مقام حقائق مین ثابت رکھا اور
سجود ملائکہ وغیرہ سے اگر کچھ وحشت آئی تو برکت اسکے اول تخصیص خلقت دست قدرت کی طرف لقولہ ربنا ظلمنا الخ راجع ہوگئی۔
قولہ وقاسمہما انی لکما الخ ابلیس نے مکر سے دشمنی کی وہ درحقیقت انجام کار نصیحت ہوگئی ابو بکر الوراقؒ نے فرمایا کہ نصیحت اسی شخص کی
قبول کرنی چاہیے جسکے دین وامانت پر اعتماد ہو اور تیری نصیحت مین اسکا کوئی ہدم متعلق نہو کیونکہ ابلیس کے مانند نصیحت کرنے والے
شیاطین الانس ہوتے ہین قولہ فدلاہما بغرور اس چیز سے کہ درخت مین اسرار ربوبیت ہین پس غرور اطلاع باسرار قدم مین ڈالا تاکہ مقرب ہین
بالاکہ او رہا زبان اسرار مین سے ہوجاوین اور یہ جذبہ شوق تقرب تھا جیسے عشاق ہرکس وناکس کی بات سن لیتے ہین اور بعض نے
کہا کہ انکو بسبب قسم اللہ تعالے کے فریب دیا ورنہ فریب نہ کھاتے۔ قولہ فلما ذاقا الشجرۃ بدت الخ اسمین اشارہ لطیفہ ہے کہ یہ اسرار جو مخفی تھا
انمین دونون کو ظاہر ہوئے اور کسی کو ظاہر نہوئے اور ظہور مین انھین دونون کی تخصیص سے معلوم ہوا کہ اغیار کی نظر وہان نہین
پہونچی کیونکہ سوأۃ مقام کرامت وامانت ورسالت ونبوت و ولایت تھی انکو جنت وغیرہ سب سے مجرد کردیا کیونکہ وہ تجرید توحید وافراد
قدم مین تھے وہان جنت وغیرہ کا گذر نہین ہے پھر جب شجرۂ عشق کا پھل چکھا اور منفرد ہوئے تو غرائب علم اقدار انپر منکشف ہوئے اور
شیخ اشارح واد داح کو انسے نکالا واسطیؒ سے پوچھا گیا کہ انبیاء کو جلد عقوبت کیون ہوتی ہے حالانکہ ابلیس خطاء بلکہ غلط کرگیا۔
تو فرمایا کہ نزدیکی مین سوء ادب ویسا نہین جیسے دور والا بے ادبی کرے۔ بعض نے کہا کہ چیونٹی برابر بات پر انبیاءؑ سے مطالبہ ہوتا ہے

اور بڑی بات پر دوری والون پر کچھ مطالبہ نہین ہوتا بعض نے کہا کہ عصمت انکو ظاہر ہوا اور غیر کو ظاہر نہوا واسطی ؒ نے کہا کہ آدم سے کسوت
عزت کو چھین لیا اور مواخذہ مین ڈال دیا تا کہ زوال نعمت کی قدر جانے پھر کسی نے نہ پہنائی تو یقین دلایا کہ وہ اپنے نفس سے کچھ نہین ہے جو کچھ
اسکو حاصل ہوگا خالص پروردگار کی رحمت سے ملیگا پس سب سے منقطع ہو کر اوتعالے کی طرف راجع ہوئے جب ہر دو بندگان خاص
ان میدان ناپیدا کنار مین پڑے کہ علوم الاسرار والاقدار بے انتہا ہین تو بلاطفت سے انکو راہ بتائی ندامت کی بقولہ ربنا ظلمنا الخ
ندا مین لطف عتاب ہے کیونکہ اس شجرہ کے استحقاق سے انکو بعید کیا قرشی ؒ نے کہا کہ آدم ؑ کو جنت مین بھیجا اور شجرہ سے منع کیا جب
آدم نے کھایا تو پکارا قول تو قرب کے معنی مین ہے اور ندا کرنا بعد و دوری کے معنی مین ہے پھر جب دونون نے چاہا کہ غایت عشق سے
شجرہ سے کھانے مین ہم نے خطا کی اور یہ ہمارا مقام نہین تو ظلم کو اپنی طرف نسبت کرکے کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا الخ ظلم یہان یہی ہے
کہ مقام کی شناخت نہوا اور مشاہدہ حق مین حظ نفس کی خواہش ہوا اسی واسطے دونون نے جہالت کا اقرار کیا اور اسوقت مین مقام تلوین
مین تھے اور اگر مقام تجرید و توحید یعنی مقام تمکین عرفان مین ہوتے تو نفس کا ذکر درمیان مین نہ لاتے اور نفس کو ملامت نہ کرتے کیونکہ نفس
پر نظر رکھنا اور اسکی کسی قدرت کو مقام توحید مین دیکھنا شرک ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ حضرت استاد ؒ نے کہا ہے کہ جسنے اپنے نفس کو ملامت
کی وہ مشرک ہے حسین ؒ نے کہا کہ شرک و ظلم یہ ہے کہ اوتعالے کی طرف سے کسی غیر کی طرف مشغول ہو۔ اور ابن عطا ؒ نے کہا کہ ظلم یہان یہ
حق تعالے کے سوائے جنت و اسکی نعمت کی طرف بھی مشغول ہوئے تھے شیخ شبلی ؒ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے گناہ انکو کرامات
و مراتب پر پہونچاتے ہین جیسے کہ آدم ؑ کے گناہ کا انجام یہ ہوا کہ مقام اجتبا و اصطفاء پر پہونچے اور اولیاء کے گناہون سے کفارہ
ہو جاتا ہے۔ اور عوام کے گناہ انکو خواری و ہلاکت مین ڈالتے ہین واسطی ؒ نے کہا کہ حال طینت مین انکو کوئی خطرہ سوائے حق کے
نہ تھا پھر جب حضور مین حاضر کیا تو حضور سے غائب ہوئے پس غیر کے خطرہ سے ظلم کیا اور کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا۔ کیونکہ نہین اتصال
کے ساتھ اتصال مین اسکو اتصال سے قطع کیا اور نفس مین جو نفس سے تھا اسکو نفس سے کیون نہین غائب کیا پس اللہ تعالی نے
اسکو زیادہ سوزش و ہیجان مین ڈالا کیونکہ شوق کو فراق سے ملا دیا اور مشتاق لے لیا تا کہ سفر عشق مین طرح طرح کی محنت و مشقت
اٹھاوے اور حکم دیا کہ اہبطوا پس آدم کو مقام بہجت سے عالم محنت مین اتار دیا اور اہل عداوت کے درمیان پھنسایا اور بعد
وصل کے رنج فرقت چکھایا کیونکہ مقام عشق مین رنج و غم فراق اور ذوق وصال ساتھ ساتھ ہین عیش وصال مین جمعیت کے ساتھ
صافی الحال بلا کدورت تھا نہ وہان جفاء فراق تھی اور نہ بلاء امتحان پھر فرقت کے ہاتھون امتحان مین پھنسا دیا اے برادر حضرت آدم ؑ
جنت وصال مین یہ طمع کرتے تھے کہ دوام لقاء حاصل ہو پس غیرت کبریائی نے وہان سے نکال دیا۔ واضح رہے کہ یہ بھی رحمت ہے
کہ دوام لقاء بعد فناء کا راستہ بتا دیا بعض نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام رتبہ فضیلت و کرامت سے نہین گرے اگرچہ مقام جنت سے
نکل آئے ہین اسی واسطے فرمایا ثم اجتباہ ربہ پھر جب دونون کو منزل جنت سے نکالا اور میدان محنت یعنی زمین پر ڈالا تو آگاہ فرمایا کہ دونون
اس زمین پر بروح معرفت و رزق مشاہدہ زندہ رہینگے اور کنار شفقت و مکاشفہ مین رہینگے پس وہان سے بنعت توحید و محبت
نکلینگے چنانچہ قولہ فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون سے اشارہ ہے یعنے طاعت باللہ سے زندہ اور فناء فی اللہ سے مردہ۔
اور بقاء باللہ سے نکلوگے۔ اور بعض نے کہا کہ معرفت کے ساتھ زندہ ہو گے۔ اور یہ حالت رہی تو مردہ ہو گئے اور جو تقدیر و مشیت
سابق جاری ہو چکی ہے اور جو احکام سعادت و شقاوت کے ہو چکے ہین انہین کے موافق وہان سے نکالے گئے پھر آدم ؑ کے لباس

جنت کے عوض اولاد آدمؑ کو مختلف لباس ملے کما قال تعالیٰ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ

اے اولاد آدم کی ہم نے اتاری تم پر پوشاک کہ ڈھانکے تمہارے عیب اور رونق اور کپڑے پرہیزگاری سو بہتر ہیں یہ

مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○

قدرتیں ہیں اللہ کی شاید وہ لوگ دھیان کریں

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اسمیں بعض نعمت کی تذکیر ہے کہ لباس تن انسانی پر بہتر ہے اور لباس میں سے بہتر لباس تقویٰ ہے حتی کہ آدم سے لباس جانا موجب اسارۃ ہوا اور لباس تقویٰ زائل نہیں ہوتا اور یہ تمہید ہے آیۃ مابعد کے واسطے پس فرمایا کہ یا بنی آدم اے اولاد آدم۔ اور بنین کو خطاب بسبب شرف مردوں کے عورتوں پر ہے اور شامل اسمیں عورتیں بھی ہیں پس تغلیبا بنین فرمایا قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ اے خلقنا لکم۔ البتہ ہم نے تمہارے واسطے پیدا کیا مینہ وغیرہ آسمانی اسباب اتار کر لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ ایسا لباس کہ چھپاتا ہے تمہارے فروج یعنی شرمگاہوں کو۔ پس لباس کو انزلنا فرمایا تو اسی سبب سے آسمانی اسباب مینہ وغیرہ اتار کر پیدا کیا گیا ہے اسلئے مفسرؒ نے خلقنا لکم سے تفسیر کی اور نظیر اسکا قولہ تعالیٰ وانزل لکم من الانعام ہے یعنی خلق لکم من الانعام اور ایسے ہی قولہ وانزلنا الحدید فیہ بأس شدید یعنی لوہے کی نسبت اتارنا فرمایا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ زمین کے جملہ برکات منسوب باسمان ہیں یعنی جو زمین کے برکات ہیں وہ آسمان سے اتری ہوئی کہی جاتی ہیں۔ اور یواری اے یستر سوآتکم تمہارے سوآۃ کو ڈھکتا ہے وَرِيْشًا عطف ہے لباسا پر اور جملہ صفت سے اشارہ ہے کہ ستر پوشی ہی اصل ہے اسی واسطے مفسرؒ نے ریش کی تفسیر کی کہ وہ کپڑے ہیں جنسے آدمی تجمل حاصل کرتا ہے اور بعض قراءۃ میں ریاشا جمع ریش ہے۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ ریاش کلام عرب میں اثاث البیت وظاہری کپڑے ہیں یعنی جنسے ظاہر میں تجمل کیا جاوے پس لباس تو ضروری چیز ہے اور ریاش انکا تکملہ و مزید چیز ہے۔ بخاری نے ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ ریش یعنی مال ہے۔ رواہ عنہ ابن ابی طلحہ اور یہی قول مجاہد و سدی و ضحاک و عروہ ابن الزبیر و بہتوں کا ہے۔ اور عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ریاش لباس و عیش و نعمت ہے اور عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو شخص نیا کپڑا پہنے جب گردن تک پہونچے تو کہے کہ الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی حیاتی۔ پھر پرانا کپڑا لیکر صدقہ کردے تو وہ زندہ و مردہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ وجوار میں اور اسکی رحمت میں ہوگا رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم جب نیا کپڑا پہنتے تو کہتے۔ الحمد للہ الذی رزقنی من الریاش ما اتجمل بہ فی الناس واواری بہ عورتی۔ رواہ احمد۔ سراج میں کہا کہ ثابت ہوا کہ زینت ایک غرض صحیح ہے جیسا قولہ تعالیٰ لترکبوھا وزینۃ الآیۃ سے ثابت ہے اور فرمایا ولکم فیہا جمال حین تریحون الآیۃ اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو دوست رکھتا ہے۔ رواہ الترمذی وغیرہ پس معنی آیت کے یہ ہیں کہ اے اولاد آدم ہم نے اتارا تمپر ایسا لباس کہ تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے اور ایسا لباس کہ وہ تمکو زینت کا فائدہ دیتا ہے۔ اور مروی ہے کہ عرب کے لوگ ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور عورتیں بھی ننگی ہو کر ہاتھ یا کچھ چیز شرمگاہ پر رکھکر رات میں طواف کرتیں پس آیت نازل ہوئی **قال البیضاوی** شاید اوتعالیٰ سبحانہ نے قصہ آدم کو اسی حکم کے واسطے مقدم بیان فرمادیا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ پردہ شرم کھل جانا پہلی برائی تھی جو شیطان کی طرف سے آدمی کو پہونچی پس اولاد آدمؑ کو شیطان نے اغوا کیا ہے جیسے اسنے آدم علیہ السلام کو دھوکے سے برہنگی کی برائی پہونچائی تھی **قال المترجم** اس آیت میں تنبیہ وارشاد ہے کہ برہنگی عیب ہے

اسکے دور کرنے کو اوتعالےٰ نے نعمت لباس نازل فرمائی اور یہ زجر ہی مشرکین کو جو ایسا کرتے تھے ور ننگے ہو کر طواف سے ممانعت کرنے مین اصل قولہ تعالی یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد الآیۃ ہی جو آیندہ آتی ہی **قال فی السراج** جب اللہ تعالی نے لباس محسوس کو بیان کیا اور اسکی دو قسمین کین کہ ایک ضروری ہی کہ شرمگاہ کو چھپانے والا ہی اور دوسرا زینت وتجمل کے واسطے ہی تو اسکے پیچھے اصل لباس معنوی کو بیان فرمایا بقولہ و لباسُ التقوٰی ذٰلِکَ خیرٌ نافع وابن عامر وکسائی نے لباس التقوی بنصب پڑھا بنا برانکہ لباسًا پر عطف ہی یعنی اور نازل فرمایا ہمنے تمپر لباس التقوی اور وہ خیر ہی یعنے لباس ستر اور لباس زینت سب سے اچھا لیکن ذلک مبتدا اور خیر اسکی خبر ہوا در جملہ بیان فضیلت لباس التقوی ہوا ور باقی قرار رحمہم اللہ نے لباس التقوی برفع پڑھا پس یہ مبتدا ہی اور یہ جملہ ذلک خیر اسکی خبر اب رہا بیان اسکا کہ لباس التقوی جو استعارہ ہی تو کس چیز سے استعارہ ہی ورنہ کیا مراد ہی فقال الحافظ فی التفسیر مفسرین نے اسکے کئی معنی بیان کیے ہین عن عکرمہ وہ لباس ہے جو قیامت مین متقیون کو ملیگا۔ رواہ ابن ابی حاتم زید بن علی وسدی وقتادہ وابن جریج نے کہا کہ وہ ایمان ہی عوفی عن ابن عباس وہ عمل صالح ہی۔ وعنہ وہ ستودہ اخلاق ہین عن عروہ بن الزبیر وہ خوف الٰہی محبت کے ساتھ ہی۔ عبد الرحمن بن زید اللہ تعالی سے خوف کرکے اپنی شرمگاہ ڈھکی رکھے یہ سب معانی قریب قریب اور حضرت عثمان رض سے روایت ہی کہ منبر پر خطبہ مین لوگون کو کتے مارنے کا حکم دیتے اور کبوتر بازی کرنے سے منع کرتے پھر کہا کہ ای لوگو تم ان سرائر مین اللہ تعالے سے تقوی رکھو کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہی کہ نہین چھپائی کسی نے کوئی سریرت مگر انکہ اوتعالے اسپر علانیہ ایک چادر پہناتا ہی اگر بھلی سریرت ہی تو بھلی چادر اور اگر بری سریرت ہی تو بری چادر پہناتا ہی پھر یہ آیت پڑھی ولباس التقوی ذلک خیر ذلک من آیات اللہ اور کہا کہ وہ نیک خصلت ہی۔ رواہ ابن جریر والطبرانی اور حسن بصری رح نے اسکو حضرت عثمان سے سنا ہی تو کتون کے قتل اور کبوترون سے بازی نہ کرنے کو خطبہ مین حسن کا حضرت عثمان سے سننا تو شافعی واحمد وبخاری فی الادب کی روایات بطرق صحیحہ سے ثابت ہی اور یہ شاہد ہی باقی جزو روایت مرفوع کا واللہ اعلم ذٰلِکَ مِن ایٰتِ اللہِ یعنی لباس تقوی یا یہ جملہ لباس نازل فرمایا آیات الٰہی سے یعنی اسکی قدرت کے دلائل سے ہی لَعَلَّھُم یَذَّکَّرُون شاید اولاد آدم تذکر کرین یعنے نصیحت وپند اصل کرین پس ایمان لاوین اسیوجہ سے التفات ہی یعنے پہلے بحرف ندا خطاب فرمایا تھا اور یہان بصیغہ غائب فرمایا پس خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہی اور اسمین نکتہ یہ ہی کہ ستر عورت ظاہری یا لباس تقوی اور اعمال صالحہ جو باطنی خوش اخلاق وہیئت صادقہ سے ہوں وہ اصل لباس ہین پس اگر تمام دوشالے وغیرہ لادے ہوا ور باطن مین اخلاق مذمومہ واعمال ناپاک رکھتا ہی تو وہ ننگون سے بدتر ہی اور اگر باطن لباس تقوی سے آراستہ ہو تو پھٹا کپڑا اسپر کمال زینت ہی اور درحقیقت وہ آیات الٰہی مین سے ہی کہ اندھے اور بے ایمان آدمی لوگونکو نظر نہین آیا **فقد یرقت فی العرائس** قولہ تعالے یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسًا۔ ہر گروہ کے واسطے لباس خاص ہی پس عارفون کے واسطے لباس معرفت ہی اور محبین کے واسطے لباس محبت ہی اور مشتاقون کے لیے لباس شوق ہی اور موحدون کے لیے لباس توحید ہی اور زاہدون کے لیئے لباس زہد ہی اور متقیون کو لباس تقوی ہی اور اولیاء کو لباس ولایت ہی اور انبیاء کو لباس نبوت ہی اور مرسلین کو لباس رسالت ہی اور انہین سے ہر ایک کیواسطے ظاہر وباطن ہی پس زینت باطن تو نفحات کی تنزلات کے واسطے ہی اور ظاہری زینت واسطے شریعت کے ہی پس جو اس زینت سے حقیقت مین آراستہ ہی وہ انوار قرب

کی وجہ سے مخلوق کے درمیان مزین اور مہیب ہوجاتا ہے اور قولہ تعالے ولباس التقوی ذلک خیر یعنی بہتر سب سے لباس تقوی
ہے کیونکہ ہر لباس میں صرف نفس بندے کو حظ ملتا ہے اور لباس التقوی میں نفس کو کچھ حظ نہیں ہے۔ اور یہ لباس تو عوام کے
ہیں اور لباس تقوی وہی ہے کہ اللہ تعالی کی عزت وجلال میں فنا ہوگیا اور صفات الٰہی سے اسکو قوت حاصل ہوئی یعنی بدون
حلول وغیرہ وہمی وقیاسی باتوں کے اسمیں صفات الٰہی سے اتصاف ہوا جیسا کہ قرب نوافل میں جابجا مذکور ہوچکا پس لباس التقوی
میں ہر لباس فنا ہوجاتا ہے اور جو شخص اس لباس سے آراستہ ہوا وہ اللہ تعالی کی طرف سے تمام عالم کے واسطے قبلہ ہوگیا جو
اسپر نظر کرتا ہے وہ اللہ تعالے عزوجل کے انوار صفات کو پاتا ہے پس اسی لباس اتصاف کی طرف حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اشارہ فرمایا بقولہ من رآنی فقد رأی الحق جسنے مجھکو دیکھا اسنے حق کو دیکھا **قال المترجم** اہل تصوف نے اس حدیث کے
معنی سے بھی اشارہ کے معنی نکالے ہیں وقد مر مفصلا اور قولہ تعالے یواری سوآتکم اشارہ ہے کہ تم سب کے سب انوار قدیم سے
ننگے اور حدوث کے عیبوں سے ایسے ہو جیسے ننگے کے اعضاء شرم کھلے ہونے سے وہ معیوب ہوتا ہے پس تمکو چاہیے کہ حدوث
کی علتیں اور عیوب کو لباس قدم سے ڈھکو باینطور کہ شریعت پاکیزہ پر ٹھیک چلو اور عقائد درست کرو اور حقیقت وطریقت کے
انوار حاصل کرو پس لباس علم سے شرمگاہ جہالت یعنی عیب جہالت کو چھپاؤ اور جو عیوب کہ بندہ کو لازم ہیں انکو صفات
ربوبیت سے چھپاؤ یعنے اخلاق الٰہی عزوجل سے آراستہ ہو **واسطی** رح نے فرمایا کہ سوءۃ تو جہالت ہے اور سب سے
بڑھی ہوئی زینت یہ ہے کہ بندہ ولباس تقوی سے آراستہ ہو یہ لباس الٰہی زندہ ہے کہ اسکو کسی حسد کرنیوالے کا مکر نہیں پھاڑ سکتا
کیونکہ وہ اصل میں دل کا لباس ہے اور ظاہری پرہیزگاری اسکی علامت ہے کہ ہر بات میں اللہ تعالے کے ساتھ ادب رکھتا ہے وہ
یوں ہے کہ اللہ تعالے کے ساتھ کسی غیر کو نہ دیکھے پس تو غور کر کہ تو نے کون سا لباس پہنا ہے قمیص صدق ہے یا قمیص فسق ہے نصرآبادی
نے کہا کہ جلیل لباس ہے جو حق تعالی کی مخلوق میں ہیں جسمیں سے لباس تقوی لباس حقانی ہے اور جو لباس کہ سوآۃ کو چھپاتا ہے وہ
لباس کرامت ہے اور لباس تقوی وہ لباس ایمان ہے اور وہ سب سے اشرف ہے بعض نے کہا کہ لباس الهدایۃ تو عوام کے
لیے اور لباس التقوی خواص کے واسطے ہے اور لباس ہیبت عارفون کا لباس ہے اور لباس زینت دنیا والوں کا لباس ہے۔
لباس لقا ومشاہدہ وہ اولیاء کا لباس ہے اور لباس حضرۃ انبیاء علیہم السلام کا لباس ہے **قال الاستاذ** قدس سرہ واسطے
لباس التقوی ہے اور وہ یوں ہے کہ تصدیق چھپا رکھے اور طمع کو دور کرے اور ورع کے واسطے لباس تقدیس ہے یعنے خلق کو ترک
کرے اور علائق کو درمیان سے دور کر دے اور سر باطن کے واسطے تقوی سے ایک خاص لباس ہے وہ ہر ملاحظہ خطرات
کو دور کر دینے سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالے نے اولاد آدم کو بھی اسی چیز سے ڈرایا اور پرہیز کا فرمایا جس سے آدم
علیہ السلام کو ہوشیار و پرہیز کرنیوالا رہنے کو فرمایا تھا یعنے ہر شہوات سے اور ہر ایسی چیز سے جسکو نفس چاہے اس سے پرہیز رکھیں
قال فی السراج یہ آیت بیان لباس ہے کہ بعد ذکر واقعہ آدم علیہ السلام کے کہ انکو فریب شیطان سے برہنگی کی مصیبت پہونچی تھی
اسواسطے بیان فرمائی کہ نعمت لباس کا شکر ادا کریں اور پوشاکیں پہننے سے بدن ڈھانکنے کے اس لباس کی خوبی قیاس کریں
اور غور کریں کہ ننگے ہونے میں سوآۃ کے کھلنے سے کیا فضیحت و اہانت ہے پس حضرت منعم عزوجل کے منت و احسان کے مقابلہ
میں تقوی اختیار کریں اور جو حکم انکو حضرت منعم جل جلالہ سے پہونچے اسکو مانیں پھر شیطان و اسکے امور سے پرہیز کرنیکا حکم دیا

اور جو اُنکے باپ آدم علیہ السلام کے ساتھ بدی و فریب بازی کا برتاؤ کیا تھا یاد دلایا بقولہ

يٰبَنِيٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ط

اے اولاد آدم کی نہ بہکاوے تمکو شیطان جیسا نکالا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے اُتروادیے اُنکے کپڑے کہ دکھادے انکو عیب اُنکے

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ط اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

وہ دیکھتا ہے تمکو اور اُسکی قوم جہان سے تم اُنکو نہ دیکھو ہمنے رکھے ہین شیطان رفیق اُنکے جو ایمان نہین لاتے

يٰبَنِيٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اے اولاد آدم نہ فتنہ مین ڈالے تمکو شیطان یعنی نہ گمراہ کرے تمکو شیطان یعنی اے اولاد آدم تم مت پیروی کرو شیطان کی کہ تم بھی فتنہ مین پڑجاؤ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ جیسے اُسنے نکال باہر کیا تمہارے ماں و باپ کو اپنی فتنہ پردازی کے ساتھ جنت سے يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا درحالیکہ اتار لیا ان دونون کے بدن سے انکا لباس لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا تاکہ دکھلادے دونون کو انکی شرمگاہین۔ واضح ہو کہ جملہ ينزع عنهما حال ہے لیکن بعض نے کہا کہ ابویکم سے حال ہے یا اخرج کے فاعل یعنی ابلیس سے حال ہے اور بجائے نزع ماضی کے ينزع مضارع اس فائدہ کے واسطے آیا کہ حکایت حال سے اسوقت کا نمونہ پیش نظر سما جاوے تاکہ اولاد آدم کو شرم آوے اور شیطان کی پیروی سے شرم کرین اور اسکو دشمن جانکر اسکے کامون و باتون سے جدا ہوکر راہ حق کی پیروی اختیار کرین۔ اگر کہا جاوے کہ اخراج کرنیوالا اور لباس اتارنے والا شیطان نہین کیونکہ اُسنے یہ حرکت اپنے اختیار سے نہین کی تو جواب یہ ہے کہ لباس کا چھن جانا اور جنت سے نکلنا اسی شیطان کے وسوسہ سے واقع ہوا اور اسی کا دھوکا دینا اسکا سبب ہوا اسی سبب سے اسکی طرف نسبت کیا گیا ہے اسمین اختلاف ہے کہ وہ کیا لباس تھا جو اترگیا تو ابن عباس و قتادہ سے مروی کہ ناخن انکا لباس تھا اور بعد نزع کے بقدر پورون مین نمونہ کے طور پر زینت و منفعت و یاد دلانے کو باقی رکھے ہین قال المصحح قد رواہ عبد الرزاق عنہ اس روایت کے ثبوت مین کلام ہے اور شاید یہ بنی اسرائیل یعنی یہود وغیرہ کے بیان سے لی گئی ہو یا ہو کہ ہو بالجملہ ضعیف ہے اور وہب بن منبہ سے ابن جریر نے باسناد صحیح روایت کی کہ لباس نور تھا جو انکی فرج کے درمیان حائل تھا اور مجاہد نے فرمایا کہ لباس تقوی تھا اور یہ مناسب ہے اور بعض نے فرمایا کہ لباس جنت مین سے ایک لباس تھا اور یہ قول اقرب ہے کہ لباس اور اسکا اتارنا حقیقی ملبوس کے ساتھ اطلاق ہوتا ہے اور اولی یہ ہے کہ مطلق لباس لیا جاوے جو ملبوس جنت یعنی حقیقی کو اور لباس تقوی کو دونون کو شامل ہو حاصل آنکہ اے اولاد آدم تم فتنہ شیطان سے بچو وہ تمکو گمراہ نہ کرے جیسے تمہارے والدین کو جنت سے اس حال سے نکلوایا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ یعنی تم بہت ہوشیار رہو شیطان کے مکر و فریب سے کہ اسکا اخروی مین جب قطعی جہنم دی گئی ہے تو ایک مدت تک اسکی عبادت کا اور نیز وہ بھی مخلوق ہے اسکا عوض اسکو بسبب عموم رحمت کے دنیا مین یہ دیا گیا ہے کہ اول بار صور پھونکے جانے کے وقت تک زندہ رہے اور بہت سی قابو و قدرت اسکو دیدی گئی ہے چنانچہ ایک سے بیان فرمائی کہ انہ یراکم ھو وقبیلہ یعنی وہ شیطان دیکھتا ہے تمکو وہ خود بھی اسکے قبیل بھی اس حیثیت سے کہ تم اسکو نہین دیکھتے یعنی ان شیطانون کو پس وہ تمہارے دل مین و دماغ مین ایسے طور سے اگر وسوسہ ڈالیگا کہ تم اسکو نہ دیکھ سکوگے اور وہ تم کو دیکھیگا اور وہ اکیلا نہین بلکہ مع قبیل ہے یراکم مین ضمیر فاعل راجع ہے باشیطان اسکی ضمیر متصل کی تاکید لفظ ہو ضمیر منفصل سے کردی تاکہ قبیلہ کا عطف صحیح ہوجائے قبیل جمع قبیلہ یعنی ایسی جماعت کہ انمین بعضے بعض کے مقابل ہون یعنی ایک جتھا جسمین آپسمین ساتھ

ایک طرح کے مقابل لوگ ہوں اور قبیلہ وہ قوم جو ایک دادا کی اولاد ہوں مراد یہاں اسکے قبیل سے شیطان کا لشکر ہے یہی
مفسرؒ نے اختیار کیا۔ اور قتادہؒ نے فرمایا کہ وہ ایسے جن و شیاطین ہیں کہ انھیں میں سے ابلیس بھی ہے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد اس سے
شیطان کی اولاد ہے اور بنظر لفظ قبیل کے مناسب ہے اور لشکر شیطان سے تفسیر اشمل و ارجح ہے پھر یہ جو فرمایا کہ وہ تمکو اس حیثیت
سے دیکھتے ہیں کہ تم انکو نہیں دیکھتے ہو۔ تو مفسر بیضاویؒ وغیرہ نے کہا کہ یہ بسبب اسکے کہ انکے اجسام بہت ہی خفیف و ہلکے ہیں جیسے ہوا
کہ نظر نہیں آتے ہیں یا اس سبب سے کہ انمیں کوئی رنگ نہیں ہے اور یہی معتزلہ کا قول ہے اور واحدیؒ و ابن الجوزیؒ نے ابن عباسؓ
سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو ایسا کر دیا ہے کہ آدمیوں میں انکے خون کے مانند رواں ہیں اور آدمیوں کے سینے انکے رہنے
سکونت کا گھر کر دیئے ہیں سوائے اُن آدمیوں کے جنکو اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرمایا کہ انکے سینوں میں تو مسکن نہیں کر سکتے ہیں
ورنہ اوروں کے سینوں میں مسکن رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پناہ مانگنے کو سکھلایا بقولہ الذی یوسوس فی صدور الناس
پس وہ لوگ آدمیوں کو دیکھتے ہیں اور آدمی انکو نہیں دیکھتے ہیں مجاہدؒ سے مروی ہے کہ ابلیس نے کہا کہ ہمارے واسطے چار باتیں
کر دی گئیں ہم دیکھتے ہیں اور دکھلائی نہیں دیتے اور ہم تحت الثریٰ سے نکل آتے ہیں اور ہمارے بوڑھے پھر عود کر کے جوان ہو جاتے
ہیں۔ ابن دینارؒ سے روایت ہے کہ جو دشمن تجھے دیکھتا اور تو اسکو نہیں دیکھتا البتہ بڑی ہوشیاری و مشقت کا سامنا ہے مگر جسکو
اللہ تعالیٰ نے بچایا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اسی آیت کے آخر میں جنکو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے بچایا ہے وہ مذکور ہیں یعنی مومنوں کو
من عبادک المومنین برحمتک وبفضلک وانت علی کل شئی حفیظ۔ واضح ہو
ایمان ... سے بچا لیا ہے اللہم رب اجعلنی من
کہ زمخشری وغیرہ نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ شیاطین کا دیکھنا ممکن نہیں ہے اور یہ قول مردود ہے اسواسطے کہ جیسے شیاطین میں اللہ
تعالیٰ نے ایسی قوت پیدا کر دی کہ آدمیوں کو ہر طرح دیکھ سکتے ہیں ایسے ہی جسدم اللہ تعالیٰ آدمیوں کی آنکھ میں ایسی قوت دیدے
تو دیکھ سکتے ہیں اور آیت میں انکا دیکھنا محال ہونے پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ آیت سے انتہا درجہ یہ نکلتا ہے کہ شیاطین ہمکو اس راہ
سے دیکھتے ہیں کہ جس راہ سے ہم انکو نہیں دیکھتے پس اول تو نہ دیکھنے سے نہ دیکھ سکنا کیونکر ثابت ہوا مثلاً جو شخص آنکھیں بند کیے ہوئے ہو
اسکو کہتے ہیں کہ زید کو نہیں دیکھتا اور زید اسکو دیکھتا ہے لیکن یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ وہ شخص زید کو دیکھ ہی نہیں سکتا ہے کیونکہ اگر آنکھ کھل جاوے
تو دیکھ لیوے گا۔ دوسرے یہ کہ نہ دیکھنا تو ایک راہ کے ساتھ خاص ہے یعنی جس راہ سے وہ ہمکو دیکھتے ہیں ہم اس راہ سے نہیں دیکھ سکتے ہیں پس
جائز ہے کہ دوسری راہ سے ہم انکو دیکھ لیں کیونکہ خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ نہ دیکھنا اسی حیثیت اور
اسی راہ کے ساتھ ہے کہ جب شیطان اپنی اصلی صورت پر ہو اور اگر کسی حیوان یا پرند وغیرہ کی صورت میں متمثل ہو تو اس راہ سے دکھلائی
دیگا کیونکہ جنوں کو متمثل ہونے کی قوت حاصل ہے اور یہ امر مشہور و معروف ہے اور بسا اوقات شیطان بصورت پیر مرد کے اکثر عابدوں کو
یا سانپ کی صورت میں نظر آیا۔ مولوی روم نے کہا ہے اے بسا ابلیس آدم روے ہست پس بہر دستی نشاید داد دست
... شیخ قاضی زکریاؒ نے کہا کہ حق یہ ہے کہ شیطان کا نظر آنا اور نہ آنا دونوں اللہ تعالیٰ کی قوت پیدا کرنے پر ہے پس
جس وقت کسی بندہ کے واسطے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے تو شیطان اپنی صورت پر اسکو نظر آتا ہے چنانچہ احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے پس بعض
اوقات ... بعض لوگوں کو نظر آ جاتے ہیں قال المترجم شیخ زکریاؒ نے بہت صحیح و صواب بات بیان کی اور مدار امتحان اس بات پر ہے
کہ شیطان اگر نظر آوے تو ہر شخص اسکو پہچان لے اور دھوکہ نہ کھاوے لہذا نظر پر پردہ ہے اگر پردہ اٹھ جاوے تو نظر آوے گا

جیسے آنحضرت صلعم نے دیکھا بلکہ گرفتار کیا ہو پس آیت مین تو عدم امکان پر کچھ بھی دلیل نہین ہے۔ اور بعض نے جو کہا کہ احادیث سے بھی اس آیت
کی تخصیص ہین تو یہ بر تقدیر تسلیم اس امر کے ہو کہ من حیث لا ترونہم سے یہ مراد ہو کہ انکے اصلی صورت پر بسبب جسم ناری لطیف ہلکے ہونے کے
نہین دیکھ سکتے ہو ورنہ احادیث صحیحہ سے تخصیص کی کوئی ضرورت نہین ہے۔ واضح ہو کہ معتزلہ وغیرہ تمام امت کا اس بات پر اجماع و اتفاق
ہے کہ شیطان ایک جسم مخلوق ہے اور ایسا ہی جن بھی مخلوق ہین اور انکے وسوسہ آدمیون کو اس طور سے پہونچتے ہین کہ آدمی کو یہ خبر نہین ہوتی کہ
یہ شیطان نے القا کیا ہے حتی کہ اگر وہ کافر ہو تو اسکو قبول کرتا ہے مگر نہ اسطرح سمجھکر کہ شیطان کی بات ہے بلکہ اپنی راے و فہم سمجھکر مصر
ہوتا ہے اور اگر مسلمان ہے پس اگر اللہ تعالے نے محفوظ رکھا تو یہ وسوسہ جمنے نہین پاتا وہ بعلم شریعت و توفیق الٰہی اسکو رد کر دیتا ہے ورنہ بہت سے
جاہل و فاسق مسلمان اسکے وساوس کو خواہ شہوات فسق و فجور کے ہون یا اور کسی طرح کے ہون قبول کرتا اور بسا اوقات اسکے موافق
کار بند ہو کر آخر متنبہ ہوتا ہے پس اگر توبہ کر لی تو خیر ورنہ بدکاری پر اصرار کیے اور اڑا رہتا ہے لیکن شیطان پر لعنت کرنا تو عموماً زبان پر چڑھا
ہوا ہے اب اس زمانہ مین ایک گروہ پیدا ہوا ہے انھون نے شیطان کو بالکل ہی چھپا ڈالا اور کہنے لگے کہ شیطان کا کہین وجود ہی نہین ہے
اگر ہوتا تو نظر آتا اور محسوس ہوتا حالانکہ یہ سخت ہی نادانی ہے روح و نفس وغیرہ قوی ہین جو نظر نہین آتی اور دوسرے کی روح اسکو محسوس
نہین ہوتی ہے پھر کیا اس نظر نہ آنے سے دوسرے مین روح ہی نہین ہے پس اس گروہ نے قرآن مجید و احادیث و اجماع امت بلکہ اہل کتاب
یہود و نصاری وغیرہ بلکہ عقل صحیح سلیم سب سے انکار کیا اور ایسی صورت مین کفر مین کوئی شک نہین پس افسوس ہے کہ ناحق بلا دلیل و حجت نقلی
و عقلی کے انکار کرنا و کفر اختیار کرنا عقل سلیم نہین روا رکھتی ہے اور آیات مصرح ہین چنانچہ فقاسمہما انی لکما لمن الناصحین وغیرہ بالکل صریح ہین
پس اس گروہ سے سخت تعجب و حیرت ہے اور اللہ تعالے ہدایت فرماتا ہے جسکو چاہے شیطان جس سے وساوس و گمراہیان وغیرہ پیدا ہوتی
ہین اسکو درمیان سے نہ اڑا دو کہ یا لوگ اس پر لعنت کرتے ہین درمیان سے نہ اڑا دو کر دو کہ وہ زبان خلائق سے بچے یہ کمال دوستی
اور اتحاد ہے۔ انا جعلنا الشیطین اولیاء للذین لا یؤمنون اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہمنے کر دیا ہے شیاطین کو اولیاء ان لوگون کا
آدمیون مین سے جو ایمان نہین رکھتے ہین اولیا جمع ولی کی یہان بمعنی اعوان ہے مددگار لوگ یا قرناء ہم اول جمع قرین کی جو
نہایت نزدیک ساتھی ہو جسکو ہمزاد کہتے ہین پس بے ایمانون کا ہمزاد شیطان کو بنانا نہایت مناسب ہے کہ انمین از راہ طبیعت کمال اتحاد
اگرچہ صورت مین اتفاق نہو کذا فی السراج المنیر۔ فی العرائس قولہ یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان یعنی شیطان تمکو امید ہاے دراز
و طمع مال و جاہ و عمر دراز تک پہونچنے کی ہوساوت سے فتنہ مین نہ ڈالے جیسے تمہارے باپ آدم کو جنت اور اسکے دوام کی طمع دلائی
کیونکہ اس سے آدمی مقام قدس و انس سے عالم کدورت و وحشت کی طرف خارج ہوتا ہے یعنی ظاہر باطن پریشان ہو جاتی اور زندگی ظلمانی
اسپر چھا جاتی ہے اور عالم نور و سرور سے نکل جاتا ہے جیسے آدم کا حال ہوا کہ وہ جنت خلد سے عالم دنیا دی مین نکالے گئے پس یہ
چیزین نورانی لباس کو آدمی کے سر باطن سے اتار دیتی ہین اور اسکو لباس تقوی سے جسکو اللہ تعالے نے یہان ذکر کیا ہے ننگا کر دیتی
ہین جب بندہ اپنی ہواے نفسانی و طمع شہوات شیطانی کا تابع ہوتا ہے اور اسی خواہش و شہوت کو طلب کرتا ہے تو صفاے عبادت سے
خارج ہو جاتی ہے اور نور درگاہ سے مجرد ہو جاتا ہے اور انسانی ظلمتین اسپر غلبہ کر کے سامنے آتی ہین کیونکہ فراق کی بلائین یہی ہین یعنی انہین سے
آدمی درگاہ رحمت سے دور پڑ جاتا ہے اور جنت سے نکالنے اور لباس اتارنے کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی حالانکہ در حقیقت اس
واقعہ کا باعث ہے اور ظہور قہر مین واسطہ ہے تو اسی وجہ سے کہ جب بندہ کو دوری و مہجوری کی کوئی علامت ملنے کو ہوتی ہے تو امتحانی

بندہ اسی مطرود و مردود ابدی یعنی شیطان کے وسوسہ و اسکے مزخرفات کو قبول کرلیتا ہے پس اثر دوری و مہجوری ظاہر ہوتا ہے اور شیطان کو خود ذرا بھی قدرت نہیں ہے کہ جسکو چاہے گمراہ کرسکے اور اضلال اسکے اختیار میں نہیں ہے اور یہاں انوار عنایت اور آتش محبت دونوں مجتمع ہونے تو وہاں بندہ کے حال سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس آتش محبت و انوار مودت میں جل جائیگا یعنی بسا اوقات فی الجملہ درد فراق چکھا دیا جاتا ہے جو درحقیقت ان ضمن پر تنبیہ ہے۔ بعض مشائخ سے سوال کیا گیا کہ کس چیز نے مخلوق کو جنت سے نکالا جہاں قرب حق حاصل تھا حالانکہ اس مخلوق کو معرفت حاصل تھی تو فرمایا کہ اتباع نفس و خواہش نفس و شیطان نے دور کردیا۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ آدم علیہ السلام کا جنت سے نکلنا اور بہت گریہ وزاری کرنا اور اپنی عاجزی ظاہر کرنا اور انکی پشت سے انبیاء و رسولوں کا ظہور ہونا یہ انکے واسطے جنت و اسکی نعمت سے کہیں بڑھکر ہے۔ بعض نے کہا کہ قولہ ینزع عنهما لباسهما۔ اس سے انوار قرب و عزت مراد ہیں یعنے لباس جنت سے جسطرح خارج ہوئے ویسے ہی ان انوار سے باہر ہوئے اور ابو سعید خرازؒ نے کہا کہ یہ لباس وہ نور قرب تھا جو انکو حاصل ہوا تھا نصر آبادی نے کہا کہ سب سے بہتر لباس حضرت آدم کو لباس قرب و حضوری تھا پھر جب خلاف حکم اُنسے واقع ہوا تو یہ لباس اتار لیا گیا۔ بعض سلف نے کہا کہ جسنے سر الٰہی کی بے ادبی کی جو اسپر وارد ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُسپر اسکے عیوب نفس کو گویا کردیتا ہے استادؒ نے کہا کہ خواہش نفسانی میں نفس کی بات جسنے کان دھر کر سنی تو وہ ہواجس نفس و ہوس شیطان میں پڑجاتا ہے پس وسواس و ہواجس باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور خواطر قلب اور زواجر علم اسکے مقابلہ میں آخر کار پست ہوجاتے ہیں پس بہت تھوڑے عرصہ میں یہ وساوس و ہواجس تمام اُسکو گھیر لیتے ہیں اور وہ شخص انھیں لوگوں کی لڑی میں گوندھ دیا جاتا ہے جو اپنی جی کی چاہت کے غلام بنے بیٹھے ہیں پھر اسکی اس حالت سے اسکا قدم لڑکھڑاتا ہے اور آخر گناہ میں گر کر عذاب کی خندق کی طرف پھسلتا چلا جاتا ہے پھر اگر توبہ کی توفیق پہونچگئی تو تدارک کرکے اسکے ہاتھ کو تھام لیا اور اوپر نکال لیا بشرطیکہ اسنے پہلے کاموں سے دہ میل دور کردیا اور اگر یہ نہوا تو پھر چند روز میں اسکے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے اور اسکو تیرہ بنا دیتی ہے جب یہ حالت پہونچی تو حیات اس سے الگ ہوجاتی ہے اور بلائیں اسپر اوپری ہوجاتی ہیں **قال المترجم** گویا یہ نکتہ ماخوذ ہے حدیث صحیح مسلم سے جسمیں گناہ کرنے سے قلب پر ایک نقطہ سیاہ پیدا ہونے اور درصورت عدم توبہ کے بڑھکر تمام دل گھیر لینے اور پھر اسمیں بھلائی سمانے کا حال مذکور ہے۔ فتدبر۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بندوں کو شیطان سے زیادہ تحذیر دلائی کہ وہ ایسا چور ہے اور دشمن دین ہے کہ ایسی راہ سے چوری کرلیتا ہے کہ آدمی اسکو دیکھتا نہیں ہے کما قال تعالےٰ انه یراکم هو وقبیله من حیث لا ترونهم۔ شیاطین تو اس بہت کو دیکھتے جدھر سے بندہ پر بقادیر امتحان آنے والے ہیں اور وہ مشیت میں جاری ہوچکے ہیں پھر جب شیاطین نے دیکھا کہ یہ حکم قضا اسپر جاری ہوا ہے تو گمراہ کرنے کے قصد سے اسکے پیچھے پڑتے ہیں کیونکہ وہ قضا و قدر تو مقدر ہے نہیں ٹل سکتی پس اسمیں اسکو موقع وساوس سے راہ مستقیم سے نکال باہر کریں اور اگر وہ ثابت قدم ہے تو قضا و مقدر کو باطن میں خوشی سے برداشت کریگا اگرچہ ظاہر میں اسکو رنج و کلفت پہونچے پس جب ایسا موقع پاکر شیطان اسکے پیچھے ہوئے اور بندہ اسکو دیکھتا نہیں ہے جبتک کہ وہ اپنی شہوات کی تاریکی اور اس سے حجاب میں پڑا ہوا ہے اور نیز شیطانوں کو بھی نہیں دیکھ سکتا جبتک کہ اپنی طبیعت کی تاریکی و حجاب میں گرفتار ہے پس شیاطین جب قابو پاکر جو کچھ انکی حرکتیں گمراہ و تباہ و برباد کرنے کی ہیں سب اسکے ساتھ مناسب طور سے عمل میں لاتے ہیں اور اگر بندہ اپنے نفس کی سیاہی اور خواہش نفسانی کی تاریکی سے درگاہ نورانی حضرت عزت عزوجل کی طرف رجوع لایا اور آسمان غیب کو دیکھا اور درگاہ مولیٰ عزوجل میں اپنے نفس و شیاطین کے شر و فساد سے پناہ مانگی و التجی ہوا حتی کہ اسکو قرب حاصل ہوا تو اللہ تعالےٰ نے اُس کو

نور بصیرت عطا فرماتا ہے جس سے شیطانون کو اور انکے مکر کو دیکھ لیتا ہے پس اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم - وغیرہ سے اسکو آگ کے گرز تیز کیسا
حاصل ہو جاتا ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی تائید و قوت سے ان سب شیاطین کو ایک دم مین جلا ڈالتا ہے اور سب کو اپنی نظر سے دیکھکر
دور بھگا دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید مین واضح دو آیتین فرمائی ہین جس سے صریح معلوم ہوا کہ بندہ نیک کی یہ حالت ہے کہ شیاطین
کو انکے مواقع حیلہ گری و اشکال مین دیکھکر اپنے آپ کو انسے بعنایت الٰہی محفوظ کرتا ہے پس اول آیت تو قولہ تعالیٰ ان الذین اتقوا اذا مسہم
طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون - البتہ جو لوگ متقی ہوے جبکہ انکو کچھ وسواس شیطانی پہونچے تو یاد کرتے یعنی ہوشیار ہو جاتے ہین
بیاد الٰہی و آیات پاک کے پس وہ ناگاہ دیکھنے والے ہو جاتے ہین اور دوسری آیت قولہ تعالیٰ لا یسمعون الی الملاء الاعلیٰ و یقذفون من کل جانب
دحورا ولہم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب الآیۃ شیخ ذو النون رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر شیطان تجھے ایسی جگہ سے
دیکھتا ہے کہ تو اسکو نہین دیکھتا تو اللہ تعالیٰ کے لئے تیسرا پروردگار عزیز جلیل سبحانہ و تعالیٰ اسکو ایسی راہ سے دیکھتا ہے کہ وہ اللہ
تعالیٰ کو نہین دیکھتا پس تو اپنے پروردگار عز و جل سے استعانت طلب کر پس اسکی نظر رحمت کے سامنے بھلا شیطان و اسکا مکر کیا ہے
قال تعالیٰ ان کید الشیطان کان ضعیفا الآیۃ - البتہ مکر شیطان بہت ضعیف ہے **قال المترجم** شیطان ہو یا فرشتہ ہو شیر ہو یا بھیڑیا کوئی
چیز ہو سب حکم الٰہی عز و جل کے تحت قدرت مین مسخر ہین کسی کو ذرہ برابر یعنے کچھ بھی خلاف کی مجال نہین ہے اگر صدق دل سے مومن ہو تو شیطان
کی کیا مجال ہے کہ جسکے واسطے نظر رحمت الٰہی جل سلطانہ ہو اسکی طرف آنکھ اٹھا سکے وقد قال تعالیٰ وما کان لہ علیہم من سلطان الا لنعلم من یومن
بالآخرۃ ممن ہو منہا فی شک وربک علیٰ کل شی حفیظ الآیۃ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے شیطان کو اپنے اولیا ریعنے مومن بندون
جو اسکی جناب مین عاجزی و بندگی کرتے ہین اور سوائے اسکے کسی کو شریک نہین لاتے بلکہ اسکی جناب پاک مقدس مین شرک کا جب کہین نشان
ہی نہین اور اس درگاہ عظمت مین اسکا امکان نہین تو شرک کی نفی کرتے ہوئے شرماتے ہین سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون بالجملہ اسکا کرم و فضل ہے کہ مومن بندون
سے شیطان کا منھ پھیر دیا اور اعداء یعنی کافرون و مشرکون کی طرف کر دیا کہ وہ سب شیطان کے دوست ہو گئے اور یہ کافر و مشرک
مع شیطانون کے سب کے سب اہل ایمان کے دشمن ہوئے وقد قال تعالیٰ انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یومنون آمین تصریح ہے
کہ یہ سب کچھ ہماری قدرت و مشیت سے ہے کسی اور کو یہان کوئی بات کرنے کی مجال نہین ہے جب بندہ کو ایمان نصیب ہوا تو وہ سب کچھ بنا
دیکھتا ہے اور نعوذ باللہ تعالیٰ اگر کافر و مشرک بنایا گیا تو وہ ٹاپتا پھرتا اور دوسرون کو خالق بناتا پھرتا ہے تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون
علوا کبیرا یہ سب چیز فقط اسی پاک پروردگار عز و جل کی قدرت کاملہ و مشیت محکمہ سے پیدا ہوئی ہے اسی نے مومنون کے دلون مین اپنی
الفت دیدی اور آپس مین وہ مومنین ایک جان دو قالب ہین اور اسی نے فاسقون کافر و مشرکون کے دلون مین شیطان و اسکے تابعون کی
الفت دیدی کہ وہ مومنون کے دشمن ہین لیکن مومنون کو ان شیاطین کی عداوت سے کچھ ضرر نہین ہے اسواسطے کہ یہ لوگ عین حفاظت ازلی مین
ان دشمنون کے شر و فساد سے محفوظ ہین **ابن عطاء** رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ انا جعلنا الشیاطین - اور قولہ تعالیٰ انہم اتخذوا الشیاطین
اسمین حقیقی نسبت تو وہ ہے جو اپنی طرف اضافت فرمائی یعنے ہمنے ایسا کر دیا اور جو انکی طرف نسبت کی ہے وہ مجازی ہین اور یہی حال
تمام قرآن مین خطاب الٰہی کا ہے کہ اورون کی طرف جہان اضافت ہے وہ بطریق مجاز ہے جیسے کہ عارف سمجھے گا - فافہم -
وَاِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً قَالُوۡا وَجَدۡنَا عَلَيۡهَاۤ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ ؕ اَتَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝
اور جب بین کچھ عیب کا کام کہین ہمنے دیکھا اسطرح کرتے اپنے باپ دادونکو اور اللہ نے ہمکو یہ حکم کیا تو کہ اللہ حکم نہین کرتا عیب کے کام کو کیون جھوٹھ بولتے ہو اللہ پر جو معلوم نہین رکھتے -

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً فاحشہ وہ گناہ کہ جسکی برائی وقباحت درجہ انتہا کو پہونچگئی ہو اور اکثر مفسرین نے کہا کہ مراد ننگے طواف کرنا ہی
ابن عباس وسدی وغیرہ کا ہی اور عطاؒ نے کہا کہ وہ شرک ہو اور مفسرؒ نے اختیار کیا کہ وہ عام ہو ہر فاحشہ کو شامل ہو خواہ شرک ہو یا ننگے طواف
ہو یا کوئی اور ہو اگرچہ اس عبارت کے نازل ہونے کا سبب ظاہری یہی واقع ہوا کہ ننگے طواف کرنے سے باز نہ آئے **قال الحافظ** فی التفسیر
مجاہدؒ نے کہا کہ مشرکین ننگے طواف کرتے اور کہتے کہ ہم ویسے طواف کرتے ہین جیسے ہماری ماؤن نے ہمکو جنا تھا اور عورت اپنی فرج پر کوئی
ٹکڑا چمڑا یا کوئی اور چیز رکھ لیتی اور طواف کرتے ہین کہتی جاتی ع اليوم يبدو بعضه او كله * وما بدا منه فلا احله یعنے آج کا دن ہو کہ چاہے
شرمگاہ تھوڑی کھلی اور یا سب کھلجاوے پرواہ نہین ہو اور جو کچھ اس مین کھلجاوے اسکو مین حرام ہی رکھتی ہون حلال نہین کرتی ہون پس اللہ تعالیٰ نے نازل
فرمایا واذا فعلوا فاحشة الآية **قال الحافظ** تمام عرب والے سوائے قریش کے اُن کپڑون کو جنکو پہنا ہو پہنکر طواف نہ کرتے اور کہتے
کہ ہم ان کپڑون مین طواف نہین کرتے جنمین ہمنے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہو اور قریش جو حمس کہلاتے تھے البتہ اپنے کپڑون مین طواف کرتے
تھے اور احمسی نے اگر کسی کو کپڑا مانگے دیا تو اسمین یا نیا کپڑا ہوا تو اسمین طواف کرتا پھر پھینک دیتا کہ کوئی اسکا مالک ہوتا ورنہ ننگا طواف کرتا اور
ایسے ہی عورتون کا حال تھا لیکن عورتین اکثر رات مین طواف کرتین اور یہ بات ان لوگون نے اپنے نفس سے بوسوسۂ شیطان نکالی تھی پس
اللہ تعالیٰ نے اسکو منکر قرار دیا اور زجر کیا چنانچہ فرمایا۔ واذا فعلوا فاحشة یعنی اور جب مشرکین کوئی فحش گناہ انتہا درجہ کا کرتے
ہین تو قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا کہتے ہین کہ ہمنے اپنے باپ دادون کو اسی فعل پر پایا پس ہمنے انکی اقتدا کی ہو وَاللّٰهُ أَمَرَنَا بِهَا
یعنی اور یہ بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو اس کام کا حکم کیا ہو حاصل آنکہ شرک و ننگے طواف و جانورون کی گت بنانا وغیرہ فحش باتین کرتے
اور جب تنبیہ کیے جاتے کہ یہ سب فحش و حرام ہو تو دو عذر کرتے ایک یہ کہ ہم نے باپ دادون کی تقلید کی ہو اور وہ بہر حال ہمسے اچھے تھے
اور دوم یہ کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہو اور شاید دوسرا عذر اسوجہ سے بیان کرتے تھے کہ باپ دادے جب اچھے تھے تو خواہ مخواہ
انھون نے اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے کیا ہوگا پس یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہو قال البیضاوی مشرکون نے دو باتون سے حجت پکڑی ایک تو باپ
دادونکی تقلید کیا تھا اور دوم اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے کے ساتھ پس پہلی بات کا باطل ہونا تو کھلا ہوا تھا اسکو ترک فرمایا اور دوسری بات کو رد کر دیا بقوله
قُلْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ کہدے کہ اللہ تعالیٰ نہین حکم کرتا فحش باتون کا پس تم جو کہتے ہو کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہی یہ تمہارا افترا ہو قال البیضاوی
یعنی عادت الٰہی عزوجل یون ہی جاری ہو کہ محاسن افعال و مکارم اخلاق کا حکم فرماتا ہی پس وہ فحش باتونکا حکم نہین دیتا اور یہ ایسے جو بعض لوگون نے سمجھا کہ کسی فعل کا قبیح
ہونا اس معنی کر کے کہ آیندہ اسپر مذمت عائد ہو یہ عقل سے ثابت ہو کیونکہ عدم امر الٰہی بفحشا رسے انکے افترا کو رد کیا اور انکے فعل کو فحش
قرار دیکر مذمت کی تو معلوم ہوا کہ یہ عقلی ہو تو بیضاویؒ نے رد کر دیا کہ اس کلام مین کچھ بھی دلالت نہین کیونکہ فاحشہ سے تو مراد یہان وہ فعل ہی
جس سے طبیعت نفرت کرے یعنے نہ وہ کہ عقل اسمین باعتبار ترتب مذمت فی حکم اللہ تعالیٰ کے حکم کرے فافہم۔ اور بعض نے کہا کہ مشرکین نے
یہ دونون جواب دیے ہین گویا ایسے کہا گیا کہ تمنے یہ فعل فاحشہ کیون کیا تو انھون نے کہا کہ وجدنا علیہا آباءنا پھر کہا گیا کہ تمہارے باپ دادون
نے کہان سے پایا تو کہا کہ اللہ امرنا بہا پھر بیضاویؒ نے کہا کہ بہر صورت تقلید کرنا بھی ممنوع ہو کہ جب دلیل شرعی اسکے برخلاف قائم ہو اور
مطلقًا منع نہین ہو یعنی اگر تقلید سے کوئی فعل کیا پھر دلیل شرعی قائم ہوئی کہ یہ فعل یون نہین بلکہ اسطرح ہو تو اسوقت مین دلیل شرعی کی اتباع کرے
اور تقلید حرام ہو اور مطلقًا منع نہین۔ واضح ہو کہ اعتقادات مین تقلید کا کام نہین اور افعال جوارح مین یہ گفتگو ہو پس یہ صحیح ہو کہ جب دلیل
سے فعل تقلیدی خلاف ثابت ہو تو اس فعل مین ضرور تقلید چھوڑ دے اور لازم ہو کہ جہان کچھ اشتباہ ہو وہان مسئلہ مین تفتیش و تلاش کرلے

واللہ یہدی من یشاء وہو اعلم بالمہتدین۔ پھر مشرکون کے افترا باندھنے پر انکار کے ساتھ ملامت فرمائی بقولہ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کیا تم کہتے ہو اللہ تعالی کی جناب مین وہ بات کہ تم نہین جانتے یعنے نہین جانتے کہ اللہ تعالے نے فرمائی یا نہین۔ مگر
جہالت سے کہتے ہو کہ اللہ تعالے نے ایسا حکم دیا ہے پس جو شخص اللہ تعالی کی جناب مین افترا باندھے وہ اسی ملامت کا مصداق
ہے اور حدیث مشہور بلکہ متواتر مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی عمدا مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنا لے
اور بعض روایات مین ہے کہ اگر کوئی میرے ذمہ لگا دے وہ بات جو مین نے نہین کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنا دے لہذا مسلمان
ایماندار کو روا نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی بات کو بے جانے بوجھے نسبت کر دے پس یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم
نے یون فرمایا ہے یا فلان شخص سے یون سنا ہے یا یہ چیز آپ کی ہے یا آپ نے ایسا کیا۔ یا آپ نے فلان شخص کو کرتے دیکھا۔ یا فلان
شخص کو یہ خبر دی ایسے ہی بہت سے امور ہین کہ جب تک یقینا یہ ثابت نہو کہ فلان حدیث سے ثابت ہے اور صحیح ہے تب تک زبان
کو روکے ورنہ جہنمی ہو جانے کا خوف ہے واللہ سبحانہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو حکم فرمایا کہ مشرکین گمراہون کو راہ عدل و صراط قائم
جو تحقیق حکم الہی ہے بتا دے اور راہ ہدایت بتلا دے

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ كَمَا بَدَاَكُمْ
تو کہہ میرے رب نے فرمائی ہے دینداری اور سیدھے کرو اپنے منہ ہر نماز کے وقت اور پکارو اسکو نرے اسکے حکم بردار ہوکر جیسے تمکو پہلے بنایا
تَعُوْدُوْنَ ۝ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
دوسری بار ہوگے ایک فرقہ کو راہ دی اور ایک فرقہ پر ٹھہری گمراہی انھون نے پکڑے شیطان رفیق اللہ تعالی کو چھوڑ کر
وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝
اور سمجھتے ہین کہ وہ راہ پر ہین

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ کہہ دے کہ حکم دیا میرے رب نے بقسط یعنی عدل کے ساتھ یعنی عدل و استقامت رکھنے کا حکم دیا ہے
وَاَقِيْمُوْا یہ معطوف ہے بالقسط کے معنی پر اسے یا ان اقسطوا واقیموا۔ عدل کرو اور اقامت کرو۔ یا اس سے پہلے اقبلوا مقدر ہے ای امر
بالقسط فاقبلوا واقیموا یعنی حکم دیا میرے پروردگار نے عدل کا پس اسکو قبول کرو اور قائم کرو راست وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ
كُلِّ مَسْجِدٍ اپنے چہرون کو ہر سجدہ کے وقت سجدہ مصدر میمی ہو یا اور ظرف زمان ہو اور معنی یہ کہ خالص کرو اللہ تعالی ہی کیواسطے
اپنے سجدہ کو وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اور عبادت کرو اسی کی درحالیکہ خالص کرنے والے ہو اسکے واسطے دین کو شرک سے
قال [illegible] حاصل آیت آنکہ میرے پروردگار نے تمکو حکم دیا کہ عدل کرو اور اسکی عبادت کو اپنے موقع پر ادا
سے ٹھیک رکھو اور اسکی عبادت مین اخلاص کا برتاؤ کرو پس عبادت اپنے موقع پر یون ٹھیک ہوگی کہ رسول جو معجزہ سے تائید
کیا گیا ہے وہ جو شریعت اللہ تعالی کے حکم سے لایا ہے اسمین پوری پوری اسکی پیروی کرو پھر اخلاص سے عمل کرو کیونکہ اللہ تعالے
کسی نیک کام کو قبول نہین کرتا جب تک کہ یہ دونون باتین اسمین نہ پائی جاوین ایک یہ کہ شریعت کے موافق ہو اور دوم یہ کہ شرک سے
پاک خالص ہو كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ یعنے جیسے تمکو پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے ایسے ہی عود کروگے یعنی پھر تمکو قیامت کے روز
زندہ کرکے اٹھا دیگا حاصل آنکہ ہر فحش و شرک سے بچو اور روز جزا سے ڈرو اور وہ قیامت ہے اسکے منکر مت ہو جیسے تمکو ابتداءً

پیدا کر دیا کہ تمہارا کچھ بھی وجود نہ تھا وہ ضرور قادر ہی کہ پھر دوبارہ تمکو زندہ کر دے پس ضرور تم قیامت کے لیئے اُٹھائے جاؤ گے
فَرِيقًا هَدٰى وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ یعنے ایک فریق کو تم مین سے ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہ ہونا ٹھیک کر دیا واضح
ہو کہ یہ تفسیر جو مفسرؒ نے ذکر فرمائی ہو یہی حضرت حسنؒ و قتادہؒ سے مروی ہی اور یہی حضرت مجاہدؒ کا ظاہر قول ہو کہ فرمایا یعنی بعد موت کے
تمکو زندہ فرماویگا۔ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ معنی یہ کہ جیسے تمکو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تمکو آخر مین اعادہ فرماویگا اسی قول کو
شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا اور اسی کی مؤید ہی حدیث جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا
اور فرمایا کہ اے لوگو تم حشر کیئے جاؤ گے اللہ تعالیٰ کی طرف ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے پھر پڑھی یہ آیت کما بدأنا اول خلق
نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین رواہ البخاری ومسلم ایضاً اور سدیؒ نے یہ معنی بیان کیئے کہ کما بدأکم تعودون یعنے جیسے تمکو ایک فریق ہدایت یافتہ
اور ایک گمراہ مقدر کیا ہی ایسے ہی اپنی ماؤن کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہو قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
نے اولاد آدم کی خلقت مین مومن وکافر رکھے ہین چنانچہ فرمایا ہو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن پھر روز قیامت کو جیسے پیدا کیا ویسے
ہی اعادہ فرمائیگا قال الحافظ اسکی تائید بحدیث ابن مسعودؓ ہی جسمین حضرت صلعم سے یون روایت ہو کہ پھر قسم ہی اس ذات پاک کی جسکے
سوا کوئی معبود نہین ہو کہ آدمی اہل جنت کے کام کرتا ہی یہانتک کہ اسکے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہجاتا ہی پھر
اسپر تقدیر غالب ہوتی ہو پس دوزخیون کا کام کرگذرتا ہی پس دوزخ مین داخل ہوجاتا ہی اور آدمی دوزخیون کے کام کرتا ہی یہانتک
کہ اسکے اور دوزخ کے درمیان فقط ایک ہاتھ کا فاصلہ رہجاتا ہی پس جنتیون کا کام کرتا ہو جس سے جنت مین داخل ہوجاتا ہی۔ رواہ
البخاری اور قصہ قزمان کی حدیث بخاری مین مانند اسکے مضمون آیا ہی اور آخر مین ہو کہ اعمال کا اعتبار تو خواتیم پر ہو یعنے جس عمل پر خاتمہ
ہوا اسکا اعتبار ہی اور جابرؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر نفس اسی حالت پر مبعوث ہوگا جسپر وہ دنیا مین تھا رواہ مسلم
اور بلفظ صحیح مسلم یہ ہین ہر آدمی اس حال پر مبعوث ہوگا جسپر وہ مرا ہی وقد رواہ ابن ماجہ ایضاً قال الحافظ اگر آیت سے یہ معنی مراد ہون کہ
جس طرح مقدر ہوا ہو اسی پر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہی تو ضرور ہی کہ اسمین اور قولہ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا الآیۃ مین اور حدیث
کل مولود یولد علی الفطرۃ کے مین توفیق دیجاوے اور وجہ صحیح یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انکو پیدا کیا تاکہ ثانی الحال مین کافر و مومن ہون اگرچہ
ابتدا فطرت مین سب کے سب توحید و اسلام پر مفطور ہوئے ہین جیسا کہ ان سے عہد و میثاق لے لیا تھا فانہم انہم اتخذوا الشیاطین
اولیاء من دون اللہ یعنی غیر اللہ سوائے اللہ کے ویحسبون انہم مھتدون یہ کلام تعلیل ہو انپر ضلالت ثابت ہونے کی
کہ انھون نے شیاطین کو اولیاء بنایا اور خیال کرتے ہین کہ ہم ہدایت پر ہین قال الشیخ ابن جریرؒ بعض لوگون نے زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ
کسی شخص کو فعل معصیت یا اعتقاد ضلالت پر عذاب نہین کریگا مگر جبھی کہ ٹھیک وجہ سے راہ راست کا اور اس فعل کی معصیت اور اس
اعتقاد کی ضلالت ہونے کا علم اسکو ہوا ہو پھر اسنے یہ فعل معصیت یا اعتقاد ضلالت باقی رکھا ہو اور یہ زعم ان لوگون کا غلط و خطا ہی
اسواسطے کہ اگر یہی ہوتا تو یہان فریق ہدایت مین اور فریق ضلالت مین کچھ فرق نہوتا اسواسطے کہ فریق ضلالت اپنے آپ کو ہدایت پر
سمجھتے ہین حالانکہ انکے نام و احکام سے اللہ تعالیٰ نے دونون مین فرق فرمایا ہو ف فی العرائس جب قوم نے راہ عدل و احسان
سے منہ موڑا اور گمراہون یعنے شیطانون کے پیچھے چلے تو آنحضرت صلعم کو اللہ عز وجل نے حکم دیا کہ جو باتین عدل و توحید و اخلاص وغیرہ
جناب الٰہی کے لائق ہین اور کسی اور کو انکی لیاقت نہین ہو وہ اس قوم برگشتہ کو اعلام فرمادے بقولہ قل امر ربی بالقسط اسمین اشارہ ہی

کہ قسط باطنی یہ ہے کہ سر باطن کو دیدار قدم مین حدوث سے مجرد و مقدس کرے اس صفت کے ساتھ کہ درمیان مین حظ نفس کو کچھ بھی دخل نہو کیونکہ
وہان نفس کو بھی حظ ملتا ہے کہ مشاہدہ کی حلاوت مین مشغول ہوجاتا ہے بسبب اداے عبادت کے پس نفس کے اس مزہ کے واسطے ایسا نکرے
بلکہ حظ حق پر رہے وہ یہ ہے کہ انوار عزت ازل کا سر باطن پر ظاہر ہونے کے وقت نفس کو آتش توحید مین جلادے پس صفات ازلیہ کے ساتھ
استقامت پر مستوی رہے تو نہین دیکھتا کہ کیونکر اہل شہود کو انوار جلال سے مکاشفہ دیکر انقطاع حدوث کی دعوت فرمائی بقولہ واقیموا وجوہکم
عند کل مسجد جب انوار قدرت ظاہر ہون تو دعا و تضرع کے ساتھ اغیار کو درمیان سے دور کرتے ہوے اپنے چہرون کو اور پیشانیونکو
درگاہ عزت کے سامنے خاک پر رکھو کیونکہ دعا یہی ہے کہ لقاء رب مین قلب کو تمام شوق ہو اسطرح کہ درمیان مین غیر کو دخل نہ رہے قولہ وادعوہ
مخلصین لہ الدین یعنی حدوث کی کدورت اور غیر کی طرف نظر سے صاف ہوکر توحید و دعا کرو پھر جب یہ صفات پورے ہوے تو حقائق عبودیت
پورے ہوے جنکو اللہ تعالے نے دین فرمایا ہے شیخ جنید رح نے اس آیت مین کہا کہ سر باطن کی حفاظت اور ہمت کے بلند رکھنے کا اور تمام
جہان کے عوض اللہ تعالے کو لینے پر راضی ہونے کا حکم دیا **شیخ رویم** رح نے کہا کہ اخلاص دعا یہ ہے کہ اپنے افعال سے اپنی نظر اٹھا دے
حارث محاسبی رح نے فرمایا کہ معاملہ الٰہی عزوجل کے درمیان سے مخلوق کو نکال دینا یہی اخلاص ہے۔ ابو عثمان رح نے کہا کہ ہمیشہ خالق عزوجل ہی
کی طرف نظر رہنے کے واسطے مخلوق کی طرف نظر رکھنے کو فراموش کرنا یہی اخلاص ہے بعض نے فرمایا کہ ہمیشہ مراقبہ رکھنا اور جملہ حظوظ کو فراموش
کرنا یہی اخلاص ہے **قال الاستاذ** فی قولہ واقیموا وجوہکم عند کل مسجد اسمین اشارہ یہ ہے کہ ہر حالت مین دوامی شہود ہو اور کسی وقت کوئی
لحظہ اسکو فراموش نہ کرے خواہ کچھ آوے یا جاوے مقدم ہو یا مؤخر ہو پھر جب سب کو خالص عبودیت کا حکم دیا اور واسطے تنبیہ
مخاطب کیا بعد ازانکہ سب کے سب پردۂ عدم سے موافق قضا و قدر کے شقاوت و سعادت و ہدایت و ضلالت پر نکلتے
ہین تو سب کو مشیت سابقہ پر حوالہ کیا یعنی آنکہ یہی نہین ہے کہ جو عبودیت کی طرف متوجہ ہوا وہ واصلین مین سے ہے اور جو بھاگا وہ مہجورین مین
سے ہے اسواسطے کہ طاعت و عبودیت تو درمیان مین طاری ہو گئی ہین بلکہ جسکی فطرت بندگان مقبول کی فطرت ہے وہ ہر حال مین مقبول ہے
اور جسکی فطرت مردود وہ مردود ہے چنانچہ مصرح کر دیا بقولہ کما بدأکم تعودون۔ فریقا ہدی وفریقا حق علیہم الضلالۃ سب کو دو نشان سے
موسوم کیا ایک کو یہ نشان لطف اور دوسرے کو یہ نشان قہر پس جو بر صفت لطف ہے اسکو تلوین کی گردش سے کچھ مضرت نہین اور
جو بر صفت قہر ہے اسکو ظاہری تمکین کی منفعت سے کچھ فائدہ نہین ہے پس محل امتحان سے نکلنے کے بعد اصلی فطرت پر ہونگے ایک فریق تو
انوار معرفت پر ہوگا اور ایک فریق تاریکی ضلالت پر ہوگا **قال النوری** ابو الحسن رح یعنے جو تمیز ازل مین مقدر ہوا وہ ابد مین واقع ہوگا **قال
الحسین** اعمال پر مغرور مت ہو کیونکہ وہ کبھی انجام کار سے موافق ہوتے ہین اور کبھی مخالف ہوتے ہین **قال المترجم** یہ سب اقوال
قریب قریب ہین **قال بعضہم** اسی سے اسی کی طرف عود کر گئے اپنے وجود سے انکو دیگر اشیا کی لذت سے چھڑا دیا اور اپنے علم و
معرفت کے ساتھ انکو غیر کے علم سے نکالا اور اپنے ارادۂ غالب کی معرفت سے انکو اغیار کے ارادہ سے آزاد کیا **قال الشیخ**
مجھے یہان ایک نکتہ معلوم ہوا یعنے بعض کو دیدار جمال سے پیدا کیا تو معرفت مین پڑے اور بعض کو دیدار جلال سے پیدا کیا تو وہ نکرت
مین پڑے یعنے عین قدم کے دروازہ پر جا پڑے اور وہان افہام کو قصور دامنگیر ہوتی ہے پس میدان نکرت مین پڑے رہجاتے ہین
اور بعضے نکرت النکرۃ مین رہتے ہین اور بعضے معرفۃ المعرفۃ مین رہتے ہین پھر جب اللہ تعالی نے بندون کو مساجد شہود مین اقامت وجوہ
کا حکم فرمایا تو اسکے بعد موافقت مراقبات مین زینت اور درستی و استقامت کا حکم دیا بقولہ تعالے

ع ۶

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ قُلْ مَنْ

اے اولاد آدم کی لے لو اپنی رونق ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور مت اڑاؤ اُسکو خوش نہیں آتے اُڑانے والے تو کہہ کسنے

حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً

منع کی ہے رونق اللہ کی جو پیدا کی اُسنے اپنے بندونکے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی تو کہہ وہ ہے ایمان والوں کے واسطے دنیا کی زندگی میں نری انکی ہے

يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

قیامت کے دن یون بتاتے ہیں ہم آیتیں جن لوگون کو بوجھ ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اے اولاد آدم خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ لو اپنی زینت کو یعنی ایسے لباس پاک کو جو تمہارے اتنے بدن کو ڈھکے جسکا ڈھکنا واجب ہے عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ہر مسجد سجدے کے نزدیک **قال الحافظ** اس آیت کریمہ سے وہ برا طریقہ جسپر مشرکین اعتماد کرتے تھے یعنی ننگے ہو کر طواف کرنا وہ مٹا دیا چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مشرک لوگ مرد و عورتیں سب خانہ کعبہ کا طواف ننگے بدن ادا کرتے تھے سو مرد تو دن میں اور عورتیں رات میں اور بعضی عورت طواف کرنے میں کہتی جاتی ع الیوم یبدو بعضہ او کلہ ۔۔ وما بدا منہ فلا احلہ ۔ پس اللہ تعالے نے حکم دیا کہ خذوا زینتکم عند کل مسجد ۔ رواہ مسلم والنسائی وابن جریر ۔ اور عوفی نے ابن عباس سے اس معنی کے ساتھ اسقدر زائد روایت کیا کہ زینت لباس ہے یعنی وہ کہ شرمگاہ کو ڈھکے اور سوائے اسکے بیش قیمت کپڑے و متاع پس لوگونکو حکم دیا گیا کہ ہر مسجد پاس اپنی زینت کو لیویں وہکذا قال مجاہد وعطا وابراہیم النخعی وسعید بن جبیر وقتادۃ والسدی والضحاک والزہری وغیر واحد من ائمۃ السلف فی تفسیر الآیۃ یعنی مشرکون کے ننگے طواف کرنے کی رسم کو مٹانے کے واسطے یہ حکم نازل ہوا **قال المترجم** امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرد کو ناف سے گھٹنے تک ڈھکنا واجب ہے اور گھٹنے بھی شامل ہیں اور آزادہ عورت کا تمام بدن عورت ہے باستثناء قدم و ہتھیلیوں کے اور تمام تفصیل اپنی کتب میں مذکور ہے یہاں صرف تنبیہ مقصود ہے پھر آیت کریمہ اگرچہ طواف کے بارہ میں نازل ہوئی لیکن کلام عام ہے پس حکم بھی عام لیا گیا لہذا مفسرین نے عند کل مسجد کی تفسیر میں کہا کہ طواف کے وقت اور نماز کے وقت یعنی حکم عام ہے پھر یہان یہ اشکال پیش کیا گیا کہ طواف کے وقت تو ستر ڈھکنا واجب ہوا اور نماز میں فرض ہے پھر تفریق کیونکر ہے اور شافعیہ پر یہ اشکال وارد نہیں ہوتا کیونکہ وہ وجوب و فرض میں فرق نہیں کرتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک بھی حق عمل میں دونوں یکسان ہیں لیکن پوشیدہ نہیں کہ حق حکم میں عموماً مساوات نہیں چنانچہ جسنے نماز میں ایک آیت پڑھی تو فرض ساقط ہو گیا اگرچہ وجوب قراۃ سورۂ فاتحہ و دیگر زائد کے نہ پائے جانے سے نقصان رہا جسکا اعادہ واجب ہے حالانکہ شافعیہ کے نزدیک فرض بھی ساقط نہیں ہوتا اور نماز باطل ہے بالجملہ حنفیہ پر یہان جواب لازم ہے پس جواب یون دیا گیا کہ آیت سے تو نماز میں بھی وجوب ہی ثابت تھا لیکن فرضیت بدلیل اجماع ثابت ہوئی ہے کذا قیل وفیہ نظر فان الافتراق بین الوجوب والفرض انما ہو اصطلاح لہا دشت والاجماع الذی یفید القطع ہو اجماع السلف فکیف الاجماع الاسم الا ان یقال انہ ثبت من اجماعہم بطلان الصلوۃ عند عدم الستر فدل ذلک علی الفرضیۃ لکن فی اثبات ذلک مشقۃ فلیتامل **حافظ ابن کثیر** وغیرہ نے ذکر کیا کہ زینت کا حکم جو اس آیت سے ثابت ہے اسکے معنی میں جو احادیث سے ثابت ہے وہ چند باتیں ہیں چنانچہ نماز کے واسطے تجمل مستحب ہے خصوصاً نماز جمعہ و عیدین کے واسطے اور خوشبو لگانا کیونکہ وہ زینت ہے اور مسواک کرنا اسکا تتمہ ہے اور افضل لباس سپید رنگ کا ہے اور عمدہ سرمہ اثمد کا ہے اور سرمہ بھی بغرض تجمل بہتر ہے اور سنگار کی غرض سے اگر عورتون سے تشابہ کرے تو حرام ہے **قال المترجم** ستھرائی اور سنگار میں فرق ہے پس تجمل میں وہی چیزیں ہیں جو

ستھرائی و زینت ہوں اور عورتوں کے سنگار مرد پر حرام ہیں اور ایسے ہی عورتوں پر مرد کی مشابہت حرام ہے اسکو محفوظ رکھنا چاہیئے - اور منجملہ تجمل کے کنگھی کرنا اور تیل لگانا ہے تمیم داری نے ہزار درم کو ایک چادر خریدی اسکو اوڑھکر نماز پڑھتے تھے وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا یعنی حلال کھانا جو چاہو وہ کھاؤ پیو وَلَا تُسْرِفُوْا اور اسراف مت کرو اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ اللہ تعالیٰ مسرفوں کو دوست نہیں رکھتا اور سورۂ اسراء کی آیت میں فرمایا کہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا یعنی مسرف لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اللّٰھم استغفرک فیما اسرفت وفیما اعلنت واسررت فی تفسیر الحافظ بعضے سلف رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام طب کو آدھی آیت میں جمع کر دیا یعنی کلوا واشربوا ولا تسرفوا مترجم کہتا ہے کہ جب پوری سچی بھوک پر کھاوے اور ہنوز بھوک باقی ہو کہ ہاتھ کھینچ لیوے تو انشاء اللہ تعالیٰ بیمار نہوگا اور پرہیز کرنا جسوقت لائق ہے اسوقت کھانا اسراف ہے فتامل - اور ابن عباس رضی نے کہا کہ جو تیرا جی چاہے وہ کھا اور جو تیرا جی چاہے وہ پہن جب تک کہ اسراف کرنا اور اترانا دونوں خصلتیں بد تجھسے دور رہیں - کما علقہ البخاری اور اسند ابن جریر من طریق طاؤس عنہ اللہ تعالیٰ نے کھانا و پینا حلال کیا جب تک کہ اسراف یا اترانا نہو - اسنادہ صحیح اور امام احمد نے حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً روایت کی اسمیں ہے کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ دو بدون اترانے اور بدون اسراف کرنے کے کیونکہ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے کہ اپنی نعمت کو اپنے بندہ پر دیکھے - ورواہ النسائی و ابن ماجہ اور بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے مقدام کندی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ برا نہیں بھرا - آدمی کو چند لقمہ کافی ہیں جو اسکی پشت کو استوار رکھیں پھر اگر وہ خواہ مخواہ کھاویگا تو خیر یہ کرے کہ تہائی پیٹ کھانے کے لیے اور تہائی پیٹ پانی کے واسطے اور تہائی پیٹ سانس کے واسطے رکھے رواہ احمد والنسائی والترمذی وقال فی نسخۃ حسن صحیح انس بن مالک رض سے مرفوع روایت ہے کہ یہ بھی اسراف میں سے ہے کہ ہر چیز جسکو تیرا جی چاہے اسکو تو کھاوے رواہ الدارقطنی فی الافراد وغریہ لتفرد بقیۃ قال المترجم لعلہ لقیۃ بن الولید وفیہ ضعف وقد وثق واللہ اعلم - ابن عباس رض نے کہا کہ قولہ لا یحب المسرفین یعنی کھانے پینے میں اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا - ابن جریر نے اسکی تفسیر میں کہا کہ مراد یہ ہے کہ اوتعالے نہیں دوست رکھتا مسرفوں کو یعنی ان لوگوں کو جو حرام و حلال کی حد سے تجاوز کرتے ہیں حتی کہ غلو کرکے حرام کو حلال کر لیتے ہیں یا حلال کو حرام کر لیتے ہیں بلکہ انھیں کو دوست رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حرام کیئے ہوئے کو حرام رکھیں اور حلال کیئے ہوئے کو حلال رکھیں اور کچھ تجاوز نہ کریں اور یہی وہ عدل ہے جسکا حکم فرماتا ہے قُلْ انکاراً علیہم کہدے یعنی انکار کے طریق سے کہدے مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ اور کون ہے جسنے حرام کر دیا اللہ تعالیٰ کی زینت کو جو اسنے نکالی ہے اپنے بندوں کے واسطے یعنی لباس میں سے وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ اور پاکیزہ چیزوں کو رزق میں سے حاصل آنکہ مشرکوں جاہلوں نے بہت سے حلال و طیب چیزوں کو حرام کر لیا تھا اور طواف کی حالت میں زینت لباس کو ترک کیا اور ننگے طواف کرتے تھے پس ملامت و انکار کے طور پر فرمایا کہ اوتعالے نے زینت و رزق کو بندوں کے واسطے پیدا کیا پس جب اسنے پیدا کیا اور حلال کر دیا تو پھر وہ کون شخص ہے جسنے حرام کیا ہے حاصل آنکہ کوئی نہیں حرام کر سکتا ہے اور جو حرام جانے وہ باطل و کذاب ہے قال البیضاوی اس آیت میں دلیل ہے کہ مطاعم و ملابس و انواع تجملات میں در اصل اباحت ہے پس سوائے ان مطاعم و ملابس وغیرہ کے حرام نہونگے جو کسی دلیل خاص سے حرام یا مکروہ ثابت ہوئے ہیں اور یہ بیان اصول میں بھی مقرر ہو چکا ہے - اسمیں ہمارے زمانہ کے عالموں کو رد شدید ہے کہ بلا دلیل شرعی کے

بعضی چیزونکو حلال کہتے ہین اور بعض کو حرام کر لیتے ہین اور ایسے ماسوائے کھانے پینے کے دیگر اشیا مین بھی انکو بیباکی ہی حالانکہ علما متقدمین نے تصریح کر دی
کہ عمداً تحریم وتحلیل کرنا اگر خلاف حکم اللہ تعالی ورسول اللہ صلعم ہو تو کفر ہی پس ان عالمونکو اللہ تعالی توفیق دے کہ ان باتون سے باز آوین
اور عوام کو ضرور دانہین ہی کہ ہر انکی بات کو بلا دلیل شرعی مان لین بلکہ غور کرین کہ اپنا دین کس سے لیتے ہین اور اس آیۃ کریمہ مین فکر کرکے
بعضے اہل تصوف بھی جو نفس کشی اسی مین جانتے ہین کہ اچھا کھانا نہ کھاوین اور اچھا کپڑا نہ پہنین اور مانند اسکے وہ بھی باز آوین اور نیز جو لوگ
ان چیزون کے حاصل کرنے کے واسطے اسراف کرتے ہین اور بہت سے مشتبہات بلکہ حرام طریقون سے حاصل کرتے ہین وہ بہت
ہی برا کرتے ہین اللہم اہدنا ویسر لنا وعافنا واعف عنا وانت ارحم الراحمین قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا تو کہدے کہ یہ
زینت وطیبات رزق ثابت ہی مومنون کے واسطے زندگانی دنیا مین یعنی مومنین اسکے مستحق ہین اگرچہ غیر مومن بھی ان کے شریک ہین
کذا قال المفسر خَالِصَةً نافع کی قراءۃ مین بالرفع ہی بنابر آنکہ خبر بعد خبر ہی گویا تقدیر کلام یون ہی قل ہی غیر خالصۃ للذین آمنوا فی الحیوۃ
الدنیا خالصۃ لہم يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنے قیامت مین یہ طیبات وزینت خالص یعنے مخصوص مومنون ہی کے واسطے ہین اور جمہور کی قراءۃ
مین خالصۃ بنصب ہی بنابر آنکہ حال واقع ہی اور معنی یہ ہین کہ درحالیکہ یہ طیبات وزینت خالص وبلا شرکت ثابت ہین مومنون کے لیئے
قیامت مین اور دنیا مین مومنون کے واسطے مطلقاً ثابت فرمایا اور غیر خالص نہین فرمایا تاکہ ظاہر ہو کہ اصلی استحقاق مومنون کا ہی اور کافر اگر
انکے شریک ہوئے تو تبعاً شریک ہوئے ہین۔ واضح ہو کہ زینت لباس وطیبات طعام مین ایک معنی ادار شکر وعبادت کے اور
لحاظ پاکیزگی شرعی کا معتبر ہی اور یہ ایمان پر موقوف ہی پس خالص وغیر خالص کی تفصیل کی درحقیقت ضرورت نہین کیونکہ کفار کی شرکت اس راہ
سے نہین ہی بلکہ اس معنی کر شرکت ہی کہ یہ اموال دنیاوی ومشتہیات نفس ہین جسمین مومنون کی شرکت نہین ہی کیونکہ قیامت مین مومنون کو
یہی چیزین بدون شرکت نہین حاصل ہونگی بلکہ زینت وطیبات کے مصداق کو جو نعمتہا ے جنت سے ہونگی حاصل ہونگی اور اسمین کافرون
کی شرکت نہوگی بلکہ یہان کے مانند وہان بھی بدون زینت وطہارت کے کفار کو پیپ لہو ملیگا اعوذ باللہ من سوء العاقبۃ
كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ یعنیہ نہینما مثل ذلک التفصیل جیسے ہمنے مفصل بیان کیا ایسے ہی ہم آیات کو مفصل بیان کرتے ہین لِقَوْمٍ
يَعْلَمُونَ ایسی قوم کے واسطے جو دانائی رکھتے ہین پس وہ فکر کرکے علم حاصل کرتے ہین اور اسی قوم کی خصوصیت اسواسطے کہ آیات الہی سے
انتفاع انھین کو حاصل ہوتا ہی ف فی العرائس قولہ تعالی خذوا زینتکم عند کل مسجد بندہ کی زینت وہ لباس ہی جسکا طراز تو تواضع ہی
اور تانا بانا اسکا استقامت واخلاص ہی جسکا دامن حوادث سے قطع اور اسکی آستین دونون جہان سے مقصور ہی اور جیب اسکی خشوع ہی
اور عظمت اسکا خضوع ہی اور بستنے والا منور ہونا آخرت اور شرف بحسن الثواب ہی پس تائبین کا لباس تو سوزش دل وگریہ وزاری ہی
اور پرہیزگارون کا لباس تضرع وشتاب ہی اور زاہدون کا لباس انکے چہرون پر نشان نور سجدہ ہی اور لباس عابدین انکی آنکھون سے ظہور
نور غیب ہی اور محبین کا لباس بیتابی محبت وہیجان درد ہی مشتاقون کا لباس پیاپے آنسو جاری ہونا اور ہیجان ہی عاشقین کا لباس وجد و
طلب ہین اور مستانسین یعنی حضرت اللہ تعالی سے مقام انس مین مشرف ہونیوالون کا لباس سکینت ووقار ہی اور عارفون کا لباس ہیبت
وجلال ہی اور موحدین کا لباس حیرت وفنا ہی ادنی درجہ والا عبودیت مین اور اونچے درجہ والا انوار ربوبیت مین ہی جو عبودیت کو
بجالایا اسکا لباس افعال ہین اور جو ربوبیت مین حاضر ہی یعنے از خود رفتہ ہی اسپر لباس صفات ہی اور جو فنا ہوکر قبلہ قدم کی طرف
متوجہ ہی اسکا لباس انوار ذات ہین پس احوال مین بڑا تفاوت اور لباس مین بڑا تفاوت اور بندون مین بڑا تفاوت ہی واسطے رحمہ نے

کہا کہ یا بنی آدم کا خطاب تعریض بعا رہے گویا فرمایا کہ اے اولاد نقص و عیب اسمین انکو تنبیہ کی تا کہ اپنے نفوس پر نظر والتفات نہ رکھین استاذ رح نے فرمایا کہ زینت آدمی کی یہ ہے کہ نفس سے پاک ہوکر درگاہ باری تعالے مین حاضر ہون اور اسکی چوکھٹ کو لازم پکڑین اور سردم مشاہدہ شہود حقیقت مین رہین بعض نے کہا کہ عابدون کی زینت یہ کہ آثار سجود ہون اور عارفون کی زینت انوار وجود ہین پس عابد تو بارگاہ کبریائی کے دروازہ پر بندگی کرتا ہوا اور عارف بساط احترام پر بیٹھا رہتا ہو پس بندون مین بڑا فرق ہے بعض نے کہا کہ زینت نفوس تو خدمت پر کمر اور زینت قلوب حفظ حرمت پر اور زینت ارواح یہ کہ درگاہ کبریائی مین ہیبت کے ساتھ سر جھکائے رہین بعض نے کہا کہ زبان کی زینت دوام ذکر ہوا اور قلب کی زینت صفات قدرت مین فکر ہے بعض نے کہا کہ زینت ظاہری سجود ہے اور زینت باطنی شہود ہے بعض نے کہا کہ نفوس کی زینت یہ کہ مجاہدات و ریاضات مین اخلاص وغیرہ سے اچھا معاملہ رکھین اور قلوب کی زینت یہ کہ مشاہدات سے دائمی واصل رہین پھر زینت کو جو آثار قرب مین ذکر کرنے کے بعد انکو توبیخ کی جو بلا دلیل اہل حق سے انکار کرتے ہین اور لباس تقوی و اسکے آثار سے اپنے نفوس سرکش کو محروم رکھتے ہین **قولہ** قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق خطاب پاک ہین دو باتون کا احتمال ہے ایک تو اعدا پر غضب کا اور دوسرا اولیا پر فضل و رحمت کا یعنی کس شخص کو یہ جرأت ہے کہ ایسے بندون خاص پر انکار کرے جو زینت عبادات و انوار حقائق و معارف سے آراستہ ہین۔ واضح ہو کہ یہ زینت و لباس جس سے خواص بندے آراستہ ہین وہ کسی کے امکان مین نہین ہے کہ خود حاصل کرے اسیواسطے اخرج لعبادہ سے اپنی ہی طرف اسکو مضاف کیا اور مخصوص کر دی اسکی خلعت اپنے بندون کے واسطے اور اسکے بندے وہی ہین جو اہل الحق کہلاتے ہین جنمین کوئی خیانت نہین اور کچھ شائبہ شرک و بدعت نہین ہے اور اسکو مباح کر دیا کیونکہ بدون علت و کلفت کے انکی توکل برضا و محبت پر انکو حاصل ہوا پھر واضح ہو کہ ظاہری زینت و طیبات مین کافر کا شرکت ہے اور باطنی لباس و رزق مین کسی کو شرکت نہین وہ دونون جہان مین مومنون کے واسطے مخصوص ہے وقد قال اللہ تعالیٰ قل ہی للذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ وہان ان انوار کا خلوص کے ظہور ہوگا۔ اور نیز وہ نور جلال و جمال ہے جو عارفین کے بشرے سے ظاہر ہوتا ہے اور طیبات رزق وہ ثمرات ہین جو درختان تجلی و قرب سے انکو حاصل ہوتے ہین بعض نے کہا کہ یہ زینت تو جنگلون کی مباحات ہین اور آبادیون کے جو حلال کمائی سے حاصل ہوا و طیبات رزق سے مراد وہ مال غنیمت ہے جو جہاد مین حاصل ہو شیخ ابو عمر والدمشقی نے فرمایا کہ جو معونات بندگان مخلص کو پہونچتے ہین اور جو کرامات انکو حاصل ہوتی ہین استاذ رح نے کہا کہ طیبات تو وہ ارزاق ہین جو نفوس کو اسکے افضال سے حاصل ہوتے ہین اور قلوب کو اسکی طرف اقبال سے حاصل ہوتے ہین بعض نے کہا کہ عابدون کا رزق الہام ہے اور عارفون کا ماسوائے حق کے سب کو فراموش کرنا پھر واقعی محرمات جنکو اہل جہالت حلال رکھتے ہین اور برعکس اہل معرفت کے اپنی ضلالت سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہین بیان فرمانے کا حکم دیا بقولہ تعالے

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ

تو کہہ میرے رب نے منع کیا ہے سو بیحیائی کے کام جو کھلے ہین انمین اور جو چھپے اور گناہ اور زیادتی ناحق کی اور یہ کہ شریک کرو اللہ کا جسکی اسنے سند نہین اتاری

بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور یہ کہ جھوٹھ بولو اللہ پر جو تم کو معلوم نہین

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ فواحش جمع فاحشہ اور وہ کبیرہ گناہ ہین مانند زنا کے یعنی جنپر عذاب دوزخ کی وعید ہوا وہ

اسمین ننگے طواف کرنا بھی داخل ہی جو مشرکین کرتے تھے اور بعض مفسرین نے جملہ حرام گناہون کو شامل لیا بسبب کلمہ انما کے جو مفید
حصر ہی اور علی ہذا اجنبی عورت پر بد نظر کرنا بھی حرام ہی فافہم مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ای جہرًا وسرًا یعنے علانیہ ظاہر و کھلے ہوئے
پوشیدہ ہر حالت مین حرام کیا ہی پس مشرکین جو پوشیدہ زنا کو عیب نہین جانتے تھے انکی جہالت تھی بلکہ فواحش خواہ علانیہ ہون یا پوشیدہ
ہون سب طرح انکو اللہ تعالےٰ نے حرام فرمایا۔ پھر فواحش پر عطف کیا وَالْاِثْمَ یعنے حرام کیا اثم کو وہ معصیت ہی **قال البیضاوی**
یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہی یعنے فواحش بھی معصیت ہین پس فواحش اور جملہ گناہ کو حرام کیا اور بعض نے کہا کہ اثم سے مراد شراب پینا اور یہ
ضعیف ہی اسیواسطے بعض نے کہا کہ فواحش سے وہ محرمات معاصی مراد ہین جو فروج و شرمگاہ سے متعلق ہین اور اثم سے تعمیم کردی یا ماسوائے
اسکے مراد ہین وَالْبَغْیَ علی الناس۔ یعنے ایسے گناہ جو کرنے والے ہی تک نہ رہین بلکہ انکا ضرر غیرون پر متعدی ہو پس چور کا ہاتھ کاٹنا و زناکار
کو درّے مارنا وغیرہ اگرچہ ایسا فعل ہی کہ اسکا ضرر دوسرے پر متعلق ہی لیکن اسکو خارج فرمایا بقولہ بِغَیْرِ الْحَقِّ یعنے دوسرے پر متعدی
ناحق ہوا ور وہ ظلم ہی پس اول مین تو اُن افعال بد سے ممانعت ہوئی جنمین دوسرون پر تعدی کا قصد نہو اور بغی بغیر الحق سے ہر ایسے فعل
سے ممانعت ہی جسمین ناحق دوسرے پر تعدی مقصود ہو اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے تکبر ہی۔ پھر ایسے ظلم سے ممانعت کی جو اپنے اور
غیرون کے اوپر نہایت ناحق ظلم اور سب سے پلید و بدتر ہی یعنے وَاَنْ تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا ای ما لم ینزل باشراکہ
الہ حجۃ یعنے اور حرام کیا یہ کہ شرک کرو تم اللہ تعالےٰ کے ساتھ وہ چیز کہ نہین اتاری اللہ تعالےٰ نے اس چیز کو اپنے ساتھ شریک
ہونے کی کوئی حجت **قال البیضاوی** اسمین مشرکون پر تہکم ہی اور آیت مین تنبیہ ہی کہ جس بات پر کوئی دلیل شرعی قائم نہو اسکا
اتباع نہ چاہئیے پھر ان تشرکوا پر عطف کیا وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنے اور حرام کیا یہ کہ کہو تم اللہ تعالےٰ پر وہ بات
جو تم نہین جانتے ہو پس جو اللہ تعالیٰ نے حرام نہین کیا اسکو مشرکون کیطرح بیان کرنا کہ اللہ تعالےٰ نے حرام کیا ہی یا جو حلال نہین کیا اسکو
حلال بیان کرنا کہ اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہی یہ سب حرام و کفر ہی اور ایسیہی صفات الٰہی مین الحاد کرنا و دیگر امور جنکے واسطے کوئی شرعی دلیل
نہین ہی اسی حکم مین ہین ف قولہ قل انما حرم ربی الفواحش فحش ظاہری وہ ہی جو آدمی کو خالص عبادت سے مشغول کرے اور باطنی
فحش وہ ہی جو قلب کو ایسا وسواس پہونچے جو اسکو مشاہدہ حق کے درمیان پردہ ہو جاوے اور نیز ظاہری فحش جو افعال معروف ہین
اور باطنی وہ ہین جو ان افعال کی حلاوت نفس مین باقی رہے وہ بھی شامل ہی قولہ والاثم والبغی پس اثم مین اللہ تعالےٰ کے نیک بندون سے انکار کھلے
طور پر داخل ہی اور بغی وہ ہی جو باطن مین انسے حسد ہو شامل ہی قولہ وان تشرکوا باللہ الخ او تعالیٰ اپنے جلال و علو کبریائی مین اس شان پر ہی
کہ الوہیت مین اسکا کوئی شریک بنانا بالکل محال ہی اور درمیان مین کسی غیر کا وجود نہین ہی پھر جو لوگ علوم لدنی کے مدعی ہین انکے منھ مین خاک جھونکی
ہی قال تعالیٰ و ان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون **سہل** رح نے کہا کہ جسنے کلام کیا اللہ تعالیٰ کی طرف بدون اجازت کے بغیر طریقہ حرمت و ادب کے
تو اسنے اپنا پردہ پھاڑا اور حد سے تجاوز کیا اور اللہ تعالےٰ نے اس کلام سے تحذیر فرمائی **ابو عثمان** رح نے **قولہ** انما حرم ربی الفواحش مین
کہا کہ جو طاعت تو النہی ادا کرے کہ مقصود اسمین کوئی غیر ہو خواہ آدمی یا کوئی اور چیز تو یہ فواحش مین سے ہی **قال المترجم** یہ پسندیدہ قول ہی
اسواسطے کہ وہ ریا ہی اور ریا شرک ہی جو افحش الفواحش مین ہی بعض نے کہا کہ فواحش مین سے جو ظاہر ہین از انجملہ جھوٹ بولنا اور غیبت
کرنا اور جو باطن ہین جو پوشیدہ ہین از انجملہ غلول او رکھوٹ اور حقد و حسد ہی استاد رح نے کہا کہ ظاہر مین سے ذلت و گناہ حرام ہی
اور باطن مین سے غفلت ہی اور بعض نے کہا کہ سب سے یہ بات بھی گناہ ہی کہ محبوب سے صادر ہو **قال المترجم** پھر اللہ تعالیٰ

نے شرک وکبیرہ گناہ واوتعالیٰ پرافترا باندھنے والونکو سخت تہدید فرمائی

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○

اور ہر فرقہ کا ایک وعدہ ہی پھر جب پہونچا اُن کا وعدہ نہ دیر کرینگے ایک گھڑی اور نہ جلدی

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اور واسطے ہر امت کے اَجَلٌ مدت ہی یعنی وقت معین ومحدود ہی جسمین اُنپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہوتا ہی پس یہ اہل مکہ کو تہدید ہی حاصل آنکہ اس مدت مہلت مین فواحش وافترا بجناب باری تعالیٰ سے باز رہکر اپنے آپ کو صالح کرین - یا یعنی یہ کہ اس مدت پر انکو موت دیجاتی ہی اور احتمال ہی کہ آیت دونون معنی کو شامل ہو اور عام ہو فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ یعنی پھر جب ہر امت کی اجل مقدر آگئی تو اُنپر عذاب یا جو مقدر ہی طاری ہوجاتا ہی بعض نے کہا کہ اجل سے مراد وقت نزول عذاب ہی بعض نے کہا کہ زندگی وعمر کی مدت مراد ہی وعلیٰ ہذا ہر ایک کے واسطے ایک وقت مقرر ہوگا جسمین تقدیم وتاخیر نہین نافع ہی اور اجل کا اطلاق عمر کی تمام مدت پر بھی آتا ہی اور اخیر جزو پر بھی ہوتا ہی جسمین موت نے حلول کیا لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً نہین تاخیر دیے جاتے ہین ایک ساعت وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہین تقدیم دیے جاتے ہین پس یستاخرون ویستقدمون بمعنی لایتاخرون ولایتقدمون ہوگا اور ساعت سے خاص کر ایک ساعت بالخصوص مراد نہین ہی بلکہ عرف مین نہایت کمتر وقت پر بولا جاتا ہی پس مراد نفی تاخیر وتقدیم ہی - اور بیضاوی نے کہا کہ باب استفعال اپنے معنی پر ہوسکتا ہی یعنے نہ طلب کرینگے تاخر وتقدم کو بسبب شدت ہول کے **قال المترجم** اس تقدیر پر ساعت بالکل غیر مربوط ہوا جاتا ہی کما لا یخفی - جمہور نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ ہر میت اپنی اجل مقدر پر مرتی ہی اگرچہ قتل ہو یا گر کر مرے - اور اسی کے مانند ہی قولہ تعالیٰ ما یسبق من امۃ اجلہا وما یستاخرون - اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ لوگ بڑے احمق ہین کہ یون کہا کرتے ہین کہ اے میرے پروردگار اسکی عمر مین درازی دیدے حالانکہ اوتعالیٰ فرماتا ہی کہ فاذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ الآیۃ - اور سعید ابن المسیبؒ سے روایت ہی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخم کاری سے زخمی ہوئے تو کعبؒ احبار نے کہا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے تو انکی موت مین تاخیر کیجاتی تو کعب سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہی کہ فاذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ الآیۃ تو کعب نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب الآیۃ واضح ہو کہ قولہ ولا یستقدمون مین بعض نے کہا کہ یہ اخبار ہی کہ لوگ اپنی موت مقدر سے پہلے نہین مرسکتے ہین بلکہ اس مدت کا پورا کرنا ضرور ہی جیسے کہ انکو ذرہ برابر بھی تاخیر نہین حاصل ہوتی ہی پس یہ جملہ مستانفہ ہوگا اور واحدی وغیرہ نے کہا کہ لا یستاخرون پر عطف ہی اور یہی ظاہر قول شیخ مفسر ودیگر مفسرین کا ہی اور تفتازانی رحمہ و کرخیؒ نے جملہ مستانفہ ہونا اختیار کیا ہی اور بعض نے کہا کہ یہ بمنزلہ مثل کے ہی اس مجموع کلام سے یہی مقصود ہی کہ وقت مقرر ہوچکا اسمین تغیر وتبدل نہوگا **ف** واضح ہو کہ اہل علم نے اس مسئلہ مین طول کلام کیا اسکو بعض متاخرین نے جمع کیا اور بعض معاصرین نے درج کیا جسکی تلخیص مین ترجمہ کرتا ہون کہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ موت کے وقت مقدر مین تقدیم وتاخیر نہین ہوتی ہی اور اسی کے مانند ہی قولہ وما یسبق من امۃ اجلہا الآیۃ - اور ایسا ہی قولہ ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر الآیۃ اور قولہ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا الآیۃ اور قولہ ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلہا الآیۃ - پس ان آیات سے تو تعیین وتقدیر وقت کہ اس سے تقدیم وتاخیر نہین ہوسکتی ہی ثابت ہوتا ہی اور ظاہر مین وہم ہوتا ہی کہ یہ معارض ہی قولہ تعالیٰ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب اور قولہ وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب الآیۃ اور قولہ ثم قضی اجلا واجل مسمی عندہ الآیۃ پس جمہور کا مذہب یہ ہی کہ عمر زیادہ

وکم نہین ہوتی ہو اور انھون نے ان آیات متقدمہ سے استدلال کیا ہو اور نیز احادیث صحیحہ سے استدلال کیا ہو مانند حدیث ابن مسعود رضہ کے تم مین سے ہر ایک کی خلقت چالیس روز مین مجتمع ہوتی ہو پھر وہ علقہ ہوتا ہے پھر مضغہ ہوتا ہے اسیقدر دنون مین پھر اللہ تعالے ایک فرشتہ بھیجتا ہو اور چار باتون کا حکم دیا جاتا ہو کہ اسکا رزق و عمل اور اجل اور شقی ہو یا سعید لکھدے اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ مین ہو اور اسی معنی مین اور احادیث صحیحہ آئی ہین اور جمہور نے قولہ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت کے معنی مین یہ تاویل کی ہو کہ جو شرائع و فرائض چاہتا ہو منسوخ فرماتا ہو اور جو چاہتا ہو ثابت رکھتا ہو اور اسکو منسوخ نہین کرتا اور جملہ ناسخ و منسوخ اسکے نزدیک ام الکتاب مین موجود ہین **قال المؤلف** پوشیدہ نہین کہ یہ تخصیص عموم آیت کی بلا مخصص ہو **وقال المترجم** وجہ تخصیص تو آیات واحادیث متقدمہ سے ظاہر ہو ثم قال اور نیز کہا جائیگا کہ قلم قدرت تو قیامت تک واقع ہونے کو لکھ چکا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا ہو اور اسی مین سے نسخ شرائع و فرائض ہو پس یہ بھی مثل عمر کے ہین پس جب انمین محو و اثبات جائز ہو تو عمر مین بھی جائز ہوگا **قال المترجم** یہ مؤلف مذکور کا سہو ہو اسواسطے کہ جمہور کا منشا یہ ہو کہ قلم قدرت نے جو امر قیامت تک کیواسطے لکھدیا وہ ام الکتاب مین موجود ہو پس محو و اثبات یعنی حدوث امر جدید نہین ہو بلکہ حدوث تعلقات ہو چنانچہ صریح انھون نے کہدیا کہ ناسخ و منسوخ ہر دو ام الکتاب مین موجود ہین پس یہ سمجھنا کہ فرائض و شرائع مین حدوث امر جدید ہوتا ہو یہ غلط فہمی ہو اور علی ہذا عمر مین بھی جو سوانح و وقائع ہین سب بجاے خود موجود ہین اور نسخ اسمین جاری ہونے کے کوئی معنی نہین حاصل آنکہ فرائض و شرائع مین محو و اثبات موافق قلم قدرت کے جو قدیم سے جاری ہوا ہو اب اُسکا تعلق ظاہر ہوتا ہو نہ آنکہ محو و اثبات وقتاً فوقتاً جدید پیدا ہوتا ہو فافہم ثم قال اور بعض نے جواب دیا کہ آیت مین محو و اثبات سے جو ملائکہ حفظہ کے دفتر مین ہو ماسواے حسنہ و سیئہ کے اسکا محو و اثبات مراد ہو کیونکہ حفظہ تو سب کچھ لکھ لیتے ہین جو آدمی سے واقع ہو **قال المترجم** یہ تاویل کوئی بات ہو اگرچہ اسپر مؤلف مذکور کا اعتراض اول وارد نہین ہوتا جیسا کہ مین جواب دے چکا ہون ثم قال اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے جو چاہتا ہو بخشتا ہو اور جو چاہتا ہو چھوڑتا ہو قلت وہو خلاف الظاہر وکذا ما قال بعضہم ان المعنی یمحو ما یشاء من القرون کقولہ الم یروا کم اہلکنا من قبلہم من القرون وقال تعالے ثم انشانا من بعدہم قرنا آخرین فیمحو قرنا و یثبت آخر او بعض نے کہا کہ وہ ایسے شخص کے حق مین ہو جو طاعت الٰہی بجا لاتا تھا پھر گناہ کرنے لگا پھر توبہ کی تو جو کچھ اسکے دفتر گناہ سے چاہتا محو کرتا ہو اور جو دفتر نیکی سے چاہتا باقی رکھتا ہو اور بعض نے کہا کہ جو دنیا سے چاہتا محو کرتا ہو اور آخرت کو باقی رکھتا ہو اور مانند اسکے دیگر اقوال تاویلی ہین وقال المؤلف یہ سب مجرد دعوی ہین اپنر دلیل قائم نہین ہو اور اسمین شک نہین کہ محو و اثبات کی آیت عام ہو جسکو اللہ تعالی چاہے محو کرے اور جو چاہے ثبت کرے پس تخصیص بدون مخصص کے نہین ہو سکتی ہو **وقال المترجم** مشیت الٰہی یعنی داخل تحت قدرت ہونے مین کلام نہین ہو ولیکن جب موت کیواسطے وقت مقدر ثابت ہو تو باہم انکا تعارض دفع کرنا ضرور محتاج تاویل ہو پس تاویل کی کچھ تخصیص نہین الا بعض احوال مین بعض امور سے تخصیص تاویل محتاج استناد ہو فتامل اور قولہ وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب اسمین یہ تاویل مذکور ہو کہ معمر سے طویل العمر مراد ہو اور ناقص سے قصیر العمر مراد ہو۔ اسپر اعتراض کیا گیا کہ لا ینقص من عمرہ کی ضمیر معمر کی طرف راجع ہو اور معنی یہ ہوے کہ نہین ناقص ہوتی عمر اس معمر مین سے الا آنکہ وہ کتاب مین مقدر ہو پس یہ ظاہر معنی کلام ہین اور جو تاویل مذکور ہوئی وہ بنا بر آنکہ ضمیر راجع بمرجع غیر مذکور کر اور یہ خلاف ظاہر ہو اور بعض نے کہا کہ ما یعمر من معمر سے عمر آئندہ مراد ہو اور لا ینقص من عمرہ سے عمر گذشتہ مراد ہو اور یہ بھی خلاف ظاہر ہو کیونکہ یہ نقص از عمر نہین ہو جو مقابل زیادت ہو اور بعض نے کہا کہ معمر وہ کہ سن ہرم کو پہونچا اور لا ینقص سے دوسرے شخص کی عمر

جو اس سن سے کم رہا ہو مراد ہو اور بعض نے کہا کہ معمر وہ کہ ساٹھ برس تک پہونچا اور ناقص سے جو اس سے کم مین مرگیا اور بعض دیگر اقوال
تاویل مذکور ہین جنکی صحت مین تامل ہو اور ایک جماعت اہل علم نے کہا کہ عمر گھٹتی بڑھتی ہو اور استدلال انکا آیات متقدمہ سے ہو کیونکہ محو و اثبات
عام ہین جو عمر و رزق وغیرہ سب کو عموماً شامل ہین اور سعادت و شقاوت کو بھی شامل ہین اور ایک جماعت صحابہ و تابعین اتباع صالحین
سے ثابت ہوا کہ وے اپنی دعا مین کہا کرتے کہ اللھم ان کنت کتبتنی فی اہل السعادۃ فاثبتنی منھم وان کنت کتبتنی من اہل الشقاوۃ فامحنی
عنھم واثبتنی فی اہل السعادۃ یعنی اے پروردگار تعالےٰ اگر تو نے مجھ بندے کو اہل سعادت مین لکھا تو انھین مین ثابت فرما اور اگر تو نے
مجھکو اہل شقاوت مین لکھا تو مجھکو انمین سے محو فرما دے اور اہل سعادت مین لکھدے اور جو لوگ کہ کمی بیشی عمر کے تابع ہین وہ اپنے
قول کے واسطے آیات مثبت کی تاویل مین کوئی ایسی بات نہین لائے جو عموم کے واسطے مخصص ہو اور آیت محو و اثبات دلالت کرتی ہو
کہ عمر مین کمی بیشی ہوسکتی ہو اور ایسے ہی قولہ تعالیٰ وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب بھی اسی معنی پر دلیل ہو اور ایسے ہی قولہ تعالےٰ
ثم قضی اجلا واجل مسمی عندہ بھی دلالت کرتا ہو کہ آدمی کے واسطے دو اجل ہین انمین سے جسکو اللہ تعالےٰ نے چاہتا ہو زائد کو یا ناقص کو آدمی
کے واسطے حکم فرماتا ہو اور اسی پر دلالت کرتا ہو جو صحیحین وغیرہ مین ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنھم سے مروی ہو کہ صلہ رحم بڑھاتا ہو عمر مین
اور صحیحین مین ہو کہ من احب ان یبسط لہ فی رزقہ وان ینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ اور ایک روایت مین ہو من احب ان یمد اللہ فی عمرہ واجلہ
ویبسط فی رزقہ فلیتق اللہ ولیصل رحمہ۔ اور ایک روایت مین ہو صلۃ الرحم وحسن الخلق وحسن الجوار یعمرن الدیار ویزدن فی الاعمار۔ و نیز کتاب مجید
مین بندون کو دعا کرنے کا حکم وارد ہوا ہو چنانچہ فرمایا ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔ اور قولہ
امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء اور قولہ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ اور قولہ
واسئلوا اللہ من فضلہ۔ اور جن احادیث مین دعا کا حکم آیا ہو وہ کثرت سے متواتر ہین اور انمین آیا ہو کہ دعا دفع بلا ہو اور بعض مین ہو کہ دفع
قضا ہو اور صحیح مین آنحضرت صلعم سے ثابت ہوا کہ آپ نے فرمایا اللھم انی اعوذ بک من سوء القضاء ودرک الشقاء وجھد البلاء وشماتۃ الاعداء
اور حدیث قنوت الوتر مین ہو۔ وقنی شر ما قضیت پس اگر دعا کچھ بھی مفید نہوتی تو اسقدر تاکید شدید سے فائدہ نہوتا اور نیز صدقہ کے
بارہ مین ہو کہ دفع البلاء ہو اور نیز دوا کے واسطے بھی حکم ہو پس محو و اثبات اپنے ظاہر پر ثابت ہو پھر اگر کہا جاوے کہ جن آیات مین
ثبوت ہوا کہ اجل مین تقدم و تاخر نہین ہوتا انکو کس تاویل پر محمول کیا جایگا تو جواب یہ ہو کہ انمین کوئی تاویل نہین بلکہ نفس آیات سے
جو معنی ظاہر ہین جیسا کہ بعض سلف نے اسپر تنبیہ کی اور خلف مین سے بعض نے بیان کیا ہو وہی لیے جاوین یعنے مختص اس اجل
سے جو آجاوے پس موت جب آگئی تو اسوقت موخر و مقدم نہین ہوتی اور خود مؤید ہو کہ آیت مین اسکی تقیید موجود ہو چنانچہ فرمایا
اذا جاء اجلھم۔ اور نیز فرمایا ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا۔ اور نیز فرمایا ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر پس جملہ آیات مین اتفاق و
اجتماع اس طرح ممکن ہو کہ اجل جب آگئی تب مقدم و موخر نہین ہوتی ہو اگرچہ اس حالت کے سواے مین تقدیم و تاخیر روا ہو خواہ
دعا سے یا صلہ رحم سے یا کسی فعل خیر سے جیسے کہ تقدیم بوجہ عمل بد کے ممکن ہو اگر کہا جاوے کہ قولہ تعالےٰ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ
لنا اور مانند اسکے دیگر آیات مین ثابت ہو کہ امر مقدر ہو جواب یہ ہو کہ یہان بھی اتفاق و جمع ہو پس یہ محمول ہو عدم تسبیب از بندہ
باسباب خیر یا و رد دیگر محمول ہین تسبیب از بندہ باسباب خیر پر قال المترجم الیا ہی مؤلف مذکور نے طول کے ساتھ نقل کیا اور
مترجم کے نزدیک مؤلف مذکور نے ایک طول بحث متوحش کو صرف بحث لفظی پر مبنی کیا اسواسطے کہ افعال خیر و شر بھی بندہ کی

خلقت سے نہین ہین اور وقوع موافق تقدیر الٰہی ہوا ورخود مؤلف مذکور نے آگے نقل کیا کہ اگر کہا جاوے کہ دلائل کتاب وسنت سے صحیح تقرر ہوا کہ تمام افعال الٰہی سب ازلی ہین اور وہ ہر شئ مین سابق ہو چکے ہین اور یہ صحیح نہین کہ اسکے علم کے خلاف واقع ہو ورنہ جہل لازم آویگا اور یہ قطعًا وبالاجماع جائز نہین ہی تو جواب یہ ہی کہ ہان بے شک اسکا علم ازلی وسابق ہی اور ہر چیز کو واقع ہونیسے پہلے اللہ تعالے جانتا ہی اور تمام اہل الحق کے درمیان اس بات مین کچھ خلاف نہین ہی لیکن یہان صرف ابطال ایسی قوم کا ہی جنھون نے غلو کرکے دعا وصلہ رحم وتقوی وغیرہ اعمال خیر کے فوائد کو باطل سمجھا ہی حالانکہ جسنے اپنے علم ازلی وسابق تقدیر کا ظہور وابستہ کیا اسی نے اُن اعمال وافعال خیر کے بجالانے کا حکم دیا ہی **قال المترجم** اصل بحث تو اجل کے بیان مین تھی اور مؤلف مذکور نے کسی رسالہ سے نقل کیا اور بحث سے خروج ہوا بالجملہ جن لوگون نے یہ زعم کیا کہ بندہ محض مجبور ہی وہ گمراہی وضلالت مین پڑ گئے جیسے وہ لوگ گمراہ ہین جنھون نے بندہ کو قادر مختار خیال کیا ہی بلکہ واقعی تحقیق ہی کہ جو فوائد دعا وغیرہ کے حدیث وآیات سے ثابت ہین وہ برحق ہین اور یہ بہت بڑی جہالت ہی کہ آدمی کھیتی نہ کرے اور پیداوار کی ہوس کرے اور **مترجم** نے قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیۃ کی تفسیر مین تھوڑا سا اسکا بیان کر دیا ہی اور مؤلف مذکور نے یہان بہت اطناب کیا ہی اور مفید باتین لایا ہی **مترجم** کو زیادہ گنجائش نہین اسواسطے ترک کرتا ہی اور قدر مذکور مین کفایت ہے واللہ ولی التوفیق والہدایۃ ۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اے اولاد آدم کی کبھی پہونچین تم پاس رسول تم مین کے سناوین تمکو آیتین میری تو جسنے خطرہ کیا اور سنوار پکڑی نہ ڈر ہی اُنپر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور نہ وہ غم کھاوین اور جنھون نے جھوٹھ جانین آیتین ہماری اور تکبر کیا انکی طرف سے وہ ہین دوزخ کے لوگ اُسمین رہ پڑے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا در اصل اِنْ مَا تھا ۔ اِن شرطیہ اور ما زائدہ ہی يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ یہ جملہ شرط ہی جسپر حرف ان شرطیہ داخل ہی اور وہ حرف شک کا ہوتا ہی پس حرف شک کے ساتھ اسواسطے ذکر کیا کہ متنبہ ہون کہ رسولون آنا امر جائز ہی واجب نہین ہی جیسا کہ اہل تعلیم نے گمان کیا کذا قال البیضاوی اور بعض نے کہا کہ اہل تعلیم ایک قوم ہی روافض مین سے فافہم قال البیضاوی ان شرطیہ کے ساتھ ما زائدہ بغرض تاکید معنی شرط کے ملا یا گیا اسیواسطے فعل کو مؤکد بنون تاکید فرمایا اور جزا اسکی جملہ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ یعنے سو جسنے تقوی کیا شرک سے اور درست کیئے اپنے اعمال یعنے رسولون کے حکم کے موافق اعتقاد وعمل کو درست کیا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنے آخرت مین انپر کچھ خوف واندوہ نہین ہی وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ استکبار بمعنی تکبر ہی اور استکبروا عنہا یعنی آیات سے تکبر کیا پس ایمان نہ لائے **بیضاوی**رح نے کہا کہ حاصل معنی آیت کے یہ ہین کہ تم مین سے جسنے شرک سے تقوی کیا اور اپنے اعمال درست کیئے تو اسکے واسطے یہ جزا ہے خیر ہی اور تم مین سے جسنے ہماری آیات کو جھٹلایا اُسپر یہ عذاب شدید ہی اور اول کی خبر پر داخل کی یعنی فلا خوف بالفاء فرمایا اور دوسرے کی خبر پر نہین داخل کی تو اسوجہ سے کہ وعدہ خیر مین مبالغہ فرمایا اسواسطے کہ فا لزوم پر دلالت کرتی ہی پس وعدہ مین مبالغہ ظاہر ہوا اور وعید مین مسامحہ فافہم **فی العرائس** قولہ فمن اتقی واصلح ۔ یعنے اللہ تعالے کی دید اعظمت وجلال مین وہ غیر اللہ کی طرف نظر رکھنے سے پاک ومقدس رہا اور جو آسکے واللہ تعالے کے درمیان معاملہ ہی اسکو اصلاح پر رکھا حتی کہ کوئی سانس بدون شوق

الٰہی وبلاحظۂ جمال وجلال کی نہین نکلی کیونکہ بندہ کی جو سانس بغیر ان اوصاف سکے نکلتی ہو وہ فاسد ہی اور بندہ پر اسکی اصلاح کرنا مراقبہ ورعایت سے واجب ہی پس جوان اوصاف سکے ساتھ رہا اسپر نفس کے جنایات وجرم سے کچھ باقی نہین رہا پس اسکو مقامات سے محروم ہونے کا خوف نہوگا اور مشاہدہ سے محجوب ہونے کا غم واندوہ نہوگا۔ کما قال تعالےٰ فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون اور بعض نے کہا کہ تقوی اسطرح پر کہ ظاہر مین تو ایسے کھانے پینے سے بچا جسمین شبہہ ہو اور ٹھیک ٹھیک اسکے حلال ہونے کا یقین نہین ہو اور باطن کو اسطرح درست کیا کہ ہمیشہ باطن مین اللہ تعالےٰ کا مراقبہ رکھا اور خیالات فاسد وخطرات شیطانی کو دخل نہین دیا **قال المترجم** اسمین اشارہ ہی تقوی کو کسی خاص چیز سے مقید نکیا کیونکہ تقوی کے مختلف مراتب مختلف درجہ پر ہین اور ہر ایک کے واسطے عدم حزن بھی مختلف ہو اور کچھ آخرت کی خصوصیت نہین فافہم

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ

پھر اُس سے ظالم کون جو جوٹھ باندھے اللہ پر یا جھٹلادے اُسکے حکم کو وہ لوگ پاوینگے جو اُنکا حصہ لکھا کتاب مین

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا

یہانتک کہ جب پہونچے اُن پاس بھیجے ہمارے جان لینے کو بولے کیا ہوئے جنکو تم پکارتے تھے سوائے اللہ کے بولے ہمسے گم ہوئے

وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ○ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

اور قائل ہوئے اپنی جان پر کہ وہ تھے منکر فرمایا داخل ہو ساتھ اور امتون کے جو تمسے پہلے ہو چکے ہین جن اور انسان

فِى النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ

آگ مین جہان داخل ہوئی ایک امت لعنت کرینگے دوسریکو جبتک گر چکے اسمین سارے کہا پچھلون نے پہلون کو

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ

اے رب ہمارے انھین نے گمراہ کیا انکو سو تو دے دونا عذاب آگ کا فرمایا دونونکو دونا ہو پر تم نہین جانتے اور کہا پہلون نے

لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ○

پچھلونکو سو کچھ نہوئی تمکو ہمپر زیادتی اب چکھو عذاب بدلہ اپنی کمائی کا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ کون زیادہ بڑھکر ظالم ہو یعنے کوئی بھی زیادہ ظالم نہین مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا تاکید لان الافترا لایکون الا کذبا یعنے کذبا فقط تاکید افترا ہی کیونکہ افترا تو کذب ہی ہوتا ہی اسکا حاصل اپنی جان پر ظلم کرنیوالا بڑھکر نہین ہی اس شخص سے جسنے افترا باندھا اللہ تعالےٰ پر جھوٹ یعنی اللہ تعالےٰ کا کسی کو شریک قرار دیا خواہ زبان سے یا فعل سے یا اعتقاد سے یا کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے فرزند ہی خواہ بیٹا یا بیٹیان یا کہا کہ فواحش بجا لانے کا ہمکو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہی یا جملہ اس سے بڑھکر کوئی ظالم نہین جسنے اللہ تعالےٰ خالق رزاق منعم کبیر متعال جل جلالہ پر افترا باندھا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یا جھٹلایا اللہ تعالےٰ کی آیات کو یعنی قرآن مجید کو اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ ایسے لوگون کو پہونچ جائیگا نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ای حظہم مما کتب لہم فی اللوح المحفوظ من الرزق والاجل وغیر ذلک۔ انکا حصہ اس چیز سے جو لکھا گیا ہے انکے واسطے لوح محفوظ مین موافق مشیت الٰہی کے رزق واجل وغیرہ ایسا ہی محمد بن کعب القرظی وربیع بن انس وعبد الرحمن بن زید نے تفسیر فرمایا اور مجاہد نے کہا کہ جو انکو بھلائی برائی کا وعدہ دیا گیا ہے

وہ پہونچیگا اور یہی قتادہؒ و ضحاک و بہتون کا قول ہی اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا ہی اور حافظ **ابن کثیرؒ** نے کہا کہ قول بحسب المعنے قوی ہی اور سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہی یعنی قولہ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یہانتک کہ جب آجاوینگے انکے پاس ہمارے رسول یعنی ملائکۃ الموت کہ یَتَوَفَّوْنَهُمْ انکو وفات دینگے تو قَالُوْۤا ملائکہ کہینگے ان منکرون مفترین سے ذلیل کرنیکو کہ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ تعبدون مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وہ کہان ہین جنکی تم عبادت کرتے تھے سوا ے اللہ تعالیٰ کے قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا مفتری جواب دینگے کہ ہماری نظر سے غائب ہو گئے ہمکو اب نہین سوجھتے ہین یعنی ہمکو اب کچھ انکے نفع و مدد کی امید نہین رہی کرخیؒ نے کہا کہ جواب بحسب المعنی ہی کیونکہ سوال تھا کہ اینما کنتم وہ کون جگہ ہین تو ظاہر جواب یہ تھا کہ وہ فلان جگہ ہین اور حق یہ ہی کہ سوال و جواب یکسان ہین کیونکہ سوال مین انکے باطل معبودون کا ٹھکانا پوچھنا مقصود نہین ہی بلکہ یہی مقصود ہی کہ وہ تمہارے جھوٹے معبود کہان چلے گئے اب اس وقت مین تمہارے آڑے نہین آتے تو انھون نے جواب دیا کہ ہمسے تو گم ہو گئے اب ہمکو انکے نفع کی کچھ امید نہین ہی یعنے یقین لا دینگے کہ ہمنے غلطی کی اسیواسطے فرمایا وَشَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ یعنے موت کے وقت اپنے اوپر یہ گواہی دینگے کہ ہم ضرور کافر تھے قَالَ یعنے اللہ تعالیٰ یا اسکے حکم سے کوئی فرشتہ یا دوزخ کا خازن فرشتہ ان لوگون سے قیامت کے روز کہیگا اور ماضی کا صیغہ اسواسطے کہ یہ قطعی الوقوع ہی پس گویا کہ اسکا وقوع ہوا ہی اُدْخُلُوْا فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ یعنے حکم ہوگا کہ داخل ہو تم بھی جملہ امتون کے ساتھ مین جو تمسے پہلے جن و انس کے گزرے ہین آگ مین قولہ فی النار متعلق ادخلوا ہی یعنے نار مین داخل ہو اور قولہ فی امم یعنی فی جملۃ امم اور قد خلت جملہ صفت امم ہی اور خلت یعنی مضت یعنی ایسی امتون مین شامل ہو جو تم سے پہلے کافر و مشرک گزر چکے ہین اور من الجن والانس بیان امم ہی یعنے وہ امتین جنون و انسانون مین سے ہین یہ حکم تہدید اہل مکہ کو ہی اسیواسطے آیت اولی مین قولہ رسل منکم سے بعض نے آنحضرت صلعم کو مراد لیا اور لفظ جمع کو تشریف و تکریم پر یا جامع و خاتم رسالت و مصدق جملہ رسل ہونے سے بلفظ جمع بار ہونے پر محمول کیا كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ہر بار جب داخل ہوئی کوئی امت دوزخ مین لعنت کریگی اپنی پہلی کو یعنے اُس دوزخی امت کو جو اس سے پہلے گزری ہی کیونکہ اسی پیروی و اقتدا کرنے کی وجہ سے پچھلی خراب و دوزخی ہوئی حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا ادارکوا اصلہ تدارکوا یعنی تدارکوا اور تلاحقوا اور حاصل آنکہ جو داخل ہوگی وہ اگلے پر لعنت کریگی یہانتک کہ جب متلاحق و متداخل ہو جائینگے فِیْهَا جَمِیْعًا سب کے سب دوزخ مین تو قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ کہیگی پچھلی امت انکی جو داخل ہونے مین پیچھے ہی یا منزلت مین پیچھے ہی یا بجملہ اقتدا کرنیوالی امت کہیگی لِاُوْلٰىهُمْ ای لاجل اولاہم واسطے اپنی اولی امت کے یعنی متبوع گروہ کے واسطے اللہ تعالیٰ سے پچھلی امت عرض کریگی رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا ای پروردگار یہی لوگ ہین جنھون نے ہمکو گمراہ کیا یعنے گمراہی کی راہ نکال گئی تھی پس انکے پیچھے ہم بھی اسی راہ پر چلے اور انکی تقلید کر کے گمراہ ہوئے فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ پس تو ان لوگون کو دوزخ مین سے زیادہ دوگونہ عذاب دے کیونکہ ایک تو یہ خود گمراہ تھے اور دوسرے انھون نے دوسرونکو گمراہ کیا پس ضعف یہان کئی گونہ ہی چنانچہ حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ دنیا مین جب کوئی قتل ناحق واقع ہوتا ہی تو حضرت آدمؑ کے بڑے بیٹے یعنی قابیل پر ایک حصہ عذاب کا قائم ہوتا ہی کیونکہ اسی نے قتل ناحق پہلے نکالا ہی **قال المترجم** افسوس ہی لوگون کے حال پر پیر وغیرہ کے مانند کفر و شرک و حرام و مکروہ بدعتین نکالے چلے جاتے ہین اور خوف نہین کرتے کہ تا قیامت انکے نامۂ اعمال پر عذاب بڑھتا چلا جائیگا اللّٰھم انی اعوذ بک واستغفرک واتوب الیک پس بجملہ اتباع و اقتدا کرنیوالون نے اپنے متبوع لوگون کے واسطے مزید عذاب کی درخواست کی اور یہ انکی جہالت تھی کہ اس سے

غافل تھے کہ ہر ایک پر اسکے گناہ کی قدر عذاب ہو اسیواسطے فرمایا قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ یعنے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم مین سے اور انمین سے
ہر ایک کیواسطے عذاب مضعف ہو وَلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ولیکن جانتے نہین کہ ہر فریق کے واسطے جو کچھ عذاب ہو کیونکہ پچھلون کے
طریقہ گمراہی سے بھی اور لوگ گمراہ ہوے ہین تعلمون بالتاء الفوقیہ اکثرون کی قراءۃ ہو پس تتمہ خطاب ہو اور عاصم کی قراءۃ مین
بالیاء التحتیہ ہو پس انکی جہالت کا بیان ہو قال البیضاوی متبوع لوگون پر بسبب ذاتی کفر کرنے اور دوسرون کی تضلیل کرنیکے
ضعف عذاب ہوا اور تابع لوگون پر بسبب خود کفر کرنے کے اور گمراہون کی تقلید کرنے کے دونا عذاب ہوا وَقَالَتْ أُولٰهُمْ لِأُخْرٰهُمْ
یعنے جب اگلون نے پچھلون کے حق مین حکم الٰہی سن لیا تو کہا کہ جب ایسا معاملہ ہو فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ تو تمکو ہمپر کچھ تفضیلت
نہین ہو قال البیضاوی اگلون نے جواب الٰہی پر اپنے گفتگو کو مترتب کرکے کہا کہ پھر تم لوگونکو ہمپر کچھ فضیلت نہین ہو بلکہ گمراہی اور استحقاق عذاب مین ہم تم دونون
متساوی ہین اس آیت سے ثابت ہوا کہ جہالت کے ساتھ تقلید کرنا بھی عذر نہین ہو لہذا چاہیئے کہ آدمی اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول معصوم کے
حکم کو دریافت کرے اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اسکے معنی معلوم کرے فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ پس چکھو عذاب
بدلے اُس چیز کے جو تمنے کمایا ہو یہ تتمہ قول فریق اولی ہو یا فرمان الٰہی ہو اور یہی مفسر نے اختیار کیا

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى
بیشک جنھون نے جھٹلاوین ہماری نشانیان اور انسے تکبر کیا تو نہ کھلینگے انکو دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہونگے جنت مین جبتک
يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَ
پیٹھے اونٹ سوئی کے ناکے مین اور ہم یون بدلہ دیتے ہین گنہگارونکو انکو دوزخ کے فرش ہین اور اوپر سائبان
كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ
اور ہم یون بدلہ دیتے ہین بے انصافون کو اور جو یقین لائے اور کین بھلائیان ہم بوجھ نہین رکھتے کسی پہ مگر اسکے مقدور کا وہ ہین جنت کے لوگ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ
وہ اسمین رہ پڑے اور نکال لی ہمنے جو اُنکے دل مین تھی خفگی بہتی ہین انکے نیچے نہرین اور کہتے ہین شکر اللہ کو جسنے
هَدٰىنَا لِھٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ
ہمکو یہان راہ دی اور ہم نہ تھے راہ پانے والے اگر نہ راہ دیتا ہمکو اللہ بیشک لائے تھے رسول ہمارے رب کے تحقیق بات اور آواز ہوئی
تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝
جنت ہو وارث ہوئے تم اُسکے بدلہ اپنے کامون کا

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا مراد آیات سے قرآن ہو یا عام اس سے جو حاصل اللہ تعالیٰ کی معرفت پر دلالت کرین وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا
ای تکبروا عنها فلم یومنوا بها۔ اور تکبر کیا ان آیات سے پھر انپر ایمان نہ لائے وقال البیضاوی عنها ای عن الایمان بها۔
حاصل آنکہ جن لوگون نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اُنپر ایمان لانے سے تکبر کیا تو لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ نہین کھولے جاینگے
انکے واسطے آسمان کے دروازے بعض نے کہا مراد یہ کہ آسمان سے انکا کوئی عمل صالح و دعا نہین چڑھائی جاویگی کذا
قال مجاہد وسعید بن جبیر و رواہ العوفی وعلی بن ابی طلحہ وعطاء عن ابن عباس ظاہر آنکہ نفی آیت کے اسکو شامل ہین اور اصل یہ کہ

یہ ہین کہ بعد موت کے جب انکی روحین چڑھاکر آسمان کی طرف لیجاوینگے تو دروازہ نہ کھولے جاوینگے یہی سدیؒ وغیرہم کا قول ہی
اور یہی ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہی اور اسی پر دلالت کرتی ہی حدیث جو امام احمدؒ نے
براء بن عازبؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایک شخص انصاری کے جنازہ مین نکلے جب قبر تک پہونچے تو ہنوز
قبر کھودی نہ گئی تھی پس حضرت صلعم بیٹھ گئے اور ہم سب آپکے گرد بیٹھ گئے گویا ہمارے سرون پر چڑیان ہین اور آنحضرت صلعم کے دست
مبارک مین ایک چھڑی تھی جس سے زمین پر چونکتے جاتے تھے پھر سر اُٹھاکر فرمایا کہ اللہ تعالے سے عذاب قبر سے پناہ مانگو اسکو دو مرتبہ
یا تین مرتبہ فرمایا پھر کہا کہ بندہ مومن جب دنیا سے جدا ہونے اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کو ہوتا ہی تو آسمان سے ایسے
ملائکہ جنکے چہرہ روشن گویا آفتاب ہین جنت کے کفن اور حنوط جنت کے ساتھ لیے ہوئے اسکی طرف اسکی مدنظر پر بیٹھتے ہین پھر ملک الموت
آکر اُسکے سرہانے بیٹھتا ہی پس کہتا ہی کہ اونفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی مغفرت ورضوان کی طرف نکل آ پس وہ روح پاکیزہ
اسطرح سائل ہوتی ہی جیسے پانی کا قطرہ دہانہ مشک سے روان ہوکر نکل آتا ہی پس ملک الموت وفرشتہ اسکو لیکر پلک مارتے اپنے
ہاتھ مین نہین رکھتے حتی کہ اسکو اسی کفن اور حنوط مین رکھدیتے ہین پس اس سے نہایت پاکیزہ خوشبو نکلتی ہی جیسے روے زمین پر اگر نہایت
عمدہ مشک پایا جاوے پس اسکو اوپر چڑھا لیجاتے ہین اور جس گروہ ملائکہ پر گذرتے ہین وہ کہتے ہین کہ یہ کیا خوب روح پاکیزہ خوشبودار ہی
تو جواب دیتے ہین کہ فلان بن فلان ہی اسکا بہت اچھا نام لیتے ہین جس سے وہ دنیا مین پکارا جاتا تھا یہانتک کہ اُسکو آسمان دنیا تک
لیجاتے ہین اور دروازہ کھلواتے ہین پس دروازہ کھول دیا جاتا ہی پس ہر آسمان سے اس آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے
آسمان تک اسکے ساتھ ہوجاتے ہین یہانتک کہ ساتوین آسمان تک پہونچتے ہین پس اللہ عزوجل فرماتا ہی کہ میرے بندے کا نام
دفتر علیین مین لکھو اور اسکو زمین کی طرف اعادہ کرو کیونکہ مین نے اُسی سے اُنکو پیدا کیا اور اُسی مین لوٹاؤنگا اور اُسی سے دوبارہ
نکالونگا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پھر اسکی روح اعادہ کردیجاتی ہی پس دو فرشتے آکر اسکو بٹھلاتے ہین اُس سے کہتے ہین کہ کون
تیرا پروردگار ہی وہ کہتا ہی کہ میرا رب اللہ ہی پھر دونون کہتے ہین کہ تیرا دین کیا ہی وہ کہتا ہی کہ اسلام میرا دین ہی پھر کہتے ہین کہ یہ کون مرد
ہی جو تم مین مبعوث ہوا وہ کہتا ہی کہ وہ رسول اللہ ہی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے دونون کہتے ہین کہ تیرا علم کیا ہی وہ کہتا ہی کہ مین نے
کتاب الٰہی کو پڑھا اور اسپر ایمان لایا اور اسکو سچ مانا پس آسمان سے پکارنیوالا پکارتا ہی کہ میرے بندے نے سچ کہا جنت سے
اسکے واسطے فرش کردو اور جنت سے اسکو لباس پہناؤ اور جنت کی طرف اسکا دروازہ کھولدو پس اسکو جنت کی خوشبو وطیب آتی ہی اور
قبر اسکے واسطے کشادہ ہوجاتی ہی بقدر درازی نظر کے اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکے پاس ایک مرد خوبصورت خوش لباس آتا ہی
جس سے خوشبو چلی آتی ہی اور کہتا ہی کہ بشارت ہو تجھکو مسرور کرنیوالے آج وہ دن ہی کہ جسکا تجھکو وعدہ دیا جاتا تھا اس سے کہیگا
کہ تو کون ہی کہ تیرے چہرہ سے آج بھلائی آتی معلوم ہوتی ہی وہ کہیگا کہ مین تیرا عمل صالح ہون پس بندہ مومن کہیگا اے پروردگار
قیامت قائم کر اے پروردگار قیامت قائم فرما تاکہ مین اپنے اہل وعیال کیطرف لوٹ جاؤن بندہ کافر جب دنیا سے منقطع اور
آخرت کیطرف راجع ہوتا ہی تو آسمان سے ملائکہ اترتے ہین جنکے چہرے سیاہ ہوتے ہین اور انکے ساتھ مسوح ہوتے ہین پس
درازی نظر کی دوری پر بیٹھتے ہین پھر ملک الموت آکر اس کافر کے سرہانے بیٹھتا ہی اور فرماتا ہی کہ اونفس خبیث نکل طرف خشم الٰہی
اور اُسکے غضب کے حضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ روح اس جسم مین ڈری ہوئی پھیلتی ہی اور ملک الموت اسکو کھینچ لیتا ہے

جیسے صوف مبلول سے سفود کھینچا جاتا ہے پس اسکو پکڑ لیتا ہے اور پلک مارتے دیر نہین ہوتی کہ اسکو اسی مسوح مین کر دیتے ہین اور اس سے
سخت بدبو جیسے نہایت سڑے ہوے مردار مین سے روئے زمین پر پائی جاوے نکلتی ہے پس اسکو آسمان کو چڑھا لیجاتے ہین اور کسی گروہ
ملائکہ پر نہین گذرتے مگر آنکہ وہ کہتے ہین کہ یہ کیا خبیث روح ہے پس جواب دیتے ہین کہ یہ فلان بن فلان ہے اسکا نہایت قبیح نام لیتے ہین جس سے
وہ دنیا مین پکارا جاتا تھا پھر جا کر اُسکے واسطے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہین مگر دروازہ نہین کھولا جاتا پھر حضرت صلعم نے پڑھا قولہ
تعالیٰ لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط پس اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اسکا نوشتہ لکھو سجین مین تہ زمین کے
نیچے پس اسکی روح مطروح کر دی جاتی ہے پھر آپ نے پڑھا قولہ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر او تہوی بہ الریح فی مکان
سحیق پس روح اسکے جسم مین اعادہ کی جاتی ہے اور دو فرشتے اسکے پاس آتے ہین اور بٹھلا کر اس سے کہتے ہین کہ تیرا پروردگار کون ہے وہ کہتا ہے
ہاہ ہاہ مین نہین جانتا کہتے ہین کہ تیرا کیا دین ہے وہ کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ مین نہین جانتا پھر کہتے ہین کہ یہ کون شخص ہے جو تم مین مبعوث کیا گیا تو کہتا ہے
کہ ہاہ ہاہ مین نہین جانتا پس آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ یہ جھوٹ بولا اسکے واسطے آگ سے فرش کر دو اور دوزخ کی طرف
دروازہ کھول دو پس دوزخ کی گرمی و سموم سے اسکی طرف پہونچتی ہے اور قبر اُسپر نہایت تنگ ہوتی ہے یہانتک کہ اُسکی پسلیان
اِدھر کی اُدھر نکل جاتی ہین اور ایک بدشکل اور خراب کپڑے پہنے بدبودار آدمی اُسکے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ بشارت ہو تجھکو
ایسی چیز سے جو تجھکو غمگین کرے آج تیرا وہی دن ہے جس سے تو ڈرایا جاتا تھا اور وعید کیا گیا تھا کہیگا کہ تو کون ہے کہ تیرے چہرہ سے
برائی کے آثار ظاہر ہین وہ کہیگا کہ مین تیرا خبیث عمل ہون تب دعائین مانگیگا کہ پروردگار قیامت نہ قائم کیجیو۔ ورواہ النسائی و
ابن ماجہ وابن جریر وکذا رواہ ہولاء باسنادہم الی ابی ہریرۃ عن النبی صلعم اور عذاب قبر کے بارہ مین احادیث متواترہ ہین حتی کہ منکر
اسکا غیر ماول ہے تو کافر ہے اور واضح ہو کہ اس حدیث مین ملائکہ کا آنا اپنی حقیقت پر ہے اور روح مومن کی خوشبو اور نیز روح کافر کی بدبو
اپنی حقیقت پر ہے اور لباس جنت اور مسوح کا بیان تفہیم ہے اور اُنکی حقیقت معلوم نہین ہے ہان اسقدر معلوم ہے کہ ایسا ہی ہوگا اور جو شخص اسمین
استبعاد کرتا ہے وہ احمق ہے کہ بلاوجہ کہتا ہے کہ عقل سے بعید ہے پس اگر بلادلیل اس احمق کی عقل سے بعید ہے تو علماء عقلاء کی عقل صحیح سے
موافق ہے اور حدیث سے لاتفتح مجہول از فتح کی قراءۃ ظاہر ہوتی ہے اور تفتیح از تفعیل بھی ہو سکتا ہے فافہم۔ پھر واضح ہو کہ مقامات علیین و سجین
واقعی موجود ہین اور زیرین طبقہ زمین بیان ہے حقیقی حالت کا جیسے بہشت و دوزخ موجود ہین اور وہ آنکھون سے پوشیدہ ہین اور نیز
مردون پر عذاب ہوتا ہے اور اُنکی گریہ وزاری کو تمام مخلوق سنتی ہے سوائے جن وانسان کے جو امتحان مین رکھے گئے ہین پس اگر امر ظاہر نظر
آوے تو امتحان باقی نہ رہے پس جس شخص نے زعم کیا کہ زمین گول ہے تو امریکا والون کے واسطے سجین اس طبقہ عمیق سے متصل ہوگا اور
طبقۂ عمیق والون کا سجین امریکا سے متصل ہوگا پس یہ زعم بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ زمین گول ہے تاہم جہالت ہے اور جہالت کا منشاء
یہ ہے کہ اسنے امر عذاب و ثواب کو اپنے گھر کے چولھے چکی کے مانند اپنے حس مین جلنا وچلنا تصور کیا حالانکہ شرع حکیم نے بارہا بدلائل
اس امر پر تنبیہ کر دی کہ بندہ کے افعال و اسکے لواحق و متعلقات کا مدار تو محسوسات پر ہے اور تصدیق و امور غیب عذاب و ثواب کا
مآل غیر محسوس پر ہے اور عجیب حکمت الٰہی ہے کہ جسکو ان امور مین سے کسی امر مین استبعاد ہو اسکی نظیر خود آفاق یا اسکے نفس مین موجود پائیگا پس
اگرچہ صفت مین فرق ہو پس محض اسکا استبعاد کرنا بدون دلیل کے جہالت ہے جیسے کسی جاہل کے سامنے کہا جاوے کہ میرے سے دو فٹ
لمبی اور ڈیڑھ فٹ چوڑی کتاب کے چار صفحہ زید نے اپنی انگوٹھی کے نگینہ پر اتار لیے تو وہ ضرور نہایت بعید جانیگا حالانکہ چھ

جانتے ہین کہ فوٹوگراف کے عکس سے بخوبی آسکتے ہین اور وہ دوربین سے پڑھے جاسکتے ہین وہ کبھی مستبعد نہین جانینگے پس اس احمق کا مستبعد جاننا اسکی جہالت سے ہی اور یہان زیادہ تفصیل کی گنجائش نہین ہی کیونکہ خارج از بحث ہی یہان تو غرض یہ ہی کہ قولہ تعالی لاتفتح لہم ابواب السماء کی تفسیر یہ ہی کہ کافرون کے مرنے کے بعد انکی روح خبیث کے واسطے آسمان کے دروازے نہ کھولے جاوینگے بلکہ اہانت کے ساتھ عذاب سجین مین پھینکدیے جاوینگے وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ اور داخل نہونگے جنت مین یہانتک کہ گھس جاوے اونٹ سوئی کے ناکے مین یعنی یہ غیر ممکن ہو ایسے ہی انکا جنت مین داخل ہونا غیر ممکن ہی پس حتی انتہا ہی انکے عدم دخول کے مشروط ایک محال بات پر پس یہ مبالغہ ہی کہ نہ کبھی یہ محال بات ہوگی اور نہ وہ جنت مین داخل ہونگے **قال البیضاوی** جمل وسم مین قراءات ہین ایسے پڑھا گیا جُمَّل بروزن قُمَّل اور جُمُل بروزن نُغُل ولغز اور جُمْل بضمتین اور جَمَل بروزن حَبَل یعنے کتان کی موٹی رسی اور بعض نے کہا کہ کشتیون کے رسے اور سُم بالضم والکسر مشہور جَمَل بفتحتین معنی اونٹ ہی اور سَم بالفتح ہی بمعنی سوئی کا ناکا معالم مین ہی کہ عرب جس شی کو مؤکد کرتے ہین تو نہونیوالی بات پر معلق کرتے ہین مثلاً کہتے ہین لا افعل ذلک حتی یشیب الغراب او ابیض القار یعنی مین ایسا نہ کرونگا یہانتک کہ کوے کے پر بڑھاپے سے سپید ہوجاوین یا چوہیا انڈے دیوے اور مراد آنکہ کبھی نہ کرونگا ایسے ہی مراد آنکہ کافر کبھی جنت مین داخل نہونگے وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ای مثل الجزاء المذکور نجزی الذین اجرموا بالکفر۔ مانند سزاے مذکور کے بدلا دیتے ہین ہم اُن لوگون کو جنہون نے کفر کا جرم کیا لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ انکے واسطے جہنم سے مہاد یعنے بستر ہی وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ اور انکے اوپر غواش ہین۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ غواش ہین جمع لحاف اور یہی محمد بن کعب القرظی و ضحاک و سدی سے مروی ہی حاصل آنکہ اوپر سے آگ کے اغطیہ ہین اور اغطیہ جمع غطاء یعنی سرپوش اور جسمین کوئی چیز لپیٹی جاوے اور مراد یہان اوپر کا اوڑھنا ہین غواش جمع غاشیہ اور تنوین اسکی سیبویہ کے نزدیک یاء محذوفہ کا عوض ہی اور دوسرون کے نزدیک صرف کی ہی وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اور ایسی ہی ہم ظالمونکو سزا دیتے ہین جنت سے محروم ہونے مین جرم کا ذکر کیا اور دوزخ مین داخل ہونے مین ظلم فرمایا اس تنبیہ کے واسطے کہ سب سے بڑا جرم ظلم کفر و شرک ہی پھر وعید کفار کے بعد اکرام مومنین کو ذکر فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور جو لوگ ایمان لائے یعنی تصدیق کی اور نیک کام کئے موصول مع صلہ کے مبتدا ہی اور قولہ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ یہ جملہ معترضہ ہی درمیان مبتدا و خبر کے اور اسکے معنی یہ ہین نہین تکلیف دیتے ہم کسی نفس کو مگر اسکی وسعت بھر یعنے جسقدر وہ عمل کرسکے **قال الزجاج** وسع اسقدر کہ جسپر قدرت ہو اور اس سے عاجز نہو۔ اور جسنے کہا کہ وسع بمعنی بذل المجہود ہی اسنے غلط کیا اور اس سے ظاہر ہوا کہ فرائض و واجبات جسطرح شرع مین آئے ہین سب داخل وسعت ہین خارج نہین ہین لہذا جو شخص کھڑے ہوکر نماز نہین پڑھ سکتا مثلاً وہ بیٹھکر یا لیٹکر اشارہ سے پڑھے یہ بالجملہ وسعت سے خارج تکلیف نہین حتی کہ جو باوجود قدرت کے نماز کے وقت سوگیا وہ گنہگار نہین لیکن جب جاگے تو ادا کرے پھر مبتدا مذکور کی خبر یہ ہی اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ یہی اصحاب جنت ہین وہ لوگ جنہون نے دل سے سچ مانا اور نیک کام کئے ہین یہی ہین جو جنت مین ہمیشہ رہینگے اہل جنت کے درجے جدا جدا ہونگے اور بعض مومنون کو بعض کی طرف سے دنیا مین میل رہا پھر اگر جنت مین اونچے درجہ کی ہوس یا جس سے میل تھا اسکے دیکھنے سے ملال ہو تو جنت مین کوئی ملال نہین چنانچہ اسکا ذکر فرمایا وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اور نکال ڈالا ہمنے جو انکے سینون مین تھا غل۔ یعنے حقد کہ جو دنیا مین انکے درمیان ہوگیا تھا اور نیز حسد **قال فی المعالم** یعنے ہمنے انکو بھائی بھائی کردیا کہ آمنے سامنے

تختون پر رہینگے کوئی دوسرے سے کسی بات پر جس سے اللہ تعالیٰ نے اسکو مخصوص فرمایا ہی حسد نہ کریگا کما فی قولہ تعالیٰ اخوانا علی سرر متقابلین الآیۃ **قال الحافظ** قولہ تعالےٰ ونزعنا ما فی صدورہم من غل یعنی حسد و بغض جیسا کہ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب مومنین اس سے نجات پا جاوینگے کہ دوزخ میں بھیجے جاوین تو جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل پر روکے جاوینگے پس جو مظلمہ کہ دنیا میں انکے درمیان تھے انکا قصاص لیا جائیگا یہانتک کہ جب تہذیب و صاف ہوجاوینگے تو انکو جنت میں داخل ہونیکا حکم دیا جائیگا پس قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہی کہ ہر شخص جنت میں اپنے مسکن کو اس سے زیادہ پہچانیگا جتنا کہ دنیا میں اپنے گھر کو پہچانتا تھا رواہ البخاری۔ اور **سُدی**ؒ نے کہا کہ جب جنتی لوگ جنت کو روانہ کیے جاوینگے تو اسکے دروازہ پر ایک درخت پاوینگے کہ جسکی اصل ساق سے دو چشمہ جاری ہونگے پس ایک سے پانی پینگے تو جو کچھ انکے سینہ میں غل ہوگا سب نکل جائیگا پس یہ شراب طہور ہی اور دوسرے چشمہ سے نہا دینگے تو انپر نضرۃ النعیم جاری ہوگی پس اسکے بعد انکو کبھی پراگندگی کبھی نہوگا اور حضرت امیر المومنین علیؓ سے بھی اسی کے مانند مروی ہی کما سیاتی فی قولہ وسیق الذین اتقوا ربہم الی الجنۃ زمرا الآیۃ انشاء اللہ تعالےٰ۔ قتادہؒ نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ مجھے امید ہی کہ مین اور عثمان و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم انھین لوگون مین سے ہون جنکی نسبت اللہ تعالےٰ نے فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم من غل۔ رواہ ابن جریر اور عبد الرزاق نے روایت کی کہ حسن بصریؒ نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ واللہ ہم ہی اہل بدر کے حق مین نازل ہوا قولہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل مترجم کہتا ہی اسمین دلالت ہی کہ میل انکے سینون مین تھا ہو لیکن انکے دل صاف تھے والحمد للہ علی ذلک۔ پھر اور انکا حال پاکیزہ بیان فرمایا تجری من تحتہم الانہار جاری ہونگی انکے نیچے یعنی انکے مکانون کے نیچے نہرین پھر جب ان عالیشان مکانون مین اس نعمت سے قرار پکڑینگے تو شکر یہ ادا کرینگے چنانچہ فرمایا وقالوا الحمد للہ الذی ہدانا لہذا اور کہینگے کہ جمیع حمد ثابت ہی واسطے اللہ تعالیٰ کے جسنے ہمکو ہدایت دی اسکی یعنی ایسے عمل خیر کی جسکے عوض یہ ثواب ہی وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ اور ہم خود نہ تھے کہ ہدایت پاوین اگر ہمکو اللہ تعالےٰ ہدایت نفرماتا لولا کا جواب بسبب دلالت ماقبل کے محذوف ہی اگر کہا جاوے کہ ماقبل کیون جواب نہین توکہونگا کہ لولا کا جواب اسپر مقدم نہین ہوتا جیسا کہ علماء نحو نے تصریح کی ہی اور محذوف جواب کے ساتھ اسطور پر شائع و ذائع مستعمل ہی لقد جاءت رسل ربنا بالحق یعنی اہل جنت کا اقرار یہ قول ہی کہ البتہ لائے تھے ہمارے پروردگار کے رسل علیہم السلام سچی بات یعنے سچے ایمان واعمال کی باتین اور سچے وعدے دیے تھے نسائی و ابن مردویہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہر جنتی اور ہر آدمی دوزخ میں سے اپنا ٹھکانا دیکھیگا پس کہیگا لولا ان ہدانی اللہ پس یہ اسکے واسطے شکر ہوجاویگا اور ہر دوزخی اپنا ٹھکانا جنت مین سے دیکھیگا پس کہیگا لو ان اللہ ہدانی پس اسکے واسطے حسرت ہوجاویگا اسی واسطے جب اہل جنت نے جنت مین اپنے ٹھکانے پائے تو ونودوا ان تلکم الجنۃ اورثتموہا بما کنتم تعملون پکارے گئے کہ یہ تمہاری جنت ہی جسکے تم وارث کیے گئے بسبب اپنے اعمال صالحہ ادا کرنیکے **قال محی السنۃ البغوی فی المعالم** بعض نے کہا کہ یہ ندا اسوقت ہوگی کہ جب دور سے جنت کو دیکھینگے اور بعض نے کہا کہ یہ ندا جنت مین ہوگی جب اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاوینگے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آواز دینے والا پکاریگا کہ تمہارے لیے ثابت ہوا کہ زندہ رہو پھر کبھی نہ مروگے اور تمہارے لیے ثابت ہوا کہ نعمت مین رہو پھر کبھی محتاج نہوگے پس یہی ہی قولہ ونودوا ان تلکم الجنۃ اورثتموہا بما کنتم تعملون

رواہ مسلم۔ قال الحافظ یعنے بسبب تمہارے اعمال کے تمکو رحمت الٰہی پہونچی پس تم جنت مین داخل ہو کر اپنے اپنے اعمال کے موافق
اپنے اپنے ٹھکانے پہونچے قال الحافظ اور یہ تاویل اسوجہ سے واجب ہو کہ صحیحین مین آنحضرت صلعم سے ثابت ہوا کہ تم سدید و (راست ۱۲)
مقارب رہو اور خبردار ہو کہ تم مین سے کوئی بسبب اپنے اعمال کے ہرگز جنت مین داخل نہوگا یعنی بدون رحمت الٰہی کے تو صحابہ رضی اللہ
عنہم نے عرض کیا کہ اور نہ آپ یا رسول اللہ تو فرمایا کہ اور نہین مگر آنکہ اللہ تعالے مجھکو اپنے فضل و رحمت سے ڈھانپ لے
قال المترجم خود اللہ تعالے نے فرمایا۔ ذالک الفضل من اللہ یعنے جنت مین داخل ہونا فضل ہو اللہ تعالی کی طرف سے اور نیز فرمایا
فسیدخلھم فی رحمۃ منہ و فضل یعنی عنقریب اللہ تعالی ان نیکوکار بندونکو اپنی رحمت و فضل مین داخل کریگا یہی اہل سنت کا مذہب ہو اور
کشاف مین معتزلہ کے قول کے موافق کہا کہ قولہ بما کنتم تعملون یعنی بسبب اپنے اعمال کے وارث ہوئے نہ بسبب فضل الٰہی کے قال
المترجم یہ قول اُسکا مردود ہو جیسا کہ حدیث صحیح و آیات دیگر سے ثابت ہوا اگر کہا جاوے کہ آیت مین تصریح ہو کہ بسبب عمل کے وارث
ہوئے اور حدیث مین اسکی نفی ہو تو جواب یہ ہو کہ بسبب اعمال کے رحمت ملی جس سے وارث ہوئے کما سبق۔ اور حافظ ابن حجر رح نے
فتح الباری مین جواب دیا کہ حدیث مین نفی ہو بسبب ایسے اعمال کے داخل ہونے کے جو قبولیت سے خالی ہون یعنی کوئی شخص اپنے ایسے
اعمال سے جو اللہ تعالے نے قبول نہین فرمائے جنت مین نہ داخل ہوگا اور آیت کریمہ مین ایسے اعمال کے سبب داخل ہونا ثابت کیا گیا
جنکو اللہ تعالی نے قبول فرمایا ہو اور اعمال کا قبول کرنا فضل ہو اللہ تعالی کی طرف سے قال القرطبی بالجملہ جنت و اُسکے منازل
بدون رحمت الٰہی کے نہین مل سکتے ہین پس جب اپنے اعمال کیوجہ سے داخل ہوئے تو اللہ تعالی کی رحمت سے وارث ہوئے
اور اُسکے فضل سے داخل ہوئے اسواسطے کہ انکے اعمال حضرت اللہ تعالی کی طرف سے رحمت و فضل ہین قال المترجم
توضیح یہ ہو کہ اعمال صالحہ بندے کے مخلوق نہین ہین بلکہ نیکوکاری فضل و رحمت ہو اللہ تعالی کیطرف سے اور انھین اعمال کیوجہ سے جب
جنت مین داخل ہوا تو درحقیقت اللہ تعالی کے فضل و رحمت سے داخل ہوا کیونکہ عمل صالح اسی وقت صالح ہو جب اُس کو
اللہ تعالے قبول فرماوے اور قبول فرمانا اس کا فضل ہو پس اعمال صالحہ پر کچھ اعتماد نہین بلکہ اللہ تعالی کی قبولیت پر اور اُس کی
رحمت پر بھروسا ہو پس جو نیک کام بندہ سے صادر ہو وہ اللہ تعالے کا فضل ہو اور پھر اسکے قبول فرمانے کی آرزو کرے جو
کہ اسکے فضل پر موقوف ہو پھر جب قبول ہوئے تو اُسکے یہی معنی ہین کہ جنت و رضوان مین داخل ہوا اور یہان سے ظاہر ہوا کہ
جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اعمال نیک کچھ چیز نہین محض بیکار ہین اُسنے غلط کیا اور نیز جسنے یہ وہم کیا کہ اعمال پر اعتماد ہو وہی
سبب ہین وہ بھی راہ غلط پر چلا اور تحقیق اسکی انشاء اللہ تعالی آویگی ف فی العرائس قولہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل الآیۃ
حق تعالے عز و جل نے ثابت فرمایا کہ اہل ولایت و قرب و منزلت کے سینے باوجودیکہ نور اسلام و یقین کے مقامات ہین لیکن علت
بشری یعنی غل و غش وغیرہ کے ابھی ان مین گنجائش ہو اور ایسی علتون و بشریت کی جہت سے ولی مومن خارج نہین ہو جاتا پس کوئی گمان
کرنیوالا یہ گمان نہ کرے کہ یہ لوگ مقدس پیدا ہوئے اور اگر یہی ہوتا تو پھر یہ احسان کیونکر ہوتا کہ انکے سینے ہر ایسے خطرات سے
پاک فرمائے جو حضرت اللہ تعالے کے لائق نہین اور تصدیق اسکی قول امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ہو کہ فرمایا یہ آیت واللہ ہمین
اہل بدر کے حق مین نازل ہوئی ہو اور نیز احتمال ہو کہ یہ نزع یعنے نکال لینا اشارہ ہو کہ انکے دل اس میل کچیل یعنی غل و حسد وغیرہ سے
پاک پیدا ہوئے ہین اور پاک کیئے گئے ہین کیونکہ وہ اللہ تعالی کی نظر کا مقام ہین اور یہ علت حقد و حسد کی اُنکے سینون پر جاری ہو سکتی ہو

جو دل سے الگ ہین کیونکہ وہ شیطانی وسوسہ کا مقام ہین کما فی قولہ تعالیٰ یوسوس فی صدور الناس من الجنة والناس۔ اور علت جب دل مین داخل نہو تو اوپر سے طاری ہو اسکا اثر کچھ جا نہین رہ سکتا پس اولیاء کی علت تو سینون مین ہوسکتی ہو اور عوام کی علت البتہ دلون تک سما جاتی ہو۔ بعض نے کہا کہ غل سے مراد باہمی حسد و بغض ہو جس سے آنحضرت صلعم نے فی قولہ لاتحاسدوا ولاتباغضوا ولاتدابروا مین منع فرمایا اور بقولہ کونوا عباد اللہ اخوانا۔ سے بھائی بھائی ہونے کا حکم دیا۔ بعض نے فرمایا کہ جو بندہ درگاہ قرب مین داخل ہوا اس سے نفس کی رعونت اور شیطان کے حظوظ نکل جاتے ہین جیسا کہ قولہ تعالیٰ ونزعنا ما فی صدورہم من غل۔ سے ثابت ہو میرے نزدیک واللہ اعلم یون ہو کہ کوئی شخص درجہ ولایت کو نہین پہونچتا مگر آنکہ اوتعالیٰ قبل اسکے کہ وہ درجہ ولایت پر پہونچ جاوے اسکے سینہ کو تمام علتون سے پاک کر دیتا ہو **قال المترجم** مجھے اسمین تامل ہو کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو اثر پہلے مروی ہوا اس سے صریح ثابت ہو کہ قیامت مین انکے سینون سے پاک کیا جائیگا اور یہ ظاہر ہو کہ ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مرتبہ درجہ ولایت سے جو معروف ہو بہت بڑھا ہوا تھا حتیٰ کہ کوئی ولی اُن کے مرتبہ کو نہین پہونچ سکتا فافہم واللہ اعلم۔ ثم قال الشیخ۔ پھر اس آیت کے بعد اوتعالیٰ نے ان بندون کی ثنا و صفت فرمائی باینطور کہ انھون نے اپنے اوپر ازلی فضل الٰہی و قدیم لطف و احسان کو جو علت اعمال و اکتساب سے بری ہو پہچانکر حمد الٰہی ادا کی جب کہ دیدار کی فضیلت و انعام جنت سے اپنے آپ کو مشرف دیکھا چنانچہ فرمایا وقالوا الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ۔ واضح ہو کہ اَنْ بمعنی اَنّہ ہو یعنی ان مشدد کا مخفف ہو یا اَنْ مفسرہ بمعنی اَیْ ہو اور یہی مابعد کے چار مقامون مین بھی ہوسکتا ہو۔ اور معنی آنکہ ہمکو خود اوتعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی طرف ہدایت فرمائی اور یہ اسکا سابق انعام مقدر ہو جو ازل مین ہوچکا تھا بعض نے کہا کہ ہمکو اپنی توحید پر دلالت فرمائی اور ہمکو اپنے علم قدیم مین اپنے خاص بندون مین سے قرار دیا اور ہمارے واسطے نہایت عزیز دین کو اختیار فرمایا اور اگر ہمکو ہمارے نفوس کی سپردگی مین فرماتا تو ہم اول ہی لحظہ مین تباہ و برباد ہوجاتے بعض مشائخ نے اس آیت مین کہا کہ ہیبت الٰہی پر نظر کرنے سے حال مین انقباض طاری ہوتا ہو اور بسا اوقات انبساط بھی ہوتا ہو اور بندہ ان دونون حالتون کے درمیان مین متردد رہتا ہو پس حال انبساط کا نتیجہ تھا کہ جو انھون نے الحمد للہ الذی ہدانا لہذا کہا شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ جب انھون نے دیکھا کہ حق عزوجل نے انکو ہدایت فرمائی اور پس ہدایت کو حق جل وعلا کی طرف سے دیکھا تو وہ لوگ اپنے افعال و اعمال کو بھول گئے اور پہچان لیا کہ یہ فضل اپر احسان ہی احسان ہو پس کثرت سے ہو کر شکر ادا کر نیلگے

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا

پکارا جنت والون نے آگ والون کو کہ ہم پاچکے جو ہمکو وعدہ دیا تھا ہمارے رب نے تحقیق سو تمنے بھی پایا جو تمہارے رب نے وعدہ دیا تھا تحقیق

قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا

بولے ہان پھر پکارا ایک پکارنیوالے نے انکے بیچ مین کہ لعنت ہو اللہ کی بے انصافون پر جو روکتے ہین اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے ہین

عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝

اسمین کجی اور وہ آخرت سے منکر ہین

وقفہ

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اور پکارینگے جنت والے اَصْحٰبَ النَّارِ دوزخیون کو یعنی دوزخیون کو قائل کرنے اور لاجواب و ترسا کرنے کو جنت والے آواز دینگے اور ظاہر یہ ہو کہ مطلقاً جنتی لوگ دوزخیون کو آواز دینگے اور بعض نے کہا کہ اصحاب الجنة

واصحاب النار مین لفظ جمع کا مقابلہ جمع سے ہو پس توزیع ہو کر فرد بمقابلہ فرد ہوگا تو جنت والون مین سے ہر فریق دوزخیون مین سے ہر فریق کافر کو جسکو دنیا مین پہچانتا تھا آواز دیگا اور لفظ اصحاب النار سے ظاہرا وہ لوگ مراد ہین جو دائمی دوزخ مین رہینگے کیونکہ گنہگار مسلمان جو دوزخ مین جاوینگے انکو وعدہ و وعید الٰہی مین شک نہین تھا پس انکو اقرار کرانے کے کوئی معنی نہین ہین پھر ندا کو بیان فرمایا اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا ہمنے پایا جو ہمکو ہمارے رب نے وعدہ دیا تھا برحق یعنے وعدۂ ثواب ہمنے برحق پایا یعنے اسکی تحقیق تاویل ظاہر ہوگئی فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا پھر کیا تمنے بھی پائی جو تمکو تمھارے پروردگار نے عذاب کی وعید فرمائی تھی برحق یعنے تمنے بھی وعید عذاب کو برحق پایا اور یہ استفہام تقریری ہے بغرض تبکیت وحسرت دلانے کی لہذا دوزخیون نے ناچار جواب دیا جیسا کہ نقل فرمایا قَالُوْا نَعَمْ دوزخی بولے کہ ہان تحقیق پایا فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ فنادی منادی بین الفریقین پھر پکارا ایک پکارنے والے نے دونون فریق کے درمیان مین سب کو سنا دیا کہ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ لعنت ہے اللہ تعالی کی ظالمون یعنی کافرون ومشرکون پر اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنے ایسے ظالم لوگ جو اپنی جانون پر ظلم کرنے کے باوجود لوگون کو دین الٰہی سے روکتے وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور طلب کرتے سبیل کو اسطرح کہ ٹیڑھی ہووے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالے کے سواے اور کے لیئے عبادت نماز وغیرہ ادا کرتے اور جسکی اللہ تعالے نے تعظیم نہین فرمائی اسکی تعظیم کرتے عوج بمعنے سو جتہ ہو اور بکسر عین مہملہ دین مین اور رام مین اور ہر ایسی چیز مین جو قائم ہو اسکی کجی کو کہتے ہین اور بفتح عین ہر ایسی چیز مین جو دیوار و نیزہ وغیرہ کے مانند منتصب ہو بولتے ہین حاصل انکہ راہ مستقیم پر جسطرح وہ مستقیم ہے نہین چلتے بلکہ اسمین کجی و میلان چاہتے وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت و قیامت سے کافر ہے بعض نے کہا کہ یہ مؤذن ملائکہ ہونگے اور بعض نے کہا کہ اسرافیلؑ ہونگے **قال الحافظ** جیسے اہل جنت کا دوزخیون کو توبیخ کرنا مذکور ہوا ایسے ہی رسول اللہ صلعم نے جنگ بدر کے روز کافر مقتولون کو جو قلیب بدر مین ڈالے گئے تھے تقریع فرمائی تھی یعنے قلیب مذکور کے کنارے کھڑے ہو کر ابو جہل و عتبہ و شیبہ وغیرہ مقتول کافرون کا نام لیکر فرمایا کہ ہل وجدتم ما وعد ربکم حقا فانی وجدت ما وعدنی ربی حقا پس عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایسی قوم سے خطاب فرماتے ہین جو مردار جیفہ ہوگئے ہین تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ جو مین کہتا ہون اسکو اس قوم سے زیادہ سننے والے تم نہین ہو ولیکن یہ قوم اسکا جواب دینے کی استطاعت نہین رکھتی ہین مترجم کہتا ہے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق مردے نہین سنتے ہین بدلیل آیات جو آئندہ انشاء اللہ تعالے اپنے مقام پر آوینگی اور حدیث مذکور مین معجزہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا کلام ان مقتولون نے سُن لیا والمسئلۃ [illegible]

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ

اور دونون کے بیچ مین ایک دیوار ہے اور اُسکے سرے پر مرد ہین کہ پہچانتے ہین — اور پکارے جنت والون کو — کہ سلامتی ہو

عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا

تمپر — داخل نہین ہوئے جنت مین اور وہ امیدوار ہین — اور جب پھری اُنکی نگاہ — دوزخ والون کی طرف — بولے

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اے رب ہمارے نہ کر ہمکو گنہگارون کے ساتھ

ع ۵ / ۱۰

وَبَيْنَهُمَا اى بين اصحاب الجنة واصحاب النار يعنى جنتيون اور دوزخيون کے درميان مين حِجَابٌ ايک حجاب ہے جو درميان مين حائل
ہے بعض نے کہا کہ وہی سور اعراف ہے کما فى قولہ تعالى فضرب بينهم بسور الآية - اور احتمال ہے کہ بينهما کی ضمير خود جنت و دوزخ کی طرف راجع ہو
يعنے دوزخ وجنت کے بيچ مين ايک حجاب ہے جو ايک مين دوسرے کا اثر پہونچنے سے مانع ہے ذکرہ البيضاوى وَعَلَى الْاَعْرَافِ (ديوار ۱۲)
اعراف ديوار جنت ہے اور وہی حجاب ہے اور يہ ابن عباس رض سے مروی ہے اسيواسطے الاعراف معرف باللام آيا کيونکہ مراد اس سے
حجاب مذکور ہے اور زمخشری نے کہا کہ الاعراف اى اعراف الحجاب يعنى عاليہ يعنى حجاب مذکور کے اعراف پر يعنى بلند بلندی پر
قال البيضاوى اعراف جمع عرف اور وہ مستعار از قول عرف الفرس وعرف الديک ہے يعنے اسکی گردن کے بال اور بعض
نے کہا کہ انکو عرف اسواسطے کہتے ہين کہ بنسبت باقی جسم کے اونچے ہوتے ہين اور عرف ہر وہ چيز جو کسی شئ مين سے مرتفع ہو کيونکہ
وہ بسبب ظہور کے اعراف ہوتی ہين بالجملہ معنى يہ کہ اعراف پر رِجَالٌ تھوڑے مرد ہين يعنے اعراف پر ايک گروہ مردون کا ہوگا
يَعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ اى يعرفون كل واحد من اهل الجنة والنار بعلامتهم وهى بياض الوجوه للمومنين وسوادها للكافرين لرؤيتهم لهم
اذ موضعهم عال - جو پہچانينگے ہر ايک فريق کو يعنى اہل جنت کو اور اہل دوزخ کو انکی علامتون کی وجہ سے اور وہ علامت يہ ہے کہ مومنين
کے چہرے منور سپيد ہونگے اور کافرون کے چہرے سياہ ہونگے اور اعراف والے اس وجہ سے پہچانينگے کہ ان دونون فريق مين سے
ہر ايک کو ديکھينگے کيونکہ وہ اونچی جگہ پر ہونگے اور بيضاوى رحمہ اللہ نے کہا کہ يہ شناخت انکو الہام سے ہوگی يا ملائکہ کے سکھلانے
سے حاصل ہوگی سِيْمَا بر وزن فعلى ماخوذ از قولہم سام ابلہ يعنى چراگاہ مين اپنے اونٹ کو علامت لگاکر چھوڑا - يا وسم بمعنى داغ وعلامت
ونشان سے ماخوذ ہے پس يہ مقلوب ہے جيسے جاہ کا لفظ مقلوب از وجہ ہے **مترجم** کہتا ہے کہ اسمين اختلاف ہے کہ اعراف پر جو مرد ہونگے يہ
کون لوگ ہين اسمين تيرہ قول ہين جنکو **قرطبى** رح نے مفصل ذکر کيا جنمين بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ از قسم ملائکہ ہين بصورت رجال
اور بعض سے آدمی ہونا پھر بعض سے انکا اہل جنت سے افضل ہونا اور بعض سے مفضول ہونا معلوم ہوتا ہے وليکن ان اقوال کے
واسطے کوئی دليل قطعی نہين اور **مترجم** کو بہتر معلوم ہوا کہ **حافظ ابن کثير** رحمہ اللہ کی تفسير سے يہ مقام ملخص ترجمہ کرے قولہ تعالى وبينهما
حجاب الآية حجاب حاجز جو دوزخيون کو جنت مين آنے سے مانع ہے **قال ابن جرير** وہ سور يعنى ديوار ہے جسکو اللہ تعالى نے
قولہ فضرب بينهم بسور له باب باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب الآية مين فرمايا ہے اور وہی اعراف ہے جسکو حق تعالى نے قولہ وعلى الاعراف
رجال مين ذکر فرمايا ہے پھر سدى رح سے روايت کی کہ حجاب وہ سور ہے اور وہ اعراف ہے - وقال مجاهد اعراف ايک حجاب درميان جنت
و دوزخ کے ہے ايک ديوار ہے جسمين دروازہ ہے **ابن جرير** نے کہا الاعراف جمع عرف ہے اور ہر مرتفع زمين کو عرب والے عرف
بولتے ہين اور عرف الديک بسبب ارتفاع کے عرف کہلايا عن ابن عباس - اعراف ہر اونچی چيز کو کہتے ہين . مجاهد عن ابن عباس
اعراف ايک ديوار ہے مانند عرف الديک کے - وفى رواية عنه اعراف ايک اونچا ٹيلہ درميان دوزخ وجنت کے ہے جسپر کچھ گنہگار
لوگ محبوس رہينگے وفى رواية عنه اعراف دوزخ وجنت کے درميان ديوار ہے اور يہی ضحاک وبہتيرے علماء تفسير سے مروی ہے اور
سدى رح نے کہا کہ اعراف اسواسطے نام ہوا کہ وہان کے لوگ ايسے ہونگے کہ اور لوگون کو شناخت کرينگے پھر مفسرين کی عبارات مختلف ہين
کہ اعراف پر يہ کون لوگ ہين وليکن يہ ان مختلف عبارات کے قريب قريب ہين اور مرجع انکا ايک معنى کی طرف ہے يعنى ايسی قوم ہوگی
جنکی نيکيان وبرائيان برابر ہونگی اور حضرت حذيفہ وابن عباس وابن مسعود وبہت سے سلف رضى اللہ عنہم وخلف رحمہم اللہ سے

یہ صریح منصوص روایت کیا گیا اور اسمین ایک حدیث مرفوع بھی ابن مردویہ نے جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی کہ جسکی نیکیان و برائیان
برابر ہون اسکا حال آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہی اعراف والے لوگ ہین جو جنت مین داخل نہین ہوے مگر طمع کرتے ہین
قال الحافظ ہذا حدیث غریب۔ عبد الرحمن المزنی سے مرفوع روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اہل اعراف کو فرمایا کہ وہ لوگ ہین
جنھون نے اپنے باپ کی معصیت کی اور راہ خدا مین شہید ہوے پس باپ کی نافرمانی کیسے تو جنت مین داخل ہونے سے روکے
گئے اور راہ خدا مین شہید ہونا انکو دوزخ مین داخل ہونے سے مانع ہوا۔ رواہ سعید بن منصور وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن جریر
والبیہقی والطبرانی وابو الشیخ وعبد بن حمید وابن منیع۔ وقد رواہ ابن ماجہ مرفوعاً من حدیث ابی سعید الخدری وابن عباس رضی اللہ
عنہما **قال الحافظ** ان احادیث کا مرفوع ہونا واللہ اعلم صحیح ہے یا نہین لیکن آخر اس سے کم نہین کہ یہ خبر موقوف ہو یعنی انھین
صحابہؓ کا قول ہو تب بھی جو ہمنے ذکر کیا اسکے واسطے دلیل ہے۔ حذیفہؓ سے روایت ہے کہ وہ ایسے لوگ ہین جنکی نیکیان و برائیان برابر ہین
پس برائیون نے جنت مین جانے سے روکا اور نیکیان دوزخ سے آڑے آئین پس دیوار پر ٹھہرا رکھے گئے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ
انکے درمیان حکم کرے۔ رواہ ابن جریر۔ اور عمرو بن جریر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم سے اعراف والے لوگون کو پوچھا گیا
تو فرمایا کہ بندون مین سے سب سے آخر جنکے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماویگا وہ اہل اعراف ہین پس جب اللہ تعالیٰ بندون کے
درمیان فیصلہ سے فارغ ہوگا تو فرماویگا کہ تم ایسی قوم ہو کہ تمھاری نیکیون نے تمکو آگ سے نکالا اور تم جنت مین داخل نہوئے
پس تم میرے آزاد کیے ہوئے ہو پس تم جنت مین سے جہان چاہو کھاتے پھرو۔ رواہ سعید وقال الحافظ ہذا مرسل حسنؒ اور مجاہدؒ
سے مروی ہے کہ اعراف والی قوم صالحین فقہا و علما ہونگے اور ابو مجلزؒ سے روایت ہے کہ وہ ملائکہ ہونگے اور حافظؒ نے ان دونون
قولون کو غریب بلکہ قول دوم کو اغرب خلاف سیاق و خلاف جمہور قرار دیا مترجمؒ کہتا ہے کہ مفسرؒ نے بھی قول جمہور اختیار کیا کہ وہ ایک
قوم ہے جسکی نیکیان و برائیان برابر ہونگی۔ اور ابن الجوزیؒ نے ذکر کیا کہ وہ ایک قوم ہوگی جن سے انکے باپ راضی رہے اور مائین
ناراض رہین یا برعکس ہوا اور اسکو ابراہیم بن نخعیؒ سے روایت کیا اور پہلے معلوم ہوا کہ یہان دیگر اقوال ہین جنکے ثبوت مین کلام اور صحت
مین مقال اور غرابت مین کمال ہے انکے ذکر سے تطویل بیفائدہ ہے بلکہ ترک کرنا صواب ہے قولہ یعرفون کلا بسیماہم۔ یعنی اہل جنت کو انکے چہرون کی
سپیدی کے ساتھ اور دوزخیون کو انکے چہرون کی سیاہی کے ساتھ پہچانینگے۔ رواہ علی بن ابی طلحہ والضحاک عن ابن عباس
اور بیضاویؒ نے جو کہا کہ یہ شناخت انکو یا الہام یا تعلیم ملائکہ ہوگی یہ قول بعید ہے اور صواب وہ ہے جو مفسرؒ نے کہا کہ اونچے مقام
سے وہ دونون کو دیکھکر پہچانینگے چنانچہ قولہ واذا صرفت ابصارہم سے یہ بات خود ظاہر ہے اور عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت
کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسمقام پر انکو اسواسطے اتارا کہ جو لوگ جنت مین ہین اور جو لوگ دوزخ مین ہین انکو پہچانین اور دوزخیون کو
انکے چہرون کی سیاہی سے پہچانین اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگین کہ انکو قوم ظالمین کے ساتھ نہ کرے وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ
اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ اور اعراف والے یہ لوگ آواز دینگے اہل جنت کو کہ سلام علیکم یعنی اہل جنت کو تحیت پہونچا دینگے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَهُمْ یَطْمَعُوْنَ یعنی اعراف والے جنت مین اب تک داخل نہین ہوئے اور وہ طمع کرتے ہین حسن بصریؒ
سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ پڑھکر کہا کہ واللہ انکے دلون مین یہ طمع اسی واسطے ڈالدی کہ انکے حق مین کرامت کا ارادہ فرمایا ہے
اور قتادہؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو انکے مقام طمع سے آگاہ فرمایا۔ اور عوفی عن ابن عباسؓ مین ہے کہ اعراف والے اپنی حالت مین

اہل جنت کو تحیت ہو پہنچاوینگے ابھی تک وہ داخل نہین ہوئے اور طمع کرتے ہونگے کہ داخل ہون اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ داخل ہوجاوینگے
وکذا قال مجاہد والضحاک والسدی والحسن وغیرہم۔ اور حذیفہؓ سے روایت مین ہو کہ پھر اعراف والے اس حال مین ہونگے کہ ناگاہ تعالیٰ
عز وجل انپر تجلی فرماویگا اور حکم دیگا کہ جاؤ جنت مین داخل ہو کہ مین نے تمکو بخشدیا۔ رواہ الحاکم بالجملہ جسوقت اعراف پر ہونگے تو طمع کے
ساتھ اہل جنت پر سلام پہنچاوینگے وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ اور جب پھیری جاوینگی نظرین اہل اعراف
کی بجانب دوزخیون کے قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ تو کہینگے اے ہمارے پروردگار تو ہم بندون کو قوم ظالمون
یعنے کافرون ومشرکون کے ساتھ دوزخ مین مت بھیجو۔ اسمین اشارہ ہو کہ اہل جنت پر انکی نظر جمی ہوگی اور دوزخیون کی طرف پھیری
جاینگی اور یہ دعا بھی سبب رحمت ومغفرت ہو فافہم **ف فی العرائس** قولہ تعالیٰ وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماہم الآیۃ
دنیا مین کچھ بندے ایسے ہین کہ انکے قلوب مقام ملکوت مین پرواز کرتے ہین اور انکی روحین انوار جبروت مین پرواز کرتی ہین اور انکی
عقلین اسرار پر مطلع ہوتی ہین اور انکے اسرار خاص انوار پر مطلع ہوتے ہین پس وہ نور الٰہی کے ساتھ عرش سے تحت الثریٰ تک
بقوت الٰہی دیکھتے ہین اور تمام کو پہچانتے ہین کہ کون مقرب ہو اور کون دور پڑا ہوا ہو اور یہ بات اس مخلوق کے چہرون سے ظاہر ہوتی ہو اور
چہرون پر سعادت وشقاوت کی مہر ہو جسپر یہ امر لکھا ہوا ہو اسکو سوائے عارف ربانی کے کوئی نہین پڑھ سکتا ہو اسی واسطے آنحضرت صلعم
نے اشارہ فرمایا۔ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ یعنے مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہو اعراف
والے قیامت کے روز درگاہ عالی کی بلندیون پر ہونگے اور ہر دو جہان کے احوال پر مطلع ہونگے پس دوزخی ان لوگون کی طرف
نظر کرینگے تو عذاب کی بوجھ انکے دیدار سے برداشت کرلینگے۔ اور اہل جنت ان لوگون پر نظر کرینگے تو انکا عیش دسروزیادہ ہوگا
یہ لوگ ہر قصوروار کے حق مین شفاعت کرینگے اور ہر نعمت والے کے لیے توفیر ومزید نعمت کے داعی ہونگے اور اسی پر دلالت
کرتا ہو قولہ تعالیٰ ونادوا اصحاب الجنۃ ان سلام علیکم۔ اہل اعراف کی طرف سے اہل جنت پر سلام ہونا جنتیون کے حق مین فرید
تقرب ہو اور قولہ تعالیٰ لم یدخلوہا وہم یطمعون۔ یعنے اعراف والے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انکا بڑا مرتبہ ہو مخلوق کی شفاعت
کرنے کو اس مقام پر روکے جاوینگے حالانکہ وے طمع کرتے ہونگے کہ جنت مین داخل ہوکر عوام کے ساتھ تعیش کرین پس مثال
انکی مانند بادشاہون کے ہو کہ کم مرتبہ لوگون کے ساتھ انکو بیٹھنا پڑتا ہو حالانکہ دل انکے بادشاہت کی عیش کو چاہتے ہین ابوالحسن
الفارسی نے سہل بن عبداللہؒ سے روایت کی کہ اہل معرفت ہی اعراف والے ہونگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یعرفون کلا بسیماہم پس انکو
اس مقام پر اسواسطے رکھا کہ دونون جہان والے لوگون پر انکو مطلع فرما دے جیسے دنیا مین بندون کے احوال واسرار پر مطلع کردیا تھا
بعض نے کہا کہ اعراف والے اور لوگون کو اس نشانی سے پہچانینگے جس سے انکو دنیا مین دیکھا تھا پس بہت سی قومین تو ایسی پاوینگے
جنپر انوار قرب کے نشان ہوگا اور بہت سی قومین ایسی پہچانینگے جنپر مطرود ومردود ہونے کا نشان ہوگا **قال الاستاذ** یہ لوگ جو اعراف پر
ہونگے اشراف لوگ ہونگے جو آج کے روز انوار بصائر سے مخصوص فرمائے گئے ہین اور اپنے اسرار سے مقادیر خلق پر مشرف
ہوئے ہین وہ کل کے روز یعنے قیامت مین سب کے مقامات وطبقات پر اپنے ابصار سے مطلع ہونگے **قال المترجم** عرائس کے
بیان سے اہل اعراف کا اکابر وعارفین ہونا ظاہر ہو اور اتفسیر علماء مفسرین سے بھی ایسے احوال ذکر کرنا بیان ہنا سب معلوم ہوا
پس قشیریؒ نے شرحبیل بن سعدؓ سے ذکر کیا کہ اعراف والے شہید لوگ ہونگے مجاہد سے مروی ہو کہ مومنین مین سے افضل وعلما

ومقنار ہونگے جو اپنے ذاتی احوال سے فارغ ہوکر لوگون کے احوال دیکھنے کو مشغول ہونگے بعض نے کہا کہ وہ انبیا رعلیہم السلام مین سے ایک گروہ ہوگا اُسکو زجاج نے ذکر کیا اور ابن الانباریؒ نے حکایت کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ عادل لوگ ہونگے جو قیامت مین لوگون پر انکے اعمال کے شاہد ہونگے اور وہ ہر امت مین سے کچھ لوگ ہونگے۔ اور اسی کو ابو جعفر النحاسؒ نے اختیار کیا اور کہا کہ جملہ اقوال مین سے یہ بہتر قول ہے اور تجھے معلوم ہو چکا کہ بسبب ظاہر قولہ تعالیٰ لم یدخلوہا وہم یطمعون کے ان اقوال مذکورہ مین بعد و غرابت ہے اور سب سے بعد قول ابو مجلزؒ ہے کہ وہ ملائکہ ہونگے فلیتامل۔

وَنَادٰى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَا اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

اور پکارے دیوار کے سرے والے کچھ مردونکو کہ انکو پہچانتے ہین نشان سے بولے کیا کام آیا تمکو جمع کرنا اور جو تم تکبر کرتے تھے۔

اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝

اب یہ وہی ہین کہ تم قسم کھاتے تھے نہ پہونچا دیگا انکو اللہ کچھ مہر چلے جاؤ جنت مین نہ ڈر ہے تم پر اور نہ تم غم کھاؤ

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا ای من اصحاب النار اور پکارینگے اعراف والے کچھ لوگون کو یعنے کچھ دوزخیون کو يَعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ جنکو انکی نشانیون سے پہچانینگے کلبیؒ نے کہا کہ انکو نام بنام آواز دینگے کہ او فلانے او فلانے قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ من النار جَمْعُكُمْ ای جماعتکم وکثرتکم او جمعکم المال یعنے نہ بچایا تمکو آگ سے تمھاری جمع نے یعنی تمھاری جماعت و جتھے نے یا تمھارے مال جمع کرنے نے وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ۔ ما مصدریہ ہے ای واستکبارکم عن الایمان۔ اور تمھارے تکبر و سرکشی نے ایمان لانے سے یہ جمعکم پر عطف ہے یعنی تمھارے جمع نے اور تمھارے استکبار نے آج تمکو آگ مین پڑنے سے کچھ بھی فائدہ نہ دیا کلبی نے کہا کہ پھر جنت کی طرف نظر کرینگے اور اسمین فقیر و غریب مسلمانونکو دیکھکر انکی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوزخ والے متکبر کافرونسے کہینگے اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ یعنے کافرونکو سرزنش و ملامت کرتے ہوئے کہینگے کہ بھلا یہ وہی لوگ ہین جنکے حق مین تم دنیا مین قسم کھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت انکو نہ پہونچیگی حالانکہ ان لوگون سے کہدیا گیا کہ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ تم لوگ جنت مین داخل ہو رحمت و فضل کے ساتھ درحالیکہ تمھارے حق مین مقدر ہوا کہ نہ تم پر خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو۔ واضح ہو کہ جنھون نے اہل اعراف کی تفسیر مین کہا کہ اعراف والے لوگ بہ نسبت اہل جنت کے اشرف و افضل ہونگے انھون نے آیت کی تفسیر یون بیان کی ہے کہ اعراف والے پہلے سے اس مقام پر بیٹھینگے اور ہر جنتیون اور دوزخیون مین سے ہر فریق کو اسکی علامت سے پہچان جاوینگے پس جب اہل جنت اپنے اچھے مسکن مین جانے کو قریب پہونچین گے تو انکو آواز دینگے کہ سلام علیکم یعنے جنت مین آنے کی مبارک باد و سلامتی دینگے لم یدخلوہا وہم الخ درحالیکہ جنت والے جنت مین پہونچ جانے کی طمع کرتے ہونگے اور ہنوز داخل نہوئے ہونگے۔ اور جب دوزخیون کی طرف نظر ڈالینگے تو دعا و پناہ مانگینگے کہ پروردگار ہمکو ان ظالمونکے ساتھ نفرما ئیو۔ اور دوزخیون کو پہچانکر کہینگے کہ آج تمھارے تکبر و جمع نے تمکو دوزخ سے نجات دلانے مین کچھ فائدہ نہ دیا اور ضعیف مسلمانون کی طرف اشارہ کرکے ان دوزخیون کو حسرت دلانے کو کہینگے کہ یہی ہین جنکی نسبت تم قسم کھایا کرتے تھے کہ انکو رحمت الٰہی ہرگز نہین پہونچیگی پھر ان مسلمانون سے کہینگے کہ شاباش تم اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے جاؤ جنت مین داخل ہو در ینما بر قول جمہور کے تقدیر کلام یون ہے کہ یقولون مشیرا الی ضعفاء المسلمین اہؤلاء الذین اقسمتم لا ینالہم اللہ برحمۃ وقد قیل لہم

ادخلوا الجنۃ الخ جیسا کہ مذکور ہوا **قال علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس** یعنے اصحاب اعراف کہینگے کہ ادخلوا الجنۃ الخ -
اور ابن جریرؒ نے بطریق دیگر ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب اعراف والے جنتیون و دوزخیون سے وہ بات کہ چکینگے جو اللہ تعالیٰ نے کہنا مقدر
فرمائی ہے تو تکبر کرنے والون اور مالدارون سے اللہ تعالیٰ فرماویگا اہولاء الذین اقسمتم لاینالہم الخ اور **حافظ ابن کثیرؒ** نے یہان
ذکر کیا کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ اعراف والے ایسی قوم ہین کہ انکے اعمال نیک و بد مخلوط ہونگے پس نیک اعمال تو جنت مین جانے
سے کمی کرینگے اور بد اعمال بھی ایسے نہونگے کہ دوزخ مین لیجاوین پس وہ اعراف پر رکھے جاوینگے کہ لوگون کو شناخت کرین پھر جب
اللہ تعالیٰ بندون کے درمیان فیصلہ پورا کر دیگا تو ان لوگون کو اجازت فرمادیگا کہ اپنے واسطے سفارشی ڈھونڈو پس آدم علیہ السلام کے
پاس آکر کہینگے کہ آپ ہمارے باپ ہین آپ پروردگار عز وجل کے حضور مین سفارش فرماوین آدمؑ فرمائیگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ
نے میرے سوائے کسی کو اپنے ہاتھون پیدا کر دیا اور ہمین روح پھونکی اور اسکی طرف رحمت الٰہی نے غضب الٰہی پر سبقت فرمائی اور
اسکے واسطے ملائکہ نے سجدہ کیا ہو تو کہینگے کہ نہین تب آدمؑ فرمائیگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا ہون اور مین تمہاری سفارش نہین کر سکتا
ولیکن تم لوگ ابراہیمؑ کے پاس جاؤ پس ابراہیمؑ کے پاس آکر شفاعت کے خواستگار ہونگے وہ فرماویگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ میرے سوائے
کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا کہ اپنا خلیل بنایا اور جانتے ہو کہ بھلا کسی اور کو اسکی قوم نے اللہ تعالیٰ کے معاملہ مین آگ مین ڈالا ہو
تو کہینگے کہ نہین تب ابراہیم فرماویگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا اور مین تمہاری سفارش نہین کر سکتا ولیکن تم میرے فرزند موسیٰؑ کے پاس جاؤ
پس وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آوینگے اور وہ فرماویگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ میرے سوائے کسی سے اللہ تعالیٰ نے کلام
کیا اور مناجات مین اسکو مقرب کیا تو کہینگے کہ نہین وہ فرمائیگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا اور تمہاری سفارش نہین کر سکتا ولیکن تم عیسیٰؑ
کے پاس جاؤ پس عیسیٰؑ سے آکر سفارش کے خواستگار ہونگے وہ فرماویگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ میرے سوائے کسی کو اللہ تعالیٰ نے
یہ کیا ہو کہ اس کو بدون باپ پیدا کیا اور اسنے مادر زاد اندھے و کوڑھی بارادۂ الٰہی اچھے کئے اور مردے بارادۂ الٰہی زندہ کئے ہون
تو کہینگے کہ نہین - وہ فرمائیگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا اور تمہاری سفارش نہین کر سکتا ولیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پس وہ محمد
صلعم کے پاس آوینگے حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب مجھ سے آکر سفارش چاہینگے تو مین ہاتھ اپنے سینہ پر رکھکر اقبال کرونگا پھر چلکر عرش کے
روبرو حاضر ہونگا پس ایسی ثنا و صفت و حمد الٰہی مجھکو علم مین حاصل ہوجائیگی جو سننے والون نے کبھی نہین سنی پھر مین سجدہ مین ہو جاؤنگا تو مجھسے
ارشاد ہوگا کہ اے محمد اپنا سر اٹھا اور مانگ کیا مانگتا ہے تجھکو عطا ہوگا اور سفارش کر کہ تیری سفارش سنی جاویگی پس مین سر اٹھا کر عرض کرونگا
کہ یا ربّ امتی - اے پروردگار میری امت کو بخشدے پس او تعالیٰ عز وجل فرماویگا کہ وہ تیرے واسطے ہین یعنے تجھے بخشدئے گئے پس کوئی نبی
مرسل اور کوئی فرشتہ مقرب نہ رہیگا جو مجھپر غبطہ نہ کرے اور یہی مقام المحمود ہے پھر مین انکو جنت مین لاؤنگا اور وہ لوگ نہر الحیاۃ پر لیجا کر
نہلائے جاوینگے پس اُن کے اجسام مثل چمکتے تارے کے ہو جاوینگے ولیکن انکے سینون مین سپید تل ہونگے جس سے انکی شناخت
ہوگی اور ان لوگون کو مساکین اہل جنت کہینگے **قال المترجم** یون ہی اس مقام پر شیخ ابن کثیرؒ کے نسخہ تفسیر مین لکھا ہے اور شفاعت و
مقام محمود کی احادیث کثرت سے متواتر المعنی مروی ہین ولیکن امنین یون ہے کہ بہت لوگون کو دوزخ مین سے نکال لاوینگے پس شاید
کہ اول مین ابتدا انہین لوگون سے ہو جو اہل اعراف ہین بنا برآنکہ اہل اعراف ایسے لوگ ہونگے جو دوزخ مین نہین داخل ہوئے اور جنت
مین بھی نہین داخل ہوئے بلکہ نیکیان و برائیان برابر ہونے کی وجہ سے اعراف پر محبوس رہے ہین جیسا کہ قول جمہور ہے اور البتہ ثابت

ہوا کہ مطلقاً شفاعت اس مقام محمود کی شفاعت سے عام ہو اور وہ حساب کے واسطے بھی ہوگی جیسا کہ احادیث صحاح میں ثابت ہوا ہو اور یہ مقام اسکے بیان کا نہیں ہو اور مسلم بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ اہل اعراف وہ لوگ ہونگے جنپر قرضہ ہو۔ کما رواہ ابن ابی حاتم اللھم سہل علیٰ ادا الدین واقض دینی یا ارحم الراحمین بعض نے کہا کہ اہل اعراف مشرکون کے بچے جو مرگئے۔ اور بعض نے کہا کہ جنون مین کسے مومن لوگ ہونگے اور بعض نے کہا کہ زمانہ فترت مین جو لوگ موحد رہے ہین۔ بالجملہ اسمین کوئی بات قطعی نہین اور اللہ تعالے دانا تر ہو کہ کون مراد ہین۔

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

اور پکارے آگ والے جنت والون کو کہ بہاؤ ہمپر تھوڑا پانی یا جو روزی تمکو دی اللہ نے بولے اللہ نے یہ

حَرَّمَهُمَا عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا

دونون بند کیے ہین منکرون سے جنھون نے ٹھہرایا اپنا دین تماشا اور کھیل اور بہکے دنیا کی زندگی پر سو آج ہم انکو بھلا دینگے جیسے

نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَ مَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ۝

وہ بھولے اپنے اس دن کا ملنا اور جیسے تھے ہماری آیتون سے جھگڑتے۔

اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے دوزخیونکے حال ذلت و رسوائی اور اہل جنت سے کھانا پانی مانگنے کو اور اس سوال گدائی کے قبول نہونیکو بیان فرمایا وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ یعنی دوزخیون نے پکارکر مانگا اہل جنت سے اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ یہ کہ افاضہ کرو ہمپر کچھ پانی اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ یا جو تمکو اللہ تعالے نے رزق دیا ہو اسمین سے افاضہ بمعنی توسعہ یعنی کشایش و فراخی دینا اور معنی یہ کہ بہادو ہمپر کچھ پانی اور اسمین دلیل ہو کہ جنت بہ نسبت دوزخ کے اونچے پر ہوگی قالہ البیضاوی اور رزق سے مراد طعام ہو کما قال السدی یا او پینے کی چیزین مراد ہین بہ لحاظ لفظ افاضہ کے اس مین سیلان کے معنی ہین اور مفسر رح نے قول سدی رح کو اختیار کیا پس افیضوا علینا متضمن معنے القا رہے یعنے ہماری طرف ڈالدو خواہ بہاکر یا اور کسی طور سے اور فعل مین تضمین معنے دیگر کا ہونا استعمال عرب مین شائع ہے مانند قول شاعر ؎ علفتہا تبناً وماءً بارداً یعنی مین نے ناقہ کو چرائی خشک گھاس اور ٹھنڈا پانی یعنی ٹھنڈا پانی پلایا پس تعلیف متضمن معنی سقایا ہو پھر حرف او جو قولہ او مما رزقکم مین ہو یا تو اپنے معنی پر ہو یعنے دوزخیون نے بھیک مانگی کہ پانی یا کھانا جو کچھ تمھارا جی چاہے یا جیسے ہوسکے ہمکو دیدو اور یا عرف او بمعنی واو ہو کیونکہ آگے دونون کی حرمت کافرون پر مذکور ہو اور عبد الرحمن بن زید نے تفسیر کی کہ دوزخی انسے پانی اور کھانا مانگینگے سعید بن جبیر رح سے روایت ہو کہ دوزخی آدمی اپنے باپ یا بھائی کسیکو پکاریگا کہ مین آگ سے جل گیا میری طرف ذرا سا پانی بہادے تو اہل جنت کو حکم ہوگا کہ انکو جواب دو تو وہ لوگ جواب دینگے جو مذکور فرمایا قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَی الْكٰفِرِیْنَ کہینگے کہ اللہ تعالے نے اس کھانے و پانی دونون کو کافرون پر حرام فرمایا ہو یعنے جنت کے کھانے و پانی کو حرام فرمایا ہو اور انہ دوزخ کے حمیم اور غساق کو اعوذ باللہ منہ یہ لوگ پاوینگے چنانچہ انشاء اللہ تعالے کلام مجید مین اسکا بیان آویگا اگر کہا جاوے کہ تحریم و تحلیل تو ان لوگون پر ہوتی ہو جن سے ایمان کے موافق احکام کی بجا آوری کو کہا گیا ہوا اور دار آخرت مین یون کوئی مکلف نہوگا بلکہ یہ تو فقط دنیا مین ہو پھر کیونکر کہا کہ اللہ تعالے نے کافرون پر حرام کیا۔ تو جواب یہ کہ حرمت بمعنی منع ہو یعنے کافرون پر ممنوع فرمایا جیسے دنیا مین بندہ مومن کو اشیاء محرمات سے منع فرمایا ہو جو لوگ یہان شراب وغیرہ حرام چیزون سے نہین بچتے انکو آخرت مین حسرت ہوگی فانہ سمع ابن عباس رضی سے

مروی ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ افضل الصدقہ پانی ہو اور اسی آیہ کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ ابو صالحؒ سے مروی ہو کہ جب ابوطالب
بیمار ہوئے تو مشرکون نے اُنسے کہا کہ اگر آپ اپنے اس بھتیجے یعنی محمد صلعم کے پاس کسی کو بھیجیں کہ وہ جنت سے ایک خوشہ آپکو منگوا دے تو آپکو اس سے
صحت ہو جاوے پس آنحضرت صلعم کے پاس آدمی آیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھے تھے پس ابوبکر نے اس آدمی کو جواب دیدیا کہ
ان اللہ حرمہا علی الکافرین پھر اللہ تعالےٰ نے کافرون کی حالت دنیاوی سے انکی مذمت بیان کی بقولہ اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا
یعنے جنت کا کھانا پینا کافرون پر حرام کیا جنکی یہ بدخصلت تھی کہ انھون نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا لیا تھا۔ یہ بیان مبالغہ ہو کہ دین سے بالکل خارج
تھے اور جس چیز کے ساتھ ہمت صرف کرنا خوب نہیں اسمین مصروف ہونا لہو ہو اور جس سے خوشی کی خواہش کرنا خوب نہیں اس چیز سے خوشی کو چاہنا لعب
پس ہر شئے و ہر طریقہ جو شرع میں روا نہیں لہو ولعب ان دو اعتبار سے ہوگا فی السراج یہ لہو ولعب جیسے شیطان نے مشرکین عرب کی نظر میں سانڈ چھوڑنا
اور جانورون کے کان کاٹنا ننگے طواف کرنا وغیرہ بدکامون کی زینت ظاہر کی تھی بعض نے کہا کہ دین کو لہو ولعب اس معنی کر کے بنایا تھا کہ جو کوئی
پیغمبر یا نیک آدمی اُن کو ایمان کی طرف بلاتا تھا اس کو لہو ولعب و تمسخر سے مسخرہ بناتے تھے اور انکو حقیر و ذلیل سمجھکر کہتے کہ کیا یہی لوگ جنت
کی نعمتون سے سرفراز ہونگے۔ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور مغرور کر دیا تھا انکو زندگانی دنیا نے یعنی سردست جو راحت و آرام ناپید ہونے والا
انکو ملا اُسنے اپنے اوپر فریفتہ کر کے انکو اللہ تعالیٰ و رسول الٰہی پر ایمان لانے اور آخرت کا حصہ لینے سے غفلت میں ڈال رکھا یہانتک کہ اسی حال
خراب میں انکی موت آگئی۔ غرہ اس غفلت کو کہتے ہیں جو جاگتے میں ہوا ور وہ انسان کی طمع اس بات میں کہ عمر دراز ہو اور خوب عیش ملے اور بہت
مال و جاہ حاصل ہو پھر جب ایسا ہوا تو دنیا کی لذتون میں ڈوب کر نجات سے غافل ہو گیا۔ کذا فی السراج۔ پھر جب کافرون کی یہ بدخصلتیں
بیان فرمائیں تو پھر فرمایا فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ای فالیوم نترکہم فی النار جیاعا عطاشا کما نسوا لقاء ہذا الیوم تترکہم العمل لہ
یعنے پس آج کے روز ہم بھی انکو آگ میں بھوکے پیاسے چھوڑ دینگے جیسے وہ خود بھولے بیٹھے رہے اس روز کی ملاقات سے بایں طور کہ آج کے
واسطے خود کچھ کام نہیں کر رکھا اگر کہا جاوے کہ نسیان و بھول تو اللہ تعالےٰ کی جناب میں محال ہو پھر فالیوم ننساہم۔ کیونکر فرمایا۔ تو جواب یہ ہو کہ ننساہم
کے یہ معنی کہ نعاملہم معاملۃ من نسیہم۔ انکے ساتھ ہم وہ برتاؤ کرینگے جیسے انکو بھولنے والا انکے ساتھ کرتا۔ اللہ تعالےٰ کے علم پاک سے کوئی چیز فراموش
نہیں چنانچہ خود فرمایا۔ لا یضل ربی ولا ینسی۔ اور یہان بطریق مقابلہ کے مجازاً فرمایا ہو جیسے قولہ نسوا اللہ فنسیہم۔ اور جیسے فرمایا۔ کذلک اتتک آیاتنا
فنسیتہا وکذلک الیوم تنسی۔ حاصل آنکہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم انکے ساتھ وہ برتاؤ کرینگے جیسے کوئی بھول کر اپنے بھولے ہوئے سے معاملہ کرتا ہو
کہ ہم انکی کچھ دستگیری نکرینگے اور بالکل انکو آگ میں چھوڑ دینگے اور فالیوم کی فا تفصیلیہ ہو پس نسیان یہان مجازاً استعارہ ہو اور قرآن مجید میں
ایسے استعارات بہت آئے ہیں کیونکہ جو معانی عالم الغیب کے ہیں انکو عالم الشہادۃ میں ایسی چیز سے تعبیر کیا جائیگا جو اسکے مماثل و مشابہ ہو اور
یہ خود ظاہر ہو۔ **قال العوفی عن ابن عباس**۔ دوزخیون کو اللہ تعالےٰ نے بھلائی سے گویا فراموش فرمایا اور آگ و تکلیف و عذاب سے
فراموش نہیں رکھا۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے ننساہم کی تفسیر نترکہم سے روایت کی جیسا کہ منذرؒ نے لکھا ہو۔ مجاہدؒ نے کہا کہ ننساہم ای
نترکہم فی النار۔ اور سدیؒ نے کہا ای نترکہم من الرحمۃ کما ترکوا ان یعملوا للقاء یومہم ہذا یعنے ہم انکو رحمت سے متروک رکھینگے جیسے اُنھون نے
ترک کر رکھا تھا اس بات کو کہ آج کے دن کے واسطے کچھ کار خیر کریں حدیث صحیح میں ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے سے فرماویگا کہ
بھلا میں نے تجھے جورو نہیں دیدی ہیں، نے تجھے مکرم نہیں کر دیا میں نے تیرے زیر فرمان گھوڑے و اونٹ نہیں کر دیے میں نے تجھے نہیں چھوڑ دیا
کہ تو کھاتا پھرے سیر ہو کر وہ عرض کریگا کہ ہان کیون نہیں پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے یقین تھا کہ مجھسے ملیگا وہ عرض کریگا کہ نہیں پس فرماویگا کہ پھر آج

کے روز ہم بھی تجھے فراموش کرینگے جیسے تو ہمکو بھولا ہوا تھا وَمَا كَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ اور جیسا کہ وہ جاحدین بآیاتنا اور جیسے انھون نے
ہماری آیات سے انکار کیا تھا اسمین دلیل ہو کہ نسیان قیامت اور نسیان آلٰہی انھین بندونکو ہوجو کافرین اور جو ایمان لایا وہ فراموش
کرنیوالا نہین ہو مگر جو کوئی قیامت کے لیئے سامان نہ کرے اسکے حق مین تہدید ہو۔ فتامل ف ابن العربیؒ نے رحمت آلٰہی کے غضب
پر سبقت کیئے ہوئے ہونے کو ہر چیز مین ثابت کیا حتی کہ دوزخیون کے حق مین بھی بیان کیا اور اسی طور پر شیخ شیرازیؒ نے عرائس البیان
مین قولہ ونادیٰ اصحاب النار اصحاب الجنۃ ان افیضوا علینا من الماء الآیۃ کے اشارہ مین کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے یہ بات
ہو کہ دوزخیون کے واسطے اہل جنت کا پردہ اُٹھا دیا ہو حتی کہ جنت وجنتیون کے دیکھنے سے وہ لوگ عذاب سخت کو اُٹھا لیتے ہین اور یہ اوٗ
تعالےٰ کے لطائف خفیہ مین سے ہو تو نہین دیکھتا کہ عاشق اگر برف یا زمہریر مین پڑا ہوا اگر معشوق پر اسکی نظر رہے تو اسکے دیدار کی حلاوت
مین برف سے گل جانے کا دکھ نہین پاتا تجھے چاہیئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ یاد کر کہ عورتون نے انکے دیدار مین کیونکر اپنے
ہاتھ کاٹ لیئے اور کٹنے کے درد سے خبر نہوئی مین نے سُنا کہ مشائخ مین سے کوئی بزرگ تھے کہ اپنے مکان کے پڑوس کی مسجد مین
مغرب وعشاء کے درمیان جاتے تھے تاکہ عشاء کی نماز ادا کرین اور ان دنون برف گرا کرتا تھا پس راہ مین دیکھا کہ ایک جھروکے کے
نیچے ایک نوجوان آدمی اپنے معشوق سے باتین کرتا ہوا در معشوق جھروکے پر ہوا اور یہ دونون اپنی باتون مین ایسے غافل تھے کہ انکو شیخ
موصوف کے آنے سے خبر بھی نہوئی پھر جب شیخ موصوف عشاء کی نماز کے بعد واپس ہوئے تو بھی انکو اسی حال مین دیکھتے آئے
پھر رات گزر کر جب صبح کی نماز کا وقت قریب ہوا اور شیخ موصوف لالٹین لیئے ہوئے مسجد کو چلے تو دیکھا کہ وہ دونون اسی حال سے باتین
کرتے ہین اور برف اُسکے گھٹنون تک چڑھ گیا ہو جب قریب ہوئے تو معشوق نے عاشق سے کہا کہ ای پیارے اس وقت ٹلجا کہ شیخ نماز عشاء کو جاتا ہو۔
اور یہ جدائی پیش آنے سے دردناک شعر پڑھا شیخ یہ حال دیکھکر روئے اور ایک چیخ مارکر بیہوش ہو گئے۔ پھر ہوش آیا تو ایک نعرہ مارا
اور گریبان چاک کر ڈالا اور کہا کہ آدمیون کے آپس کے عشق مین یہ حال ہو کہ عشاء وفجر کی خبر نہین اور برف وسردی سے اثر نہین اور مین حضرت
خالق عز وجل کے اس پردہ غفلت مین پڑا ہون ۵ عشق آن نبود کہ در مردم بود ؞ این فساد خوردن گندم بود ؞ عاشق صنع خدا با فر بود ؞
عاشق مصنوع او کافر بود ؞ عشق بر مردہ نباشد پائدار ؞ عشق را برحی وبر قیوم دار ؞ عشق آن بگزین کہ جملہ انبیاء ؞ یافتند از عشق او کار وکیا ؞
قولہ افیضوا علینا من الماء اسواسطے پانی مانگا کہ وہ آگ کا ضد ہو اور اشارہ ہو ای درگاہ بے نیاز کے بندو کچھ ہم بھی دریائے رحمت سے پانی بہا دو
یا جو کچھ تمکو رزق تقرب حاصل ہوا ہمین سے ہمکو بھی دلوا دو یعنی ہماری شفاعت کرو حضرت استادؒ نے فرمایا کہ انکو ایک قطرہ نہ دیا جائے گا
باوجود اسکے کہ اوتعالےٰ پاک پروردگار انکے عذاب سے بے پروا ہو اور جو چاہے کہ انکو دیدے سا رجا ہے جس نعمت مین انکو رکھے ولیکن یہ قہر ربوبیت و
عزت احدیت ہو وہ قادر مختار ہو جو چاہے کرے کون وہان دم مار سکتا ہو لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون جیسے دنیا مین انکو ایک ذرہ معرفت
نہ دی ویسے ہی آخرت مین ان حالتون مین انکو ایک قطرہ نہ عطا کریگا اور یہ لوگ پانی مانگین کہ اس سے روئین کیونکہ انکے آنسو منقطع ہو نگے

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ط يَوْمَ

اور ہمنے انکو پہونچا دی ہو کتاب جو کھول کر بیان کی ہو خبرداری سے راہ بتانی اور مہربانی ایمان والے لوگون کو کیا راہ دیکھتے ہین مگر یہی کہ وہ پڑے خبیدن

يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ

وہ ٹھیک پڑے گی کہنے لگین گے جو اسکو بھول رہے تھے پہلے سچ بات لائے تھے ہمارے رب کے رسول اب کوئی ہین سفارش والے تو ہماری سفارش کرین

أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝

یا ہمکو پھر جانا ہو تو ہم کام کرین سوا سے اُسکے جو کرتے تھے تحقیق ہارے اپنی جان اور بھول گیا جو جھوٹھ بناتے تھے

جب اﷲ تعالے عزوجل نے کافرون کی آخرت کا حال اور جس خرابی کی طرف انکا انجام ہوا ہے بیان فرما دیا تو اب یہ بھی ظاہر فرمایا کہ دنیا مین انکے علل و اعذار سب اس طرح دفع کر دیے تھے کہ رسول ہدایت کرنے والے اور کتابین رحمت سے بھیجدی تھین چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ اور البتہ اُتار دی ہمنے اُنکے پاس کتاب۔ یہان دو تفسیرین ہین ایک یہ کہ ضمیر ہم راجع بجانب اصحاب النار ہو یعنی اصحاب النار کی ہدایت کے لیئے دنیا مین ہمنے کتاب دیدی تھی اور کتاب سے جنس مراد ہو پس ہر فریق دوزخی کو کسی کتاب آسمانی کی پیروی کا حکم ہوا تھا مگر اُسنے نہ مانی اور آخر دوزخی ہوا۔ دوم یہ کہ ضمیر راجع باہل مکہ ہو اور کتاب سے قرآن مراد ہو اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا یعنی البتہ ہمنے اہل مکہ کو ایمان لانے و عمل نیک ادا کرنے کے واسطے کتاب دی جسکی یہ صفت ہو کہ فَصَّلْنٰهُ عَلٰی عِلْمٍ ای بیناہ بالاخبار والوعد والوعید حال کوننا عالمین بما فصل فیہ یعنی ایسی کتاب کہ ہمنے اسکو مبین کر دیا اخبار و وعدہ و وعید سے درحالیکہ ہم خوب جانتے ہین جو کچھ اس کتاب مین مفصل ہوا ہو یعنے عقائد و احکام و وعظ و نصیحت سب کو ہمنے ظاہر کھلا کھلا فرما دیا اور ہمنے اسکی وجہ تفصیل سے آگاہی کے ساتھ بیان کیا یہانتک کہ کتاب موصوف ایک کتاب محکم ہوئی۔ کما فی قولہ کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت الآیۃ اور قرآن مین نو قسم کی تفصیل و تبیین ہو حلال حرام محکم متشابہ۔ بشارت انذار قصص۔ وعظ۔ مثل۔ اور بعض نے کہا کہ تفصیل سے مراد حق و باطل کی تمیز ہو۔ بالجملہ قولہ علی علم حال ہوا سے فصلناہ عالمین۔ اور یہین دلیل ہو کہ اﷲ تعالے عالم العلیم ہو یعنے یہ صفت پاک اسکی ذات پاک کے لیئے ثابت ہوا اور بعض نے اسکو کتاب کی ضمیر سے حال قرار دیا یعنے مشتملاً علی علم درحالیکہ وہ کتاب مشتمل ہو علم خاص پر۔ اور بعض قراءۃ مین فضلناہ بضاد معجمہ آیا یعنے تفضیل دی ہمنے اس کتاب کو دیگر کتب آسمانی پر درحالیکہ ہم خوب جانتے ہین کہ یہ ایسی فضیلت کے لائق ہو یہ قراءۃ مولہ ہو تفسیر دوم کی جسکو مفسرؒ نے اختیار کیا ہو پھر فصلناہ کی ضمیر ہ سے جو کتاب کی طرف راجع ہو حال فرمایا هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ یعنے درحالیکہ یہ کتاب ہدایت و رحمت ہو ایسی قوم کے واسطے جو اسپر ایمان لاتے ہین پھر کافرون کو تنبیہ فرمائی هَلْ يَنْظُرُوْنَ ما ینتظرون نہین انتظار کرتے ہین اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ مگر اسکی تاویل کا۔ یعنے اس کتاب مین جو وعدہ و وعید مذکور ہین اور اس سے ظاہر ہوتے ہین انکے ظہور سے اسکی سچائی کھلجانیکا انتظار کر رہے ہین یعنے کافرون کے حق مین جو عذاب کا اور مومنون کے واسطے ثواب کا وعدہ ہو اور جنت و دوزخ کا بیان ہو اسکے انجام کا واقع و ظاہر ہونیکا انتظار کر رہے ہین کذا قال مجاہد و غیر واحد من الائمہ رحمہم اللہ۔ ربیع بن انسؒ نے کہا کہ برابر اس کتاب کی تاویل ایک ایک کر کے آتی رہیگی یہانتک کہ جنت والے جنت مین اور دوزخ والے دوزخ مین داخل ہو جاوین پس اُسدن تاویل پوری ہو جائیگی۔ التاویل مرجع الشیٔ و مصیرہ یعنی تاویل ہر چیز کی وہ ہو جو انجام کار ہین اُس شی کا ظہور ہوا وہی معنی ہین کہ تاویل الشیٔ ما یؤول الیہ امرہ یعنی تاویل ہر شی کی وہ ہو جس طرف اُس شی کا انجام کار ہو پس قرآن مین جو امور آیندہ کے واسطے مذکور ہین انکی تاویل وہی انکا واقع ہونا اور قرآن مجید کی سچائی برملا ظاہر ہو جانا پس کافرونکو تہدید فرمائی کہ ابھی نہین سچ مانتے ہین تو کیا اسکے وعدہ و وعید وغیرہ کی تاویل کے منتظر ہین يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ جسدن اسکی تاویل آجاویگی تو جنلوگون نے اسکو پہلے سے فراموش کر رکھا تھا وہ اسوقت کہینگے کہ البتہ ہمارے پروردگار کے رسول علیہم السلام سچ بات لائے تھے یوم سے مراد روز قیامت ہو جیسا کہ ابن عباسؓ و جملہ مفسرین نے بیان کیا ہو مگر ربیع بن انسؒ کے قول سے معلوم ہوتا ہو کہ مشرکین مکہ کے قتل و خوار ہونے کی تاویل اور ایسے ہی

ع ۶

یہود و نصاریٰ کے قتل و خوار و تابع ہونے کی تاویل جسکی خبر پہلے سے فرمائی تھی وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک مین دنیا مین بھی واقع ہوگئی
ولیکن اس کلام مین قیامت ہی کے روز کے واقع ہونے والی تاویل مراد ہے اور نسوہ من قبل کے یہ معنی کہ اس کتاب کے موافق عمل کرنے کو
پہلے سے یعنی دار الدنیا مین فراموش و ترک کیا تھا یعنے اسطرح چھوڑا تھا جیسے فراموش کرنے والا بے پروا چھوڑتا ہے یعنی قیامت کے روز
جب اس کتاب مجید کی تاویل واقع ہوگی تو دنیا مین اس کتاب کے موافق عمل کرنے کو چھوڑنے والے آنکھون دیکھکر اقرار کرینگے کہ بیشک
اللہ تعالیٰ کے رسول علیہم السلام سب سچی باتین لائے تھے ہم سے بڑی غلطی ہوئی کہ ہمنے نہ مانا اور اسکے موافق عمل نہ کیا حالانکہ ایمان
و اقرار وہان کچھ مفید نہوگا تب کافر کہینگے کہ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ بھلا ہمارے
واسطے کوئی شفاعت کرنیوالون سے ہین کہ ہماری سفارش کرین یا ہم پھیر دیے جاوین تو ہم عمل کرین سوائے اس عمل کے جو ہم کیا کرتے
تھے پس نرد مرفوع اور عطف ہے لنا من شفعاء پر اسی ل نرد اور ایک قراۃ مین نرد بالنصب ہے پس فیشفعوا پر عطف ہے یا حرف او
بمعنی الیٰ ان ہے پس اول صورت مین درخواست دو باتون مین سے ایک بات کی ہے کہ ہمارے واسطے کوئی شفیع ہون یا ہم دنیا مین پھیر دیے
جاوین اور دوسری صورت یعنے قراۃ نصب پر اگر عطف ہے تو درخواست یہ ہے کہ شفیع ہون یا تو سفارش سے معاف کرادین بدون واپسی کے
یا واپس کرادین انکو بدون سفارش کے اور اگر حرف او بمعنی الیٰ ان ہے تو شفیع ہون جنکی سفارش سے یہ ہو کہ دنیا مین رد کیے جاوین پس
جا کر عمل کرین سوائے اس عمل کے جو کرتے تھے یعنی شرک و کفر و بد اعمال کے سوائے توحید و نیک اعمال کرین اور ہرگز شرک کے پاس
نہ پھٹکین پس فنعمل بالنصب جواب فقط استفہام ثانی کا ہے اور بعض قراۃ مین فعل مرفوع آیا اے فنحن نعمل یعنی اظہار ہے کہ بر تقدیر واپس کیے جانے
کے ہم پہلے اعمال کے سوائے توحید و اعمال صالح ادا کرینگے حالانکہ درحقیقت جھوٹے ہین کما قال اللہ تعالیٰ ولو تری اذ وقفوا علی النار
فقالوا یا لیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا ونکون من المؤمنین بل بدا لہم ما کانوا یخفون من قبل ولو ردوا لعادوا لما نہوا عنہ وانہم لکاذبون ۔
اسی واسطے مفسر نے یہان جواب استفہام مین لا مقدر کیا یعنی انکی اس درخواست کا جواب یہ ہوگا کہ نہین یعنے نہ تمھارے شفیع ہین اور
نہ تم پھیرے جاؤگے قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ البتہ خسارہ مین ڈالا ان کافرون نے اپنی جانون کو کیونکہ اپنے آپ کو
ایسی ہلاکت مین ڈالا جس سے نجات نہین ہے وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ضل عنہم ای ذہب عنہم جاتا رہا ان سے یعنی باطل ہوا
اور کچھ بھی انکے کام نہ آیا جو دنیا مین شریک وغیرہ کا دعویٰ بنایا کرتے تھے پس ما کانوا مین ما مصدریہ ہے یعنی باطل ہوا انکا افترا اور احتمال
ہے کہ ما موصولہ ہو یعنی وہ چیز جسکو افترا سے شریک وغیرہ بناتے تھے وہ یہان باطل ظاہر ہوئی کہ کچھ بھی انکے آڑے نہ آسکی اور انکو اب یقین ہوگا
کہ تاویل کے انتظار مین بڑی غفلت و غلطی کی کہ اسکی اصلاح اب ممکن نہین ہے **فی العرائس** قولہ تعالیٰ ولقد جئناہم بکتاب فصلناہ
الآیۃ اللہ تعالےٰ نے مومنون کے لیئے ہدایت و رحمت اپنا کلام قدیم بھیجنے سے احسان رکھا اور جو سعادات و کرامات و درجات عمدہ عمدہ
انکے واسطے آخرت مین رکھے ہین اس سے آگاہ فرمایا اور اسی کتاب مجید سے انکو اعمال پاکیزہ و حالات شریف و مقامات بلند کیطرف
ہدایت کی اور اسی سے اپنے اسماء پاک و نعوت و صفات مقدس اور ذات متعالی کی معرفت سے سرفراز کیا اور انتظام صنائع و
احکام قدرت کے ہر بیان سے ہر ایک صفت قدیمہ مقدسہ کی طرف دلالت ہے جس سے معرفت ذات پاک حاصل ہوتی ہے عارفون
کے لیئے اس کتاب سے معرفت ہے اور موحدین کے لیئے خزانہ غیب کی کشائش ہے اور غافلون کے دل سے پردہ غفلت و جہالت
کا انکشاف ہے اور مرادوں الفت سے جذب و لطائف محبین و مشتاقین و عاشقین ہے اور اسمین مقامات عبودیت و معارف ربوبیت کی تہذیب ہے

قال المترجم سورۂ یٰس کی تعریف مین آیا ہو کہ قرآن کا قلب ہو اور ترتیب ظاہری مین بھی اسی طرح واقع ہو اوراسمین اسرار و لطائف و عجائب ہین کہ وہ اُس بیان سے منکشف نہین ہوتے ہین بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جسکو چاہتا ہو ہدایت فرماتا ہو **قال الشیخ** یہ سب اُسکے علم قدیم سے صادر ہو اسی سے مومنون کے دلون کو ہدایت فرماتا ہو اور یہ کتاب پاک اسکی طرف سے رحمت کاملی ہو عموم و خصوص کی طرح اور جسکو اس سے اپنی طرف ہدایت فرمائی اسکے حق مین رحمت ازلی سابق ہو چکی تھی اور اس سے زیادہ کونسی نعمت ہوگی کہ اپنے کلام پاک کو ہماری طرف نازل فرما کر ہمکو نفس کی بندگی سے اور شہوات نفسانی سے چھوڑایا اور انوار ربانیہ کی طرف راہ بتائی الحمد للہ الذی امتن علینا بفواتح انعامہ و لطائف اکرامہ واصطفانا بخطابہ وجعل اسماعنا محل استماع کلامہ وقلوبنا اوطان بیانہ واسرارنا وعیبۃ انوار سلطانہ وارواحنا خزائن عرفانہ وعقولنا مشاہد برہانہ وابداننا مساقط شرائع قرآنہ لہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا بعض نے کہا کہ اللہ تعالے نے کتاب اُتاری جسمین گمراہی سے ہدایت ہو اور عذاب سے رحمت ہو اور دشمن و دوست مین تفریق ہو اسکے معانی پر کوئی مطلع نہین اس طور کہ فیض پاوے مگر وہی لوگ جو اسکے متشابہ پر ایمان لائے ہین اور اسکے احکام پر عمل کرتے ہین اور اوقات شب و روز مین اسکی آیات کی تلاوت کرتے ہین طالب فلاح کے لیئے اسمین فلاح ہو اور قاصد نجات کے لیئے اسمین نجات ہو اس سے کوئی ہلاک نہین ہوتا مگر وہی جسکی تقدیر مین بربادی ہو اور جسکے حق مین نجات مقدر ہو اسکو اس سے نجات ہو جب خطاب سے عارفون کو آگاہ کیا تو اپنے افعال نورانی و برہان قدرتی و آیات صفاتی اور اعلام ذاتی سے اپنی معرفت انکو دکھلائی جس سے عام لوگون کو بھی معلوم ہو جاوے کہ وہی معبود برحق اسی کی توحید فرض عین ہو بقولہ تعالے

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ تعہ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ

تمہارا رب اللہ ہو جسنے بنائے آسمان اور زمین چھ دن مین پھر بیٹھا تخت پر اُڑھاتا ہو رات پر دن

يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

اُسکے پیچھے لگا آتا ہو دوڑتا اور سورج اور چاند اور تارے کام لگے اُسکے حکم پر سن لو اُسی کا کام ہو بنانا اور حکم فرمانا بڑی برکت اللہ کی جو صاحب سارے جہان کا

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بے شک تمہارا پروردگار اللہ تعالے ہے جس نے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو خلق لغت مین بمعنے تقدیر یعنے مقدر کرنا اور استعمال اس کا اس معنے مین کہ شئے کو بدون اصل سابق کے پیدا کر دینا حاصل آن کہ ان دونون کی خلقت کو بدون مثال سابق کے ابداع فرمایا اور ان کے احوال کو مقدر کیا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ چھ روز مین۔ ایام جمع یوم اور وہ طلوع آفتاب سے غروب تک کے زمانہ کو کہتے ہین اور چونکہ اس حال مین آفتاب وغیرہ کچھ نہ تھا لہذا چھ روز سے مراد اسقدر وقت ہے اور قولہ تعالے ولقد خلقنا السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب الآیہ مین بھی چھ روز مین زمین اور آسمان مع تمام چیز دن کے پیدا کرنا ثابت ہو پھر اطلاق لفظ یوم کا مقدار زائد پر بھی ہو مانند یوم القیامۃ کے اور قولہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون اور قولہ خمسین الف سنۃ مما تعدون یعنے ہزار برس اور پچاس ہزار برس کی مقدار ہمارے شمار کے موافق کو بھی یوم فرمایا لیس جسنے طلوع آفتاب سے غروب تک مین یوم منحصر ہونے کو زعم کیا اسکا وہم ہو لہذا آیت مین علماء کے دو قول ہین بعض نے کہا کہ ایام دنیا کے چھ روز کی مقدار اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ چھ روز ایام آخرت کے بحساب ہزار سال مراد ہو اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہزار سال کا دن مراد ہونا مروی ہو بعض نے لکھا کہ یہی جمہور کا قول ہو و فی تفسیر الحافظ قول اول موافق معنی متبادر ہی

اور ہزار سال مراد ہونا حضرت مجاہدؒ سے منصوص ہے اور امام احمد بن حنبل نے بھی یہی کہا اور ضحاکؒ نے اسکو ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے
قلت تصریح بروایت ضحاک یہ نہیں کہ انکے اسماع مین ابن عباس سے کلام ہے پس اگر نہین سُنا تو روایت منقطع ہوگی واللہ اعلم پھر ان چھ
ایام مین بھی اختلافی دو قول ہین اول آنکہ یکشنبہ یعنی اتوار سے لیکر جمعہ تک چھ روز مین تمام پیدا ہوا اور جمعہ کو خلقت کا اجتماع ہوا اوسی مین
آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور رہا ساتوان روز شنبہ یعنی سنیچر تو اسمین خلقت نہین واقع ہوئی اسی سے اسکو سبت نام رکھا بمعنی قطع - اور بعض
نے لکھا کہ یہی عبد اللہ بن سلام و کعب احبار و ضحاک و مجاہد کا قول ہے اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا قول دوم آنکہ ابتداء سے خلقت روز شنبہ
سے واقع ہوئی چنانچہ ابو ہریرہؓ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو سنیچر کے روز پیدا کیا اور اسمین پہاڑون کو اتوار
کے روز قائم کیا اور درخت دوشنبہ کے روز پیدا کیئے اور مکروہات منگل کو پیدا کین اور نور چہارشنبہ کو پیدا کیا اور جانور دواب اسمین
پنجشنبہ کو منتشر کیئے اور آدم کو جمعہ کو آخر روز پیدا فرمایا - رواہ احمد و مسلم والنسائی - علامہ اسنویؒ نے کہا کہ یہی قول بدلیل اس حدیث کے صواب ہے
اور حافظ الحدیث ابن کثیرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے چھ روز پر تنصیص فرمائی ہے اور اسمین ساتون روز کا استیعاب ہے اور اسکو اگرچہ امام
مسلمؒ نے روایت کیا لیکن امام بخاری وبہت سے ائمہ الحدیث نے اس روایت مین کلام کیا اور اسکو وہم قرار دیا ہے اور کہا کہ ابو ہریرہؓ نے
اسکو کعب احبار سے لیا ہے اور یہ حدیث مرفوع نہین ہے - اور سلیمان جملؒ نے یہان یہ اشکال پیش کیا کہ بہرحال اتوار و دوشنبہ و منگل وغیرہ
کی تقسیم کیونکر ہوسکتی ہے کیونکہ ایام دنیا وہان نہ تھے اور مقدار چھ روز کا زمانہ لینے سے اشکال نہین دفع ہوتا ہے کما لا یخفیٰ اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ
کہ زمانہ کا وہان وجود نہ تھا جیسے ان ایام کا وجود نہ تھا پس علم الٰہی سے جیسے چھ ایام کی مقدار ثابت ہوئی ویسے ہی ان ایام کی توزیع ثابت ہوئی کیونکہ توزیع انھین ایام
کی ہے اور سنیچر کے واسطے مقدار متروک ہے اور علیٰ ہذا اگر ترک کا اعتبار نکیا جاوے تو وہ بھی داخل ہوسکتا ہے اور اسی وجہ سے روایت مذکورہ
مین استیعاب مذکور ہونا بھی مشکل نہین اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ لہم رزقہم فیہا بکرۃ وعشیا ہے حالانکہ جنت مین رات و دن کا وجود نہین ہے بالجملہ وہم
اسوجہ سے خطا کرتا ہے کہ شب و روز کے لوازم و مقدار زمانہ کے اندر سے اسکو خارج ہونے کی مجال نہین ہے پس تو اپنے وہم سے دامن
چھڑا کر عقل سے تصدیق کرے واللہ سبحانہ الموفق - پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ قادر ہے کہ سب چیز کو ایک لمحہ مین پیدا فرما وے بلکہ وہان
دیر کے معنی بحسب ارادہ متصور ہی نہین - انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون وہان تو ادھر چاہا اور اُدھر ہوگیا بلکہ چاہنا ہی پیدائش ہے
لیکن اس مدت مین پیدا کرنا مخلوق کو تثبیت کی تعلیم ہے جیسا کہ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے اور حدیث مین آیا ہے کہ تأنی ٹھہراوے کے ساتھ
کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور جلدبازی کرنا شیطان کی طرف سے ہے - واضح ہو کہ بعضے یونانی فلاسفہ نے زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ سے
خلقت خود بخود باضطرار صادر ہوئی کیونکہ علت تامہ ہونے پر وجود معلول بے اختیار ہے اور یہ شیطانی گمراہی و کفر ہے وقال البیضاوی چاہ اللہ تعالیٰ
نے اشیاء کو تدریج کے ساتھ پیدا فرمایا باوجودیکہ وہ تعالیٰ قادر تھا کہ انکو دفعۃً ایک آن مین پیدا فرماوے تو یہ اسواسطے کہ مخلوق کو دلیل ملے
کہ وہ تعالیٰ قادر مختار ہے اور نظر کرنے والے اس سے اعتبار حاصل کرین اور لوگون کو درنگی مین آمادگی دلائی ہو بالجملہ وہ تعالیٰ عز وجل
نے آسمانون و زمین اور جو کچھ انمین ہے سب چھ روز مین پیدا فرمایا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا مفسرؒ نے کہا کہ
لغت مین عرش کے معنے بادشاہی تخت کے ہیں اور استواء سے یہان ایسا استواء مراد ہے جو وہ تعالیٰ جل جلالہ کے لائق ہے مترجم کہتا ہے کہ مفسرؒ نے اس
مقام پر سلف و خلف صالحین و معتبر ائمہ فقہ و ائمہ حدیث و ائمہ کلام کا مذہب اختیار کیا کہ کوئی تاویل نہین کی بلکہ تفسیر پر اکتفا کیا اور اسکے
حق ہونے کا اعتقاد کیا اور اسپر ایمان لایا اور اسکی تاویل و علم حقیقی کو اللہ عز وجل کے سپرد کیا - واضح ہو کہ تاویل کے کئی معنی آیا کرتے

ہین اول بمعنی مایؤل الیہ الامر جیسا کہ عنقریب اوپر گزرا۔ قولہ ہل ینظرون الا تاویلہ کی تفسیر مین پس یا ین معنی جو کچھ وعدہ و وعید و قیامت و جنت و دوزخ
وغیرہ قرآن مجید مین مذکور ہین اسکی تاویل کوئی نہین جانتا کیونکہ وہ بدون واقع ہونے اور معائنہ ہوجانے کے کیونکر معلوم ہو اور یہی قولہ ہذا تاویل رؤیای۔
مین مراد ہو کہ جب حضرت یوسفؑ کو انکے بھائیون و مان باپ نے تعظیمی سجدہ کیا تو انھون نے کہا یہ میرے خواب کی تاویل تھی دوم تاویل کے معنی یہ
کہ ظاہر معنی راجح آیت کوئی وجہ ایسی پیش آتی ہو جس سے ایک مرجوح معنی کیطرف رجوع کیا جاوے اور یہی مفسرین کی اصطلاح مین شایع ہو اور تفسیر
اس سے اعم ہو جیسا کہ ابتداے سورۂ بقرہ مین بروایت عبد الرزاق بسند جید از ابن عباسؓ یہ بیان مفصل گزرا ہی پس تفسیر کلمات اور ترکیب کلام
مین مرجع اہل زبان کی طرف ہوگا اور وہی معنی ظاہر مراد ہونگے اگر کوئی دلیل ایسی قائم نہو کہ اس سے دوسرے معنی کی طرف رجوع کیا جاوے اور
بدون دلیل کے دوسرے معنی کی طرف رجوع کرنا حرام ہو جب یہ بات بیان ہوگئی تو واضح ہو کہ استواء کے معنی لغت مین برابری و بلندی و استقرار
وصعود و استیلاء و اعتدال وغیرہ کے مستعمل ہوئے ہین اور حرف علی کے ساتھ بمعنی استقرار و علو مستعمل ہو جوہریؒ نے صحاح مین کہا کہ استوی علی ظہر
دابتہ ای استقر یعنی اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر مستوی ہوا بمعنی آنکہ اسپر مستقر ہوا اور استوی الی السماء ای صعد یعنی آسمان کی طرف مستوی ہوا بمعنی اس طرف صعود کیا
اور چڑھ گیا اور ابو عبیدہؒ سے منقول ہو کہ یہان استواء کے معنی ارتفاع و علو کے ہین اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہو کہ استوی کی استقرار سے
تفسیر فرمائی جیسا کہ صحیح بخاری مین ہو اور عرش کا استعمال لغت مین کئی معنی مین ہو چنانچہ صحاح و قاموس وغیرہ مین عرش بمعنی تخت بادشاہی مذکور ہو اور کہا گیا
کہ جو بلند ہوکر سایہ انداز ہوا اور کنایہ از عزت و سلطنت و مملکت ہو اور عرش البیت چھت اور عرش البیر لکڑی کا چوکھٹا و غیر ذلک من المعانی التی استعمل فیہا
اور یہان عرش کی تفسیر اس مقام پر تخت بادشاہی سے جیسا کہ مفسرؒ نے ذکر کیا مستند ہو اور استواء کے معنی استقرار سے جو ابن عباسؓ سے مروی ہو
وہی ماخوذ ہو اور علامہ نسفیؒ نے جو مدارک مین اس سے انکار کیا وہ وہم و سہو ہو جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا اور ایسے ہی خفاجیؒ نے جو حاشیہ بیضاوی
مین کہا کہ عرش وہ فلک الافلاک ہو یہ بھی وہم و خلاف ہو اور معتمد وہ ہو جو احادیث مین عرش کی صفت ثابت ہوئی کہ وہ آسمانون و زمین کو محیط بلکہ
بہت عظیم ہے جیسا کہ تفسیر آیۃ الکرسی مین گزرا ہو راغب رحمہ اللہ نے کہا کہ عرش اللہ عزوجل ایسی چیز ہو کہ بندہ اسکو نہین جانتا صرف اسکا نام در حقیقت جانتا
ہو اور جو کچھ عوام اپنے وہم مین تصور کرتے ہین وہ باطل ہو کیونکہ ایسا ہوتا تو وہ اللہ تعالی کو اپنے اوپر اُٹھانیوالا ہوتا اور یہ محال ہو اللہ تعالی پاک ہو
اور نیز جن لوگون نے وہم کیا کہ وہ فلک الافلاک ہو اور کرسی فلک الکواکب ہو یہ بھی وہم و باطل ہو بعد اس تفسیر کے اب جاننا چاہیئے کہ قولہ تعالے
ثم استوی علی العرش کے کیا معنی ہین پس یہان لوگون کے اقوال بہت ہین جنکو یہان بیان کرنا بیکار ہو مگر اسی قدر کہ ظاہر تفسیر جو استواء و عرش کے معنی
بیان کرنے سے معلوم ہوئی ہو آیا اسمین تاویل کی ضرورت ہو یا وہی مختار ہو اور کس معنی کرکے وہ مختار ہو پس ظاہر معنی یہ ہوئے کہ پھر اللہ تعالے
اپنے عرش پر مستقر ہوا فرقہ معتزلہ اور ایک جماعت متکلمین نے کہا کہ ظاہر تفسیر سے یہ لازم آتا ہو کہ او تعالی تخت بادشاہی پر متمکن ہوا اور روا نہین کہ عرش کو
اللہ تعالے کا اُٹھانیوالا کہا جاوے کیونکہ او تعالے پاک و برتر ہو کہ عرش مخلوق اسکو برداشت کرسکے پس یہان استوی بمعنی استولی ہو یعنی غالب
و مستولی ہوا عرش پر اور استواء بمعنی استیلاء آیا ہو چنانچہ شاعر نے بشر کے حق مین کہا ہے ؎ قد استوی بشر علی العراق ٭ من غیر سیف و دم مہراق ٭
یعنی بشر مستولی و غالب ہوگیا ملک عراق پر بدون تلوار کے اور بدون خونریزی کے۔ اور یہ تاویل رد کردی گئی باینطور کہ اہل لغت کے نزدیک ٹھیک نہین
ہو چنانچہ ابن الاعرابیؒ نے فرمایا کہ استوی فلان علی کذا بمعنی استولی علیہ کے معروف نہین مگر جبھی کہ وہ شخص اس چیز سے دور ہو اسپر قابو نرکھتا ہو
پھر اسپر قابو پاجاوے تو البتہ ایسا بولتے ہین اور یہان معلوم ہو کہ اللہ تعالی عرش وغیرہ جملہ اشیاء پر قادر قدیم ہو اور ابن فارس لغویؒ نے کہا کہ اس شعر
مذکور کا کہنے والا معلوم نہین ہوتا کہ کون شخص ناواقف ہو اور اگر معلوم ہو تو بھی کچھ حجت نہین کیونکہ جو مستولی نہو اسکے مستولی ہوجانے پر ایسا بولتے ہین

اور یہان صحیح نہین ہو جیسا کہ بیان ہوا معالم و سراج وغیرہ مین کہا کہ اہل سنت رحمہم اللہ کے نزدیک عرش پر مستوی ہونا اللہ تعالی کے صفت ہو ہم اسپر
ایمان لاتے ہین بدون کیفیت کے اور جو اسکی واقعی کیفیت ہو وہ ہم نہین جانتے ہین پس یہ وارد نہین ہوتا کہ اللہ تعالی مستوی ہو تو عرش او تعالے
عزوجل کا اٹھانے والا ہو جائیگا کیونکہ ہم اس استوار کے معنی یہ نہین کہتے کہ جیسے کوئی مخلوق کسی چیز پر مستقر ہوتی ہو اسی طرح ہو بلکہ جو استوار کہ حضرت باریتعالے
کو لائق ہو ویسے ہی مستوی ہو جسکی تاویل اللہ تعالی جانتا ہو ہم بندے اسکو نہین جان سکتے جیسے او تعالی عزوجل اور صفات مقدس کی تاویل کو نہین جانتے
ہین ان پر یقین رکھتے ہین کہ بحکم قولہ تعالی لیس کمثلہ شئی یعنی او تعالے کے ساتھ کوئی چیز مشابہ نہین ہو پس عرش پر مستوی ہونے کی صفت مین بھی کوئی چیز
اسکے مشابہ نہین ہو سراج مین لکھا کہ ہم لوگ اللہ تعالے سے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ فرقہ مجسمہ کی طرح ہم او تعالی کو کسی مخلوق سے
کسی صفت وغیرہ مین تشبیہ دین اور اسیطرح اس بات سے بھی پناہ مانگتے ہین کہ ملحدون کی طرح ہم او تعالی مین کوئی صفت ثابت نہ کرین حافظ ابن کثیر رح
نے فرمایا کہ ہم اس مقام پر سلف صالحین کا مسلک اختیار کرتے ہین اور امام مالک و اوزاعی و ثوری و شافعی ولیث بن سعد و احمد بن حنبل و اسحق
بن راہویہ اور انکے سوا سے اور مسلمانون کے پیشواؤن اگلون و پچھلون کا یہ مذہب ہے کہ ایسی آیات و احادیث صفات کو جیسی آئی ہین ویسی ہی جاری
رکھو بدون اسکے کہ انکی کیفیت کو تصور مین لاؤ اور بدون اسکے کہ تشبیہ دو اور بدون اسکے کہ بیجا تاویل سے ان صفتون کی نفی کرو اور جو لوگ تشبیہ دیتے ہین انکے
خیال مین جو وہم یہان سمایا ہو وہ حضرت باری تعالی جل جلالہ سے قطعاً منفی و دور ہو کیونکہ او تعالی عزوجل کے واسطے صفات ہین مگر اسکے ساتھ
کوئی چیز کسی بات مین کسی وجہ سے بھی مشابہ نہین ہو کما قال تعالی لیس کمثلہ شئی وہو السمیع البصیر بلکہ بات وہ ہو جو اماموں نے بیان کی چنانچہ انہین
امام بخاری کے استاد شیخ نعیم بن حماد الخزاعی نے کہا کہ جسنے اللہ تعالی کو اسکے مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی وہ کافر ہوا اور جسنے اس صفت سے انکار کیا
جس سے اللہ تعالی نے اپنی ذات پاک کو موصوف فرمایا تو وہ بھی کافر ہوا پس جس صفت سے اللہ تعالے نے اپنی ذات پاک کو موصوف فرمایا یا
اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وصف کیا اسمین کچھ بھی تشبیہ نہین ہو سو جس شخص نے اللہ تعالے کے واسطے ان صفات کو جس شان سے
کہ حضرت باری تعالے کے لائق ہین جسکا او تعالے دانا تر ہو ثابت رکھا اور ہر طرح کے نقص وعیب سے ذات الہی کو پاک جانا وہ ہدایت کی
راہ چلا مترجم کہتا ہو کہ شیخ الاسلام حنفی صاحب کمالین نے اپنے حاشیہ مین لکھا کہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور امام جعفر الصادق
رضی اللہ عنہ و حسن بصری رح و امام الفقہاء ابوحنیفہ و امام مالک رح سے روایت ہو کہ استوار معلوم یعنی اللہ تعالی کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہو
اور اسکی کیفیت نہین معلوم ہو اور اسپر ایمان لانا فرض ہو اور کیفیت پوچھنا بدعت ہو بیہقی رح نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی کہ اللہ تعالی آسمان پر ہو
نہ زمین مین۔ اور نیز ابوحنیفہ رح سے مروی ہو کہ جو شخص اس بات سے انکار کرے کہ اللہ تعالی آسمان پر ہو وہ کافر ہو۔ امام شافعی رح نے کہا
کہ اللہ تعالے اپنے عرش پر آسمان مین ہو وہ اپنی مخلوق سے قریب ہو اسکی کیفیت وہی جانتا ہو اور جیسے چاہتا ہو نزول فرماتا ہو۔ امام احمد رح سے
اسکی مثل مروی ہو اور امام اسحاق بن راہویہ رح نے کہا کہ علماء سنت کا اجماع ہو کہ او تعالے عزوجل اپنے عرش پر مستوی ہو اور وہ ہر چیز کو جانتا ہو
اور یہی قول شیخ مزنی و امام المحدثین محمد بن اسمعیل بخاری اور ابوداؤد و ترمذی رح و ابن ماجہ و ابویعلی و بیہقی اور دیگر ائمہ الحدیث کا ہو اور شیخ ابراہیم حنبلی
نے کہا کہ ہمارا طریقہ وہ ہو جو سلف صالحین کا طریق ہو اور وہ کتاب الہی و سنت رسول اللہ صلعم و اجماع کے تابع تھے اور منجملہ انکے اعتقاد کے
یہ ہو کہ او تعالے عزوجل قدیم ہو اور ہمیشہ سے وہ اپنی تمام صفات مین کامل ہو۔ شیخ ابراہیم اسی طرح لکھتے آئے یہانتک کہ لکھا اور جو حدیثین صحیح آئی ہین
اور سنت ثابت ہوتا ہو کہ او تعالے عزوجل اپنے عرش پر مستوی ہو پس سلف صالحین اسکے قائل ہین اور اس صفت پر ایمان لاتے ہین بدون
اسکے کہ اسکی کیفیت ثابت کرین یا کچھ تشبیہ ثابت کرین بلکہ سب کے سب یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ او تعالے عزوجل کے ساتھ کسی طرح کوئی چیز

مشابہ نہین ہو امام الحرمین نے کہا کہ ہم جس بات کو اپنے واسطے پاکیزگی سے لیتے ہین اور اسی پر اعتماد و اعتقاد کرتے ہین وہ یہ ہے کہ سلف صالحین کی پیروی کرتے
ہین اور تاویل سے زبان روکتے ہین اور جو نصوص آتے ہین انکو اپنے ظاہر معنی پر رکھتے ہین اور انکی کیفیت و تاویل الیہ الامر کو اللہ عزوجل کے
علم قدیم کامل کو سونپتے ہین انتہی مافی الکمالین سراج مین ہو کہ سلف نے اجماع کیا ہو کہ آیت کے اوپر تاویل کی زیادتی نہ کرین - مدارک مین ہو کہ ہمارا مذہب
وہ ہو جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ استوا معلوم ہو اور اسکی کیفیت مجہول ہو اور اسکا سوال کرنا بدعت ہو مترجم کہتا ہو کہ مسلمان بھائیون کو چاہیے
کہ سلف صالحین کی پیروی کرین اور اسپر ایمان لاوین کہ اللہ عزوجل اپنے عرش پر ہے ولیکن ہرگز ہرگز اسکی صورت اپنے خیال مین نہ باندھین کیونکہ
یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہو اور یہ معلوم کر او تعالیٰ کی ذات و صفات پاک کسی بندہ کے خیال مین نہین آسکتی ہو اسکے کنہ ذات و صفات مین دم مارنا کسکی
مجال ہو ولیکن یہ ہرگز نہین چاہیے کہ اسکی کسی صفت سے انکار کرکے کافر ہوجاوے نعوذ باللہ من الکفر والالحاد پھر او تعالیٰ عزوجل نے اپنی مخلوقات
مین اپنی قدرت کاملہ کے ظہور کا اشارہ فرمایا بقولہ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یغشی از تغشیہ یعنی باب تفعیل سے بھی پڑھا گیا اور اغشا یعنی باب افعال سے
بھی پڑھا گیا ہو اور معنی یہ ہین کہ او تعالیٰ تغطیہ کر دیتا یعنی ڈھک دیتا ہو ہر ایک رات و دن کو دوسرے سے درحالیکہ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ای
یطلب کل واحد منہما الآخر طلبا حثیثا ای سریعا - طلب کرتا ہو ہر ایک رات و دن مین سے دوسرے کو طلب حثیث یعنی جلدی و تیزی کے ساتھ
یعنی رات کا اندھیرا دن کی روشنی سے جاتا رہتا ہو اور دن کی روشنی رات کی تاریکی سے جاتی رہتی ہو اور انمین سرعت ہوتی ہو کہ ذرا بھی تاخیر نہین ہوتی بلکہ
جبھی ایک گیا فی الفور دوسرا آگیا - کما فی قولہ لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون - رازی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے
اس رات و دن کی آمد و رفت کی حرکت کو حثیث یعنی بہت تیزی سے وصف فرمایا تو بات یہ ہو کہ دن و رات کا ایک دوسرے پر بدلتے آنا
قدرت الٰہی مین فلک اعظم کی حرکت پر ہو اور اسکی حرکت مین نہایت سخت تیزی ہو کیونکہ نہایت تیز دوڑنے والا آدمی جتنی دیر مین اپنا ایک قدم
اٹھا کر رکھتا ہو اتنی دیر مین فلک مذکور تین ہزار میل حرکت کر جاتا ہو جسکے بہت کرکے ایک ہزار کوس ہوے اسی واسطے یطلبہ حثیثا فرمایا یعنی جلد
اسکے پیچھے آجاتا ہو جیسے اسکا طالب تھا کہ ان دونون کے بیچ مین کسی چیز کا بھی واسطہ نہین ہوتا ہو پس یہ جملہ حالیہ لیل و نہار دونون سے حال ہو
پھر جو کوئی وہم کرے کہ رات و دن تو سورج نکلنے ڈوبنے یا فلک اعظم کی حرکت سے ہین وہ جاہل ہو کیونکہ یہ سب بھی زیر فرمان قدرت ہین چنانچہ فرمایا
وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ یہان بھی دو قرأت ہین ایک نصب پس سموات پر عطف ہو اور مسخرات بھی منصوب بنا بر آنکہ ان
چیزون سے حال ہو یعنی پیدا کیا ان چیزون کو درحالیکہ یہ چیزین مسخر ہین اسکے حکم مین - اور دوسری قراۃ مین ان کو رفع ہو بنا بر آنکہ مبتدا ہین اور مسخرات
خبر ہو پس معنی یہ کہ یہ چیزین اللہ تعالیٰ کے حکم مین مسخر ہین یعنی مذلل ہین یعنی اسکے پاک حکم کے قبضہ قدرت مین ذلیل ہین ذرا سرکشی نہین کر سکتی ہین ہر دم
ہر حال مین اسکی قدرت و ارادہ کے موافق حرکت کرتی ہین اور کسی چیز مین خود کسی تاثیر کا یا اثر کا کچھ بھی اختیار نہین ہو اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ آگاہ رہو
کہ سب خلق اسی کی اور سب امر اسی کا ہو کسی اور کو یہان ذرہ برابر بھی کچھ نہین ہو تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ تبارک مین عظمت پر دلالت ہے
یعنی برتر و بڑائی والا ہو اپنی وحدانیت کے ساتھ اپنی الٰہیت مین اور بے انتہا عظمت و برکت والا ہو اپنی فردانیت کے ساتھ اپنی ربوبیت مین
وہ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہو تمام عالمین کا - آیت کریمہ مین تصریح ہو کہ خلق و امر سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو کسی اور کو اسمین ذرہ بھی اختیار نہین ہے -
سفیان بن عیینہ رح نے کہا کہ خلق تو عرش و اس سے نیچے سب ہو اور امر اس سے اوپر ہو اور اسی سے نکالا کہ کلام اللہ مخلوق نہین ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے خلق و امر مین فرق کیا ہو پس کلام الٰہی یعنی قرآن کو جو کہ امر ہو جسنے مخلوق جانا وہ کافر ہے - پس آیت مین دلیل ہو کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی خالق
نہین ہو پس جس شخص نے یہ گمان کیا کہ سورج و چاند وغیرہ کسی چیز سے کوئی تاثیر ہوا کرتی ہو اسطرح کہ ان چیزون کو کسی وقت کسی حال مین خود

کوئی اثر پیدا کردینے کی قدرت ہو تو وہ جاہل مرتد ہو کیونکہ خلق و امر سب اسی کی قدرت کا ملہ ہو پس ہر فعل و ہر تاثیر جو کسی چیز سے ہوتی ہو وہ اسی کی قدرت سے ہوتی ہو **قال ابن جریر** حدثنی المثنی حدثنا اسحاق حدثنا ہشام ابو عبد الرحمن حدثنا بقیۃ بن الولید حدثنا عبد الغفار بن عبد العزیز الانصاری عن عبد العزیز الشامی عن ابیہ وکانت لہ صحبۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یحمد اللہ علی ما عمل من عمل الحدیث یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے کوئی نیک کام سجا لانے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا نہ کی اور اپنی بھلائی سمجھی وہ کافر ہوا اور اسکا کام برباد ہوا اور جسنے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے بندون کے واسطے بھی امر مین سے کچھ قرار دیا ہو تو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل کیا ہو اُس سے یہ شخص کافر ہوا اللہ تعالیٰ فرماتا ہو الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین ۔ کذا رواہ من حدیث بقیۃ رحمہ اللہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً روایت مین ہو کہ اللہم لک الملک کلہ ولک الحمد کلہ والیک یرجع الامر کلہ اسألک من الخیر کلہ واعوذ بک من الشر کلہ یعنی اے میرے پاک پروردگار تیرا ہی سب ملک ہو اور تیرے ہی لیے سب حمد ہو اور تیرے ہی طرف سب امر راجع ہو مین تجھی سے سب بھلائی مانگتا ہون اور تجھی سے سب برائی سے پناہ چاہتا ہون ہمقدادی رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کے نفع کو بیان کیا جسکی تلخیص یہ ہو کہ کافرون نے جہالت سے بے اختیار چیزون و بندون وغیرہ کو اپنے واسطے معبود بنا لیا تھا تو انکے واسطے کھلے بیان سے ظاہر فرمایا کہ معبود فقط ایک وحدہ لا شریک ہو وہ اللہ تعالیٰ عز وجل ہو کوئی اسکے سوائے معبود نہیں ممکن ہو کیونکہ اسیکا خلق وامر ہو اسیلئے کہ اُسنے آسمانون کو پیدا کیا اور نادر صنعت و عجیب حکمت اسمین ظاہر ہو کہ وہان تحقیق حالات کے لیے اوہام و عقول کو مجال نہین ہو پھر زمین کے اجسام سفلی کو طرح طرح کی بدیع صنعت و نادر حکمت سے پیدا کیا پھر ان اجرام و اجسام کی جملہ تدابیر اپنے قبضہ قدرت مین رکھین ۔ کما قال یدبر الامر من السماء الی الارض ۔ یعنے آسمان سے زمین کی طرف اسکی تدبیر امر جاری ہو اسی کی قدرت سے افلاک گھومتے ہین ایک ذرہ برابر انکو تجاوز کرنے کا اختیار نہین ہو ایسے ہی سیارے و کواکب مین اور رات دن پیاپئے داخل ہوتے ہین اس خلق و امر مین وہی قادر مختار ہو کسی کو ذرہ برابر تجاوز کا اختیار نہین ہو بلکہ ممکن نہین کہ کوئی اسکے حکم قدرت عظیم ……… سوائے مسخر ہونے کے جنبش کر سکے پھر نتیجہ بہت ظاہر سمجھا دیا کہ آگاہ رہو کہ اسی کا خلق وامر ہو تبارک اللہ رب العالمین

ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یعنی الوہیت سے انکو صریح تنبیہ کردی کہ ربکم اللہ پروردگار ہونے کے ساتھ خطاب فرمایا اسیلئے کہ انکے دل اپنے پروردگار کی محبت کی طرف کھنچین پھر انکو الوہیت کیطرف نام پاک سے اشارہ کیا تاکہ قدم مین حدوث کو فنا ہو جاوے پھر محو کی حالت سے انکو ہوشیاری کی طرف پھیرا اور حضوری سے غائب کیا بقولہ الذی اور یہ اشارہ ہو اور ربکم عبارت ہو پس اول تو انبساط کے واسطے ہو اور دوم انقباض کے واسطے ہو پھر انکو صفات سے افعال کیطرف پھیرا جیسے پہلے انکو ذات سے صفات کیطرف پھیرا تھا تاکہ انوار الوہیت خالصہ مین جل نجاوین پس اول خطاب قلب ہو اور دوم خطاب روح ہو اور سوم خطاب عقل ہو اور مراد اول سے قولہ ربکم اور دوم سے قولہ اللہ اور سوم سے قولہ الذی ہو پھر انکو شہود سے شواہد کی طرف آتار دیا اور انکی عقل کے موافق انکو خطاب کیا کیونکہ قدم سے حدوث کی طرف حوالہ کردیا ہو پس او تعالیٰ دانا تر ہو کہ وحدانیت کے سطوات تجلی کو وہ اب نہین اُٹھا سکتے ہین پس فرمایا الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام پس مشاہدہ والون کے واسطے آیات کو دیدار صفات کا آئینہ بنا دیا ان آیات کو چھ روز مین پیدا فرمایا اور ایام الٰہی اسکی قضا و قدر مین انکو چھ یوم مین محصور کیا اسکے ایام مین سے ہر روز اسکی کسی صفت کا مطلع قدم سے ظہور ہو کہ اُسنے عدم کے واسطے تجلی فرمائی پس چھ ایام اسکی صفات مین سے چھ صفات کا ظہور ہو اول علم دوم قدرت سوم سمع چہارم بصر پنجم کلام ششم ارادہ پس ان چھ صفات کے انوار سے تمام چیزین کامل طور پر ظاہر ہوگئین پھر جب پوری ہوئین تو تمام حوادث

مانند جسم آدم کے بدون روح کے حاصل ہوئین پس اپنی ساتوین صفت سے انپر تجلی فرمائی اور وہ ساتوین صفت اسکی حیات قدیم ازلی ہی جو ہر
نفس کے اوہام وخیال وقیاس سے ومشابہت سے پاک منزہ ہی پس تمام چیزین اسکی صفات سے جو اسکی ذات سے قائم ہین موجود ہوئین
پس اُسکی حیات پاک ہے جو منزہ از انفصال واتصال ہی ہر ایک کو حاجت ومحتاجی ہی اور اللہ تعالی پاک برتر ہی کوئی چیز اسکے مشابہ نہین ہی
یہان نہایت دقیق اشارہ سے یون سمجھو کہ آسمان ارواح ہین اور زمین اشباح ہین اور عرش قلوب ہین اور کشف افعال سے اشباح کی ابتدا
فرمائی اور کشف ذات سے قلوب ظاہر کیئے کیونکہ قلوب کی منظر محل غیوب ہین اور قلوب سے غیوب محل استوا ہر تجلی قدم ہین۔ پھر قدم کا استوا
ظہور ہوا عدم کے واسطے پھر افعال پر استوا ہر تجلی صفات ہوا پھر صفات پر استوا ہر تجلی ذات ہوا پس اپنی ذات پر اپنی ذات کے واسطے بذات خود
مستوی ہوا جو کہ اتصال وانفصال وحدوث وانکے ساتھ ہونے سب سے پاک منزہ ہی استوا حضرت باری تعالی کی صفت ذاتی ہی وہ مخلوق
کے مطالعہ سے خارج ہی سموات وارض کو تجلی صفات کے واسطے مخصوص کیا اور عرش کو تجلی ذات کے واسطے مخصوص کیا پس آسمان و
زمین تو اس عالم کے واسطے جو بمنزلہ شخص کے ہی جسم ہین اور عرش اس عالم کا قلب ہی اور کرسی اس عالم کا دماغ ہی پس باقی سب کو افعال وصفات کے
ساتھ مخصوص کیا اور عرش کو ظہور ذات سے مختص فرمایا کیونکہ وہ سب کا قلب ہی اور وہی غیب الرحمن واسکا علم حکمت ہی پس مین نے عرش کو
مکاشفہ مین دیکھا کہ انوار لطیف نورانی ہین نہ جسم ہی نہ مکان نکوئی صورت وہ جگمگاتا ہی پس مین نے دریافت کیا تو مجھے کہا گیا کہ یہ ایک عالم ہی
جسکو عرش کہتے ہین تفسیر مین عرش کے کہا گیا کہ علم ہی جیسے حضرت ابن عباس رضؓ نے کرسی کی تفسیر مین کہا کہ کرسی الٰہی وہ علم الٰہی ہی **قال المترجم**
بعض تفاسیر مین لکھا ہی کہ مراد عرش سے ایک جسم نورانی ہی جو تمام اجسام پر محیط ہی اور یہ قول صحیح نہین ہی پھر اللہ تعالی نے افعال کو ذکر فرمایا
تاکہ ارواح واشباح باقی رہین بقولہ یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ۔ پہلے رات کو ذکر کیا کیونکہ وہ پردہ اولیاء
وحجلۂ اصفیاء وملجاء نقباء وخیام عرائس اہل مناجات ہی قبض کو بسط پہنایا جاتا ہی کیونکہ دونون ضد ہین۔ رات قبض عارفین ہی اور
روز بسط مشاہدین ہی ان دونون مین سے ہر ایک دوسرے کا طالب ہوتا ہی کیونکہ وصف اسکا حضور وغیبت اسطرح ہی کہ تجلی کا ظہور
ہو یا مخفی ہو جاوے لیل تو نفس ہی اور نہار یہ قلب ہی اور شمس روح ہی اور قمر عقل ہی اور نجوم یہ معلومات ہین اور یہ سب آسمان ملکوت
اور ہوا جبروت مین اسطرح مسخر ہین کہ اسکی قدرت کاملہ وعزت شاملہ ومشیت قدیمہ کے قبضہ مین ہین وہی ان ارواح پاکیزہ کو مشاہدہ
ازلیہ سے الفت دیتی ہی پھر اللہ تعالی سبحانہ نے سب کو اپنی مشیت پر اور نفاذ قدرت پر تفویض فرمایا اور سبکو منزہ تسخیر مین لایا بقولہ الا لہ الخلق
والامر خلق اسکا فعل ہی اور امر اسکی صفت ہی خلق تو اشباح مین جاری ہی اور امر اسکا ارواح مین جاری ہی نور خلق سے تمام عقول کو مبہوت
فرمایا اور انکو ادراک کنہ آیات مین حیرت ناک کر دیا اور تجلی امر سے قلوب کو عالم صفات کی طرف جذب کیا اور عالم ذات پر اسکو عاشق
بنایا پھر جب مخلوقات افہام اسکے وصف صفات سے عاجز ہوئے اور زبانین اسکی مدح سے گونگی ہوگئین تو خود اپنی ذات پاک کا وصف
فرمایا بقولہ تبارک اللہ رب العالمین یعنی جو کچھ بندون ومخلوق کے وہم وخیال مین اللہ تعالی کی ذات وصفات سماوی او تعالی اس سب سے
پاک برتر ہی رب العالمین یعنی سب مخلوق کا رب ہی اسکی صفت تمام مخلوق مین ظاہر ہی عارفون کو اپنی ذات پاک کے ظہور سے تربیت
فرمایا اسطرح کہ صفات کے آئینہ سے ذات کو ظاہر فرما کر مقام عرفان مین پہونچایا استاذ رحؒ نے کہا کہ اس آیت مین مخلوقات کو معرفت کی نظر
ارشاد فرمایا بایں طور کہ ان آیات ظاہرہ سے اسکی قدرت کی طرف معرفت حاصل کرین اور وہ اسکے افعال ہین اور انمین سے خاص لوگونکو
اپنی آیات سے جو اُسکے اوصاف وافعال پر دلیل ہین معرفت دی اور خاص الخاص بندونکو اپنی نعوت ذاتیہ کی معرفت دی اور

وہ جمال وجلال ہین پس ایک قوم سے دوسری قوم تک بڑا فرق وتفاوت ہو واسطیؒ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ الا لہ الخلق والامر جب سب اسی کے واسطے ہوا تو اُسی سے اور اُسی کے ساتھ اور اسی کی طرف ہو کیونکہ امر تو صفت آمر ہو یعنے امر اپنے حکم دہندہ کی صفت ہو پس مرجع امر کا اسی کی طرف ہو پھر جب او تعالیٰ عزوجل نے ربوبیت کے اعلام سے ان لوگون کو آگاہ فرمایا تو انکو خالص عبودیت ادا کرنے کا حکم دیا اور بہت عمدہ ادب انکو سکھلا دیا بقولہ تعالیٰ

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ

پکارو اپنے رب کو گڑگڑاتے اور چپکے اُسکو خوش نہین آتے حد سے بڑھنے والے اور مت خرابی مچاؤ زمین مین اُسکے سنوارے پیچھے اور پکارو اُسکو

خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ڈر اور توقع سے بیشک رحمت اللہ کی نزدیک ہو نیکی والون سے

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا ای تذللاً۔ دعا مانگو اپنے پروردگار سے تذلل سے ای متضرعین متذللین یعنی درحالیکہ تضرع وتذلل رکھنے والے ہو **قال البیضاوی** ای وذی تضرع یعنی تم مین تضرع کی صفت موجود ہو اس حال مین دعا کرو وَّخُفْيَةً سراً۔ اور پوشیدہ یعنی مخفین سے یعنے درحالیکہ تضرع کی حالت کے باوجود اخفا کرنے والے ہو کیونکہ اخفا کرنا اخلاص کی دلیل ہو اسمین ریا کا دخل نہین ہوتا اور اسمین اشارہ ہو کہ فریب نفس ایسے پیچیدہ ہین کہ آدمی خود واقف نہین ہوتا پس جو اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلعم نے طریقہ بتلا دیا اسکو اختیار کرے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ او تعالیٰ دوست نہین رکھتا معتدین یعنے تجاوز کرنے والونکو یعنی دعا مین حد سے بڑھ چلنے والے بایطور کہ اکثر مین ہو یا طول کلام ہو اور آواز بلند ہو ایسے بندے اللہ تعالیٰ کو پسند نہین ہین۔ فی السراج دعا بمعنی سوال ہو اور وہ ایک قسم کی عبادت ہو کیونکہ بندے کو کسی چیز کی حاجت ہوئی جسکے خود حاصل کرنے سے عاجز ہو اور جانتا ہو کہ میرا پروردگار سبحانہ وتعالیٰ دعا کو سنتا اور حاجت کو جانتا ہو۔ وہی قادر ہو کہ بندے کو اسکا مطلوب مل جاوے پس بندہ اپنے آپ کو عاجز وذلیل وناقص جانکر اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کو قادر کریم عزیز جلیل یقین کرکے اس سے تضرع سے دعا کریگا اور تضرع اظہار ذلت نفس اور خشوع ہو یعنی گڑگڑاتے ہوے اپنے آپکو ذلیل وخوار بنائے ہوئے اور دل مین سمجھ بوجھ کے دعا کرو۔ اور خفیہ ہو علانیہ نہو۔ وفی تفسیر الحافظ **ابن جریر**ؒ نے کہا کہ دعا مین آواز بلند کرنا وچیخ پکار مکروہ ٹھیری ہوا اور تضرع واستکانت کا حکم دیا جاتا ہے اور ابن عباسؓ سے روایت کی کہ خفیہ کے معنی سر یعنی پوشیدہ۔ اور خود او تعالیٰ عزوجل نے فرمایا واذکر ربک فی نفسک الآیہ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور صحیحین مین حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لوگون نے تکبیر مین آواز بلند کرنی شروع کر دی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ای لوگو اپنی جانون پر نرمی کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہین پکارتے ہو تم لوگ تو پاک رب سمیع بصیر یعنے سنتے دیکھتے کو پکارتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہو۔ ابو موسیٰؓ نے بیان کیا کہ مین پیچھے تھا اور اپنے دل مین لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتا تھا پس حضرت صلعم نے مجھسے خطاب فرمایا کہ ای عبد اللہ بن قیس مین تجھے جنت کے خزانون مین سے ایک خزانہ پر راہ بتا دون مین نے عرض کیا جی ہان بتلا دیجیے تو فرمایا کہ وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہو **قال المترجم** اسکے معنے یہ کہ بندہ نہایت تضرع سے عرض کرتا ہو کہ کچھ بھی طاقت اور کچھ بھی قوت نہین ہو مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ پس یہ کلمہ بہت محبوب ہو اس سے شیطان رد ہو جاتا ہو کیونکہ جب بندے نے اللہ تعالیٰ کی حول وقوت پائی تو پھر اسپر شیطان کا کچھ قابو نہین چل سکتا بالجملہ خفیہ دعا کا حکم فرمایا اور **ابن جریر**ؒ نے تفسیر مین کہا کہ خفیہ سے یہ مراد کہ دلی خشوع سے اور او تعالیٰ عزوجل کی وحدانیت وربوبیت پر یقین کرکے اپنے دل مین اخفا سے

بدون جہر کے دعا کرو - عبد اللہ بن المبارک رح نے حضرت حسن بصری رح سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ پہلے لوگ تھے کہ آدمی تمام قرآن کا جامع ہوتا اور لوگوں کو اس سے شعور بھی نہو تا تھا اور آدمی تھا کہ اسکو بہت فقہ حاصل ہوگئی اور لوگوں کو معلوم بھی نہیں - اور آدمی تھا کہ وہ گھر میں بہت دراز نماز پڑھتا اور اسکے یہاں اور لوگ مہمان ہوتے حالانکہ انکو خبر بھی نہیں ہوتی اور اب میں نے ایسی قوموں کو پایا کہ روئے زمین پر کوئی کام ایسا نہیں کہ جسکو وہ پوشیدہ کرسکتے ہیں مگر ہمیشہ اسکو علانیہ کرینگے اور پوشیدہ وعلانیہ دعا میں ستر گونہ فرق ہے اور البتہ مسلمان لوگ تھے کہ نہایت کوشش سے دعا کرتے تھے حالانکہ انکی آواز سنائی نہیں دیتی تھی وہ تو انکے اور پروردگار تعالیٰ کے درمیان ہمس ہوتے تھے اور یہ بات اسوجہ سے تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ یہ اسوجہ سے تھی کہ اوتعالیٰ نے ایک بندہ صالح کو ذکر فرمایا جسکا فعل پسندیدہ ہوا کہ فرمایا اذ نادیٰ ربہ نداء خفیا الآیۃ معالم و سراج میں ہے کہ حسن رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ متقی و دعائے خفی کو جانتا ہے پھر روایت باقی ذکر فرمائی پھر دعا میں اعتدا یعنی حد سے تجاوز کرنا نہیں چاہیئے - تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اسمیں تنبیہ ہے کہ دعا کرنیوالے کے لائق جو چیز نہیں ہے مانند رتبہ انبیا علیہم السلام وغیرہ کے وہ نہ مانگے میں کہتا ہوں کہ یہی شیخ ابو مجلز رح سے اعتدا کی تفسیر میں مصرح مروی ہے اور بعض نے کہا کہ اعتدا یہ ہے کہ طول طویل دعا بلند آواز سے مانگے حضرت سعد رض سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے ایک بیٹے کو اسطرح دعا کرتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ میں تجھسے جنت و اسکی نعمتیں و استبرق مانگتا ہوں اور تجھسے دوزخ و اسکے طوق و زنجیروں سے پناہ مانگتا ہوں تو حضرت سعد رض نے کہا کہ تو نے اللہ تعالیٰ سے بہت بھلائی مانگی اور بہت برائی سے پناہ مانگی اور میں نے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ عنقریب ایک ایسی قوم ہوگی جو دعا کرنے میں حد سے تجاوز کریگی اور ایک روایت میں ہے کہ طہارت کے پانی بہانے اور دعا کرنے میں حد سے تجاوز کریگی اور یہ آیت پڑھی ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ الآیۃ اور تجھے اسقدر کہنا کافی ہے کہ اے میرے پروردگار میں تجھسے جنت کو اور ہر قول و عمل کو جو اس سے قریب کرے مانگتا ہوں اور تجھسے دوزخ سے اور ہر قول و عمل سے جو اس سے قریب کرے پناہ مانگتا ہوں - رواہ الامام احمد و ابو داؤد عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے سُنا کہ اے میرے پروردگار میں تجھسے جنت کے داہنی طرف قصر سپید مانگتا ہوں تو عبد اللہ رض نے فرمایا کہ اے فرزند تو اللہ تعالیٰ سے جنت مانگ اور دوزخ سے پناہ مانگ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ عنقریب ایک قوم ہوگی جو طہارت کے پانی بہانے اور دعا میں حد سے تجاوز کریگی - رواہ احمد و ابن ماجہ و ابو داؤد و قال الحافظ اسنادہ حسن لا باس بہ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا اور مت فساد کرو زمین میں یعنی شرک و گناہوں سے بعد اصلاح زمین کے بایں طور کہ رسول بھیجکر اسکی اصلاح ہوئی اور احکام مشروع ہوئے اور بعض نے کہا کہ زمین میں فساد مت کرو کہ اللہ تعالیٰ بارش کو روک دے اور کھیتیاں برباد ہوں بسبب تمھارے گناہوں کے وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا خوف اسکے عذاب سے اور طمع اسکی رحمت کی - اور دعا مانگو اللہ تعالیٰ سے درحالیکہ خائف ہو اسکے عذاب سے اور طامع ہو اسکی رحمت میں **قال القرطبی** رح ہمکو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بندہ وقت دعا کے خوف و امید میں ہو حتیٰ کہ خوف و امید اسکے واسطے بمنزلہ دو بازوں کے ہوں جو اسکو استقامت پر رکھیں پس اگر انمیں سے کوئی بات نہ رہی تو بندہ تباہ و برباد ہوگا اور خوف یہ کہ جن مضرتوں کے واقع ہونے سے بخشت نہیں ہو سکتا انکے خیال سے باز نہ رہے اور بعض نے کہا آیندہ کسی مکروہ پہونچنے کا خیال ہو اور طمع آیندہ کسی محبوب بات کے ملنے کی امید ہو - اور ابن جریج رح نے کہا کہ خوف ہو عدل سے اور طمع ہو فضل میں بعض اہل علم نے کہا کہ بندہ پر زندگی بھر خوف غالب رہنا چاہیئے پھر جب موت آوے تو اسکو امید غالب ہو جانا چاہیئے کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا لایموتن احدکم الا

[illegible]

دہو یحسن الظن باللہ تعالیٰ رواہ مسلم یعنی تم مین سے کوئی نہ مرے مگر اس حال مین کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔ آیت اولیٰ مین
دعاء کی شرط کا بیان ہوا اور دوسری آیت مین فائدہ دعاء کا بیان ہو اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے
محسنین سے یعنے مطیع و فرمانبردار بندون سے قریب ہو رحمت کا لفظ مؤنث ہو اور قریب اسکی خبر باوجود مشتق ہونے کے بلفظ مذکر ہے
تو مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ رحمۃ اللہ مضاف ہو اللہ تعالیٰ کی طرف پس اس سبب سے اسکی خبر مذکر آئی۔ وفی السراج سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ رحمت یہان بمعنی
ثواب ہو وعلی ہذا قریب کا صیغہ صفت بحسب المعنی ہو اور بعض نے کہا کہ رحمت کی تانیث حقیقی نہین ہو اور جو ایسی ہو اسمین اہل لغت کے نزدیک
خبر مین تذکیر و تانیث دونون جائز ہین۔ اور بعض نے کہا کہ قریب بمعنی نزدیکی جو ناتے مین ہو اور نیز بمعنی دیگر جیسے یہان ہو پس ناتے کے معنی مین
جو قریب ہو اسمین مبتدا مؤنث ہو تو خبر قریب کی تانیث واجب ہو چنانچہ فلانۃ قریبۃ کہنا چاہیئے اور فلانۃ قریب نہین چاہیئے اور دوسرے معنی
مین جائز ہو لہذا یہان خبر کا مذکر لانا اسی فرق کے واسطے ہو اور رحمت کا محسنین سے قریب ہونا اسواسطے کہ آدمی ہر دم دنیا سے منہ موڑے
اور آخرت کی طرف قدم بڑھائے ہوئے ہے اور اس حالت مین موت بہ نسبت زندگی کے آدمی سے زیادہ قریب اور محسنین اور اللہ تعالیٰ کی رحمت
یعنے ثواب کے درمیان کوئی روک نہین سوائے موت کے کہ وہ آجاوے تو فوراً رحمت ملجاوے اور موت ہر آدمی سے قریب ہو صحیح مین
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھنا مروی ہو ؎ وامرأ مصبح فی اہلہ ٭ والموت ادنی من شراک نعلہ ٭ اور حافظ نے تفسیر مین لکھا کہ قریب
من المحسنین یعنی مرصدہ للمحسنین محسنین کیواسطے اٹھا رکھی گئی ہو جو اللہ تعالیٰ کے حکم مانتے اور ممنوعات سے باز رہتے ہین جیسے فرمایا ورحمتی وسعت کل شیٔ
فساکتبہا للذین یتقون الآیۃ اور مطر الوراق رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ملجانے کی اسطرح خواہش کرو کہ اسکی فرمانبرداری طاعت کو
ادا کرو کیونکہ اُسنے یہ مقدر کردیا ہو کہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین یعنی اُسکی رحمت مطیع لوگون سے قریب ہو۔ رواہ ابن ابی حاتم ف
فی العرائس قولہ تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ جب یا تمنے حضرت کبریا عز وجل کی نعوت اور جلال عظمت و عزت قدم و بقا کو پہچانا تو اللہ
تعالیٰ کی طرف محتاج ہوئے ہین ان صفات کے دیدار مین فانی ہوجاؤ اس طرح پر کہ تمھارے اسرار پر تمھارے نفس بھی واقف نہون
کیونکہ مضطر و محتاج کی دعاء اس درگاہ کبریائی مین مسموع ہوتی ہو جبکہ زبان دل سے ہو اور صفاء وقت سے تضرع کے ساتھ خفیہ دعاء ہو اور
یہ ذکر خفی وہی ہو جسکی نسبت آیا ہو کہ سب ذکرون سے خفی ذکر بہتر ہو۔ ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ دعاء مین تضرع کرنا اسطرح نہین ہو کہ اپنے
افعال مانند نماز و روزہ و قراءۃ وغیرہ کو مقدم کرکے اسکے پیچھے ان افعال کی نظر سے دعا کرے بلکہ تضرع یہی ہو کہ اپنی عاجزی و بیکسی
و محتاجی وغیرہ کو پیش کرکے بدون علت و بلا سبب کے دعا مانگے تو تیری دعاء البتہ حضرت عزت مین باریاب ہو۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ تضرع
یہ ہو کہ اپنی عبودیت کو قربان کرے اور طول طویل بک سرکشی نفس کی چھوڑ دے اور خفیہ رکھے کہ غیر اس سے آگاہ نہو واضح ہو کہ دعاء کیواسطے
چند مقامات ہین بعضی زبان ظاہر سے دعا کرتے ہین بعضے زبان باطن سے دعاء کرتے ہین بعضے اشارہ عقل سے اور بعضے اشارہ قلب سے
اور بعضے اشارہ روح سے اور بعضے اشارہ سر باطن سے دعا کرتے ہین پس اہل ظاہر کی صفت تضرع ہو اور اہل باطن کی صفت افتقار و خشوع
اور اہل عقل کی صفت فکر ہو اور اہل قلب کی صفت ذکر ہو اور اہل روح کی صفت شوق ہو اور اہل السر کی صفت فنا ہو اس سے باذن دعاء
کرتے ہین اور دعا کی اجازت فقط دو مقام پر حاصل ہوتی ہو ایک مقام قبض اور دوم مقام بسط پس مقام قبض مین دعاء بصفت عبودیت ہے
اور مقام بسط مین دعاء بحکم انبساط ہو کیونکہ صولت ربوبیت کو اس مقام مین پاتا ہے عارفون کے واسطے ضرور یہ دونون مقام حاصل
ہوتے ہین دعاء کی حالتین بہت ہین ایک تو بلا مین مبتلا دعا کرتے ہین اسواسطے کہ انکے ہم و غم دور ہوجاوین دوم اہل نعمت دعاء کرتے ہین

تاکہ کشف وجود ہو سوم محبین دعا کرتے ہین تاکہ قلوب کو تسلی حاصل ہو چہارم مشتاقین دعا کرتے ہین تاکہ منزل مقصود کو پہونچ جاوین پنجم عاشقین دعا کرتے ہین تاکہ مراد حاصل ہو ششم عارفین دعا کرتے ہین تاکہ لقا کو پاوین ہفتم موحدین دعا کرتے ہین تاکہ فنا مین محو ہو جاوین پس دعا مین اہل انس کو انس اور عارفونکو تضرع اور محبین کو پیار اور موحدین کو آنکھون کی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور سجود مین انکی حالت نہایت عمدہ ہو جاتی ہے کیونکہ موجود کا کشف حاصل ہوتا ہے اور آنسو بہانے کے ساتھ مین انکی مناجات نہایت ہی شیرین و خوشگوار ہے اور جوش دل سے انکی خاطر کی گرمی کیا پسندیدہ ہین استاذ نے کہا کہ جو کوئی بندہ خلوص دل سے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اُسکے دل کو اسیوقت راحت بخشتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے بندونکو اعلی سے ادنی کی طرف اور اتباع حق سے اتباع نفس کی طرف جانے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا اور مراقبہ و مشاہدہ و حضوری سے دل صاف و اصلاح پذیر ہونے کے بعد اسکو نفس کی شہوات و ہوا و ہوس سے خراب کرنے سے منع فرمایا بقولہ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا۔ استاذ نے کہا کہ یہ خرابی و بربادی اسطرح ہوتی ہے کہ مجاہدہ و ریاضت کرنے سے نفس کو مہلت دیدی اور حقوق شرع قائم کرنے کے بعد حظ نفس مین ڈالدیا تو بعد اصلاح کے خراب ہو جائیگا پھر اوتعالیٰ نے اداب دعا مین اخلاص و تواضع و خوف و امید کو فرمایا بقولہ وادعوہ خوفا وطمعا۔ اسکے دیدار جلال مین اسکی عظمت کی رعایت رکھو اور جمال مین البتہ بسط سے دعا کرو کیونکہ حقیقت دعا حالت شہود مین معرفت ربوبیت مین دل لرزنے کے ساتھ ہو کیونکہ عبودیت کی یہی شان ہے اور وصول مقصود کی صورت مین سرور ہوگا اور نیز خوف رکھو کہ سواے اسکے کوئی تمھارے دل مین جاری ہو جاوے یعنی حدیث کا ذکر دیدار قدم مین جاری نہو اور طمع کے یہ معنی ہین کہ دعا سے اشرف مقام کی امید رکھو کیونکہ دعا وسیلہ ہے پھر جب مقصود حاصل ہو گیا تو وسیلہ منقطع ہو گیا مگر آنکہ اس سے بالاتر مقام مین دوسری دعا کرو۔ اور نیز یہ خوف رکھو کہ وہ پاک پروردگار عز و متعال ہے پاک بے پرواہ ہے ایسا نہو کہ دعا مردود ہو جاوے اور طمع یہ رکھو کہ رحیم کریم ارحم الراحمین ہے امید ہے کہ دعا قبول فرماوے اور جن بندون کی یہ صفت ہو وہ ان محسنین مین سے ہے جنکو بلطف او تعالیٰ اسکی درگاہ مین تقرب حاصل ہے انھین کو فرمایا بقولہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین اور بعض نے کہا کہ خوف اُسکے عقاب سے اور طمع اسکے ثواب کی ہو بعض نے کہا کہ خوف گم و کردور نہ کیے جاؤ اور طمع اسکی درگاہ مین تقرب کی رکھو اور بعض نے کہا کہ خوف اسکے اعراض سے اور طمع اسکے اقبال کی ہو بعض نے کہا کہ خوف اسی سے ہو اور طمع اسی کی ہو بعض نے کہا کہ محسن وہ ہے جو قلب سے حاضر ہو اور غافل نہو اسکے حق کو فراموش نہ کرے پھر او تعالیٰ عز و جل نے اپنی ذات پاک کو وصف فرمایا کہ اسی نے باطن غیب سے بشرات قرب پیدا فرماین تاکہ نسیم وصال و مشاہدہ ارواح عاشقین و قلوب مشتاقین و اسرار واصلین و دلہاے محبین و الباب مریدین کو انکی نفس حضرت سے پہونچے بقولہ تعالیٰ۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا
اور وہی ہے کہ چلاتا ہے بادین خوشخبری لاتین آگے اُسکے مہر سے یہانتک کہ جب اُٹھالائین بدلیان بھاری ہانکا ہمنے اسکو ایک شہر مردے کیطرف پھر اُتارا
بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ
پانی پھر اُس سے نکالے سب طرح کے پھل اسیطرح نکالین گے مردونکو شاید تم دھیان کرو اور جو شہر ستھرا ہے اسکا سبزہ نکلتا ہے
بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝
اُسکے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے اُسمین نکلے سو ناقص یون پھیر پھیر بتاتے ہین ہم آیتین حق ماننے والے لوگون کو

جیسے پہلے او تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ وہی خالق آسمانون و زمین کا اور وہی حاکم و مدبر ہے اور اسی کی قدرت کے حکم مین سب مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی ہو

ع

سنتے ہین اور مخلوق کو اپنی ہی طرف دعا کرنے وعبادت کرنیکا ارشاد فرمایا کیونکہ وہی پاک پروردگار ہر بات پر قادر ہے جو چاہے کرے تو مخلوق کو متنبہ فرمایا کہ
وہی رزاق ہے اور وہ ضرور بقدرت جلیل انکو قیامت کے روز اعادہ فرمادیگا چنانچہ فرمایا وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ
ارسال بمعنی روان کرنا۔ ریاح جمع ریح در اصل روح بواو ہے جو یار سے بدل گیا بشرا مین قراءات ہین اول نُشُرا بضمہ وشین معجمہ جمع نشور یا ناشر بمعنی نسبت
اسی ذات نشر اور یہ قراءت ابو عمرو وابن کثیر ونافع کی ہے دوم نُشْرا بضم نون وسکون شین معجمہ بطریق تخفیف کے جیسے رسل مین تخفیف سے ضمہ کو ساکن کردیتے
ہین اور یہ قراءت ابن عامر کی ہے سوم نَشْرا بفتح نون وسکون شین معجمہ بنا برآنکہ مصدر ہے یعنے مفعول مطلق واقع ہے کیونکہ ارسال ونشر قریب قریب ہین
گویا یون ہے کہ ینشر الریاح نشرا۔ یا یہ مصدر بمقام حال ہین ای یرسل الریاح حال کونہا ناشرۃ۔ اور یہ قراءۃ حمزہ وکسائی کی ہے اور مرجع ان سب قراءۃ کا تو نکا
نشر کی طرف ہے جو طی کے برخلاف ہے یعنے جیسے طی کے معنی لپیٹ دینا اور تہ کردینا ویسے اسکے برخلاف نشر کے معنی پھیلانا چھٹکانا منتشر کرنا اور کمالین مین
کہا کہ نشر بمعنی تفریق ہے یا بجملہ مفسرین نے اسکو موضع حال مین قرار دیا کیونکہ نشرا کی تفسیر مین کہا ای متفرقۃ یعنی ارسال فرماتا ہے ریاح کو درحالیکہ متفرقہ ہوتی
ہین اور یہی تفسیر ابو عبیدہؒ سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ وہ پاکیزہ ہوائین جو ہر طرف سے چلتی ہین اور فراءؒ نے کہا نشرہ ہوا سے نرم جو بادل کو
منتشر کرتی ہے اور ابن الانباریؒ نے کہا کہ وہ منتشرہ جو پھیلی ہوئی ہتی ہے۔ قراءۃ چہارم بُشْرا بضم باء موحدہ وسکون شین معجمہ جمع بشیر یعنے خوشخبری و
بشارت دینے والی باران کی اور یہ قراءۃ عاصمؒ کی ہے۔ کما فی قولہ تعالے امن یہدیکم فی ظلمات البر والبحر ومن یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ الآیۃ۔
اور ہوا اور ریح مین فرق اسی قدر ہے کہ ریح وہ ہوا جو چلتی ہو اور مذکور ہے کہ ریاح چار ہین صبا مشرقی ہوا جو بادل اٹھالاتی ہے اور دبور مغربی ہوا جو
بادل کو متفرق کرتی ہے وفی الحدیث نصرت بالصبا واہلکت عاد بالدبور۔ فتح دیا گیا مین صبا سے اور ہلاک کی گئی قوم عاد ہوا دبور سے اور سوم
شمال بفتح اول وسکون ثانی ہوا شمالی وہ بادل کو جمع کرتی ہے چہارم جنوب بفتح اول جو دکھن سے چلتی اور پریشان کرتی ہے اور ابن عمرؓ سے روایت ہے
کہ ریاح آٹھ قسم ہین انمین سے چار قسم تو عذاب ہین قاصف وعاصف وصرصر وعقیم۔ اور چار قسم رحمت ہین ناشرات ومبشرات ومرسلات وذاریات
بنابراس آیت مین اختلاف قراءۃ بنون وبباء مین قسم ہوا سے فرق ہوگا پھر رحمتہ سے مراد مطر یعنے مینہ ہے اور بین یدی رحمتہ کے معنی آگے آگے
مینہ کے اور معنی کلام کے یہ ہین اور وہی اللہ تعالی ہے کہ بھیجتا ہے چلتی ہوا اُن کو متفرقہ یا مبشرہ آگے آگے مینہ کے حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا
یہانتک کہ جب لادلیتی ہین یہ ہوائین سحاب یعنی بادلون کو جو پانی سے بھاری ہین۔ اقلت بتشدید لام از اقلال بمعنی برداشت کرنا۔ اٹھا لینا۔ اور
اشتقاق اسکا قلت سے ہے چنانچہ جسنے کوئی چیز طاقت بھر اٹھائی وبرداشت کرلی تو وہ اسکو قلیل ہی جانتا ہے اپنی ہستی سے زائد نہین جانتا
اور بولتے ہین کہ اقلہ واستقلہ بمعنی قلیل جانا پس برداشت کرنے کے معنی مین مجازا مستعمل ہے فافہم۔ ثقال جمع ثقیل ہے اسواسطے جمع آیا کہ سحاب
بمعنی سحب یعنے جمع ہے یا سحاب جمع سحابۃ ہے قاموس مین ہے کہ السحابۃ بمعنی بادل اسکی جمع سحاب وسحب وسحائب ہے اور بعض اہل لغت علماء معانی
نے کہا کہ سحاب اسم جنس جمعی ہے اسکا مذکر ومؤنث یکسان ہے اسمین لفظ ومعنی کی رعایت ہوسکتی ہے اور یہی قول مختار ہے پس سحاب بادل ہے خواہ اسمین
پانی ہو یا نہو اور سحاب اسکا نام اسوجہ سے ہے کہ ہوا مین تسحب یعنی دامن پھیلائے ہوئے ہوتا ہے اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالی سبحانہ اپنی قدرت سے ریاح کو
مینہ کی بشارت دینے والا ارسال فرماتا ہے یہانتک کہ جب یہ ہوائین سحاب کو جو پانی سے بھاری ہو رہی ہین اٹھاتی ہین سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ سوق
روان کرنا سقناہ روان کردیتے ہین ہم اس سحاب کو۔ اور باعتبار سابق بیان کے ساتھ لبلد میت ہوتا یعنے چلاتا ہے اسکو اللہ تعالے واسطے
مردہ بلد کے لیکن سقناہ بصیغہ تکلم فرمایا اسمین غیبت سے التفات فرماکر تکلم کی طرف رجوع ہے اور یہ بلاغت زبان عرب مین شائع ہے اور
ضمیر مفعول مفرد راجع بجانب سحاب کے باعتبار لفظ سکے ہے کیونکہ لفظ مفرد ہے اور بلد زمین کا موضع آبادان۔ ازہریؒ نے لیث بن سعد سے روایت کیا۔

کہ آباد ہو یا غیر آباد ہو خالی ہو یا اسمین کچھ ہو اور ایک ٹکڑا اسمین سے بلدہ اور جمع اسکی بلاد ہی اور بلد مذکر و مؤنث دونون آتا ہی اور جنگل و بیابان کو بھی بلدہ
کہتے ہین اور میت باین معنی کہ اسمین کچھ نباتات مین سے نہین اور اہل عرب ایسی زمین کو میت بولتے ہین وقد قال تعالیٰ فانظر الی آثار رحمۃ اللہ کیف
یحیی الارض بعد موتہا الآیۃ اور سقت لہ اور سقت الیہ۔ دونون طرح مستعمل ہوا و مفسرؒ نے کہا کہ سقناہ لبلد میت ای سقناہ لبلد میّت لاحیائہ یعنی
ہمنے اس بادل کو واسطے زندہ کرنے بلد مردہ کے روان کیا۔ اور ظاہر یہ ہی کہ لام بمعنی الی قرار دیا یعنی ہمنے سحاب کو بلد میت کی طرف روان
کیا اسکے زندہ یعنی نباتات والا کرنے کے واسطے اور بیضاوی نے کہا کہ یون بھی ہو سکتا ہی کہ سقناہ لسقی بلد میت یعنی بلد مردہ کے سیراب کرنیکے
واسطے روان کیا۔ اور زمخشریؒ نے کشاف مین لبلد میت کے لام کو لام علت قرار دیا ای سقناہ لاجل بلد میت یعنی بغرض بلد مردہ کے اسکو
روان کیا۔ اور شیخ ابو حیانؒ نے اسکو رد کر دیا کہ یہ لام علت نہین بلکہ لام تبلیغ ہی بمعنی پہونچانا جیسے بولتے ہین قلت لک۔ کیونکہ اسکے یہ معنی
نہین کہ مین نے تیری جہت سے کہا اور بیان کیا کہ فرق یہ ہی کہ سقت لک یا لامین لام تبلیغ کے ساتھ یہ ضرور ہی کہ مین نے تیرے واسطے مال
روان کیا اور تجھکو پہونچ گیا اور سقت لاجلک مالا مین تجھکو پہونچ جانا ضرور نہین ہی۔ یہ فرق لطیف ہی اور یہی لام تبلیغ یہان مراد ہی حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ ہمنے سحاب کو پانی سے بھاری ہو لکے اوپر لدا ہوا زمین مردہ کی طرف پہونچا دیا فَاَنْزَلْنَا بِہِ الْمَآءَ ضمیر بہ راجع بجانب بلد ہی اور یہی
شیخ زجاج و ابن الانباریؒ کا قول ہی اور با بمعنی الصاق ہی یعنی اتارا ہمنے پانی ملصق ببلد مذکور فَاَخْرَجْنَا بِہٖ ای بالماء پھر نکالا ہمنے بواسطہ پانی کے
مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ ای من کل انواع الثمرات ہر قسم کے پھلون سے اور یہ بیضاوی کا قول ہی اور ظاہر یہ ہی کہ تبعیض مراد ہو یعنی جملہ ثمرات سے بعض
نکالے اور کلیہ اس معنی کر کہا کہ تمام اقسام ثمر کی پیدائش بواسطہ آب باران کے ہی اگرچہ کسی خاص بلد مین سب نہ پیدا ہوتے ہون۔ حاصل کلام
پاک کا یہ ہی کہ عظیم قدرت الٰہی پر نظر کرو کہ ایک وقت زمین مردہ ہو جاتی ہی اور تمازت آفتاب وغیرہ سے اسمین نام کو بھی نبات نہین رہتی ہی پھر اللہ تعالیٰ
عز و جل اپنی رحمت سے اسپر مینھہ کا پانی برساتا ہی پس اسمین انواع و اقسام کے پھل و پھول و نباتات پیدا کرتا ہی اور زمین مذکور دوبارہ زندہ ہو جاتی
ہی پس جس مخلوق کو جب چاہے موت دے اور جب چاہے زندہ کر دے اسی واسطے جو لوگ قیامت مین مردے زندہ ہونے سے منکر ہین انکو
دلیل بتلائی بقولہ کَذٰلِکَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی ای مثل ذلک الاخراج المذکور نخرج الموتی من قبورہم احیاء یعنی ایسے ہی نکالنے کے مثل جو مذکور ہوا نکال لینگے
ہم مردونکو انکی قبرون سے زندے یعنی مردون کے فنا ہو جانے اور انکے آثار مٹ جانے کے بعد حشر کے روز انکی قبرون سے پھر ہم انکو زندہ
نکال لینگے اور تشبیہ اس بات مین نہین ہی کہ اسی طرح ہوا بھیجکر ابر مجتمع کر کے انکو پانی سے پیدا کرینگے بلکہ مطلق نکال لینے مین تشبیہ ہی اور خلاصہ یہ ہی کہ جو پروردگار
قادر مختار جسکی قدرت کے آثار سے یہ سب آنکھون دیکھتے ہو کہ خشک لکڑی سے تر و تازہ پھل و پتے نکلتے ہین اور پرپٹ مردہ زمین سے
طرح طرح کے گل و بوٹے پیدا ہوتے ہین وہ ضرور بالیقین قادر ہی کہ قبرون سے مردے نکال دے اور کیونکر انکار ہو سکتا ہی حالانکہ ابتدا مین
جب کچھ بھی نہ تھے تب انکو پیدا کر کے موجود کر دیا لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ شاید تم تذکر سے جانکو پس ایمان لے آؤ۔ فی تفسیر الحافظ فی قولہ کذلک
نخرج الموتی یعنی جیسے ہمنے اس زمین کو بعد اسکے مردہ ہو جانے کے اور قوت انبات وغیرہ جاتے رہنے کے زندہ کر دیا اور وہی قوت انبات
اسمین آگئی ایسے ہی ہم اجسام کو انکے گل سڑ جانے کے بعد قیامت کے واسطے زندہ کرینگے اور صحیح ہوا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائیگا
پس چالیس روز تک مینھ برستا رہیگا اس سے اجسام اپنی قبور مین اسطرح اگینگے جیسے زمین سے دانہ اگتا ہی اور یہ پند و نصیحت قرآن مین اس
مثال سے بہت آئی ہی اسی واسطے فرمایا لعلکم تذکرون۔ سراج مین ہی یعنی تاکہ تم عبرت و پند اور تذکر حاصل کرو خلاصہ آنکہ تم برابر مشاہدہ کرتے
ہو کہ ایام بہار مین درخت پھلے پھولے سرسبز ہوتے ہین پھر تم خریف و دیگر اوقات مین انکو خشک اور پھل پتون سے ننگے دیکھتے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے

انکو دوبارہ زندہ کردیتا ہے پس انسے نصیحت حاصل کرو کہ جو پاک پروردگار انکے زندہ کردینے پر قادر ہے وہ قیامت کے واسطے مردون کے زندہ کرنے پر
بالیقین قادر ہے حضرت ابوہریرہ وابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب پہلی بار صور پھونکی جائیگی سب کے سب مرجاوینگے تو بعد
اسکے اللہ تعالے آسمان سے عرش کے نیچے سے پانی مینھ کا نازل فرماویگا پس مردے جہان کہین انکی خاک ہو وہ زمین مین نباتات کے مانند
اُگینگے جب انکے جسم کامل ہوجاوینگے تو انمین روح پھونکی جائیگی پھر انپر نیند غالب ہوجائیگی پس قبرون مین سوتے رہینگے پھر دوسری بار جب
صور پھونکا جائیگا تو قبرون سے چونک کر اُٹھائے جاوینگے اور حشر کیے جاوینگے اور اس حال مین اُن کے سرون و آنکھون مین نیند
کا خمار ہوگا تو اس حالت مین کہینگے کہ یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا ہذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون الآیہ جیسا کہ انشاء اللہ تعالی اسکی تفسیر مین آویگا
پوشیدہ نہین ہے کہ بہت سے درخت پھولون کے نہایت نرم وکمزور بیج کے ہوتے ہین کہ انکے بیج ایک فصل مین زمین کے اندر گر کر خاک ہو جاتے ہین
اور دوسری فصل مین جب برسات مین مینھ برسا تو اسی زمین سے وہی درخت جم جاتے ہین بلکہ جہانتک ہوا انکی خاک اڑا لیجاتی ہے وہان
جمتے ہین بلکہ پیپل وغیرہ پرندون کی بیٹ سے بہت سے ہضم ہونے والون بیجون کی پیدائش ان درختون پر ہوتی ہے پس انکار بعث وحشر جن قومون سے
صادر ہوا انکو عقل وفکر سلیم بالکل نہین ہے اللھم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا انک انت الوہاب پھر واضح ہو کہ قولہ کذلک نخرج الموتے مین صیغہ
مضارع حال واستقبال دونون معنی کو شامل ہوسکتا ہے غایۃ انکہ ایک بالاشارہ ہو پس اسمین تفکر وتذکر سے عجائب صنع الٰہی پر دلیل حاصل ہوتی ہے
ویہدی اللہ لنورہ من یشاء وہو العلیم الحکیم پھر واضح ہو کہ کذلک نخرج الموتی لعلکم تذکرون سے درمیان بیان مین ایک اہتمام کے لائق مضمون پر
تنبیہ فرمائی پھر عجائب صنعت وقدرت کو شروع فرمایا یعنی زمین مردہ کو باران رحمت پہونچا کر لطف وکرم سے زندہ فرماتا ہے اور ہر زمین مردہ کو
اسکا فیض باران برابر پہونچتا ہے پھر انکی استعدادات مختلف طرح طرح کی ہین چنانچہ فرمایا وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ بلد طیب
وہ زمین جسکی مٹی پاکیزہ شیرین وہموار نرم ہے یعنی بلد طیب نکالتا ہے اپنی نبات کو بہتر وعمدہ بارادہ اپنے پروردگار کے وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ
إِلَّا نَكِدًا اور وہ بلد کہ جسکی مٹی خبیث ہے وہ نہین نکالتا پیداوار کو کسی حال سے مگر بحال نکد یعنی بسختی ومشقت۔ اور کشاف مین کہا کہ نکد وہ چیز کہ
جسمین بھلائی نہین ہے اور بیضاوی نے کہا کہ نکد یعنی قلیل بے نفع وبیکار اور نصب اسکو بنابرانکہ حال واقع ہے اگر کہا جاوے کہ بلد طیب کے ساتھ
پیداوار اُگانے مین باذن ربہ کی قید فرمائی اور خبیث کے ساتھ یہ قید نہین فرمائی حالانکہ بدون مشیت وقدرت الٰہی کے دونون مین سے کسیکو
اخراج نباتات کا اختیار نہین ہے تو شیخ ابوحیان نے جواب دیا ہے کہ دونون کی نباتات اگرچہ اللہ تعالی ہی کے ارادہ ومشیت سے نکلتی ہین لیکن بلد طیب
کے ساتھ اذن پروردگار کی قید فرمائی تاکہ اسکی بزرگی ومدح ظاہر ہو کمالین مین ہے کہ قولہ باذن ربہ موقع حال مین واقع ہے اور اس پیداوار کا بارادہ
ومشیت الٰہی ہونے کے ساتھ قید فرمانے مین بیان ہے کہ اوتعالی عز وجل کی مشیت وارادت سے اسکو آسانی حاصل ہوئی جس سے اسمین نباتات
نہایت عمدہ کارآمد بہت کثرت سے حاصل ہوئی پس باذن ربہ سے اس بلد کی پیداوار کی خوبی وکثرت سے تعبیر ہے گویا یون فرمایا کہ والبلد
الطیب یخرج نباتہ نباتا حسنا غزیرا پس یہ مقابلہ مین بلد خبیث کے ہے جسکی یہ صفت ہے کہ لا یخرج نباتہ الا نکدا۔ اسی واسطے بیضاوی رحمہ اللہ نے
کہا کہ بلد خبیث نہین نکالتا اپنی پیداوار مگر بہت قلیل اور خراب وبیکار۔ اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ قولہ والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ یعنی
زمین شیرین وپاکیزہ اپنی پیداوار کو آسانی سے خوبصورت عمدہ نکالتی ہے اور والذی خبث کی تفسیر مین حضرت مجاہد وغیرہ نے کہا کہ جیسے کنکریلی
وبونیا زمین وغیرہ۔ واضح ہو کہ علی ابن ابی طلحہؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت مین روایت کیا کہ اللہ تعالی نے مومنون و
کافرون کے حال کی یہ مثال بیان فرمائی ہے اور سراج ومعالم وغیرہ مین کہا کہ جملہ مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ اللہ تعالی نے مومن وکافر کے واسطے

یہ ضرب المثل بیان فرمائی ہے پس مومن کو زمین پاکیزہ سے تشبیہ دی اور اسکے دل پر قرآن نازل ہونے کو مینھ کا پانی نازل ہونیسے تشبیہ دی پس جب یہ پانی
اُسپر نازل ہوا تو اس سبب طرح طرح کے گل بوٹے اور پھل پھول نکلتے ہیں ایسی ہی مومن نے قرآن سُنا اور ایمان لایا اور اسپر عمل کیا تو اسمین طرح طرح کی
عبادات و طاعات و عمدہ و عمدہ اخلاق کثرت سے ظاہر ہوتے ہیں اور کافر کو زمین خبیث سے تشبیہ دی کہ ہرچند اسپر مینھ کا عمدہ پانی پڑے مگر اس سے
کچھ انتفاع نہیں ہوتا ایسے ہی کافر نے جب قرآن سُنا تو ایمان نہیں لاتا اور اسکی تصدیق نہیں کرتا بلکہ اس سے کفر و سرکشی زیادہ ظاہر ہوجاتی ہے اور اگر کافر
نے دنیا میں کوئی فعل جو نیک ہے وہ کیا بھی تو ہزار مشقت اسکو کیا کیونکہ خیرات و صدقہ وغیرہ جو نام کے واسطے کیا ہے وہ کچھ فعل نیک نہیں ہے باوجود اسکے
آخرت میں اس سے کچھ نفع نہیں ہوا اور یہ جو حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ یہ مثال اولاد آدم ع کی ہے کہ انمیں سے بعضے پاکیزہ و بعضے خبیث ہیں تو اسمیں کچھ کہنا ہے
کہ اسکا مآل بھی وہی مومن و کافر کی طرف راجع ہوا اور ارتباط اسکا مابعد کے کلام سے واضح ہے چنانچہ انبیاء علیہم السلام عین ہدایت و نصیحت لائے لیکن جو
پاکیزہ تھے وہ ایمان لائے اور جو ناپاک تھے وہ کافر رہے۔ اور جو نحاسؒ نے ذکر کیا کہ یہ تیز فہم اور کم فہم کی مثال ہے تو شاید بنظر قولہ لعلکم تذکرون
کے ہے جو اس سے پہلے ہے یعنے تذکر و سمجھو دو قسم ہیں جو بلد طیب کی مثال ہیں وہ جلد سمجھ جاوینگے و برعکس اسکے برخلاف ہونگے لیکن اسکا ضعف
ظاہر ہے اور جو حضرت حسن و قتادہؒ سے مروی ہے کہ یہ قلوب کی مثال ہے مومن و منافق کے دل مختلف ہیں پس پاکیزہ قلوب مومنوں کے پند و نصیحت آلٰہی کو
قبول کرتے اور اس سنیے نفع کثیر ہوتا ہے اور منافقون کے دل نہیں لیتے اور بہت کم اس میں اثر اور اس سے انتفاع ہوتا ہے تو یہ بھی قول اول کی تخصیص ہے
کیونکہ مومن و کافر سے مقصود انکے دل ہیں کہ انھیں پر مدار ہے اور قول اول پر دلیل ہے جو حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت
صلعم نے فرمایا مثل ما بعثنی اللہ بہ من الہدی والعلم کمثل غیث اصاب ارضا الحدیث یعنی آنحضرت نے کہا کہ جس علم و ہدایت کے ساتھ مجھکو اللہ تعالی
نے بھیجا اسکی مثال ایسی ہے جیسے موسم کا اُگانیوالا اپنے وقت کا پانی کسی زمین پر برسا پس اس زمین میں سے کوئی ٹکڑا پاکیزہ تھا یعنی اسکی مٹی شیرین و
ہموار اُگانیوالی تھی پس اُسنے پانی کو قبول کرلیا اور گھانس تر و تازہ اور پیداوار بہت کثرت سے اُگائی اور کچھ ٹکڑے اسمین سے اجدب تھے
جنھوں نے پانی کو روک لیا یعنی انمین پانی بھر رہا پس اللہ تعالی نے اس سے آدمیونکو نفع پہونچایا کہ اُنھوں نے خود اسمین سے پیا اور پلایا و سینچا (بستۃ الآب ۱۲)
و زراعت کی اور بعض اور ٹکڑا اسمین سے ایسا تھا کہ وہ چٹیل میدان کنکریلا پتھریلا تھا کہ نہ وہ پانی کو روکتا ہے اور نہ کچھ سبزہ اُگاتا ہے پس یہی مثال ہے
دو قسم کے لوگوں کی ایک وہ کہ جسنے اللہ تعالی کے دین میں سمجھ حاصل کی اور اللہ تعالی نے مجھے جسکے ساتھ بھیجا ہے اس سے نفع پایا پس سیکھا اور
سکھلایا اور دوم وہ کہ جسنے سر سے سے کچھ اسکی طرف توجہ نہ کی اور نفع نہ پایا اور جسکے ساتھ مجھے اللہ تعالی نے بھیجا اس ہدی کو قبول نہ کیا۔ رواہ البخاری
و مسلم وغیرہما کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْکُرُوْنَ ای کما بینا ما ذکر نبین الآیات لقوم یشکرون اللہ تعالی فیومنون یعنی جیسے ہم نے
یہ سب بیان فرمایا جو مذکور ہوا ہے اسی طرح ہم کھلے بیان کرتے ہیں آیات کو ایسی قوم کے واسطے جو شکر کرتے ہیں اللہ عزوجل کا پس ایمان لاتے ہیں
اسمین قوم شکرگذار کی خصوصیت اسواسطے ہے کہ آیات آلٰہی سے انھیں بندونکو نفع حاصل ہوتا ہے اور خبیث لوگونکو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور اسمین اشارہ ہے
کہ آیات آلٰہی محض فضل و نعمت ہے اسکا بہت بڑا شکریہ واجب ہے سبحان اللہ وبحمدہ و سبحان اللہ العظیم ان آیات کریمہ میں انواع دلالات و لطائف
اشارات و علوم پاکیزہ ہیں اور تفسیر عرائس میں جو کچھ بیان ہیں وہ یہ ہیں ف **فی العرائس** قولہ تعالی وہو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ
او تعالی نسیم وصال کو طلوع جلال کے سحر کے وقت میں اہل انس کے راستے انکی حالت سجدہ کے شہود میں انکے مشام میں پہونچاتا ہے کہ شوق
میں زیادتی ہو اور اسکی طرف باران رحمت زیادہ پیاسے ہو جاویں پس ظہور صفات سے پہلے قرب و منزلت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں کہ ظہور تجلی صفات
سے کشف ذات کا فیض پاکیزہ ارواح عاشقہ کو پہونچتا ہے پھر اس باران رحمت سے ان ارواح کو زلال محبت کا جام ملتا ہے کہ بعد اسکے پینے کے

ان ارواح کو حدوث مین استقرار کی تاب نہین تہی بلکہ ازل وابد کے بازو سے لطف قدیم سے قضاے ناپید اکنار بقا و ہواے قدم مین پرواز
کرتے ہین۔ کمال لطف سے ظہور تجلی ذات سے پہلے انکو ہوائے تجلی صفات سے انکشاف دیا کیونکہ قبل تجلی ذات کے قبض وبسط کے اعلام
سے واقف ہون اور فنا ہو جانے سے بچین اور کشف قدم کی طرف جذب ہونے مین انکے قلوب مردہ کو رزق سے زندگی ملے جس سے
قابلیت حاصل ہو **قال المترجم** بعض مقام پر پارہ اول وثالث مین گذرا کہ حدیث صحیح مین جو اپنے نفس وجورو ومہمان وغیرہ کے حق مین لازم ہونیکا
قطعی حکم آیا ہے وہ اسی معنی پر تمام اکابر نے اعتقاد کیا ہے جو ظاہر ہین اور اسکا یہی بھید ہے کہ ہزارون پردون کا قطع کرنا اسی جسم کثیف سے ملے ورنہ
اس راہ سے بڑی نعمت ہے پس مرید صادق کو ضبط حواس وضرر مالا یطاق سے ایسی نوبت پہونچیگی کہ اسمین انکشاف حواس باطنی کی استعداد نہ رہے
اور پہر حواس مخفیہ جنسے علوم ظاہری مین بحث نہین ہے انکے انکشاف کا فائدہ نہ حاصل ہوگا تب عقل وقلب وروح وسر وباطن کا کیا ذکر ہے لہذا نفس
کشی کے یہ معنی سمجہنا کہ جسم وحواس کو بیکار وباطل کرکے خبط ومبہوت ہو جاوے محض غلط ہین یہ کسی بزرگ نے نہین فرمایا بلکہ نفس کشی کے فقط یہ معنی ہین کہ ابتدا
مین نفس جو شرع سے برخلاف چلتا اور شیطان کی پیروی ڈہونڈہتا ہے اسکو مار کر خواہ مخواہ شرع وسنت پر ثابت رکہے ہان شرع وسنت مین
یہ منع ہے کہ پیٹ مت بہرو بلکہ کم کہاؤ اور کم سوؤ اور کم ہنسو اور کم بک بک کرو اور خیال بد اور وسواس باطل وغیرہ مت لاؤ اور ایسے ہی ریاکاری
وغرور وتکبر وغیرہ بہت سے امور ہین کہ ان سب پر ٹہیک ٹہیک قائم ہو اور ایک مرد صالح پیر بزرگ کی خدمت نصیب ہو جو اپنے نفس کو مہذب
کر چکا ہے تو نہایت ہی عمدہ بات ہے کہ وہ ہر وقت اسکی غفلت کو ٹوکتا جاوے اور ہوشیار کرتا جاوے اور زیادہ طول تقریر کی گنجائش نہین ہے مین نے
صرف ابتدائی مرتبہ پر بتوفیق الٰہی تنبیہ کر دی ہے اور اس سے اوپر کے مراتب کے واسطے خود اللہ تعالیٰ کی ہدایت پہونچ جاویگی انشاء اللہ تعالیٰ
اور اگر ابتدا ہی غلط ہے تو اوپر کا مرتبہ کیسا فاستقم ولا تتبع الہوی فیضلک عن سبیل اللہ پہر شیخ نے فرمایا کہ بالجملہ تجلی ذات کے ظہور سے پہلے
دلہاے مردہ کے واسطے پاکیزہ ہوا مین ظہور تجلی صفات کے بہیجدین چنانچہ فرمایا حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقناہ لبلد میت یعنی دلہاے مردہ کو
تاب تجلی ذات کے ظہور کی نہین ہو سکتی ہے تو تجلی صفات سے ان دلون مین حیات جو اسکے مناسب ہے حاصل ہو جاوے اور معلوم ہے کہ تجلی ذات کا
بار گران کوئی نہین اٹہا سکتا ہے سوائے ریاح تجلی صفات کے اور انوار قدم کو سواے قدم کے کوئی نہین چلا سکتا اور زلال دریاے قدم کو
ایسے پیاسے کو پلانے کے واسطے جو غرق حیرت ہے سواے ازلی صفت کے کوئی نہین لیجا سکتا ہے اور قلوب کی سرزمین مین درختان علوم غیوب
کے کوئی نہین اگا سکتا سواے حضرت علام الغیوب جل جلالہ کے لہذا فرمایا فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات یہ ثمرات بہی مقامات وحالات وحقائق
ومکاشفات ومشاہدات ہین ؏ الا یا صبا نجد متی ہجت من نجد ۔ لقد زادنی مسراک وجدا علی وجد ۔ اے ہواے نجد جہان لیلی رہتی ہے جبہی تو نے
نجد سے جنبش کی تو میرا وجد پر وجد بڑہتا گیا بعض مشائخ نے کہا کہ ہر قسم کی ہوا سے ایک قسم کی رحمت خاص متعلق ہے پس ہواے توبہ سے
قلب پر محبت پہونچتی ہے اور ہواے خوف سے رحمت ہیبت کا نشر ہوتا ہے اور ہواے امید سے رحمت انس کا اور ہواے قرب سے
رحمت شوق کا اور ہواے شوق سے آتش قلق وبیتابی عشق کا نشر ہوتا ہے استادؒ نے کہا پہلے تقرب کی ہوا چلتی ہے جس سے مشام اسرار کو
خوشبوی وصال پہونچتی ہے ۔ اور استادؒ نے قولہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا کے اشارہ مین کہا کہ اسمین اشارہ یہ ہے کہ جس مہجور کو صدمہ فراق ووجد
واختلال جسم بلکہ بالکل باطل ہونے سے دوری پہونچی ہے اسکے پاس تقرب کا بشارت دینے والا پہونچتا ہے پس کہلجانے کے بعد تر وتازہ ہو جاتا ہے
اور بعد سقوط کے اسکا سٹا ہوا حال قوی وتندرست ہو جاتا ہے پہر حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے قلب کا حال ذکر کیا کہ اسمین سے بعض کا یہ
حال ہے کہ جب اسپر باران رحمت ہوا تو طرح طرح کے مقالات وحالات کے پہل پہول اس سے نکلتے ہین اور بعض کی یہ کیفیت ہے کہ وہ اسکے

برخلاف ہین جو کہ شہوات نفس وحظوظ بشریت مین سنگستان کے مانند ہورہے ہین اور انمین سوائے خارزار کے کچھ نہین ہو چنانچہ فرمایا۔ والبلد الطیب
یخرج نباتہ باذن ربہ الآیۃ اسی برادر قلب کی زمین ہو جس سے وجد وارادت کے پھل پھول موافق کشف صفات وانوار ذات کے طرح طرح کے
نکلتے ہین پس جب دل مین تخم محبت ہو اس سے مشاہدہ کا درخت جمتا ہو اور جسمین تخم شوق ہو اس سے انس ووصال کا درخت اُگتا ہو اور جسمین تخم عشق
ہو اس سے کشف جمال وجلال کا خوش ذائقہ میوہ پیدا ہوتا ہو پھر انکے برخلاف جس دل مین ہوا وہوس کے بیج پڑے ہین اس سے شہوات کے خاردار
درخت جھاڑیان پیدا ہوتی ہین اور شناخت یہ ہو کہ جو دل منور ہین ان دلون کے جسم کے اعضا وجوارح پر آثار محبت ظاہر ہوتے ہین اور وہ آثار یہی ہین
کہ وہ احکام الٰہی تعالیٰ وسنت رسالت پناہی صلعم سے موافقت محبوب رکھتا ہو اور جو دل تاریک وسیاہ ہو اُسکے جوارح واعضا پر آثار مخالفت
ظاہر ہوتے ہین اور وہ اپنی شہوات نفس کی پیروی کرتا ہو پھر اوتعالیٰ عزوجل نے تبدیل اخلاق ونشر افضال وبیوت مقامات وپرداز حالات
کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ سب بارادہ سابقہ ومشیت ازلیہ ہین جسمین کچھ تغیر وتبدل نہوگا اور وہان کسی کی تدبیر کچھ کارگر نہوگی اور یہی اصل تقدیر
کہلاتی ہو چنانچہ فرمایا وکذلک نصرف الآیات لقوم یشکرون یعنی ایسی قوم کے واسطے جو حضرت مشکور تعالیٰ عزوجل کو ان نعمتون کے وجود سے پہلے سے پہچانتے
ہین اور خود اوتعالیٰ عزوجل کو اپنے انعام کا شاکر پاکر خجالت سے پانی پانی ہو جاتے ہین اور اپنے آپ کو ادائے شکر کے مقام سے عاجز پاتے
ہین شیخ ابوعثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ البلد الطیب مومن متقی کے دل کی مثال ہو یخرج نباتہ باذن ربہ یعنی اسکے اعضاء وجوارح پر انوار طاعات
وزینت کے اخلاص کے ساتھ ظاہر ہوتے ہین والذی خبث قلب کافر ہو اس سے سوائے نکد وشوم وتاریکی کے کچھ ظاہر نہین ہوتا اسکے اعضاء
وجوارح پر تاریکی ومخالفت ظاہر ہوتی ہو اور واسطی نے کہا کہ قولہ باذن ربہ یعنی اوتعالیٰ کی تولی اور اسی کی پرداخت وعنایت سے سب آسانی سے
بہت کچھ میوہ جات موافقت وانوار تقرب ظاہر ہوتے ہین اور خبیث سے سوائے نکد کے کچھ ظاہر نہین ہوتا کیونکہ تجلی وخطاب سے محجوب ہو
اور قولہ کذلک نصرف الآیات جیسے کہ آفتاب تھوڑی نباتات کو جلا دیتا ہو اور تھوڑی نباتات کو اُگاتا ہو اور بعض کو مزہ دار اور خوشگوار پاکیزہ
بناتا ہو جیسا جسکا جوہر واستعداد ہو ویسے ہی ارادہ واحدہ سے موافقت ومخالفت آدمیون مین ظاہر ہو بعض نے کہا کہ بلد طیب وہ ہو جو ہمیشہ مامون
اور اسکا سلطان عادل ہو جسکے دل کا ساکن صافی ہو اسکے ظاہر افعال پاکیزہ ونیک ہین اور جو اسکے برخلاف ہو اسکا حال برخلاف ہو استاد رح
نے کہا کہ جب اصل پاکیزہ ہو تو فرع مین نمو ہوتا ہو یعنی جب جڑ اچھی حالت مین ہوتی ہو تو شاخین اچھی طرح سرسبز ہوتی ہین اور مراد یہ ہو کہ قلب نیک ہوتا ہو
تو ظاہر وباطن سب صالح ہوتا ہو قلت حدیث مین یہی قلب کے بیان مین ہو کہ جب وہ صالح ہوتا ہو تو سب جسم صلاحیت پر ہوتا ہو اور جب اسکی حالت
خراب ہوتی ہو تو تمام اعضاء بدکار فاسق ہو جاتے ہین بعض نے کہا کہ بلد طیب وہ قلب مومن ہو مومن کو اللہ تعالیٰ نے طاہر بنایا اور روح کو
آب قرب سے پاک وطاہر کیا اور کرامت سے خوشبودار کر دیا اور قلب کو علم سے پاکیزہ بنایا اور سر باطنی کو نور معرفت سے پاکیزہ بنایا
اور زبان کو ذکر وتسبیح پڑھنے سے پاک کیا اور جوارح کو آب عصمت سے نہلایا اور نور توفیق سے پاک کیا پھر جب معلوم ہو گیا کہ جو قلوب خبیث
ہین انکو ہرچند تعلیم واصلاح وپند ونصیحت دیجائے کچھ مفید نہین ہوتی اور بیہودہ وہم وبے بنیاد شک پیدا کرتے ہین اور نیک راہ ونیک بات
ونیک تعلیم ونیک نصیحت سے آنکھ بند کر لیتے ہین چنانچہ اگلون کے واقعات متضمن علوم بیان فرمائے بقولہ تعالیٰ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ
ہمنے بھیجا نوح کو اُسکی قوم کیطرف تو بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہین تمھارا صاحب اُسکے سوا مین ڈرتا ہون تیر
عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ
ایک بڑے دن کے عذاب سے بولے سردار اُسکی قوم کے ہم دیکھتے ہین تجھکو صریح بہکا ہوا بولا اے قوم مین کچھ بہکا نہین

وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ

لیکن مین بھیجا ہون جہان کے صاحب کا پہونچاتا ہون تمکو پیغام اپنے ربکے اور نصیحت کرتا ہون اور جانتا ہون اللہ کیطرف سے جو تم نہین جانتے کیا تمکو تعجب ہوا کہ آئی تمکو

ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ

نصیحت تمھارے رب کیطرف سے ایک مرد کے ہاتھ تمھارے بیچ مین سے کہ تمکو ڈر سنا دے اور تم بچو اور شاید تم پر رحم ہو پھر اسکو جھٹلایا پھر ہمنے بچالیا اُسکو اور جو اُسکے ساتھ تھے کشتی مین

وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ○ ع ۶

اور غرق کیے جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتین وہ لوگ تھے اندھے

اول سورہ مین اﷲ تعالی عزوجل نے واقعہ آدم علیہ السلام کو شروع فرمایا اور اسکے متعلقات و متصلات کو پورا بیان فرماکر اب دیگر انبیاء علیہم السلام کے قصص کو ترتیب وار اول و ثانی سے بیان فرمایا لہذا پہلے نوح علیہ السلام کا ذکر شروع کیا کذا قال الحافظ فی التفسیر **وقال المترجم** حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ مین بہت بڑے بڑے علوم باریک تھے اور لوگون کی سمجھ کے لائق جہانتک ممکن ہوا صراحۃً و اشارۃً بیان ہوچکا اور منجملہ ان علوم کے یہ کہ ہر چیز تحت تسخیر قدرت رب جلیل عزوجل ہے اور مخلوقات بعض طیب و پاکیزہ ہے اور بعض خبیث و نجس ہے اور رحمت الٰہی یکسان ہے مگر مانند زمین کے کسی کو باران رحمت سے فائدہ ہے دو قسم سے کہ خوب اس سے سیراب ہوتی ہے اور سرسبز شاداب خود بھی نفع پاتی ہے اور دوسرون کو بھی ہر طرح نفع دیتی ہے یا کہ اس کو خود نفع ہے اور دوسرون کو بھی مگر ایک خاص طرح کا نہ عموماً مثل اول کے اور بعض زمین کو کچھ بھی فائدہ نہین اور یہ ہر ایک کی جوہر و قابلیت کا تفاوت ہے چنانچہ سابقین کے احوال کو ترتیب وار اس بیان کے واسطے مع دیگر علوم کثیرہ کے جنکی طرف انشاء اللہ تعالی ضمناً اشارہ آتا جائیگا بیان فرمایا اور موافق ترتیب کے اول نوح علیہ السلام کا ذکر شروع کیا **قال الحافظ** وغیرہ کیونکہ نوح علیہ السلام بعد حضرت آدم علیہ السلام کے اول رسول ہین جنکو اللہ تعالی نے اہل زمین کی ہدایت کے واسطے بھیجا حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول جو رسول بھیجا گیا وہ نوح علیہ السلام ہے رواہ ابن ابی حاتم و ابوالشیخ و ابن مردویہ و ابن عساکر اور نسب نامہ انکا یہ ہے نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ بن مہلیل بن قینن بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام ایسا ہی محمد بن اسحاق اور دیگر علماء نے جو فن نسب مین ماہر ہین بیان فرمایا ہے اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ جیسے اذیت حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف سے پہونچی ایسے کسی اور نبی کو نہین پہونچی سوائے انکے جو اپنی قومون کے ہاتھ سے قتل ہوگئے ہین اور چالیس برس کی عمر ہونے پر نوح علیہ السلام کو نبوت ہوئی بعض نے کہا کہ پچپن برس کے تھے اور بعض نے کہا کہ دو سو پچاس برس کے تھے اور ذکر کیا گیا کہ بڑھئی کا پیشہ کیا کرتے تھے اور لوگ انکے زمانہ کے خراب و بت پرست و مشرک ہوگئے تھے **قال الحافظ** اور عبداللہ بن عباس رضؓ و بہت سے علماء تفسیر نے فرمایا کہ بت پرستی کی صورت یون واقع ہوئی کہ ابتدا مین جب صالح و متقی و اولیاء اللہ لوگ مرے تو انکی قوم والون نے انکی قبرون کے وہان مسجدین بنائین اور مسجدون پر انکی تصویرین نقش کردین تاکہ اُنکے حالات و عبادات کو یاد کرین اور انھین کے مانند عبادات و اخلاق حاصل کرین پھر جب اسکو زمانہ دراز گذرا تو اسی نقش کی مورتین بنا رکھین پھر جب اسپر بھی زمانہ دراز گذرا ان مورتون کی تعظیم کرنے لگے آخر انکو پوجنے لگے اور انھین بزرگوارون کے نام پر ان مورتون کے نام رکھ لیے پس جب یہ نوبت پہونچی تو اللہ عزوجل کا احسان ہے کہ اُس نے انبیاء و رسول بھیجے پس اول رسول حضرت نوح کو بھیجا چنانچہ فرمایا لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ تقدیر کلام یہ ہے کہ واللہ لقد ارسلنا کیونکہ لام جواب قسم محذوف ہے اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ قریب ہے کہ نہ اطلاق ہو اس لام کا مگر حذف قد کے ساتھ کیونکہ جملہ قسمیہ کا سوق نہین ہوتا مگر ایک دوسرے جملہ کی تاکید کے واسطے جسپر قسم واقع ہوتی ہے اور وہ جواب قسم کہلاتا ہے پس قد کے ساتھ لاتے ہین کیونکہ وہ مظنہ توقع ہے کیونکہ مخاطب

ابوحاتم

جب اُسکو سنتا ہی توجس سے تقدیر ہوئی ہو اُسکے وقوع کی توقع کرتا ہو جیسے یہان اسپر نص ہو۔ اور ارسال کے معنی مبعوث کرنے کے ہین یعنی اسی قوم
مین سے ایک شخص کو مبعوث فرمادیا اور معنی یہ ہین کہ واللہ ہمنے مبعوث فرمایا نوحؑ کو اسکی قوم کی طرف فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ پس نوحؑ
نے قوم سے کہا کہ اے قوم تم بندگی کرو اللہ تعالیٰ کی۔ یعنے فقط اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَيْرُہٗ من زائدہ ہے
بغرض استغراق نفی کے آیا ہی یعنے کوئی بھی نہین پس الٰہ بحرف من مجرور ہو ورنہ محل مین رفع کے ہو بنا بر مبتدا ہونے کے لہٰذا کسائی کے سوائے باقی قرّاء
نے غیرہ کو مرفوع پڑھا کہ بدل از محل الٰہ ہو اور کسائیؒ نے بلحاظ لفظی اعراب کے غیرہ مجرور پڑھا المعنی نہین تمھارا کوئی بھی الٰہ سوا اسے ایک اللہ تعالےٰ
کے پس تم اسی کی عبادت کرو کیونکہ اگر تمنے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی اور دوسرون کی عبادت کی تو تمنے ایسی چیز کی عبادت کی جو معبود نہین ہو اور
تمنے معبود کی طرف سے منھ موڑا اور عبادت اسی کے واسطے خاص ہو دوسرے مین ثابت کی اس سے بڑھکر کوئی ظلم نہین کہ خالق عزوجل نے
پیدا کیا رزق دیا مال و اولاد دی صحت و تندرستی ہزارہا بیشمار نعمتین دین اس سے منھ موڑ کر غیر کی عبادت کرنے لگے شرک کرنے لگے پس تم فقط اللہ تعالےٰ
وحدہ لاشریک کی عبادت کرو اور اگر نہ مانوگے تو مین ایک بندہ ہون اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمکو راہ بتا دیتا ہون لیکن اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ
عَظِيْمٍ مجھے تمپر عذاب یوم عظیم کا خوف ہو اگر تم غیر کی عبادت کروگے یوم عظیم سے مراد روز قیامت ہو اور اسمین بیان ہو توحید اختیار کرنے کے سبب کا
یعنے توحید کرو کیونکہ نہ اختیار کروگے تو عذاب سخت پاؤگے بعض نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ مجھے تمھارے اوپر عذاب یوم عظیم کا خوف ہو تم مجھے ایمان
لاتے نہین نظر آتے ہو اور بعض نے کہا کہ یوم عظیم سے مراد طوفان کا روز ہو اور لفظ اخاف یعنی شک کے ساتھ اسوجہ سے بیان کیا کہ حضرت نوح
علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ آیا دنیا ہی مین ان لوگون سے مواخذہ ہوگا یا قیامت تک کے واسطے چھوڑ دیے جاوینگے کذا فی السراج وغیرہ اور حافظ
ابن کثیرؒ نے قول اول اختیار کیا اور مفسرؒ نے بھی اسی پر اکتفا کیا اور ظاہر یہ ہو کہ اخاف بطور ادب کے ہو اگرچہ کافر کے حق مین قطعی وعدہ عذاب کا ہو
اگر کفر و شرک پر مرے لیکن بنظر عظمت و جلال الٰہی کے حکم قطعی نہ لگایا یون نہ کہا کہ تمپر یون عذاب ہوگا بلکہ ادب سے اخاف کہا وقد اشار الیہ المترجم
الی جوابین آخرین فافہم اسطرح حضرت نوح علیہ السلام نے دعوت فرمائی پھر قوم کا جواب نقل فرمایا قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ملا بمعنی اشراف ماخوذ از ملا بسکون ثانی بمعنی بھر دینا کیونکہ اشراف بھی مجلس کے لوگون کے دل ہیبت و اجلال سے بھر دیتے
ہین اور جمع املاء مثل سبب و اسباب اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ملا یعنے جمہور و سردار و پیشوا اور بڑے بڑے مُدّھ المعنی اسکی قوم کے بڑے بڑے
مُدّھ لوگون نے جواب دیا کہ ہم لوگ اپنی عقل و رائے مین تجھکو کھلے ضلال مین دیکھتے ہین حاصل آنکہ ہم دیکھتے ہین کہ تو دیوانہ ہوگیا یا بہک گیا
ہو کہ ہمکو اکیلے اللہ کی عبادت کرنے کو بلاتا ہو۔ گمراہون کا یہی حال ہو کہ وہ شیطانی نفسانی سرکشی مین راہ حق کی طرف ہدایت کرنیوالون کو
اُلٹے خود بھٹکا ہوا سمجھتے ہین استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ
نوحؑ نے کہا کہ اے قوم مجھے کوئی ضلالت نہین لگی ولیکن مین رب العالمین کی طرف سے رسول ہون قوم نے انپر ضلال کا بہتان لگایا تھا اور انھون
نے ضلالت کو دور بتلایا تو مفسرؒ نے کہا کہ ضلالت بہ نسبت ضلال کے اعم ہو پس ضلال کے دور کرنے سے ضلالت کی نفی کرنا زیادہ بلیغ ہو
یعنے ضلالت تو ہر وجہ سے گمراہی ہو اور ضلال بعض وجہ سے بھٹکنے کو اور غی کو بھی شامل ہو پس ضلالت اعم ہو کیونکہ ہر چیز جسکو ضلال کہین اسکو
ضلالت کہینگے اور اسکا الٹا نہین ہو کیونکہ غی کو یا بعض وجہ سے بھٹک کو ضلال نہین کہتے مگر ضلالت کہتے ہین پس ضلالت کی نفی کرنا زیادہ بلیغ ہوا
اسلیئے کہ وہ اعم ہو اور عام کی نفی کرنے سے خود خاص کی نفی ہو جاتی ہو برخلاف خاص کی نفی کے کیونکہ خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہین چنانچہ
اگر مان لیا جاوے کہ اس جنگل مین کوئی جاندار موجود نہین تو خود ظاہر ہو کہ انسان بھی نہوگا اور اگر خاص جاندار کی نفی کی مثلاً شیر نہین ہو تو اس سے

یہ لازم نہیں آتا کہ انسان بھی ہو پس ظاہر ہوا کہ ضلال کے بہ نسبت ضلالت کی نفی یہاں زیادہ بلیغ ہے اور تعجب ہے کہ صاحب کشاف نے لکھا کہ ضلال نہیں کہا
بلکہ ضلالت کہا اسواسطے کہ ضلالت اخص ہے پس ضلال کی نفی سے ضلالت کی نفی زیادہ بلیغ ہوگی اور خطیب نے سراج المنیر میں اسی کی پیروی کی حالانکہ
یہ سہو ہے اسواسطے کہ خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں ہے اور کشاف کے محشین نے اس مقام پر طول کلام سے کچھ بھی فائدہ نہ نکالا اور خطیب رح
باوجود کثرت اتباع بیضاوی رح کے یہاں کشاف کی پیروی میں دھوکا کھا گئے حالانکہ بیضاوی رح نے یہاں افادہ فرمایا کہ قولہ یا قوم لیس بی ضلالۃ
ای شیء من الضلالۃ یعنے کچھ بھی ضلالت نہیں ہے پس جیسے ان لوگوں نے ضلال کے ثابت کرنے میں مبین کہکر مبالغہ کیا تھا یعنے ضلال نہیں
کہا بلکہ ضلال مبین کہا تھا اسی طرح انکے جواب میں نفی ضلال میں مبالغہ کیا یعنے کبھی ضلالت نہیں ہے اور یہ قلت مستفاد ہے مقابلہ سے کیونکہ
ضلال کے مقابلہ میں ضلالت کی نفی درصورت قصد مبالغہ در کمال ہدایت خود دلیل ہے کہ ادنی و اقل کی بھی نفی ہے گویا یوں کہا کہ میرے ساتھ
اقل قلیل بھی ضلال نہیں ہے پس اسمیں قوم والوں پر بیوقوفی و گمراہی کی تعریض ہے کہ باوجود ذرا بھی نہونے کے اپنی بیوقوفی سے ضلال سمجھے بلکہ
ضلال مبین سمجھے پس حماقت نہیں بلکہ احمق ہیں اور اشارہ ہے کہ یہ لوگ مکابرہ و عناد میں پڑے ہیں کیونکہ جو اس مرتبہ ہدایت پر ہے کہ اسمیں ضلالت کا
نام نہیں اسکو ضلال مبین سے موصوف کیا۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ ولکنی بحرف لکن واسطے استدراک کے ہے پس یہاں جانب مقابل کا وہم
دور کرنا چاہیئے تھا نہ آنکہ لکنی رسول فرمایا تو جواب یہ ہے کہ لکن اس مقام پر بہت بلیغ ہے بیضاوی رح نے کہا کہ یہ استدراک باعتبار لازم کے ہے اور
لازم اسکا کمال ہدایت ہے یعنے دو امر متقابل میں جب ایک کی نفی ہو تو دوسرے کی جانب وہم متردد ہوتا ہے پس اسکو اثبات کیا جاتا ہے اگرچہ غیر متعلق
امور کی طرف وہم ہو اسیواسطے لیس زید بقائم ولکنہ قاعد۔ کہنا فصیح ہے یعنے زید کھڑا نہیں لیکن بیٹھا ہے اور یہ کہنا کہ لیس زید بقائم ولکنہ شارب۔
فصیح نہیں یعنے زید کھڑا نہیں لیکن پانی پیتا ہے۔ پس جب نفی ضلالت سے بالکل ضلال کی نفی کی تو ہدایت کی طرف سے استدراک کیا اور ظاہر یوں
تھا کہ ولکنی علی ہدی ہو لیکن بجائے اسکے ولکنی رسول من رب العالمین کہا تو رسول موصوف کو ہدایت میں کامل بلکہ اکمل و مکمل ہونا واجب ہے
کیونکہ وہ خود ہدایت پر ہوتا اور دوسروں کو ہدایت پر لاتا ہے پس گویا یوں کہا کہ ولکنی علی غایۃ الہدی لانی رسول من رب العالمین یعنی میں انتہا
درجہ ہدایت پر ہوں کیونکہ میں رب العالمین کا رسول ہوں اور تعریض ہے ان لوگوں کی حماقت پر کہ شاید ہدایت پر نہ سمجھیں حالانکہ کوئی شخص
دو حال سے خالی نہیں ہوتا ہدایت پر یا ضلالت پر پس ضلالت تو بالکل نفی ہے پھر سخت حماقت ہے کہ عدم ہدایت کا وہم بھی ہو پس اسکو استدراک
کرنے میں تعریض ہے۔ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ ابو عمرو رض کی قراءت میں ابلغ از ابلاغ ہے بتخفیف لام اور باقیوں کی قراءۃ میں تبلیغ سے بتشدید لام ہے
معنی آنکہ پہونچاتا ہوں تمکو رسالتیں اپنے پروردگار کی بیضاوی نے کہا کہ یہ جملہ صفت رسول واقع ہے یا جملہ متانفہ ہے اور اسوجہ بیان سے بھی ہو
ہونا متقرر فرمایا اور رسالات کو جمع اسوجہ سے کہا کہ متعدد اوقات میں اسکا نزول ہوتا رہا یا اسوجہ سے کہ اقسام و انواع کی رسالتیں تھیں مانند
اعتقادات و مواعظ و احکام وغیرہ کے۔ وَاَنْصَحُ لَكُمْ اور نصیحت کرتا ہوں تمہارے نفع کے لیئے یہ جملہ صفت رسول یا متانفہ ہے اور انصح
کے معنی یہ کہ ارادہ کرتا ہوں بھلائی کا۔ اور لکم میں لام زائد کردیا یعنے انصحکم نہیں فرمایا تاکہ دلالت کرے کہ نصیحت محض انھیں کے حق میں نافع تھی
اسمیں ناصح کی کوئی غرض اپنے متعلق نہ تھی اور نصح کے معنی یہ کہ دوسرے شخص کیواسطے اسیطرح بھلائی کا قصد کرے جیسے اپنے واسطے چاہتا ہے
اور تعدیہ اسکا بواسطہ و بلا واسطہ دونوں طرح ہے یقال نصحتہ و نصحت لہ اور بعض نے کہا کہ نصح کی حقیقت یہ ہے کہ مصلحت کی راہ پہونچا دے
اسطرح کہ ہر مکر و بات سے اپنی نیت خالص ہو اور بعض مفسرین نے کہا کہ مطلق نصیحت میں اور رسول کی نصیحت میں فرق ہے پس رسول
کی نصیحت یہ ہے کہ امت کو اللہ تعالیٰ کے تمام اوامر و نواہی اور تمام تکالیف شرعیہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں پہونچا دے اور

حاصل نصیحت یہ ہے کہ اپنے بھائیون کو ان اوامر و نواہی و شرائع کے قبول کرنے مین رغبت دلاوے اور نافرمانی کرنے سے ڈرا دے
کہ اوس تعالی کا اسمین عذاب ہے۔ یہان سے واضح ہوا کہ حدیث صحیح مین جو النصح لکل مسلم آیا یعنی ہر مسلمان کیواسطے نصح لازم ہے تو وہ دوسرے معنی پر ہے
اور معنی نصح کے وہی ہے جو اول مذکور ہوے چنانچہ حدیث ابن مسعودؓ مین اسی کی تفسیر ہے کہ کوئی مسلمان نہین ہوتا جب تک ایسا نکرے کہ جو اپنی
ذات کیواسطے پسند کرتا ہے ویسا ہی اپنے بھائی کیواسطے پسند کرے۔ اور مراد ان چیزون سے بھلی چیزین ہین جنکو شرع مین بھلا کہا گیا ہے
اور یہ نصح نہین ہے کہ رشوت سے مال جمع کرنا خود چاہتا ہے تو دوسرے کے واسطے بھی پسند کرے کیونکہ یہ نصح نہین بلکہ اغوا و شیطانیت ہے
فافہم۔ بالجملہ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ حسن اخلاق سے جواب دیا کہ مین ضلالت مین بالکل نہین بلکہ
کمال ہدایت پر ہون اور تمکو اللہ تعالی کے رسالات پہونچاتا ہون اور محض تمھاری بہتری کے لیے تمکو نصیحت کرتا ہون وَاَعْلَمُ مِنَ
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور مین جانتا ہون اللہ تعالی کیطرف سے جو تم نہین جانتے ہو یعنے اللہ تعالی کی جانب سے وحی کے ذریعہ سے جو چیزین
مجھکو معلوم ہوتی ہین وہ تمکو نہین معلوم ہوتی ہین پس تقدیر قولہ من اللہ ای من جہۃ اللہ بالوحی ہے اور بعض نے کہا کہ تقدیر یہ ہے کہ من صفات اللہ
تعالی و شدۃ بطشہ وعدم رد باسہ عن المجرمین یعنی اللہ تعالی کی صفات اور اسکی سخت گرفت اور مجرمین سے اسکا عذاب نازل ہو کر پھرنا
وغیرہ مین جانتا ہون تم نہین جانتے ہو پس قول مین جو کہا تھا کہ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم اسی کی اسمین تقریر ہے۔ فافہم ف فی العرائس قولہ
وانصح لکم واعلم من اللہ ما لا تعلمون مین تمکو خلوص نیت سے تمھارے پروردگار کی معرفت حاصل کرنیکا طریقہ سکھلاتا ہون اور اپنی نصیحت سے تمکو
تمھارے پروردگار کے مشاہدہ و لطف و رحمت خاصہ حاصل ہونے کی راہ بتلاتا ہون اور جو کچھ مین اللہ تعالی کی طرف سے جانتا ہون وہ
تم نہین جانتے ہو مجھکو اسکے احسان و مہربانی و لطف و کشف صفات و جمال ذات و حلاوت مشاہدہ و لذیذ خطاب وغیرہ کا جو علم حاصل ہے وہ
تمکو حاصل نہین ہے جو اسکی درگاہ مین پہونچ گیا وہ ایسی بادشاہت کو پاگیا کہ کبھی اس مین خرابی نہوگی اور ایسی سعادت کو پاگیا کہ کبھی فنا نہو۔
اور جو اس سے محروم رہا وہ ایسی سختی و بلا و گمراہی مین پڑا کہ کبھی اسکی خواری دور نہوگی اور بعض نے کہا کہ قولہ انصح لکم یعنی تمکو راہ ہدایت بتلاتا ہون
واعلم من اللہ ما لا تعلمون مین اشارہ ہے کہ مجھے اسکی وسعت رحمت معلوم ہے کہ جو کوئی توبہ کرکے اخلاص کے ساتھ اسکی طرف رجوع ہوا اوس تعالے
اسکی توبہ قبول فرماتا ہے پھر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے جاہل جو رسم کے پابند تھے اور اللہ تعالی کی طرف سے رسالت کو خلاف
رسم و عادت سمجھتے اور نہایت تعجب کرتے حالانکہ دل کی آنکھون سے اندھے تھے حضرت نوح علیہ السلام کے نور نبوت کو کیا پہچانتے
پس حضرت نوح علیہ السلام نے انکا تعجب دور کرنیکو فرمایا اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ ہمزہ استفہام
انکاری ہے اور واو عاطفہ ہے پس معطوف علیہ محذوف ہے کما قال المفسرؒ ای اکذبتم وعجبتم یعنے کیا تمنے جھٹلایا اور تعجب کیا۔ اور ذکر بمعنی موعظت
و نصیحت اور ان جاءکم بوجہ ان مصدریہ کے بتاویل مصدر ہو کر مفعول محذوف ہے یعنی کذبتم کا معمول ہے کیونکہ عجبتم کا تعدیہ بحرف من ہوگا۔ ای
من ان جاءکم اور یہان سے ظاہر ہوا کہ بعض نے جو لفظ انکرتم مقدر کیا وہ خوب نہین کیونکہ وہ بھی حرف علی چاہتا ہے یقال انکر علیہ۔ انکرتم علی
ان جاءکم۔ یا عجبتم من ان جاءکم۔ کی ضرورت ہوگی بخلاف قول مفسرؒ کے کہ مقدر خود متعدی ہے مگر یہ ضرور ہے کہ بحکم المقدر کالمذکور اسکو عمل دلایا جاے
ورنہ تقدیر من بہر حال ضرور ہوگی اور قولہ علی رجل منکم ای علی لسان رجل کان منکم۔ اور پر زبان ایک شخص کے جو تم مین سے ہے یعنے خود حضرت نوح
علیہ السلام اور یہ بنا برانکہ حضرت نوح علیہ السلام پر صرف وحی اتری کوئی کتاب مجموعی نہین اتری جیسا نہ توریت کے اور علی ہذا قولہ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح الآیۃ
مین آنحضرت صلعم پر وحی کی تشبیہ وحی نوح علیہ السلام سے دونون باتون مین موافق ہے ایک نفس ایحاء مین یعنے وحی کرنا حضرت صلعم کیطرف

کوئی نئی بات کہ نوحؑ سے یہ ہوتا آیا ہے اور دوم محض وحی مین یعنی بدون لوح مکتوب کے کیونکہ قرآن مجید مجموع مکتوب نہیں اترا ہے اگرچہ مقصود وہان صرف ایجاب تشریعیہ اور دیگر
بات مین موافقت واقع ہوگئی ہے فافہم۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ محل تعجب یہی جملہ ہے یعنی علی رجل منکم یعنی اس بات پر تعجب کرتے تھے کہ ایک آدمی پر وحی الٰہی
نازل ہو جیسے مشرکین مکہ کو تعجب تھا اور کہتے تھے کہ فرشتہ کیون نہین اتارا اور شاید قوم نوحؑ کو دونون باتون مین تعجب ہو یعنی پروردگار کی طرف
ذکر وموعظت نازل ہونے مین اور ایک آدمی پر نازل ہونے مین اگرچہ امر دوم سے تعجب ہو کر انکار اول کی طرف متعدی ہوگا المعنی کیا تم نے
جھٹلایا اور تعجب کیا اس بات کو کہ آئی تمھارے پاس نصیحت تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھین مین سے ایک آدمی کی زبان پر
لِيُنذِرَكُمْ تاکہ وہ تمکو ڈراوے یعنی عذاب کا ڈر سناوے اگر ایمان وتوحید پر قائم نہو وَلِتَتَّقُوا اور تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کرو
وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ اور شاید تم رحم کیے جاؤ یہ لام تعلیلیہ ہین یعنی ذکر وموعظت مذکور کا آنا اس فائدہ کے واسطے کہ تمکو ڈراوے اور تم
تقویٰ کرو اور شاید رحم کیے جاؤ اور یہ ترتیب ہر سہ علت کی نہایت حسن وخوبی پر ہے کیونکہ بندون نے جب ازل کا عہد بھلا دیا اور اسکے
خلاف برتاؤ کیا تو بمقتضائے رحمت شاملہ وکاملہ کے رسول آئے اور مقصود رسالت سے انذار ہے یعنی مخالفت کرنے سے ڈرانا اور انذار سے
مقصود یہ کہ تقوے کرین اور تقویٰ سے مقصود یہ کہ رحمت پاوین کذا فی السراج اور بیضاوی نے لکھا کہ لعلکم ترحمون مین حرف لعل جو امید کیواسطے
ہے داخل کرنے مین تنبیہ ہے اس بات پر کہ تقویٰ پر خواہ مخواہ ترحم واجب نہین ہو جاتا ہے بلکہ ترحم فضل الٰہی پر موقوف ہے اور تنبیہ ہے کہ متقی کو چاہیے کہ
اپنے تقویٰ پر گھمنڈ نہ کرے اور عذاب الٰہی عزوجل سے بخوف نہ ہو جاوے اور معتزلہ وغیرہ نے جو ایسی باتون مین زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ پر واجب
ہے تو یہ انکی جہالت ہے حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل پر کوئی امر واجب نہین اور یہ لفظ زبان سے نکالتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین مگر یہ لوگ
بے ادب ہین اللھم اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم اس حسن وخوبی سے نوح علیہ السلام نے رسالت
الٰہی کو پہونچایا مگر سوائے چند گنتی کے آدمیون کے باقی سب ایمان نہ لائے آخر عذاب مین گرفتار ہوئے چنانچہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا
فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ الذین کا عطف انجیناہ کی ضمیر مفعول پر ہے ای انجیناہ ایاہ والذین آمنوا معہ۔ اور فا ر
انجام کار کے واسطے ہے کیونکہ نوح علیہ السلام کئی سو برس تک برابر ان لوگونکو ایمان وتوحید کیطرف بلاتے رہے اور وہ لوگ جھٹلاتے اور
سخت ایذائین دیتے تھے آخر غضب الٰہی ظاہر ہوا اور نوح علیہ السلام نے بددعا کی کہ زمین پر کوئی کافر باقی نہ رہے اور کشتی بنانے کا حکم
ہوا انھون نے طول طویل کشتی بنائی مروی ہے کہ دو سال مین بنائی تھی خود بڑھئی کا کام جانتے تھے یہان سے ظاہر ہوا کہ فکذبوہ کے معنی
فاستمروا علی التکذیب یعنی برابر جھٹلانے پر اڑے رہے المعنی پھر برابر نوحؑ کی قوم والے جھٹلاتے رہے پس ہمنے نوح کو اور اسکے ساتھ والے
مومنون کو کشتی مین نجات دی یعنی پانی کا طوفان جو غضب الٰہی تھا اسمین ڈوبنے سے نجات دی اور قصہ ان شاء اللہ تعالیٰ مفصل آویگا
بیضاوی مین ہے کہ انکے ساتھ ایمان لانیوالے بعض نے کہا کہ چالیس مرد چالیس عورتین تھین اور بعض نے کہا کہ صرف نو آدمی انکے تینون
بیٹے سام وحام ویافث اور چھ آدمی اور تھے وفی تفسیر الحافظ بنصوص مقدر ہے کہ وما آمن معہ الا قلیل یعنی نوحؑ کے ساتھ ایمان نہ لائے
مگر تھوڑے آدمی۔ امام مالکؒ نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کی کہ قوم نوحؑ اس کثرت سے تھی کہ زمین وپہاڑ انکی سمائی سے تنگ تھے
عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ ہمنے عذاب دیا اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو مگر اس حال مین کہ روئے زمین انسے بھری ہوئی تھی اور کوئی
قطعہ زمین نہ تھا مگر انکہ ان لوگون مین سے کوئی نہ کوئی اسکا مالک وقابض ہو رہا تھا اور ابن وہبؒ نے کہا کہ مجھکو حضرت ابن عباسؓ سے
روایت پہونچی کہ حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی مین اسی آدمی بچے تھے ایک انمین سے جرہم تھا اور اسکی زبان عربی تھی رواہ ابن ابی حاتم

وروی من وجہ آخر عن ابن عباس متصلا۔ قلت شاید چالیس مرد و چالیس عورت کا قول کسی شخص نے اسی روایت سے یہ سمجھکر کہ کشتی نوح مین ہر شئے کے
جوڑے سے جوڑے تھے نکالا ہو حالانکہ یہ وہم ہو اسواسطے کہ جو ایمان لایا وہ غرق نہین ہوا خواہ جوڑا ہو یا فرد ہو ہان جانورون مین البتہ جوڑا رکھا گیا تھا فافہم
مروی ہو کہ حضرت نوح علیہ السلام دسوین رجب کو کشتی مین سوار ہوئے اور طوفان شروع ہوا آخر دسوین محرم کو کشتی سے اُترے تھے اور طوفان سے تمام
کافر ہلاک ہو گئے کما قال تعالیٰ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ یعنی اور طوفان مین غرق کر دیا ہمنے اُن لوگونکو جنھون نے جھٹلایا
تھا ہماری آیات کو بیشک یہ لوگ اندھی قوم تھی یعنی امر حق انکو نہین سوجھتا تھا **قال البیضاوی** دل کے اندھے تھے انکو بصیرت نہ تھی اگرچہ بصارت
ظاہری موجود تھی عمین در اصل عمیین تھا تخفیف کر کے عمین رہا اور بعض نے عامین پڑھا ہو ولیکن عمین مین زیادہ بلاغت ہو کیونکہ وہ ثبات پر دلالت
کرتا ہو کما الین مین ہو کہ عمی کی دلالت عمی ثابت پر ہو اور عامی کی دلالت عمی حادث پر ہو و قال البعض ہم اسلیے کہ عمین صیغہ صفت مشبہ ہو جو ثبوت و دوام
پر دلالت کرتا ہو **قال ابن عباس** رض یعنی عمین کافر تھے **قال البعض ہم** عمی تو بصیرت کے اندھے کو بولتے ہین اور اعمی آنکھون کے اندھے کو کہتے
ہین اعوذ باللہ منہا **قال الحافظ** اس قصہ مین اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندون کے واسطے کافرون سے انتقام لینے کو بیان فرمایا اور یہ کافر
لوگ ان بندون کو ایذا و آزار پہونچاتے اور انسے سخرہ پن کیا کرتے تھے آخر ہلاک ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی سنت سنیہ (طریقہ رائج ۱۲ م) دنیا و آخرت مین یون ہی جاری
ہو کہ انجام کار اہل تقوی کو فتح و ظفر ہو و قد قال تعالیٰ والعاقبۃ للمتقین سراج وغیرہ مین ہو کہ قصص قرآن مین علاوہ علوم و معارف کے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم و مومنین کے واسطے تسلی ہو کہ آنحضرت صلعم کی قوم ہی فقط قبول حق سے اعراض کرنے والی نہ تھی بلکہ گذری امتون مین سے بھی اکثر امتین
نہ ماننے والی گذری ہین اور عموما اسمین ایک تنبیہ ہو کہ جھٹلانے اور نہ ماننے والونکا انجام کار خواری و ہلاک ہو پس آنحضرت صلعم کے نہ ماننے والے
بھی انجام کار خواہ دنیا مین بھی یا قطعا آخرت مین خوار و برباد ہونگے اور واضح ہو کہ اسمین آنحضرت صلعم کی صحت نبوت کی کھلی دلیل ہو کیونکہ آنحضرت
صلعم اُمی تھے کچھ لکھے پڑھے نہ تھے اور ہرگز اپنے وقت مین کسی تاریخ جاننے والے سے نہین ملے خصوص جبکہ عرب مین اسکا رواج ہی نہ تھا باوجود
اسکے گذری امتون کے نہایت صحیح قصہ و اخبار کو بیان فرمایا اور تاریخ جاننے والون کو جب معلوم ہوا تو کسی نے انمین سے انکار نہین کیا پس صریح
ثابت ہوا کہ یہ وحی الٰہی تھا اور یہی نبوت پاکیزہ و فضل الٰہی ہو **قال المترجم** اور اس زمانہ مین جو بعضے ملحد انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ وجہ اس طوفان
کی تنور سے پانی کا جوش نہ تھا بلکہ چنین و چنان تھا تو اسکو باوجود الحاد کے بسبب بالاتفاق ثبوت طوفان نوح ع کے انکار طوفان کی مجال نہوئی پس
اسقدر تو وہ خود مقر ہو کہ طوفان مذکور واقع ہوا تھا بعد اسکے تاریخ کی کیفیت معلوم ہو کہ رائے کو اسمین بہت کچھ دخل ہوتا ہو لہذا پوشیدہ سبب پر اسکی
رائے کا دعوی محض غلط ہو کیونکہ جب واقعہ ثابت ہو تو صرف ایک امر خفی پر اسکا انکار کرنا بدون دلیل کے صرف اسکے وہم کے نزدیک مستبعد ہے
محض بیجا وہم ہو پس جو شخص کہ اللہ تعالیٰ عز و جل کو قادر مختار مانتا ہو اسکے نزدیک کچھ بھی مستبعد نہین اور عجب ہے کہ یہ منکر بدون کسی دلیل کے انکار کرتا ہو لہذا
کوئی عقلمند اسکو تسلیم نہ کریگا خصوص جبکہ واقعہ طوفان کا اقرار ہو فافہم **فی العرائس** قولہ انہم کانوا قوما عمین یعنے مشاہدہ الٰہی اور ذوق محبت
سے دور تھے اپنے بصائر کی آنکھون سے اندھے تھے انکو انوار صفات و ذات نظر نہین آتے تھے حالانکہ ہر ذرہ ذرہ سے ظاہر ہین ابن عطا رحمہ اللہ نے
کہا کہ عمین یعنے راہ حق سے گمراہ تھے بعض نے کہا کہ دنیا اور جہان مین نظر عبرت سے اندھے تھے انکی نظر سے صرف انکی خواہش نفسانی و شہوات نظر آتی تھین

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
اور عاد کیطرف بھیجا اُنکا بھائی ہود بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہین تمھارا صاحب اُسکے سوا کیا تمکو ڈر نہین بولے سردار جو منکر تھے
مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ
اُسکی قوم مین ہم تو دیکھتے ہین تجھکو عقل نہین اور ہماری اٹکل مین تو جھوٹھا ہے بولا اے قوم مین کچھ بے عقل نہین لیکن مین بھیجا ہون

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ۝ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ

جہان کے صاحب کا پہونچاتا ہون تمکو پیغام اپنے رب کے اور مین تمہارا خیرخواہ ہون معتبر کیا تمکو تعجب ہوا کہ آئی تمکو نصیحت تمہارے رب کی ایک مرد کے ہاتھ تمہارے

لِيُنْذِرَكُمْ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

مین سے کہ تمکو ڈر سناوے اور یاد کرو کہ تمکو سردار کردیا پیچھے قوم نوح کے اور زیادہ دیا تمکو بدن مین پھیلاو سو یاد کرو احسان اللہ کا شاید تمہارا بھلا ہو

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ

بولے کیا تو اسواسطے آیا ہم پاس کہ بندگی کرین تیرے اللہ کی اور چھوڑ دین جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے سو لے آ جو وعدہ دیتا ہے ہمکو اگر تو سچا ہے کہا

قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ

تمپر پڑ چکی ہے تمہارے رب کی طرف سے بلا اور غصہ کیون جھگڑتے ہو مجھ سے کئی نامون پر کہ رکھ لیے ہین تمنے اور تمہارے باپ دادا نے نہین اُتاری اللہ نے انکی کچھ سند

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

سو راہ دیکھو مین بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھتا ہون پھر ہمنے بچا دیا اسکو اور جو اسکے ساتھ تھے اپنی مہر سے اور پیچھا ڑی کاٹی انکی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتین

وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ ع

اور نہ تھے ماننے والے

ع ۹/۸

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا یعنے جیسے نوح علیہ السلام کو انکی قوم کی طرف بھیجا ویسے ہی ہود کو قوم عاد کی طرف بھیجا چونکہ قوم نوح کسی نام سے معروف نہ تھی قوم فرمایا اور قوم ہود بنام عاد معروف تھی مانند مدین و ثمود وغیرہ کے انکے نام سے بیان فرمایا اور قوم عاد کے نام سے دو قوم ہین عاد اول اور عاد دوم جو بقیہ نسل اول ہے اور دونون کے درمیان سو برس کا فرق ہے جیسے عاد اول اور قوم نوح کے درمیان آٹھ سو برس کا فرق بیان ہوا ہے اور مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ اولاد سام بن نوح سے ہین لیکن بعض نے لکھا کہ وہ عاد بن عوص بن ارم بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام سے ہے اور سراج وغیرہ مین لکھا کہ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ہے وفی تفسیر الحافظ محمد بن اسحاق نے کہا کہ وہ اولاد عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح ہین قال اور یہی عاد اول ہین جو جنگلون مین عماد بناتے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد اور اخاهم یعنی انکے بھائی کو یعنے نسب کے بھائی کو نہ دینی بھائی کو یعنی قبیلہ عاد مین سے ایک شخص انکے برادری کا جسکا نام ہود تھا یا اخاهم بمعنے صاحبهم ہے کیونکہ عرب ایسے صاحب القوم کو اخ بولتے ہین اور اول اظہر ہے اور مفسر جلال نے تحبیر مین کہا کہ ہود بن عبد اللہ بن رباح بن الخلود بن عاد بن عوص مذکور ہین اور چار سو چونسٹھ برس زندہ رہے قال الحافظ وغیرہ اور قوم عاد کی بستی احقاف یمن مین تھی جو عمان و حضرموت کے پاس ہے ربیع بن خثیم نے کہا کہ عاد والے یمن سے شام تک چیونٹیون کی طرح کثرت سے پھیلے ہوئے تھے محمد بن اسحاق نے کہا کہ اگرچہ عمان و حضرموت کے درمیان انکی اصلی بستی تھی لیکن اکثر روئے زمین پر پھیل گئے اور شدت قوت و توانائی سے سب کو زیر کر لیا اور ظلم و تعدی کرتے تھے اور عامر بن واثلہ سے روایت کی کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سنا کہ آپ حضرموت کے ایک شخص سے کہتے تھے کہ تو نے وہ سرخ ٹیلہ دیکھا جو اراک کے مقابلہ مین جسمین سرخی مائل ٹیلے نکلے ہین اور فلان فلان جانب بیریون کے بہت سے درخت ہین اور وہ حضرموت کی زمین ہے اسنے کہا کہ جی ہان اے امیر المومنین خدا کی قسم آپ تو ایسا اسکو ٹھیک ٹھیک پتہ سے بیان فرماتے ہین جیسے کسی نے آنکھون دیکھا ہو فرمایا کہ مین نے دیکھا نہین ہے ولیکن اسکا قصہ مجھسے بیان فرمایا گیا ہے حضرمی نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اسکی بابت کیا قصہ ہے آپنے فرمایا کہ اسمین ہود علیہ السلام کی قبر ہے

رواہ ابن جریر **قال الحافظ** اس روایت مین یہ فائدہ ہو کہ ان لوگون کی لمبی معلوم ہوئی کہ یمن ہی اور ہود علیہ السلام وہین دفن ہوئے ہین اور
وہ اسی قوم مین سے از راہ نسب کے اشرف افضل تھے جیسے انبیاءؑ ہوا کرتے ہین لیکن قوم والے جیسے سخت و شدید الخلقت تھے ویسے ہی دل بھی انکے
سخت تھے چنانچہ انکی دعوت و جواب سے ظاہر ہو قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہا ہودؑ نے اے قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو یعنی اسکی توحید کرو
شرک مت کرو مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اسکے سوائے تمہارا کوئی آلہ نہین ہو اگر کہا جاوے کہ قال کہا فقال نکہا مانند قصہ نوحؑ کے جواب آنکہ
بتقدیر سوال ہو یعنے فما فعل ہود جواب دیا کہ قال یا قوم بعض نے کہا کہ نوحؑ برابر متواصل دعوت کرتے جیسا کہ دوسرے مقام پر منصوص ہو پس
فاء تعقیب مناسب تھی اور ہودؑ مختلف اوقات مین ایسا کرتے تھے پس بدون فاء فرمایا ہو اَفَلَا تَتَّقُوْنَ استفہام انکاری استبعادی ہو یعنی مستبعد ہو کہ تقویٰ نہین کرتے
قال المفسر رح یعنے خوف نہین کرتے کہ تقویٰ والے ہو جاؤ واضح ہو کہ سورہ ہودؑ مین افلا تعقلون مذکور ہو اور یہان افلا تتقون ہو پس اولیٰ یون ہو کہ تقدیر کلام
مین کہا جاوے افلا تتقون ای افلا تعقلون فتتقون یعنی بطریق انکار و استبعاد فرمایا کہ تم نہین سمجھتے تاکہ متقی ہو جاؤ۔ اور نیز دعوت متعدد اوقات مین
تھی پس شاید دونون طرح سے مخاطب کیا ہو اور نیز حاصل کلام ایک ہی ہو پس بعض نے بیان پر اکتفا کیا جیسے وہان قولہ ان انتم الا مفترون بھی
مذکور ہو اور وہین کے بیان پر اکتفا ہوا یہان اسکو ذکر نہین فرمایا اور اسی پر باقی اجزاء قصہ کو قیاس کرنا چاہیئے بلکہ دیگر قصص مین بھی اسی قیاس پر
سمجھنا چاہیئے خصوص محاورات زبان پر متعدد جاری ہوتے ہین جنکا حاصل واحد ہوتا ہو کذا ذکرہ ابو السعود وغیرہ اور پوشیدہ نہین کہ ہر مقام کے ساتھ مناسبت
ہین اور قدر مناسب پر اکتفا رہا ہو اسی واسطے ہر قصہ مکرر نہین بلکہ فوائد جدیدہ نادرہ ہر مقام پر موجود ہین اور انکے بیان کے واسطے بہت طول عبارت
درکار ہو مگر مشتے نمونہ از خروارے یہان صرف ضرورت اس امر کی ہو کہ اگلی امتون نے بھی نصیحت و موعظت انبیاء علیہم السلام سے انکار کیا اور موجودہ
زمانہ کے کفار عرب کا انکار و استبعاد اگلون سے بہت مشابہ ہو اور اسمین جو لطائف معانی ہین انکو بخوف طول عبارت نہین لکھ سکتا کیونکہ ہر بات کے واسطے
بسط تقریر کی ضرورت ہو تب عام فہم ہوگی لہذا علماء رح نے علوم قرآنی مین الگ الگ تصنیفات کردین اور تفسیر مین قدر ضرورت پر اکتفا کیا ہو بالجملہ ہودؑ نے
قوم عاد کو موافق بیان مذکورہ بالا کے نصیحت کی پھر جواب سخت یہ پایا قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ کہا اُن لوگون نے اُسکی قوم سے جو
کافر ہوئے تھے نہ اُن سردارون نے جو مسلمان ہو گئے کیونکہ مانند مرثد بن سعد وغیرہ کے بعضے سردار مسلمان بھی ہو گئے بخلاف قوم نوحؑ کے کہ سردارون
مین سے کوئی مسلمان نہوا حاصل آنکہ ہودؑ کی قوم مین سے کافر شریفون نے یہ جواب دیا کہ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ ای متمکنا فی سفاہۃ وخفۃ عقل۔
ہم لوگ تجھکو دیکھتے ہین کہ تجھمین سفاہت یعنی جہالت و کم عقلی جم گئی ہو کیونکہ تو ہمکو بتون کی عبادت چھوڑنے کو اور اکیلا اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت
کرنے کو کہتا ہو جیسے کفار قریش نے بھی تعجب کیا اور کہا اجعل الآلہۃ الٰہا واحدا ان ہذا لشیء عجاب۔ بھلا اسنے سب آلہہ کو ایک آلہ بنایا بیشک تو
عجیب بات ہو وَاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ اور ہم تو ضرور تجھکو جھوٹون مین سے گمان کرتے ہین یعنے رسول ہونے کے دعوی مین تجھکو جھوٹا
گمان کرتے ہین۔ ایسے ہی کافر و مشرک لوگ و بداعتقاد و ملحد لوگ اپنے اٹکل و گمان سے باتین بنایا کرتے ہین قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ کہا کہ
اے قوم کچھ بھی سفاہت مجھمین نہین ہو بلکہ مین تو کمال ہدایت پر ہون کیونکہ رسول ہون لہذا ملزوم ذکر کیا وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ
ولیکن مین رب العلمین کی طرف سے رسول ہون جسکا کمال ہدایت پر ہونا واجب ہو اسکے ہدایت پر ہونا و رسول ہونا دونون ثابت کردیا اور پھر تاکید فرمائی اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ
مین تمکو اپنے پروردگار کی رسالتین پہونچاتا ہون وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ اور مین خالص محض تمہارے نفع کے لیئے تمہارا ناصح امین ہون
اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت مین مجھکو امین قرار دیا ہو وہ عالم الغیب ہو پس مین جھوٹا نہین ہو سکتا اسمین دلیل ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی شان مین
دروغ کی صفت ہونا محال ہو بلکہ ابلاغ کامل اور نصح خالص و امانت صادقہ ان صفات سے رسول موصوف ہوتے ہین پس بعضے روافض نے

زعم کیا کہ حضرت صلعم نے بعض باتین خاص کر اہل بیت رضوان اللہ علیہم کو مخفی بتلائی تھین از قسم دین وکمال شریعت جنسے انسان کو تقرب مزید حاصل ہوتا ہو
تو یہ لوگ مفتری وجھوٹے ہین وفی السراج اسمین حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی ذات کے واسطے ناصح وامین کی صفتین خود بیان فرمائین تو اسمین دلیل ہو کہ
جہان ضرورت پیش آوے وہان آدمی کو روا ہو کہ اپنی ذات کی سچی صفات کو ظاہر کرے قلت چنانچہ حضرت یوسفؑ نے بھی خزائن کی وکالت لیتے
مین بادشاہ مصر سے کہا تھا کہ مین قوی امین ہون چنانچہ سورۂ یوسف مین انشاء اللہ تعالی آویگا۔ وفی البیضاوی باوجودیکہ حضرت ہودؑ جانتے تھے
کہ قوم والے خود انتہا درجہ کے سفیہ وگمراہ ہین مگر اس حلم وبردباری سے جواب دیا بدون جواب ترکی بہ ترکی اسمین حسن ادب وخلق عظیم ہے اور
اہل النصح نیکوکار بندون کو اسی طریقہ کی تعلیم ہو وفی السراج حضرت نوحؑ نے انصح لکم بجملہ فعلیہ کہا اور حضرت ہودؑ نے ناصح بجملہ اسمیہ کہا کیونکہ نوحؑ شب
روز نصیحت کرتے پس فعل مناسب ہے کیونکہ وہ تجدد پر دلالت کرتا ہو جیسا کہ اپنے موقع مین ثابت ہو چکا۔ وفی البیضاوی جملہ اسمیہ بصیغہ صفت مین اشارت ہو کہ
قوم والے حضرت ہودؑ کو ابتداء سے ناصح وامین جانتے تھے جیسے قریش والے آنحضرت صلعم کو سچا بہت صدوق وامین وناصح جانتے تھے پھر مزید
تاکید کی اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یعنے کیا تمنے جھٹلایا اور تعجب کیا اس بات سے کہ آیا تمہارا ذکر یعنی نصیحت تمہارے پروردگار
کی طرف سے عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ تمھین مین سے ایک مرد کی زبان پر تاکہ وہ تمکو عذاب الٰہی سے ڈراوے یعنی تم اس سے انکار وتعجب
مت کرو بلکہ تمکو چاہیے کہ کمال نعمت سمجھکر اسپر اللہ تعالی کی حمد وثنا کرو وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ اور یاد کرو کہ بعد
قوم نوحؑ کے تمکو خلیفہ بنادیا یعنے زمین کی خلافت تمکو دیدی کیونکہ مشہور ہو کہ شداد بن عاد اکثر ولایتون کا بادشاہ ہوگیا تھا پہلے انکو عذاب الٰہی سے
خوف دلایا پھر انکو انعامات الٰہی یاد دلائے اور مزید فرمایا وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً اور بڑھادیا تمہاری خلقت مین بسط **قال الحافظ**
ای تمھارے ابنائے جنس سے تمکو طول پیدا کر دیا **قال المفسر** یعنی تمہاری قوت طول مین زیادتی کی یہان سے جو لمبا ہوتا وہ سو ہاتھ کا ہوتا اور جو ٹھگنا ہوتا وہ ساٹھ ہاتھ
ہوتا تھا **قال المترجم** طول وعرض وقوت سب مین بحسب مناسبت زیادتی مراد ہو اور بسط در اصل فراخی ہو خواہ معانی مین ہو یا اعیان مین ہو لہذا
قصہ طالوت مین فرمایا وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم اور محتمل ہو کہ مخلوق کے درمیان انکو فراخی دنیا مراد ہو اعم از آنکہ از راہ معانی ہو یا اعیان
واللہ اعلم ولیکن مفسرین نے قول اول ہی اختیار کیا ہو مگر آنکہ ابن عباسؓ سے مروی ہو کہ بسطہ بمعنی شدت ہو اور یہ بھی محتمل دونون معنی کو ہے
اور ابو ہریرہؓ سے روایت کیا جاتا ہو کہ عادی آدمی پتھر کے کواڑ اکیلا اٹھا لیتا اگر اسوقت کے پانچ سو آدمی لگین تو اسکو نہ اٹھا سکین اور جو مفسر
سیوطیؒ نے ذکر کیا وہ **سدیؒ وکلبیؒ** سے مروی ہو وقال الجلال المحلیؒ فی سورۃ الفجر سب سے بڑے لمبے کا قد چار سو ہاتھ تک تھا۔ ابو حمزہ ثمالی
نے ستر ہاتھ ذکر کیا اور ابن عباسؓ سے اسّی ہاتھ مذکور ہو اور مقاتلؒ نے کہا کہ بارہ ہاتھ کا ہوتا تھا اور قتادہؒ نے کہا کہ ہمسے ذکر کیا گیا کہ انکا قد بارہ ہاتھ کا ہوتا تھا۔
ابن عساکرؒ نے حضرت وہب بن منبہ سے روایت کی کہ انکے ہاتھون کی ناپ کے دہی وہب بن منبہ کا قول ہو کہ انکا سر مانند ایک بڑے قبہ کے تھا جو کچھ کلام مجید سے ثابت ہوتا ہو
وہ انکی قوت شدت ہے چنانچہ فرمایا فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق وقالوا من اشد منا قوۃ الآیہ۔ اور فرمایا فتری القوم فیہا صرعی کانہم اعجاز نخل خاویۃ الآیہ اور یہ جو
یہ روایات جو متقدمین سے روایت کیجاتی ہین انکے اسانید پر مترجم کو اطلاع نہین ہو اور مؤلف فتح البیان نے بدون بیان کے استبعاد وتضعیف کی ہو اور مترجم
کی نظر مین واللہ اعلم معلوم ہوتا ہو کہ بر تقدیر صحت ان آثار کے قول مقاتلؒ وقتادہ مین انکے ہاتھون کے ناپ کا بیان ہو جیسا کہ وہبؒ کی روایت ابن عساکر
مین مصرح ہو اور باقی اقوال مین اسوقت کے ہاتھون سے ناپ مراد ہو پس تقریبا اقوال مین مراد متفق ہو جائیگی اور اس زمانہ سے قریب
بیچگونہ کچھ زائد انکا قد دراز ہوگا اگر کہا جاوے کہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہوا ہو کہ درازی حضرت آدم کے قد کی ساٹھ ہاتھ تھی پھر برابر خلقت
کم ہوتی چلی آئی تو جواب اسکا دو وجہ سے ہو سکتا ہو اول آنکہ درازی قد آدم علیہ السلام انکے ہاتھون ساٹھ ہاتھ تھی پس عاد کی خلقت سے

زیادہ ہوگی دوم آنکہ حدیث مین بیان کیفیت کوتاہی کا ہی اور درازی کی تعیین نہین ہی یعنی آدم علیہ السلام کے بعد جب کوتاہی واقع ہوئی تو یہانتک نوبت پہونچی وجانب طول اسیقدر
مقصود ہونا مراد نہین ہی پس وہ یہی کہ جب خلقت مین درازی واقع ہوئی ہو تو اس سے زیادہ یا برابر واقع ہوئی ہو فلیتامل فانہ دقیق وموضع تامل اذ عبارتہم تدل علی انہم
ازید مما کان لآبائہم من قوم نوحؑ وہم اقرب الی زمن آدم علیہ السلام فافہم بالجملہ توجیہ اقوال مفسرین کی ضرورت سے یہ گفتگو کرنی پڑی ورنہ تفسیر مین اسکی کوئی ضرورت نہین صرف
معنی یہ ہین کہ ہود علیہ السلام نے قوم کو نعمت الٰہی یاد دلائی کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو کہ قوم نوح نے جب اپنے پیغمبر کا کہنا نہ مانا اور جھٹلایا تو اُنکی
بددعا سے اللہ تعالیٰ نے سب کو ہلاک کر دیا اور تمپر یہ احسان کیا کہ ذریات نوحؑ سے تم کو باقی رکھا اور پیدا کرکے بجائے اُن کے خلیفہ کیا
اور تمھاری خلقت مین فراخی دیدی ہر طرح تمکو کشایش حاصل ہی فَاذْكُرُوٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ پس تم نعمتین اللہ تعالیٰ کی جو تمپر ہین یاد کرو یہ تعمیم بعد تخصیص
ہی یعنے خاص خاص نعمتون کو بیان کرکے عموماً نعمتون کے شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا الآء جمع الی بکسر اول وسکون ثانی مانند حمل واحمال یا اُلی
بضم اول وسکون ثانی مانند قفل واقفال یا بکسر اول وفتح دوم مانند ضلع واضلاع لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تفوزون شاید تم فوز پاؤ یعنی پوری بھلائی
کی مراد تمکو ملے۔ وقال البیضاوی یعنی تاکہ نعمتون کا یاد کرنا انکی شکرگزاری کی طرف مودی ہو جس سے فلاح حاصل ہوتی ہی اگر وہ لوگ مانتے
تو حضرت ہود علیہ السلام نے انکو دینی ودنیاوی فلاح تک پہونچا دیا تھا مگر انھون نے جہالت سے نہ مانا قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ
قوم والے بولے کہ کیا تو ہمارے پاس آیا ہی کہ ہم اکیلے اللہ وحدہ کی عبادت کرین وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا اور چھوڑ دین جسکو ہمارے
باپ دادے پوجتے تھے۔ ان جاہلون نے مستبعد جانا کہ عبادت مخصوص اللہ عزوجل کے واسطے ہو اور باپ دادون کے بتون سے اعراض
کیا جاوے یہ تقلید مین انکا انہماک تھا اور رسم مالوف کی محبت تھی کذا قال البیضاوی ثم قال اور جئتنا مین آنے سے یا تو انکی مراد یہ کہ قوم
سے الگ کسی کونے مین بیٹھکر تو یہ خیالات لایا ہی یا طنز واستہزاء کے طور پر کہا کہ آسمان سے تو یہی لایا ہی یا بطریق مجاز ہو جیسے عرب اس محاورہ
مین کہ پھر اسکو بُرا کہنے لگا یون بولتے ہین ذہب یسبہ حالانکہ جانا واقع نہین ہوتا گویا باتون سے چلا یعنی باتین کرتے کرتے بدگوئی کی طرف چلا گیا
مترجم کہتا ہی کہ اردو زبان کا محاورہ اس سے خوب موافق ہی کہ جب کسی کی بات گران جانتے ہین تو کہتے ہین کہ کیا تو یہی کہنے آیا ہی ایسے ہی
ان لوگون نے کہا کہ تو ہمارے پاس یہی کہنے آیا ہی کہ جنکو باپ دادے پوجتے تھے انکو چھوڑ کر اکیلے اللہ وحدہ کی عبادت کرین یعنی وہ ایسا
نہ کرینگے یہ بعید ہی اپنے باپ دادون کی راہ نہ چھوڑینگے تو جھوٹا ہی فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اہ فاتنا بما تعدنا بہ
من العذاب ان کنت صادقا فی قولک یعنی اگر عبادت بتوحید نہ کرنے مین عذاب ہوگا تو اس قول مین سچا ہی تو عذاب لا جس سے تو ڈراتا ہی
ان بدبختون نے عذاب مین جلدی کی اور یہ انکا سخت تمرد تھا جیسے کفار قریش نے مانگا کہ اللہم ان کان ہذا ہو الحق فامطر علینا حجارۃ من السماء
او ائتنا بعذاب الیم محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا کہ عاد والے بنام صدا وصمود وہبا وغیرہ بتونکو پوجتے تھے اسیواسطے حضرت ہود کا مقولہ
فرمایا قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ
کہا کہ البتہ واقع ہوا تمپر رجس وغضب یعنے واجب ہوا یا نازل ہوا کیونکہ متوقع بمنزلہ واقع کے ہی یا انکو وحی سے علم ہوگیا تھا پس کہا کہ تم پر رجس یعنے
عذاب وغضب الٰہی واقع ہوا یا رجس وغضب وہی بت تھے جو خود ناپاک انکی عبادت موجب غضب تھی اسی واسطے
فرمایا اَتُجَادِلُوْنَنِيْ یعنے بھلا تم جدال کرتے ہو میرے ساتھ ایسے نامون کے بارہ مین جنکو تمنے اور تمھارے باپ دادون نے مقرر کر لیا ہے
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکے واسطے کوئی حجت وبرہان نہین نازل فرمائی ہی **قال البیضاوی** فی قولہ فی اسماء سمیتموہا انتم وآباؤکم یعنی
جدال کرتے ہو ایسی چیزون کے بارہ مین جنکو تم لوگون نے خود آلہہ نام کر لیا ہی حالانکہ انمین الوہیت کچھ بھی نہین کیونکہ عبادت کا مستحق بالذات

تو وہی پاک پروردگار ہے جسنے کل کو ایجاد فرمایا اور سوائے ذاتی استحقاق کے اگر یہ چیزین مستحق عبادت ٹھہرائے ہوتو ثبوت اسکا یون ہی ہوگا کہ خالق عزوجل ان چیزونکو مستحق بنا دے سو اسکا بنانا کسی آیت اُتارنے سے معلوم ہوگا یا کسی حجت کے قائم ہونے سے معلوم ہوگا اور یہ بالکل نابود ہے اور ظاہر کردیا کہ انتہا درجہ کی حجت جسکو لاتے ہین یہ کہ ان بتون کا نام الٰہ ہے حالانکہ بدون کسی دلیل کے جو تحقیق مسمی پر دلالت کرے اور اسناد اس اطلاق کی اپنے باپ دادون وغیرہ ایسے لوگون کی طرف کرتے ہین جنکی بات کا کچھ اعتبار نہین ہے تو یہ حجت دیہ اسناد لانا دونون انکی سخت جہالت انتہا درجہ کی عبادت ہے اسی واسطے استجادلونني بحرف استفہام انکاری تعجب کے ساتھ ہے یعنے عجیب جاہل و بیوقوف ہو کہ بنائے ہوسے نامون پر مجھسے جھگڑتے ہو اور اسپر ایسے دلیر ہو کہ مجھکو جھوٹا بناتے و نڈر ہوکر عذاب مانگتے ہو اچھا فَانْتَظِرُوا انتظار کرو عذاب کا بسبب میرے جھٹلانے کے اِنِّي مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ مین بھی تمھارے انتظار کرنے مین تمھارے ساتھ ہون **قال المفسر** آخر عذاب آیا اور وہ ریح عقیم تھی ۔ کما جاء فارسلنا علیهم الریح العقیم ماتذر من شیء اتت علیه الاجعلته کالرمیم قصہ ہود مین انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل آویگی بالجملہ عذاب نازل ہوا فَاَنْجَيْنٰهُ اپاه ای ہودا وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ من المومنين بِرَحْمَةٍ مِّنَّا پس نجات دیدی ہمنے ہود کو اور ان لوگون کو جو اسکے ساتھی تھے یعنے ایمان لانے والونکو یہ نجات دینا ہماری طرف سے رحمت تھی ۔ وقال البیضاوی ای برحمة منا علیهم یعنی بسبب ہماری رحمت کے جو انپر تھی یعنے ازل سے انپر رحمت تھی ۔ قلت اسمین علم لطیف ہے کہ حضرت رب العزة سلطان الکبریاء والعظمة کی صمدیت کے سامنے پتہ پانی ہوجا وین اللهم غفرانک لا اله الا انت سبحانک توفنی مسلما مومنا وانت ارحم الراحمین بالجملہ حضرت او تعالیٰ عزوجل کے کلام پاک کے یہ معنی ہین کہ ہمنے اپنی رحمت سے ہود و اسکے ساتھی مومنون کو نجات دی وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا قاموس مین ہے کہ دابر بمعنی آخر ہر شیء و بمعنی جڑ پس اگر اول معنی ہون تو جب آخر تک قطع ہوا تو اول قطع ہوا اور معنی دوم اظہر ہین کہ جڑ سے کاٹ دیا اسی واسطے مفسر نے کہا ای استاصلناهم استیصال کردیا حاصل آنکہ اور قطع کردی ہمنے جڑ ان لوگون کی جنھون نے ہماری آیات کو جھٹلایا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ عطف ہے کذبوا پر یعنے اور وہ مومن نہ تھے ۔ وفی البیضاوی اس کلام مین دو فائدے ہین ایک یہ کہ جو لوگ انمین سے ایمان لائے تھے انکی مدح کی طرف تعریض ہے گویا یون کہا کہ جن کا ہمنے استیصال کردیا اور جڑ سے نیست کردیا وہ ایسے نہ تھے جیسے انمین سے ایمان لانے والے چند آدمی تھے اور دوم یہ تنبیہ ہے کہ نجات پانیوالون کے درمیان اور ہلاک ہونیوالون کے درمیان فرق اسی ایمان سے ہوا **قال الحافظ** وغیرہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت مین فرمایا واما عاد فاهلکوا بریح صرصر عاتیة سخرها علیهم سبع لیال وثمانیة ایام حسوما فتری القوم فیها صرعی کانهم اعجاز نخل خاویة فهل تری لهم من باقیة الآیہ جیسا کہ تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا بالجملہ جب ان لوگون نے تمرد و سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ہوائے سرکش سے انکو ہلاک کیا اور وہ حلقہ انگوٹھی یا اسکے نگینہ کی مقدار تھی جیسا کہ حدیث مسند مین ثابت ہے پس یہ کیفیت تھی کہ ہوا کا جھونکا آیا اور جو کافر عادی سامنے پڑا اسکو اٹھا کر آسمان و زمین کے بیچ مین بلند کیا پھر اسکو کھوپڑی کے بل پتھر پر دے پٹکا کہ بھیجا نکل پڑا حتی کہ دھڑ سے سر الگ ہوگیا **قال محمد بن اسحٰق** جب قوم عاد نے کسی طرح نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے تین سال ان پر قحط ڈالا تو حرم مکہ معظمہ مین پانی کی دعا مانگنے کو آدمی بھیجے جنکا سردار بنام قیل بن عنز تھا اور یہی اسوقت کے سب ملت والون کا دستور تھا اور مکہ مین عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح کی اولاد سے عمالقہ رہتے تھے جنکا سردار بنام معاویہ بن بکر تھا جسکی مان قوم عاد سے تھی پس یہ لوگ اسکے گھر اکر اترے اور شراب خواری و راگ مین غافل ہوگئے تو معاویہ کے اشارہ سے گانے والیون نے یہ گیت گایا ع الا یا قیل ویحک قم فہینم ۔ لعل اللہ یسقینا غماما ۔ فیسقی ارض عاد ان عادا ۔ قد امسوا لا یبینون الکلاما ۔ من العطش الشدید فلیس ترجوا ۔ به الشیخ الکبیر

ولا الغلاما ٭ وقد كانت نساؤهم بخير ٭ فقد امست نساؤهم غيامى ٭ وان الوحش تاتيهم جهارا ٭ ولا تخشى لعادى سهاما ٭ وانتم ههنا فيما اشتهيتم نهاركم وليلكم التماما ٭ فصبح وفدكم من وفد قوم ٭ ولا لقوا التحية والسلاما ٭ اس سے وہ لوگ متنبہ ہو کر قرار ہوئے مگر مرثد بن سعد نے کہا کہ واللہ تم لوگونکو تمہاری دعا سے پانی نہ ملیگا جب تک تم اپنے نبی علیہ السلام کی پیروی نکروپس تم توبہ کرکے پیروی کرو تو پانی پاؤ پس معاویہ بن بکر اُن لوگون نے کہا کہ تم اسکو منع کردو یہ ہمارے ساتھ مکہ مین نہ جاوے اسنے دین چھوڑ کر ہود کی پیروی کرلی ہو پھر مکہ مین جاکر سب نے دعا مانگی اور قیل بن عنز کو آگے کیا پس اللہ تعالیٰ نے تین ابر کے ٹکڑے پیدا کیئے ایک سپید و ایک سرخ و ایک سیاہ اور قیل مذکور نے سیاہ پر لالچ کیا وہی عاد کی طرف چلا اور آواز آئی کہ سوائے بنو اللوذیہ کے کوئی نہ بچا سب برباد کریگی ابن اسحاق نے کہا کہ بنو اللوذیہ بھی عادیین سے ایک بطن ہو جو مکہ مین رہتے تھے وہی بچ رہے تھے اور وہ عاد یہی ہوئے ہین پس وہ سیاہ ابر قوم عاد پر وادی مغیث سے ظاہر ہوا جسکو دیکھکر بولے کہ ہذا عارض ممطرنا - یہ تو ہمپر پانی برسانیوالا ابر ہی سُنا کہ وہی عذاب ہی جسکو مانگتے تھے مشہور ہی کہ مہدد نامے ایک عورت نے اسکو اول پہچانا کہ یہ آندھی ہو اور بیہوش ہوگئی لوگون نے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا وہ بولی کہ آندھی ہو جسمین آگ جیسے بگولے ہین اسکے آگے کچھ لوگ ہین جو اسکو لیئے آتے ہین ابن اسحاق نے کہا کہ مجھسے بیان کیا گیا کہ ہود علیہ السلام مع مومنین کے ایک حظیرہ کے اندر بیٹھ گئے تھے پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آٹھ دن و سات راتین وہ آندھی اس قوم عاد پر مسخر کردی جسنے کسی عادی کو نہین چھوڑا مگر ہود علیہ السلام و مومنون کے بدن کو نرمی دینے والی اور دل خوش کرنیوالی ہوا پہنچتی تھی اور عادیون پر یہ حال تھا کہ اونٹ مع سوار اُٹھا کر پتھر پر پٹکتی کہ بھیجا نکل جاتا تھا ہذا حاصل ما ذکرہ ابن اسحاق - اور ابن عساکر نے بھی ہود علیہ السلام کے حظیرہ مین ہوجانے اور عادی کافرون پر یہ حالت گزرنے کو اسیطرح روایت کیا ہو مؤلف فتح البیان نے زعم کیا کہ قرآن مجید مین باجمال یہ قصہ ثابت ہو اور اسکی تفصیل بلا اسناد ہو حالانکہ یہ وہم ہو فنقد قال الامام احمد فی مسندہ حدثنا زید بن الحباب حدثنی ابو المنذر سلام بن سلیمان النحوی حدثنا عاصم بن ابی النجود عن ابی وائل عن الحرث البکری قال خرجت اشکو العلاء بن الحضرمی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمررت بالربذۃ فاذا عجوز من بنی تمیم منقطع بہا فقالت لی یا عبد اللہ ان لی الی رسول اللہ صلعم حاجۃ فہل انت مبلغی الیہ قال فحملتہا فاتیت المدینۃ فاذا المسجد غاص باہلہ واذا رایۃ سوداء تخفق واذا بلال متقلد سیفا بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ما شان الناس قالوا یرید ان یبعث عمرو بن العاص وجہا قال فجلست فدخل منزلہ او قال رحلہ فاستاذنت علیہ فاذن لی فدخلت وسلمت فقال ہل بینکم وبین تمیم شیء قلت نعم وکانت لنا الدائرۃ علیہم ومررت بعجوز من بنی تمیم منقطع بہا فسألتنی ان احملہا الیک وہا ہی بالباب فاذن لہا فدخلت فقلت یا رسول اللہ ان رأیت ان تجعل بیننا وبین تمیم حاجزا فاجعل الدہنا فحمیت العجوز واستوفزت قالت یا رسول اللہ فالی این یضطر مضطرک قال قلت انما مثلی ما قال الاول معزی حملت حتفہا حملت ہذہ ولا اشعر انہا کانت لی خصما اعوذ باللہ وبرسولہ ان اکون کوافد عاد قال لی وما وافد عاد وہو اعلم بالحدیث منہ ولکن یستطعمہ قلت ان عادا قحطوا فبعثوا وافدا لہم یقال لہ قیل فمر بمعاویۃ بن بکر فاقام عندہ شہرا یسقیہ الخمر وتغنیہ جاریتان یقال لہما الجرادتان فلما مضی الشہر خرج الی جبال مہرۃ فقال اللہم انک تعلم انی لم اجی الی مریض فاداویہ ولا الی اسیر فافادیہ اللہم اسق عادا ما کنت تسقیہ فمرت بہ سحابات سود فنودی منہا اختر فاومأ الی سحابۃ منہا سوداء فنودی منہا خذہا رمادا رمددا لا تبق من عاد احدا قال فما بلغنی انہ بعث اللہ علیہم من الریح الا قدر ما یجری فی خاتمی ہذا حتی ہلکوا قال ابو وائل وصدق قال وکانت المرأۃ والرجل اذا بعثوا وافدا لہم قالوا لا تکن کوافد عاد - ہکذا رواہ احمد فی المسند ورواہ الترمذی عن عبد بن حمید عن زید بن الحباب بہ نحوہ ورواہ النسائی من حدیث سلام بن المنذر عن عاصم بن بہدلۃ ومن طریقہ رواہ ابن ماجہ ایضا عن ابی وائل عن الحرث بن حسان البکری بہ ورواہ ابن جریر عن ابی کریب عن زید بن الحباب بہ ورواہ ایضا عن ابی کریب عن ابی بکر بن عیاش

عن عاصم عن الحرث بن حسان البكري فذكره ولم ار في النسخة ابا وائل والله تعالى اعلم كذا في تفسير الحافظ رحمه الله - وسياتي في مواضع من القصة ما يطمئنك ان شاء الله تعالى - **ف في العرائس** قوله فاذكروا آلاء الله لعلكم تفلحون نعمتين الله تعالى کی یاد کرو کہ کمال قدرت سے تمکو کیسے سانچے میں خوبصورت تصویر تمھاری بنائی اور اپنے سے کیا لباس تمکو پہنایا کہ تم خلق و نعت میں احسن و اظرف ہو پس نہایت واضح آیات اور روشن دلالات سے اسکا ظہور تمپر موجود ہے شاید تم اسکی دوری سے مضطر ہوا اور اسکے قرب کی تمنا کرو واضح ہو کہ دیدار نعمت موجب شکر ہے اور دیدار آلاء موجب فکر و یاد ہے اور ذکر سے دیدار مذکور و منعم حاصل ہوتا ہے اور اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے فلاح و فوز ہے **واسطی** رح نے کہا کہ عوام کو اوتعالیٰ نے نعمتوں پر محبت ہے اسیواسطے فرمایا اذکروا نعمة الله علیکم اور خاص بندے اسکو آلاء سے محبت کرتے ہیں اور یہی قوله فاذکروا آلاء الله لعلکم تفلحون سے ظاہر ہے **مترجم** کہتا ہے کہ بنا برین ذکر آلاء تعمیم بعد تخصیص نہیں بلکہ تخصیص بعد تعمیم ہوگی برخلاف قول بیضاوی رح کے اور شاید کہ آلاء سے مراد اشارہ میں تخصیص کے ساتھ ہو اگرچہ بعد ذکر نعمت کے پھر ذکر آلاء سے ترقی منزلت کا اشارہ ظاہر ہے اور وہ عموم سے خصوص ہے - والله اعلم پھر شیخ واسطی کا باقی قول شروع کیا کہ خاص الخاص بندے اپنے پروردگار سے ایثار اور ربوبیت پر محبت رکھتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے واسطے علامت جداگانہ ہے پس اول کی علامت یہ ہے کہ اوتعالیٰ کا دائمی ذکر ہو اور اس سے فرحت و سرور ہو اور دوم کی علامت یہ ہے کہ استیناس ہو اسکے ساتھ بسبب دیکھنے اس چیز کے کہ اسنے دور ڈالا تھا اور سوم کی علامت یہ ہے کہ اسی سے اشتغال ہو ہر قاطع اس سے قطع کرنے والا ہو **ابن عطا** رح نے کہا کہ جب تو نے آلاء و نعمتوں کو یاد کیا تو تجھکو اوتعالیٰ عز وجل کی محبت آویگی اور جب محبت آئی تو اسکی طرف قصد کریگا اور جب قصد کیا تو پا جاویگا اور جب پا گیا تو تمام جہان و چیزوں سے الگ ہو کر اسی کی طرف ہو جائیگا میں کہتا ہوں کہ یہ قوم اگر خالص محبت والے نہین سے ہوتی تو انکو آلاء کے یاد کرنے اور انکو دیکھنے کی طرف حوالہ نہ فرماتا بلکہ دیدار ذات و صفات کی طرف توجہ دلائی جاتی چنانچہ تو دیکھ کہ خالص محبت والونکو بقوله الم تر الی ربك کیف مد الظل سے کیونکر خاص ذات و صفات کی طرف توجہ دلائی اور محض مشاہدہ کا حکم دیا کیونکہ نعمت آلاء سے جو محبت ہوتی ہے وہ محبت خالص نہین بلکہ ایک ناپید چیز سے معلول ہوتی ہے بسبب اسکے کہ یہ چیزین حادث مانند معدوم ہین اور خالص محبت وہ ہے جو اسکی صفات جلال و جمال سے پیدا ہوتی ہے پس جسکی حالت محبت کی بسبب نعمتوں و آلاء کے دیکھنے کے ہو وہ اس تک کیونکر واصل ہو سکتا ہے ہاں ابتدائی ذکر کے واسطے انکو قوله فاذکروا سے حکم دیا اور لقاء کو منتہی درجہ قرار دیا ہے اور یہی عذاب سے نجات پانیکا درجہ ہے اور اگر قوم مذکور لوگ ایسے ایمان والے اگر مرتبہ تحقیق کو پہونچے ہوتے تو ذکر کی یا دینے نعمتوں وغیرہ کے یاد کرنیکا انکو حکم نہ دیا جاتا **مترجم** کہتا ہے کہ یہ سبب ظاہر ہے بایں ہمہ جو شیخ نے بیان فرمائی والله اعلم ولیکن شیخ ابن عطاء وغیرہ سے جو منقول ہوا اس سے انکی مراد بھی ہے کہ پھر انکو بہلانے کے واسطے یہ طریقہ ہے کہ بذریعہ نعمتوں کی یاد کے درجہ بدرجہ ترقی پاوین اور آخر خود سبب سے منقطع ہو جاوینگے جب واصل ہونگے اور یہ مراد نہین ہے کہ ایسی یاد سے واصل ہو سکینگے چنانچہ آخر جملہ قول شیخ ابن عطاء اسپر شاہد ہے فافہم والله اعلم بمراد عباده قوله وانا لکم ناصح امین یعنی الله تعالیٰ نے مجھکو میرے نفس کے شر سے نجات دی اور اسکے حظوظ و شہوات سے بری ہوا کہ انشاء الله کبھی مجھے اسکی گرفتاری سے نجات ہوئی اور الله تعالیٰ نے مجھکو اپنی رسالت کیواسطے خاص کیا اور شوائب طبیعت سے پاک کیا اور اپنی محبت و خدمت کا طریقہ مجھکو سکھلایا اب اسکے بعد میں تمکو شفقت و نصیحت کے ساتھ یہ طریقہ سکھلاتا ہوں اور میں اسمیں امین یعنی امانت دار ہوں کیونکہ میری نصیحت میں شیطانی غرض کی تہمت لگانے کی گنجائش نہین ہے جیسے ان لوگون کی نصیحت میں ہوتی ہے جو سوائے الله عز وجل کے کسی اور کی طرف مائل ہوتے ہیں - ابو حفص رح نے کہا کہ ناصح امین وہ شخص ہے جسکی نصیحت میں اسکا نفس کو کچھ نفع نہ ہو اور اپنے آپ کو کوئی جاہ و منزلت بھی نہ چاہے بلکہ اسکی غرض خالص یہی ہو کہ یہ شخص نصیحت قبول کرکے نجات پاجاوے -

قال المترجم یہ قول بہت سنجیدہ ہو پھر جب عاد اول کا ذکر ہو گیا اور اس سے علوم و نصائح اہل سعادت نے اپنی اپنی استعداد کے موافق حاصل کر لیے تو اللہ عز وجل نے عاد دوم کا جو اول سے سو برس بعد ہوئے ہیں شروع فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ

اور ثمود کی طرف انکا بھائی صالح بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا صاحب اسکے سوا تمکو پہونچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے یہ اونٹنی اللہ کی ہے

لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ

تمکو نشانی سو اسکو چھوڑ دو کھاوے اللہ کی زمین میں اور اسکو ہاتھ نہ لگاؤ بری طرح پھر تمکو پکڑیگی دکھ کی مار اور وہ یاد کرو جب تمکو سردار کیا عاد کے پیچھے

عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ

اور ٹھکانا دیا زمین میں بناتے ہو نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر سو یاد کرو احسان اللہ کے اور مت مچاتے پھرو زمین میں

مُفْسِدِیْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ

فساد کہنے لگے سردار جو بڑائی رکھتے تھے اسکی قوم میں سے غریب لوگوں کو جو انمیں یقین رکھتے تھے تمکو معلوم ہے کہ صالح بھیجا ہے

مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ

اپنے رب کا بولے ہمکو جو اسکے ہاتھ بھیجا یقین ہے کہنے لگے بڑائی والے جو تمکو یقین کیا سو ہم نہیں مانتے پھر کاٹ ڈالی اونٹنی

وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ

اور پھرے اپنے رب کے حکم سے اور بولے اے صالح لے آ ہمپر جو وعدہ دیتا ہے اگر تو بھیجا ہے پھر پکڑا انکو زلزلے نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں

جٰثِمِیْنَ ۝ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ۝

اوندھے پڑے پھر الٹا پھرا انسے اور بولا اے قوم میں پہونچا چکا تمکو پیغام اپنے رب کا اور بھلا چاہا تمہارا لیکن تم نہیں چاہتے بھلا چاہنے والوں کو

وَاِلٰی ثَمُوْدَ وارسلنا الی ثمود اور بھیجا ہمنے ثمود کی طرف۔ یہ عرب کا دوسرا قبیلہ ہے اور بسبب علم و تانیث قبیلہ کے غیر منصرف پڑھا گیا اور اس مقام کے سوا سے اور مقام پر منصرف بھی آیا ہے بتاویل حی یعنی احیاء عرب سے ایک حی مراد ہو اور نام انکا ثمود دیا تو اس سبب سے کہ ثماد کے لفظ سے ماخوذ ہے جسکے معنی قلیل پانی کیونکہ انکے دیار میں پانی کی بہت قلت تھی کذا قال ابو عمرو بن العلاء اور یا ثمود اس جہت سے کہ اپنے جد اعلیٰ کے نام پر مشہور ہوئے ہیں مولف فتح البیان نے کہا کہ وہ ثمود بن عاد بن ارم تھا یہ مولف مذکور کا وہم ہے اور صحیح ثمود بن جاثر ہے جیسا کہ معالم و سراج و بیضاوی وغیرہ میں ہے **قال الحافظ** علمائے تفسیر و نسب نے بیان فرمایا کہ وہ ثمود بن جاثر بن ارم بن سام بن نوح ہے اور وہ جدیس بن جاثر کا بھائی ہے اور ایسی ہی طسم قبیلہ اور یہ سب قبائل عرب کے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے پہلے تھے اور ثمود لوگ بعد عاد کے ہوئے ہیں اور انکی بستی حجر مشہور ہے کہ حجاز و شام کے درمیان وادی القری اور اسکے گرد و پیش رہتے تھے اور آخر میں انشاء اللہ آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک میں جاتے وقت وہاں سے گذرے ہیں مابعد فرمایا کہ اور بھیجا ہمنے قوم ثمود کی طرف اَخَاهُمْ صٰلِحًا انکے بھائی صالح کو بھائی ہونے کا بیان اوپر گذرا حاصل آنکہ دینی بھائی نہیں بلکہ نسبی بھائی تھے کیونکہ کوئی نبی کبھی کافروں کے اعمال پر نہیں ہوا اور وہ صالح بن عبید بن آسف بن ماسح بن عبید بن حاذر بن ثمود ہیں اور تفسیر حقانی میں لکھا کہ صالح دو سو اسی برس زندہ رہے قلت انکی قوم والے تین ہزار برس تک مانند قوم عاد وغیرہ کے جیتے رہتے تھے۔ پھر صالح کی دعوت بیان فرمائی قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ

اور یہی تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت توحید ہے کما قال تعالیٰ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت الآیۃ۔ پھر اس توحید کے
بعد اور کلمات نصیحت وغیرہ مانند قولہ ہو انشاکم من الارض واستعمرکم فیہا الآیات جیسا کہ سورۂ ہود میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا متعدد اوقات میں بیان کیے
اور معجزہ مانگا وہ دعا کرکے دیا جیسا کہ آخر میں بیان ہوگا لیکن سوائے چند لوگوں کے راہ پر نہ آئے اور شیطان کے مطیع رہے بلکہ دلیر ہوگئے
اور اپنی ہلاکت کا عذاب مانگا چنانچہ اسیقدر یہاں بیان فرمایا کہ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ البتہ آچکا تمہارے پاس معجزہ میری سچائی و
رسالت کا تمہارے پروردگار کی طرف سے هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً یہ ناقہ الٰہی تمہارے واسطے آیت مفسرؒ نے کہا کہ آیۃً کو نصب بنا بر
آنکہ حال ہے اور اسمیں اسم اشارہ کے معنی یعنی اشیر عامل ہیں وفی البیضاوی قولہ ہذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ جملہ مستانفہ ہے گویا کہا گیا کہ وہ بینہ کیا تو یہ جواب ہے یا
او رلکم بیان اس شخص کا ہے جسکے واسطے آیۃ ہے حاصل معنی یہ ہوئے کہ یہ ناقہ الٰہی ہے جسکی طرف میں اشارہ کرتا ہوں درحالیکہ تمہارے واسطے آیت ہے یعنی
میری صدق رسالت پر نشانی ومعجزہ ہے اور جائز ہے کہ ناقۃ اللہ بدل یا عطف بیان ہو اور لکم خبر ہو یعنی ثابت لکم اور یہی عامل ہو آیۃً میں اور ناقہ
کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف بر وجہ تعظیم ہے کیونکہ ان لوگون نے شرط کی تھی کہ اس پہاڑ سے جسکو معین کردیا تھا ایک ناقہ نکلے جسکے ایسے ایسے اوصاف
ہون پس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدون اسباب کے جنکی آگاہی [illegible] ہین عادت جاری ہے پیدا ہوئے تھے اور اسی واسطے آیت قرار پائی تھی۔ بالجملہ
حکم دیا کہ یہ ناقہ الٰہی ہے فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ پس اسکو چھوڑ دو چرے اللہ تعالیٰ کی زمین میں یعنی اسکو اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرنے دو مت چھیڑ
پھر مصرح کردیا وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ اور مت چھوؤ اسکو کسی برائی کے ساتھ یعنی مار وقتل وغیرہ کی کوئی برائی اسکو مت پہونچاؤ بلکہ مبالغہ کیا کہ برائی
چھو نہ جاوے قال البیضاوی نہی فرمایا سو کے ساتھ جو ہر طرح کی برائی کو شامل ہے چھونے سے بھی جو مقدمہ ہے پہونچانیکا یعنے برائی
پہونچانے سے ممانعت مقصود ہے مگر اسکو اس طرح بیان فرمایا کہ برائی سے مس بھی نہ کرو کیونکہ چھونے سے پھر پہونچانے تک نوبت پہونچیگی پس حکم دینے میں
پوری طور پر تعلیم کی اور عذر کی جگہ نہیں چھوڑی بلکہ اور تہدید مزید کردی کہ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ جواب نہی ہے یعنے چرنے دو برائی مت پہونچاؤ
کیونکہ اگر نہ مانوگے تو تمکو عذاب سخت پہونچیگا اور عذاب میں پکڑے جاؤگے پھر وہ اونٹنی مع بچہ کے چرتی پھرتی اور بہت دراز قد تھی چنانچہ تفسیر سورۂ
والشمس میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پس تمام پانی ایک روز پی جاتی اور تالاب خالی رہجاتا پھر جب رات بھر میں جمع ہوتا تو دوسرے روز لوگ
اور انکے جانور پیتے تھے اور جانور اسکی ہیبت سے بھڑکتے دبجاتے تھے پھر حضرت صالحؑ نے لوگونکو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں شاید اب راہ پر آجاویں
وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ اور یاد کرو جبکہ تمکو خلیفہ کردیا زمین پر بعد قوم عاد کے ہلاک کرنے کے وَبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ ٹھور جگہ دینا
اور ٹھکانا دینا المعنی اور بسایا تمکو زمین میں یعنی زمین حجر میں جو انکی بستی کا نام ہے اس حال میں کہ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا سہل زمین نرم بناتے ہو
تم زمین نرم سے قصور جمع قصر یعنی مکان عالیشان اور اسواسطے قصر نام ہوا کہ فقیر نادار اسکے حاصل کرنے سے قاصر ہوتے ہیں بعض نے کہا
معنی یہ کہ زمین نرم سے کچی پکی اینٹیں بناکر اس سے محل بناتے ہو وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا اور کندہ کرتے ہو پہاڑون سے بیوت جمع بیت جسمین
آدمی رات گذارے اور گھر کے معنی میں مستعمل ہے اور کہا گیا کہ جسکی چہار دیواری او رچھت و دروازہ ہو اور یہی فقہ میں معروف ہے اور سخت چیز کو مانند پتھر
ولکڑی وغیرہ کے چھیل کر اور کرید کر بنانا نحت ہے یقال نحت الشئی نحتا کہا گیا کہ بڑی عمریں ہوتی تھیں تو عمارتیں انکی عمر تمام ہونے سے پہلے فنا ہوجاتی تھیں
لہذا پہاڑون کو تراش کر بناتے تھے قال الضحاک تین سو برس سے ہزار برس تک زندگی تھی اور مفسرؒ نے کہا کہ گرمیون میں زمین نرم کے مکانات
میں بسر کرتے تھے اور جاڑون میں پہاڑون کے مکانات میں رہتے تھے بنابریں یہ انکی رفاہیت اور عیش کا بیان ہے منجملہ نعمتون کے تھا۔ اور بیوتا کو
نصب بنا بر آنکہ حال مقدرہ ہے یا مفعول ہے اور تتخذون ہوتا من الجبال یا تنحتون یعنی تتخذون ہے فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ پس یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور یہ

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ مفسدین حال ہے اور یہ حال موکدہ ہے کیونکہ لا تعثوا کے معنی ہیں مت فساد کرو ملک مین قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ
اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ تکبروا عن الایمان یہ کہا اشراف لوگون نے اسکی قوم والون مین سے جنھون نے صالح پر ایمان لانے سے تکبر کیا تھا
لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا ان لوگون سے جو کمزور بنائے گئے تھے لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ یہ للذین سے بدل ہے باعادہ حرف جارہ یعنی ان لوگون سے
جو ایمان لائے تھے المنین سے یعنی قوم مین سے یا مستضعفین مین سے پس اگر منہم کی ضمیر قوم کی طرف ہو لمن آمن بدل الکل ہے اور اگر مستضعفین کیطرف ہو
تو بدل البعض ہے اور دلالت ہے کہ مستضعفین بعض ایمان نہ لائے تھے بلکہ بعضے ایمان لائے تھے اور بر تقدیر اول جسقدر ایمان لائے انھین کو مستضعفین فرمایا اگر
اور کلام مین دلیل ہے کہ تکبر کرنا خصلت کفار ہے اور ایسے غریبون کو ضعیف و حقیر سمجھنا کیونکہ انھین متکبرین نے انکو ضعیف و ذلیل سمجھا تھا اسمین علم ہے
کہ ضعیف و غریب لوگ وہی سب سے اول انبیاء علیہم السلام کے تابع ہوتے ہین اور صحیح ہوا کہ محتاج لوگ آخرت مین تونگرون سے پانچ سو برس پہلے
جنت مین داخل ہونگے اور یہین سے کہا گیا ہے کہ اہل اعراف بھی تونگر مومنین ہونگے جو پانچ سو برس تک اعراف پر روک رکھے جاوینگے اور حدیث صحیح
مین ہے کہ اسلام کا شروع ہونا غریبون سے ہوا اور آخر زمانہ مین غریبون کیطرف عود کر جائیگا پس غریبون کو بشارت ہو بالجملہ قوم صالح کے مست تکبر
مغرورون نے کہا ان لوگون سے جنکو حقیر و ذلیل سمجھا تھا جو المنین سے ایمان لائے تھے کہ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ کیا تم
یقین جانتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے رسول ہے بھیجا گیا ہے تمھاری طرف کافرون نے مسخرہ پن اور ٹھٹھے کے طور پر ان مومنون سے
یہ بات کہی تھی قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ بولے کہ جس چیز کے ساتھ وہ رسول کر کے بھیجے گئے ہین ہم اسپر مومن ہین جواب نقل اسقدر کافی تھا
کہ ہان لیکن انھون نے اسطرح جواب دینے مین دو طرح تنبیہ کی اول انکہ صالح علیہ السلام کا مرسل ہونا ایسا ظاہر ہے کہ جسکو ذرا بھی عقل ہے اور کچھ بھی
سمجھ ہے وہ شک نہین کر سکتا پس انکا حال پوچھو جو صالح پر ایمان لائے اور جو نہین لائے ہین پس ہم ایمان لائے ہین دوم تعلمون فعل سے سوال تھا
انھون نے انا مومنون سے جواب دیا یعنی جملہ اسمیہ سے جو استمرار و تاکید کے ساتھ ہے اور جزم ثابت و مستمر ہے قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي
آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ تکبر کرنے والون نے کہا کہ جسکے ساتھ تم ایمان لائے ہو ہم اس سے منکر ہین بطریق مقابلہ کے یہ جواب دیا - اور یہ نہ کہا
کہ رسول ہو کے بھیجے گئے ہو انتم بہ کہا پس جسکو مومنون نے معلوم اور مسلم قرار دیا تھا اس سے انکار کیا قال المفسر - ناقہ کے واسطے پانی کا ایک روز تھا
اور دوسرا روز ان لوگون کا تھا اس طرح تقسیم تھی یعنی اس ملک مین پانی کی بہت قلت تھی پس ایک روز جو پانی جمع ہوتا اسکو اکیلی اونٹنی
پی لیتی تھی پھر دوسرے روز کا پانی وہ نہ پیتی اور لوگ بھر لیتے تھے پس وہ لوگ اس بات سے ملال آگین ہوئے اور اسکو ہمیشہ برداشت کرنے سے
تنگ آگئے بسبب اسکے کہ خواہش نفسانی اسکے برخلاف تھی فَعَقَرُوا النَّاقَةَ عقر قدار بامرہم بان قتلہا بالسیف پس ان لوگون نے ناقہ کو قتل کیا
یعنی انکی کونچین کاٹ دین مراد انکہ پہلے کونچین کاٹین پھر جب گر پڑی تو ذبح کر ڈالا حاصل انکہ اونٹنی کو تلوار سے قتل کیا اور ان سبھون کی طرف
قتل کو منسوب کیا حالانکہ قدار نامی ایک شخص نے ایسا کیا تھا الخ اسواسطے کہ یہ سب اسکے فعل پر راضی تھے اور سبھون نے حکم دیا تھا قتادہ
نے کہا کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ جس شخص نے اسکو قتل کیا وہ سب کے پاس پھر آیا حتی کہ پردہ نشین عورتون کے پاس بھی ہو آیا کہ وہ سب راضی
ہین و بعض نے وجہ قتل اور بیان کی ہے چنانچہ آگے آویگی [illegible] نے ناقہ آیت کو قتل کیا وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ اور تکبر کیا اپنے
پروردگار کے حکم سے اور [illegible] حکم وہ ہے جو صالح علیہ السلام نے انکو [illegible] ہذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ فذروہا تاکل فی ارض اللہ ولا تمسوہا بسوء فیاخذکم عذاب الیم
اور [illegible] سیر اور زیادہ [illegible] کر وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ اور کہنے لگے کہ اے صالح تو وہ عذاب لا جس سے تو
ہمکو [illegible] پر ڈراتا ہے اگر تو اللہ تعالی کے رسولون مین سے ہے فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس پکڑ لیا انکو زمین سے سخت زلزلے نے اور آسمان سے

سخت آواز نے فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ جثم لغت مین پرندوں آدمی کا زمین پر سینہ ڈال دینا اور ہلاک ہونیکو اس سے تعبیر کیا جاتا ہے اور مفسرؒ نے کہا
کہ جاثمین ای باکین علی الرکب یعنی پسے صبح کی اُن لوگون نے اپنے گھرون مین اس حال پر کہ گھٹنون کے بل مردے پڑے تھے۔ اور بیضاوی نے
کہا کہ خامدین یعنی مین اس قصہ کو بیضاوی و شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ بعد ہلاک و برباد ہونے قوم عاد کے ثمود نے بلاد کو معمور
آباد کیا اور مال و اولاد کی کثرت ہوئی اور عمرین دراز قریب ہزار سال تک ہوتی تھین مکانات قبل موت کے نوبت ہوجاتے آخر پہاڑون کو تراش کر
ایک خانہ آباد کرلیتے تھے اور بہت فراخی سے بسر کرتے آخر سرکشی کی اور زمین مین شرک و کفر کا فساد برپا کیا بتون کو پوجنے لگے اللہ تعالیٰ نے
صالحؑ کو انکے عمدہ خاندان سے رسول فرمایا صالحؑ نے انکو توحید کی راہ پر بلایا اور عذاب سے ڈرایا آخر انھون نے معجزہ مانگا اور کہا کہ ہماری
عیدگاہ چلو ہم اپنے معبودون کو پکارین اور تم اپنے اللہ تعالیٰ کو پکارو جسکو جواب ملے اسکی پیروی کرین ان لوگون نے ہرچند اپنے بتون کو پکارا
وہان صالحؑ کے سامنے شیطان کا وجود نہ تھا انکے بتون سے کوئی آواز نہ آئی آخرکار صالحؑ سے انکے سردار جندع بن عمرو نے یہ ہٹ کی کہ کاثبہ
نام پہاڑی سے ایک اونٹنی بڑے پیٹ والی جوف دار بہت بال ہون نکال دے تو ہم تجھپر ایمان لادین حضرت صالحؑ نے انسے بہت مضبوط
عہد و میثاق لیا کہ ایسا ہو تو تم ضرور بالضرور ایمان لاؤ ان لوگون نے مضبوط عہد و پیمان دیا پس صالحؑ نے نماز پڑھکر حضرت باری تعالیٰ
عز و جل مین دعا مانگی پس اس ٹیلہ مین ایسی حرکت پیدا ہوئی جیسے اونٹنی کو بچہ پیدا ہونے کے وقت دردزہ سے ہوتی ہے پھر پہاڑی شق ہوئی اور اسمین
سے عشراء جوفاء وبراء جس صفت کی انھون نے بیان کی تھی بہت دراز قد اونٹنی پیدا ہوئی اور یہ لوگ آنکھون دیکھتے تھے پھر اسیوقت ایک
بچہ جنی جو بڑائی مین اسکے برابر ہوگیا یہ دیکھکر جندع بن عمرو مع ایک جماعت کے مسلمان ہوگیا اور باقیون نے ایمان لانا چاہا مگر ذواب بن عمرو
اور حباب مالک بتخانہ اور رباب بن صمعر کاہن نے ان سب کو روکا پھر ایک مدت تک وہ ناقہ مع بچہ کے لوگون کے پیش نظر رہی کہ درخت
و گھاس چرا کرتی تھی اور ایک دن درمیان دیگر کنوئین پر آیا کرتی پس پانی سے سر نہ اٹھاتی یہانتک کہ سب پانی اسکا پی جاتی تھی پھر تھن لٹکائے پڑے رہتے
تھے پس لوگ جسقدر چاہتے اسکا دودھ دوہتے حتی کہ اپنے برتن بھر جاتے اور پیتے اور رکھ چھوڑتے اور اونٹنی گرمیون مین پشت وادی مین
بسر کرتی تو انکے جانور وہان سے بطن وادی کی طرف بھاگ جاتے اور جاڑون مین بطن وادی مین بسر کرتی تو انکے مویشی مارے خوف کے
پشت وادی کو بھاگ جاتے پس یہ امر انپر نہایت گران گذرا اور صالحؑ نے بحکم الٰہی عز و جل انکو سمجھا دیا تھا کہ اس اونٹنی سے کچھ تعرض نکرنا مگر زمانہ کے بعد انکے
دلونمین سمایا کہ قتل کرین اور انکے دلون مین زیادہ رچایا اس ارادہ کو چند عورتون نے شیخ ابن جریر وغیرہ علماء تفسیر نے ذکر کیا کہ سبب اسکے قتل کا یہ ہوا
کہ انمین سے ایک عورت عنیزہ بنت غنم بن مجلز تھی اس بڑھیا کو صالح علیہ السلام سے سخت عداوت تھی اور اسکی لڑکیان بہت خوبصورت اور
بڑی مالدار تھین اور ذواب بن عمرو اسکا شوہر اور قوم ثمود کے سردارون مین سے تھا اور ایسے ہی صدوق بنت المحیا وغیرہا چند عورتون نے اپنی
جان و مال سے دریغ نکیا کہ یہ اونٹنی قتل ہو اور لوگون کو آمادہ کیا آخر جلد نو مرد جمع ہوئے جنکو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا تسعۃ رھط یفسدون فی
الارض ولا یصلحون پس پورے فرقہ کافرہ کو آمادہ و راضی کرکے اونٹنی کو قتل کرنیکی تاک مین گئے اور قدار بن سالف اور مصدع بن مہرج
کمینگاہ مین بیٹھے اور عنیزہ بنت غنم مذکورہ بھی اپنی لڑکیون کو سنگار کرکے دور سے سامنے ہوئی پھر جب اونٹنی پانی سے لوٹی تو مصدع نے اسکو
تیر مارا وہ زخمی ہوئی اور قدار ملعون نے پیچھے سے تلوار ماری وہ گر پڑی پس حملہ کرکے اسکو ذبح کرڈالا اور اسکا بچہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور
عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کی کہ وہان اسنے تین آوازین دین اور کہا کہ اے میرے پروردگار میری ماں کہاں ہوئی اور کہا فرلوگ
اسکے پیچھے دوڑے تھے اور پہاڑ شق ہوا اور وہ اسکے اندر غائب ہوگیا جب صالح علیہ السلام کو خبر ہوئی تو وہ آئے اور اونٹنی کو مردہ دیکھکر روئے

بیضاوی رح وغیرہ نے لکھا کہ لوگون سے فرمایا کہ تین دن اپنے گھرون مین بسر کر لو چوتھے روز تمپر عذاب ہوا اور کہا کہ اسکے بچہ کو تلاش کر کے خدمت کرو شاید
عذاب دور ہو مگر ان لوگون نے ہر چند کوشش کی اسکو نہ پایا **قال المترجم** شاید یون ہوا کہ اونٹنی کو قتل کر کے جب کچھ عذاب نہ دیکھا تو صالح
علیہ السلام سے تمسخر سے کہا کہ لاؤ وہ عذاب کہان ہے پس صالح علیہ السلام نے کہا کہ تین روز بسر کرو کل تمھارے چہرے زرد اور پرسون سرخ اور
چوتھے روز سیاہ ہو جاوینگے پھر تین روز بعد متصل ہی عذاب آویگا پھر جب دوسرے روز وہ علامت پائی تو فکر کی تب صالح علیہ السلام نے فرمایا
کہ اسکا بچہ تلاش کرو شاید عذاب دور ہو مگر وہ نہ ملا بیضاوی رح نے کہا کہ جب علامات دیکھین تو چاہا کہ صالح علیہ السلام کو قتل کر ڈالین پس اللہ تعالیٰ
نے انکو زمین فلسطین مین نجات دیدی اور شیخ ابن کثیر رح نے امام ابن جریر رح وغیرہ سے نقل کیا کہ جنھون نے رات کو دھوکے سے قتل کا قصد کیا تھا
اپنی وعدگاہ سے پہلے آسمان سے پتھر آئے کہ انکے بھیجے نکل پڑے اور ذکر کیا کہ اونٹنی کو چہارشنبہ کے روز قتل کیا تھا اور اتوار کی رات وہ سب
بدبخت کفن پہنے حنوط لگائے منتظر تھے کہ دیکھیے کیا ہو اعوذ باللہ من عذاب اللہ تعالیٰ پس سورج نکلتے ہی نیچے سے زمین کو سخت زلزلہ ہوا اور آسمان سے
آواز سخت آئی کہ سب کی روح نکل گئی علماء تفسیر رح نے بیان کیا ہو کہ ذریات ثمود مین سے سوا صالح علیہ السلام و انکے اوپر ایمان لائے
مسلمانون کے اور کوئی نہین بچا مگر ایک شخص ابو رغال نامے جو ان دنون مکہ معظمہ کے حرم مین تھا وہ احترام حرم سے بچا پھر بعض ضرورت
سے جب مقام حل مین گیا تو آسمان سے پتھر آیا اور وہ مرگیا و سیاتی ما یتعلق بہ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ
لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ پھر صالح نے ان لوگون سے منہ پھیرا اور کہا کہ اے قوم البتہ مین نے تمکو اپنے پروردگار کی رسالت پہونچادی
اور تمھارے بھلے کو نصیحت کی لیکن تم نصیحت کرنیوالونکو دوست نہین رکھتے حافظ ابن کثیر رح نے کہا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے یہ تقریع و ملامت اس قوم کو بعد ہلاک
ہوجانے کے فرمائی اور قوم کے مردے اسکو سنتے تھے جیسے آنحضرت صلعم نے جب جنگ بدر مین کفار پر مسلمان غالب ہوئے تو تین روز وہان
قیام کیا پھر تیسرے دن بعد آخر رات مین اپنا کجاوہ کھنچوایا اور روانہ ہو کر قلیب بدر پر آکر کھڑے ہوگئے اور یہ فرمانا شروع کیا کہ او ابو جہل بن
ہشام او عتبہ بن ربیعہ او شیبہ بن ربیعہ او فلانے اور او فلانے کیا پایا تمنے برحق جو تمکو تمھارے پروردگار نے عذاب کا وعدہ دیا تھا اور مین نے
تو جو مجھکو میرے پروردگار نے وعدہ خیر دیا تھا برحق پایا۔ الحدیث کما فی الصحیحین و ذکر فی السیرۃ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم لوگ بہت برے برادری
والے تھے اپنے نبی کے حق مین تمنے مجھکو جھوٹا بنایا اور لوگون نے میری تصدیق کی تمنے مجھے نکالا اور لوگون نے مجھے جگہ دی تم میرے ساتھ
لڑے اور لوگون نے میری مددگاری کی پس تم لوگ اپنے نبی کے بہت بری برادری والے تھے پس ایسا ہی یہان صالح علیہ السلام نے فرمایا
ہو و فی البیضاوی بقرینۃ فاء تعقیب کے ظاہر آیت یہی ہو کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اس قوم کو جاثمین دیکھکر انسے اعراض کیا ہو اور یہ
قول تو شاید انکے ہلاک ہوجانے کے بعد انسے کہا اور وہ سنتے ہون جیسے کہ آنحضرت صلعم نے قلیب بدر والون سے خطاب فرمایا تھا یا انکو بطریق
تحسر کے طور پر ایسا فرمایا یعنے افسوس ہو کہ تمنے اپنی یہ نوبت پہونچائی اور میرا کہنا نہ مانا اور مقصود اس سے حقیقی سنانا نہین ہوتا ہو اور قتادہ رح سے
روایت ہو کہ صالح علیہ السلام نے یہ بات انسے اسوقت کہی تھی کہ جب ان لوگون نے ناقہ کو قتل کر ڈالا تھا واللہ اعلم پھر بعض مفسرین نے کہا کہ قوم
صالح علیہ السلام مین سے ایمان لانے والے چار ہزار آدمی تھے صالح علیہ السلام انکو لیکر حضرموت مین داخل ہوئے اور وہین حضرت صالح علیہ
السلام کا انتقال ہوا اور بعض نے کہا کہ جس نبی کی امت ہلاک ہوئی وہ ساتھی مسلمانون کو لیکر حرم مکہ مین داخل ہوکر مرتے دم تک وہین
عبادت کرتا رہا حتی کہ وہان بہت سے انبیاء علیہم السلام کا مدفن بیان کیا جاتا ہو واللہ اعلم اور قوم ثمود کی بستی اجاڑ پڑی رہی اور وہ حجر کہلاتی تھی
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کو جاتے ہوئے سنہ ۹ ھ کو حجر مین وہان گزرے تھے امام احمد نے ابن عمر رض سے روایت کی کہ جب رسول اللہ

صلعم حجر مین قوم ثمود کے گھرون پاس اُترے تو لوگون نے انھین کنوؤن سے پانی بھرا جن سے قوم ثمود پانی پیا کرتی تھی پس اسی پانی سے آٹا گوندھا اور ہانڈیان اُسکی پانی سے چڑھائی پس آنحضرت صلعم نے حکم دیا تو لوگون نے ہانڈیان اوندھا کر بہا دین اور گوندھا ہوا آٹا اونٹون کو کھلا دیا پھر آپنے لوگون کو لیکر کوچ کیا اور جا کر اُس کنوئین پر اُترے جس سے ناقہ صالح پانی پیا کرتی تھی اور لوگون کو منع کر دیا کہ جو قوم عذاب دی گئی ہو اُسکے پاس نہ جاؤ اور فرمایا کہ مجھے خوف ہو کہ تمکو بھی اسکے مثل نہ پہونچے جیسا انکو پہونچا پس تم انکے وہان نہ جاؤ۔ وقد رواہ ایضًا عن ابن عمر رضی کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ مقام حجر مین تھے فرمایا کہ مت جاؤ ان لوگون کے وہان جو عذاب دیے گئے ہین مگر اس حال مین کہ تم روتے ہوئے ہو۔ پھر تم اگر روتے ہوئے نہو تو ان لوگون کے وہان مت جاؤ بخوف آنکہ کہین تمکو ویسا عذاب نہ پہونچے جو انکو پہونچا۔ واصل الحدیث مخرج فی الصحیحین من غیر وجہ۔ ابو کبشہ رضی سے روایت ہو کہ جب تبوک کے غزوہ مین آنحضرت صلعم جاتے ہوئے حجر مین اُترے تو لوگون نے جلدی کی اور اہل حجر کے وہان جانا شروع کیا یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو منادی کرائی کہ الصلوۃ جامعۃ پس مین رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہوا اس حال مین کہ آپ ایک بکری کو پکڑے ہوئے یہ فرماتے تھے کہ کیا جاتے ہو ایسی قوم کے وہان جنپر اللہ تعالی نے غضب کیا پس صحابہ رضی مین سے ایک شخص نے آواز سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ انسے تعجب حاصل کرتے ہین آپنے فرمایا کہ مین تمکو اس سے عجیب بات بتا دون تمھین مین سے ایک شخص ہو کہ تمکو ان باتون سے آگاہ کرتا ہو جو تمسے پہلے ہو گزرین اور ان باتون سے جو تمھارے بعد ہونگی پس تم استقامت پر رہو اور سیدہ اختیار کرو اللہ تعالی تمھارے عذاب کی کچھ پروا نہین فرماتا اور ایک قوم عنقریب ایسی ہوگی کہ اپنی ذات سے کچھ دفع نہ کریگی۔ رواہ احمد ولم یخرجہ احد من الستۃ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ جب رسول اللہ صلعم مقام حجر سے گزرے تو فرمایا کہ اے لوگو آیات مت مانگو چنانچہ قوم صالح نے آیۃ مانگی پس ناقہ اس نالہ کی راہ سے پانی پینے آتی تھی اور اُس دوسرے نالہ سے نکل جاتی تھی پس قوم ثمود نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور ناقہ کو قتل کیا اور حال یہ تھا کہ ناقہ ایک روز پانی پیتی تھی اور ایک روز وہ لوگ ناقہ کا دودھ پیتے تھے پھر اُسکی کونچین کاٹ کر مار ڈالا پس انکو آواز کرخت نے پکڑ لیا پس اللہ تعالی نے ادیم السماء کے نیچے جو کوئی اس قوم کا تھا سب کو خمود و بیجان کر دیا سوا ایک مرد کے کہ وہ اللہ تعالی کے حرم مین تھا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون تھا فرمایا کہ ابو رغال پھر جب وہ حرم سے باہر ہوا تو اسکو بھی وہ عذاب پہونچا جو اسکی قوم کو پہونچا تھا۔ رواہ احمد باسناد علی شرط مسلم ولیس فی شیء من الکتب الستۃ علماء تفسیر نے ذکر کیا کہ ابو رغال یہی قبیلہ ثقیف کا جد اعلی ہو جو طائف مین بستے تھے وقد رواہ عبد الرزاق عن معمر عن الزہری ان ابا رغال ابو ثقیف اور عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے طائف کو جاتے ہوئے فرمایا کہ یہ ابو رغال کی قبر ہو اور وہ ثقیف کا جد اعلی ہو اور یہ قوم ثمود مین سے تھا اور حرم مین اس زمانہ مین تھا اس سے عذاب دور رہا جب پھر نکلا تو اس مقام پر اسکو عذاب پہونچا اور یہین دفن ہوا اور اسکی علامت یہ ہو کہ اسکے ساتھ سونے کی ایک غصن مدفون ہو پس لوگون نے اُتر کر تلوارون سے کھود کر اسمین سے وہ غصن نکال لی رواہ عبد الرزاق عن معمر وابو داود وموصولا وحسنہ الشیخ ابو الحجاج المزی وقال ابن کثیر وعرضت علی الشیخ بان بجیر بن ابی بجیر من لا یعرف الا بہذا الحدیث وقال یحیی بن معین لم اسمع احدا روی عنہ غیر اسمعیل بن امیہ فلعلہ وہم فی رفعہ ویکون من کلام عبد اللہ بن عمرو مما اخذہ من الزاملتین اللتین وجدہا فی الیرموک فقال ہو ہذا محتمل واللہ اعلم۔ بیضاوی وغیرہ مین جو ناقہ کے طول جثہ کے بیان مین ذکر کیا کہ وہ ایک نالہ سے جاتی تو پھر نہین سکتی تھی حتی کہ اس کو پھر دوسرے نالہ سے واپس ہوتی تھی تو حدیث جابر رضی اللہ عنہ اسپر دلالت کرتی ہو اور علماء نے فرمایا کہ اسقدر جلد آسانی سے اسکا ہلاک کر دیا جانا اس قوم کی بدبختی کی علامت تھی پھر اللہ تعالی نے قوم لوط کا حال فرمایا

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ۝ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ

اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم کو کہا کیا کرتے ہو بیحیائی — تمسے پہلے نہین کی یہ کسی نے جہان مین — تم تو دوڑتے ہو مردون پر

شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ

شہوت سکے مارے عورتین چھوڑکر بلکہ تم لوگ حد پر نہین رہتے اور کچھ جواب نہ دیا اُسکی قوم نے مگر یہی کہا نکالو اُنکو اپنے شہر سے

اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا

یہ لوگ ہین ستھرائی چاہتے پھر بچادیا ہمنے اُسکو اور اُسکے گھر والونکو مگر اُسکی عورت رہگئی رہنے والون مین اور برسایا اُنپر برساؤ

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ○

پھر دیکھ آخر کیسا ہوا حال گنہگارون کا

ع ۱۰/۱۲

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اذ ظرف ہے پس اگر ارسلنا مقدر ہو یعنی وارسلنا لوطا اذ قال ۔ تو اذ سے زمانہ ممتد مراد لیا جاوے جسکے بعض وقت مین ارسال ہوا پھر بعض وقت مین قوم سے کہا اور حاصل آنکہ وارسلنا لوطًا وقت قولہ لہم ۔ اور اظہر یہ ہے کہ اذکر مقدر ہے اور اذ ظرف بدل کا اور یہی بعض نے اختیار کیا لوط کو سیبویہ نے کہا کہ اسم عجمی ہے وعلی ہذا قول زجاج کہ وہ مشتق نہین ہے صحیح ہے لیکن خفت کی وجہ سے منصرف ہوا اور لوط بن ہاران بن تارخ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے ہین اور حضرت ابراہیمؑ کے تابع نبوت مین نبی تھے اللہ تعالیٰ نے انکو اردن کے مقام سدوم مین بھیجا تھا جو حمص مین سے ہے پس قوم سے مراد یہی سدوم والے ہین المعنی اور بیان کر دے لوط کو یعنی جبکہ لوط نے اپنی قوم سے کہا اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ فاحشہ صفت موصوف مقدر ای الفعلۃ الفاحشۃ کیا کرتے ہو ایک فعل فاحش کو یعنی غایت درجہ کے بدتر فعل کو وہ مردون ولونڈون کے ساتھ مقعد مین لواطت ہے مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ یعنی ہرگز اسوقت تک تم سے پہلے عالمین مین سے جن وانسان کسی نے اسکو نہین کیا ۔ فی البیضاوی یہ جملہ مستانفہ ہے جو انکار کو موکد کرتا ہے گویا پہلے انکو اس بدتر فعل کے کرنے پر ملامت کی اور پھر انکو اس فعل بد کے اختراع کرنے پر ملامت کی کہ یہ اور زیادہ ان لوگون کے بد ہونے پر دلیل ہے بعض متقدمین سے منقول ہے کہ قوم لوط کا حال نہ سُنا ہوتا تو مجھے معلوم نہوتا کہ کوئی ایسا بھی کرتا ہے آئین دلیل ہے کہ یہ فعل نہایت بدتر ہے اور زنا سے زیادہ اسکی حرمت غلیظ ہے افسوس کہ ہندوستان کے بھی بعض شہرون مین یہ فعل پایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگون کو اس سے نفرت دیدے اور بعض جاہلون نے یہ وہم کیا کہ لواطت کی حرمت ثابت نہین ہوتی حالانکہ یہ عجیب جہالت ہے کیونکہ حرام وہی ہے کہ جو شرع مین مذموم ہو اور اُس سے زیادہ کیا مذمت ہوگی جو یہان مذکور ہے اور اس سے زیادہ کیا عذاب کی وعید ہوگی کہ عاقبت مین تو عذاب ہوویگا یہان دنیا مین بھی عذاب غضب دیا گیا نعوذ باللہ من ذلک اور عنقریب یہ مسئلہ آتا ہے بالجملہ پہلے انکے فعل بدتر مذکور پر انکار کیا اور اسکی سخت مذمت فرمائی پھر تاکید ملامت کی پھر استبعاد و انکار و تعجب کو جمع فرمایا بقولہ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ارے کیا تم مردون کو آتے ہو بغرض شہوت کے عورتون کے سوائے بیضاوی نے فرمایا کہ بیان جملہ انکار اول ہے اور اسمین بہ نسبت سابق کے انتہا درجہ کا انکار و ملامت ہے شہوۃً مفعول لہ ہے یعنی بغرض شہوت کے کوئی اور بات نہین سوائے اسی بات کے حالانکہ اس سے بڑھکر کوئی مذمت کا فعل نہین ہے یا مصدر بموقع حال ہے اور اس سے قید لگانے مین انکے محض بہائم ہونے کی صفت بیان کی اور تنبیہ ہے کہ عاقل کو چاہیئے کہ اس فعل سے اسکی مراد اولاد رہے ہو کہ وہ بدون عورت کے نہین ہوگی بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ بلکہ تم ایک قوم ہو کہ اسراف تمھاری صفت وعادت ہے یعنی حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرتے ہو بیضاوی نے فرمایا کہ انپر انکار کرنے سے اضراب کرکے انکے حال سے جو انکو ایسے فواحش کی طرف لایا ہے خبر دی یعنی تم مین اسراف کی عادت پڑی ہوئی ہے یا انکار سے اضراب کرکے انکے جمیع معائب کا کلیہ بیان کر دیا ۔ بالجملہ اس قوم بدبخت کا

ہرچند حضرت لوط علیہ السلام نے فہمائش کی کہ عورتون سے مخاطب ہون اور یہ حرکتین چھوڑین ہرگز نہ مانے اور ابن عباسؓ سے حکایت کیا
جاتا ہے کہ آپنے قوم مذکور کے اس فعل کی ابتدا یہ بیان کی کہ شیطان ایک نہایت خوبصورت طفل کی صورت بنکر آیا اور لوگونکو ملاطفت
کرکے آخر اپنے ساتھ اس حرکت کرنے پر آمادہ کیا پس جب اس سے یہ حرکت کر لی تو آخر کار دلیر ہو لئے اور یہی حرکتین کرنی شروع کین
وفی تفسیر الحافظ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس قوم کی یہ حالت تھی کہ مرد تو مردون کے ساتھ آپس مین مشغول تھے اور عورتین بھی آپسمین اپنی
عورتون سے مشغول تھین اور کسی کو دوسرے کی پروا نہ تھی پھر حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت کون سنتا ہے قلت شاید یہی وجہ ہو کہ
عورتین بھی چونکہ راضی نہ تھین اسواسطے حضرت لوط علیہ السلام کو ملولا رہناتی ہن لئے ہین درحقیقت اپنی پاک بیٹیون کے ساتھ نکاح شرعی کی درخواست نسبت
سے اتمام حجت کرنی پڑی واللہ اعلم بہرحال کوئی نصیحت کارگر نہوئی اور ایک بھی مسلمان نہوا سوا اہل بیت لوط علیہ السلام کے بلکہ
قوم مذکور نے یہ جواب دیا جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ نکال دو انکو یعنے لوط
اور انکے گھر والون کو مِنْ قَرْيَتِكُمْ اپنے قریہ یعنے سدوم سے کیونکہ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ یعنے مردون کے دبر مین وطی کرنیسے
بہت پاکی رکھتے ہین حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت وخیر خواہی کا یہ جواب تھا کہ انکو یہان سے نکال باہر کردو اور وجہ یہ بیان کی کہ یہ لوگ
تطہر کرتے ہین پس یا تو حقیقۃً یہی مراد تھی اور واقعی بھی تھا اور یا انھون نے مسخرہ پن سے کہا ہو اور یہی بیضاویؒ نے اختیار کیا ہے
فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ پس نجات دی ہمنے لوط کو اور اسکے اہل کو یعنے جو لوگ اسپر ایمان لائے تھے سوائے اسکی
جورو کے کہ وہ غابرین مین سے تھی۔ قوم لوط چار لاکھ آدمی تھے جنمین سے سوائے لوطؑ کے گھر والون کے کوئی ایمان نہ لایا چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا فاخرجنا من کان فیہا من المومنین فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین پھر تحقیق نہوا کہ لوطؑ کے سب ناتے دار سوا اسے دو بیٹیون کے
اور بھی تھے یا نہین بالجملہ جو ایمان لائے تھے انکو نجات فرمائی جیسا کہ دوسری آیت مین مصرح ہو گیا اگرچہ یہ ظاہر فرما دیا کہ بسبب رحمت کے نجات
یعنے ایمان فقط ایک گھر والون مین تھا اور وہ لوطؑ کا گھر ہے لیکن انمین سے لوطؑ کی جورو کا استثنا کیا اور آگاہ کیا کہ وہ غابرین مین سے تھی کیونکہ
ایمان نہ لائی تھی غبر الشئی گذر گئی وہ چیز اور نیز باقی رہگئی وہ چیز پس یہ لغت اضداد مین سے ہے اور زجاج نے کہا کہ معنی آنکہ وہ غائب ہوئی
نجات سے اور مفسرؒ نے کہا من الغابرین ای الباقین فی العذاب یعنی عذاب مین باقی رہنے والون مین سے تھی اور بیضاویؒ نے کہا کہ قولہ الا امرأتہ
یعنے وا ہلنا ام جو دل مین کافرہ تھی کانت من الغابرین ای من الذین بقوا فی دیارہم فہلکوا یعنی باقیون مین سے یعنی ان لوگون مین سے تھی جو اپنے
دیار مین باقی رہے پس ہلاک ہوئی اور غابرات نہین کہا کیونکہ مذکر کو غلبہ دیا اور غابرات کو تابع قرار دیا **قال الحافظ** اسیواسطے جب لوط
علیہ السلام کو شہر سے نکل جانے کا حکم ہوا کہ آخر رات مین مع اہل کے نکل جاوین تو حکم ہوا کہ اس عورت کو آگاہ نہ کرین اور نہ اسکو شہر سے نکالین
اور بعضے کہتے ہین کہ نہین بلکہ وہ عورت انکے پیچھے پیچھے ہو گئی تھی پھر جب عذاب آیا تو اسنے منھ پھیر کر دیکھا پس اسپر بھی ایک پتھر آپڑا اور
اظہر یہ ہے کہ وہ شہر سے نہین نکلی اور نہ لوطؑ نے اسکو آگاہ کیا بلکہ انھین لوگون کے ساتھ باقی رہی اور لوطؑ و اہل سے بچھڑ رہی وَأَمْطَرْنَا
عَلَيْهِمْ مَطَرًا اور برسایا ہمنے اُن کافرون پر مطر مفعول مطلق برائے نوع ہے ای مطر سے ایک نوع عجیب کی بارش کی اور وہ آیندہ
مفصل قصہ مین جو انشاء اللہ تعالیٰ آویگا بیان ہے بقولہ وامطرنا علیہا حجارۃ من سجیل منضود مسومۃ عند ربک وما ہی من الظالمین ببعید۔
اسی واسطے یہان فرمایا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ پس تو دیکھ یعنے انکے بیان حال مین عبرت سے نظر کر کہ مجرمونکا انجام کار
کیا ہوا جس شخص پر پتھر پڑا وہ خاک ہو گیا یعنے سب ہلاک ہوئے نعوذ باللہ من عذاب اللہ عزوجل **قال الحافظ** امام ابو حنیفہؒ کا یہ مذہب ہے

کہ شخص لواطت کے فعل مین ہو اسکو بلند مقام سے گرادین اور پیچھے سے پتھر سے مارین جیسا کہ قوم لوط کے ساتھ کیا گیا **قال المترجم** یہ مذہب قوی ہو اسواسطے کہ اس فعل بد کی سزا کسی اور پر قیاس نہین ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ نے اسکی حرمت غلیظہ کو بیان فرمایا ہو پس سزا اسکی وہی ہو جو بیان فرمائی کیونکہ قوم مذکور کو اوپر اُٹھا کر گرایا گیا اور پتھر برسے پس بیان بمانند اسکے ممکن ہو وہی کیا جاوے ثم قال الحافظ اور دیگر علما اس طرف گئے ہین کہ وہ شخص خواہ کنوارا ہو یا بیاہا ہو ہر حال مین پتھر سے مار ڈالا کیا جاوے اور شافعیؒ کے دو قول مین سے ایک قول یہی ہو اور حجت انکی حدیث ابن عباسؓ ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس شخص کو تم پاؤ کہ وہ قوم لوط کا فعل کرتا ہو تو کرنیوالے اور کرانیوالے دونونکو قتل کرو۔ رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وابن ماجہ **مترجم** کہتا ہو کہ قتل کرنا محتمل ہو کہ اسی طریقہ سے ہو جوامام ابو حنیفہ نے استخراج کیا ہو اور بعض آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اسکے مؤید ہین فتامل لان الثانی اقرب واللہ اعلم اور دوسرون نے کہا کہ لوطی مانند زنا کار کے ہو اگر کنوارا ہو تو سو درے مارے اگر بیاہا ہو تو پتھرون سے مار ڈالا جاوے اور یہی امام شافعی کا دوسرا قول ہو اور رہا عورتون سے دبر مین وطی کرنا تو یہ چھوٹی لواطت ہو اور اسکے حرام ہونے پر علما کا اجماع ہو اور آنحضرت صلعم سے بہت سی حادیث اسکے حرام ہونے پر وارد ہوئی ہین و سورہ بقرہ مین گذر چکا۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا

اور مدین کو بھیجا انکا بھائی شعیب بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہین تمھارا صاحب اُسکے سوائے پہونچ چکی تمکو دلیل تمھارے رب کیطرف سے سو پوری کرو ماپ اور تول اور مت گھٹا دو

النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ

لوگونکو انکی چیزین اور مت خرابی ڈالو زمین مین اُسکے سنوارے پیچھے یہ بھلا ہو تمھارا اگر تمکو یقین ہو اور مت بیٹھو ہر راہ پر ڈر کے دیتے

وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

اور روکتے اللہ کی راہ سے جو کوئی یقین لاوے اُسپر اور ڈھونڈھتے اسمین عیب اور وہ یاد کرو جب تھے تم تھوڑے پھر تمکو بہت کیا اور دیکھو آخر کیسا ہوا ہو حال بگاڑنیوالون کا

وَاِنْ كَانَ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَاۗىِٕفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰي يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝

اور اگر تم مین ایک فرقے نے مانا ہو جو میرے ہاتھ بھیجا اور ایک فرقے نے نہین مانا تو صبر کرو جب تک اللہ فیصلہ کرے ہمارے بیچ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

وَاِلٰى مَدْيَنَ وارسلنا الی مدین ـ اور بھیجا ہمنے مدین کیطرف اُس قوم کا نام مدین ہو جو مدین بن ابراہیمؑ کی اولاد ہین کذا قال البیضاوی اور یہی محمد بن اسحاق کا قول ہو اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ مدین کا اطلاق قبیلہ پر ہو جیسا کہ مذکور ہوا اور مدین ایک شہر بھی ہو جو معان کے قریب ہو کما فی قصہ موسیٰ ولما ورد ماء مدین وجد علیہ امۃ من الناس یسقون اور یہین حضرت شعیبؑ تھے اور یہی اصحاب ایکہ ہین جیسا کہ ہم عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرینگے حاصل آنکہ فرق کرنا یہان سہو ہو اور مراد یہان قبیلہ مدین ہو اَخَاهُمْ شُعَيْبًا اُنکے بھائی شعیب کو یعنی برادری کے بھائی کو جنکا نام شعیب علیہ السلام ہو اور وہ شعیب بن میکیل بن یشجر بن مدین ہین اور ابن اسحاق نے کہا کہ سریانی مین انکا نام یثرون تھا اور بیضاویؒ نے کہا کہ خطیب الانبیاء انکا لقب ہے کیونکہ خوبی سے قوم کو جواب دیے ہین قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ کہا یہی توحید جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی دعوت تھی قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ البتہ آچکا تمھارے پاس معجزہ تمھارے پروردگار سے میری سچائی کا اس معجزہ سے مراد وہ معجزہ ہو جو انکو دیا گیا تھا مگر قرآن مجید مین مذکور نہین کہ وہ کیا معجزہ تھا **قال الحافظ** حاصل آنکہ مین جو رسالت الٰہی لایا ہون اُسکے بارہ مین میری سچائی کیلیے اللہ تعالیٰ نے تمہیر حجتین و بینات قائم کردین جب ثابت ہوا کہ رسول ہین تو پھر جو کچھ رسول الٰہی امر و نہی کرے وہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے برحق ہے اسکو ماننا ضرور ہے لہذا انکے بد افعال چھوڑنیکی انکو نصیحت فرمائی بقولہ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ پس تم پورا دو لوگونکو کیل و میزان یہ لوگ ناپ تول کا کام تجارت کے تیے اور بدکاری سے پورا نہین تولتے تھے کمی کرتے تو انکو اس سے منع کیا حدیث مین آیا ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے گروہ موالی تم ناپ تول کے کام مین امانتدار ہو خبردار رہو کہ ایسا نہ کرنا جیسے اگلی امتون نے نجس سے اپنے آپکو تباہ کیا لہذا حاصل الحدیث اگر کہا جاوے کہ کیل مصدر ہو بمعنی ناپنا اور میزان اسم آلہ ہو بمعنی ترازو تو مطابقت نہ رہی جواب یہ دیا گیا کہ کیل سے مراد مکیال ہو

جیسے عیش و معاش یعنی پیمانہ و میزان پورے دو نہ زیادہ نہ کم بلکہ پورا حق دو کیونکہ کمی نہونیکی طرف زیادہ اہتمام ہے اور بعض نے کہا کہ میزان مصدر ہے یعنی وزن
اور بعض نے کہا کہ ظرف الکیل مضاف مقدر ہے حق یہ ہے کہ تفہیم معنی کے واسطے یہ بیان کیا گیا اور اسی معنی کو ادا کرنے میں یہی کلام فصیح ہے اور سورہ ہود میں المکیال
والمیزان آیا ہے پھر وجہ فساد پر تنبیہ کردی بقولہ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ بخس بباء و خاء معجمہ بمعنے نقص خواہ عیب ظاہر اور دینا یا میل کرنا یا دھوکا دینا یا حیلہ کرنا
یا بوجہ شرعی لینا حاصل آنکہ اور مت کمی کرو لوگوں کے حقوق میں اشیاء بلفظ تعمیم اسواسطے فرمایا کہ جلیل و حقیر و قلیل و کثیر سب میں وہ لوگ بخس کرتے تھے وقال السدی
مکاس تھے کوئی چیز بدون مکس لئے نہیں چھوڑتے تھے وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا اور مت فساد کرو ملک میں یعنی کفر و گناہ ہونے سے بعد اسکی صلاح
کے یعنی رسولوں کے بھیجنے سے صلاح ہونیکے بعد پہلا فساد اس امت میں ان بدبختوں نے پھیلایا جنہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ذٰلِكُمْ یہ جو مذکور ہوا
خَيْرٌ لَّكُمْ تمہارے حق میں بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو حالانکہ وہ لوگ مومن نہ تھے پس معنی یہ کہ اگر تم ایمان چاہتے ہو جزاء شرط محذوف ہے ای فتبادروا الیہ پس
اسکی طرف مبادرت کرو حاصل آنکہ اگر تم ایمان چاہتے ہو تو جو مذکور ہوا اسکی طرف مبادرت کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور بہتری مجموع براہ دنیا و دین ہے۔
وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ اور مت بیٹھو ہر راہ پر خواہ حسی ہو یا معنوی ہو اس حال سے کہ تُوْعِدُوْنَ خوف دلاؤ لوگوں کو انکے مال ناحق لینے کا یا ایسے حسی لینے کا یا راہ حق
پر بیٹھنے سے ممانعت ہے وَتَصُدُّوْنَ اور روکو لوگوں کو عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالی کے دین سے مَنْ اٰمَنَ بِهٖ ایسے شخص کو جو اللہ تعالی پر ایمان لایا اور یہ روکنا
اسطرح کہ اسکو دھمکایا کہ ایمان لاویگا تو قتل کر ڈالینگے من آمن مفعول تصدون ہے اور وہ توعدون پر عطف ہو کر ضمیر لاتقعدوا سے حال ہے یعنی ہر راہ پر دھمکاتے اور
روکتے ہوئے مت بیٹھو راہ حق اگرچہ واحد مستقیم ہے لیکن اسمیں معرفت حدود و احکام میں اسواسطے بکل صراط فرمایا وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا یہ بھی توعدون پر عطف ہے یعنی اس حال
سے کہ طلب کرتے ہو راہ کو موجہ یعنی لوگوں کو شبہہ ڈالو اور انسے کہو کہ ٹیڑھی راہ ہے اور راہ پر بیٹھنے سے حقیقت بیٹھنا مراد نہیں ہے بلکہ ایسے طریقہ اختیار کرنے سے ممانعت ہے
قریش والے بھی لوگوں کو آنحضرت صلعم پر ایمان لانے سے روکتے تھے اور اسیطرح دھمکاتے تھے وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ
اور یاد کرو کہ تم تھوڑے تھے پس اللہ تعالی نے تمکو بہت کردیا اور عبرت سے دیکھو کہ مفسدوں کا انجام کار کیا ہوا یعنی تم سے پہلے قوم لوط وغیرہ جنہوں نے شرک و گناہ ہونے سے زمین میں
فساد برپا کیا اور رسول کا کہنا نہ مانا انکا انجام بنظر عبرت دیکھو کہ آخر عذاب سے ہلاک کیے گئے وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا یعنے
اور اگر تمنے میرے رسول ہونے میں اختلاف کیا اور دو فرقے ہوگئے کہ ایک فرقہ تو ایمان لایا و نجات اختیار کی اور دوسرے فرقہ نے ایمان سے انکار کیا اور مجھے جھٹلایا ہے فَاصْبِرُوْا
تو انتظار کرو حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا یہانتک کہ اللہ تعالی ہمارے تمہارے درمیان میں حکم کرے بایںطور کہ جو حق پر ہے اسکو نجات دے اور جو ناحق پر ہے اسکو ہلاک کرے وَهُوَ
خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ وہی حاکموں میں سب سے بڑھکر انصاف کرنیوالا ہے اور یہ درحقیقت انکو صبر و انتظار کرنیکا حکم نہیں بلکہ سخت تہدید و وعید ہے اسواسطے کہ عدل الہی میں پڑ گئے تو ہلاک ہوئے

الافادۃ مع التنبیہ مخلوقات کی ذاتی غرض یہ ہے کہ خالق عزوجل کو پہچانے اور اسپر ایمان لا کر حق تعالی کی عبادت ادا کرے لیکن مخلوق سے جو چیز حادث ہو وہ بھی مخلوق ہو گی
تو وہ شان خالق عزوجل کے لائق نہیں ہو سکتی ہے اسیواسطے امام ابو حنیفہ رح نے رسالہ عقائد یعنے فقہ اکبر میں فرمایا کہ بندہ سے اللہ تعالی کی عبادت جس شان سے لائق ہے
ادا ہونا محال ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی جمیع اہل السنۃ و جماعۃ کا اعتقاد ہے پس ظاہر ہوا کہ عدل الہی عزوجل میں ماخوذ ہوں تو کسی سے حق اصلی یعنی عبادت کا ذرہ بھی نہ پایا جائے
ولیکن حق تعالی نے نیک بندوں سے اپنے حکم کی تعمیل چاہی اور یہ ممکن ہے پس اس تعمیل میں اصل اعتقاد ہے اور اسی اصل پر طاعات صوم و صلوۃ کی شاخیں ہیں
لہذا جسقدر اعتقاد خوب و معرفت عالی ہو اسیقدر ثواب طاعت و قبولیت میں کمال ہوتا ہے حتی کہ ولی کی دو رکعت کے مقابلہ میں عامی کی ہزار رکعت نہیں پہنچتی ہے

فاعرفہ والسلام اللهم اغفر لنا غفرانا واسعا اللهم صل علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

تمت ــــــــ الثامنۃ

آٹھواں جزو تمام ہوا بعدہ نواں قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ ہے

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱۰/
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱/
جواب السائلین۔ بطور استفتاء۔ ۲/
کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔ عہ/
چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۰/
رسالہ تجہیز و تکفین۔ از محمد عمر۔ ۱/

فقہ فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے۔ دو مجلد کامل۔ عہ/
شرح سفر السعادت۔ از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی معروف۔ سہ/
گنج الحجج۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔ عہ/
تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام۔ ۸/
تبیان۔ در حکم تنباکو و حقہ از ملا معین الدین۔ ۱/
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ بنظم فارسی از ملا ناظم علی۔ ۲/
نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔ ۰/
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔ ۶/
شرح وقایہ فارسی۔ بر حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔ عہ/
مسالک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت

از مولوی الہ یار خان۔ عہ/
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔ عہ/
قدوری۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم۔ ۲/
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی۔ ۱۵/
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۳/
مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔ ۲/
شرح مختصر وقایہ کو رمیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔ عہ/
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔ ۱/
رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔ /

فقہ عربی

برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔ سے/
فتح القدیر۔ حامل المتن۔ بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کا کامل چار مجلد ضخیم جدید الطبع۔ ۱۲/
ہدایہ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہین ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل۔

(۱) جلدین اولین عبادات۔ للعہ/
(۲) جلدین آخرین معاملات۔ عہ/
ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد ہین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل۔
ہدایہ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح۔ للعہ/
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔ للعہ/
فتاوی قاضی خان مع سراجیہ۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتبر معروف متداول دو مجلد کامل۔ معہ/
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس بتقطیع کلان خوشخط و صحیح۔ عہ/
شرح وقایہ خورد۔ مع دائرۂ ہندیہ متوسط قلم۔ ۱/
الاشباہ والنظائر۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول ہے۔
ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل مین داخل درس ہے۔ عہ/
مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔ عہ/
عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد مین
(۱) جلدین اولین عبادات مین۔ عا/
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔ ۱۱/
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ار

کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ قیمت ۱۰ ار

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی - ۲ ر

باب دانش - مولفۂ مولوی محمد کریم بخش ۱ار

اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر

ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلدین مترجمۂ مولانا ابو الحسن فرید آبادی - عہ

خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش - ۳۰ ر

بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۲ ر

آبحیات - اخلاق و موعظت مین مصنفۂ منشی کامتا پرشاد - ۳۰ ر

کیمیائے حکمت - حصۂ اول بیان شرافت علم و ادب - ۲ ر

پیراہن یوسفی - اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلدین بتفصیل ذیل

(جلد اول) ترجمۂ دفتر - ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع

(جلد دوم) ترجمۂ دفتر - ۴ و ۵ و ۶ زیر طبع

شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب - عہ

چشمۂ فیض - نظم ترجمۂ اُردو پندنامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۲ ر

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی مرتبہ چار جلد کامل عـہ

تہذیب احسانی - مولفۂ حکیم احسان علی - ۳ ر

کتب اخلاق فارسی (اہلسنت)

گلستان - جلی قلم کاغذ سفید کندہ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم عہ

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ ر

گلستان با تصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی ہے ۹ ر

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ منشی شمس الدین صاحب مرحوم ۸۰ ر

گلستان محشی اُردو - اس پر طلبا کی آسانی کے لئے اُردو کے حواشی دئے گئے ہین - ۱۴ ر

شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ ر

گلستان مترجم - فارسی با ترجمۂ اُردو - ۱۲ ر

گلستان خرد - فارسی - ۵ ر

تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷ ر

بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ ر

خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجد الدین ۸ ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب گلستان و بوستان - ۹ ر

بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی عہ

بوستان محشی کلان - اس مین ضروری حواشی درج ہین - ۱۳ ر

بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ ر

بوستان محشی خرد - ۵ ر

بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہین ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے - از منشی گوبند پرشاد فضا - ۱۳ ر

بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بمثل شرح ہے - عہ

اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے عہ

اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین داخل ہے اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید کندہ - عہ

اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ کاشفی - ۸ ر

مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک دُر بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب افرہوی ۲ ر

مجموعۂ صد پند سودمند حضرت لقمان کے نئو قابل قدر نصائح - ۲ ر ۶ پائی